آلِ رسول ﷺ
جلد دوم
پیر سید نصیر حسین چشتی
ناشر
شاہ چراغ اکیڈمی

جلد دوم

پیر سید خضر حسین چشتی

ناشر

شاہ چراغ اکیڈمی

آستانہ عالیہ چشتیہ کوٹلہ سارنگ شریف

نزد لالہ موسیٰ ضلع گجرات پاکستان

نام کتاب ------------ آلِ رسولؐ
مصنف ------------ پیر سید خضر حسین چشتی
سجادہ نشین کوٹلہ سارنگ شریف
زیر اہتمام ------------ صاحبزادہ سید مزمل حسین جماعتی
تقسیم کار ------------ صاحبزادہ سید قنبر حسین چشتی
ناشر ------------ شاہ چراغ اکیڈمی کوٹلہ سارنگ شریف
کتابت ------------ غلام حسین خوشنویس حضرت کیلیانوالہ شریف
قیمت ------------
معاون ------------ اراکین حزب الحق منڈی بہاؤالدین
بار ------------ اول • دکوٹلہ سارنگ شریف
پیش کنندگان ------------ حاجی جاوید اقبال - خواجہ عمر ارشاد چشتی
تاریخ اشاعت نومبر ۱۹۹۹ء صفدر عباس وریاہ - حاجی لیاقت علی قمر سیالوی

ملنے کے پتے

- آستانہ عالیہ چشتیہ کوٹلہ سارنگ شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
- دار العلوم چشتیہ غوثیہ کچہری روڈ، منڈی بہاؤالدین
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، لاہور
- مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
- یونائیٹڈ بک ڈپو کچہری روڈ، علی عباس پرنٹنگ پریس منڈی بہاؤالدین
- صوفی عاشق حسین چشتی (ہوٹل والے) سرکل روڈ رحیم یار خان
- مکتبہ مدینہ کریانہ مرچنٹ وائرلیس لائی روڈ، صادق آباد

آلِ رسولؐ

حصہ دوم

فہرست مضامین

شہادت امام حسینؑ

امیر المومنین سیدنا

امام حسین

علیہ السلام

نورِ خیر النساء، پرتوِ مرتضےٰ — سیدِ کربلا، شاہِ ہر دوسرا
سارے عالم میں گونجی ہے جس کی صدا — نورِ چشمِ رسالت کی کیا بات ہے
نوجوانانِ جنت کا سردار ہے — شاہِ عالم محمد کی تلوار ہے
جس نے خوں دے کے اسلام زندہ کیا — اس کے شوقِ شہادت کی کیا بات ہے

مختصر

سیدالشہداء، راکبِ دوشِ مصطفےٰ، شہسوارِ کربلا، شہزادۂ گلگوں قبا، امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام، نواسۂ رسول امام الانبیاء، نورِ جانِ خیر النساء، پرتوِ شجاعتِ مرتضیٰ اور برادرِ حسن مجتبےٰ ہیں۔ آپ کو تاجِ زرِ شہادت اور کوکبِ فلکِ نبوت کہا جاتا ہے۔ آپ شناورِ بحرِ شریعت اور علمدارِ عرصۂ طریقت ہیں۔

آپ بلاشبہ سرخیلِ عابداں ہیں اور ایسے عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے جو انتہائی بے کسی کے عالم میں بھی شبِ عاشورہ اپنے خیمہ میں خدائے لم یزل کی عبادت میں اس طرح گزاردی کہ دل پہ خیالِ سود و زیاں نہ تھا۔

حسین —— وہ عابدِ کامل ہے جو اپنے جسم پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے انگنت زخم کھانے کے باوجود بارگاہِ ایزدی میں تپتی ہوئی ریت پر اپنی جبین کو سجدے میں رکھ کر نہایت پُرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

ابنِ زہرا —— وہ محسنِ اسلام و انسانیت ہے جو بے سروسامانی کے عالم

ہیں کئی دنوں کی بھوک، پیاس کے باوجود ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں حق تنہا ڈٹ گیا اور تیروں کی بارش، تلواروں کے طوفانی وار، اور نیزوں کی چمکتی ہوئی ہزاروں نوکیں جس کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکیں۔

نواسۂ رسولؐ ــــ وہ قاریِ قرآن ہے جس نے کوفہ کے ستم کیش بازاروں میں جفا کاروں کے جمگھٹ میں، اسلام کی شان و شوکت اور عظمت و وقار کا علم بلند کرتے ہوئے۔ جاں نثاروں کی محبت کی خاطر قرآن کی بڑائی اور آبرو کے لیے، خون سے وضو کیے ہوئے، قرآن مجید کی اس طرح تلاوت فرمائی، کہ مذہب کے چہرے پر نکھار آگیا، شیطانوں کے دل بجھ گئے، بے ایمانوں کی دنیا اُجڑ گئی، دنیاوی سلطانوں کے منصوبے خاک میں مل گئے ؎

سر تیرا نیزے پہ، جاری لب پہ قرآں واہ حسینؑ
رو پڑے نوری یہ اندازِ تلاوت دیکھ کر (خضر)

ابنِ حیدرؑ ــــ ایسا بہادر ہے کہ جس کی بہادری کا شہرہ کفر کی شہر پناہ کو منہدم کرتا ہوا ظلم و ستم کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر گیا۔ چشم فلک نے کوئی ایسا جواں مرد نہ دیکھا ہوگا جو تین دن کی پیاسی بچیوں کے مرجھائے ہوئے چہروں کو دیکھ کر ان کے سامنے تپتی ہوئی ریت پر بیٹھ جائے اور اپنے نانا کی احادیث سنانے کے بعد فرمائے ــــ اے میری بیٹیو! ــــ تم اہلِ بیتِ رسولؐ ہو نبی کے گھرانے کی خواتین مصیبت میں گھبرایا نہیں مسکرایا کرتی ہیں ــــ

ــــ کیا زمانہ کسی ایسے دلیر اور جری جوان کو جانتا ہے؟ ــــ جو اپنے سب سے زیادہ محبوب اور وفادار بھائی کی لاش کندھے پر اٹھائے تو پاؤں ریت میں دھنس جائیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف منہ کر کے بلند آواز سے پکارے ــــ اے خالقِ کائنات، مسافر ہوں راضی رہنا ــــ تیرے رسولؐ کے دین کی سربلندی کے لیے

—— تیری رضا کے حصول کی خاطر ہر مصیبت قبول ہے۔

دنیا والو! —— کوئی ایسا سورما دکھاؤ —— جو اپنے بیٹے ہم شکل رسولؐ کو مقتل میں روانہ کر کے عرض کرے —— اے اللہ! —— آلِ رسولؐ میں اس سے زیادہ حسین چہرہ اور کوئی نہیں یہ تیرے بندے حسینؑ کی طرف سے خوبصورت نذرانہ ہے —— قبول فرما ——

لوگو! —— ایسے جری کو کیا نام دیا جائے؟ —— جو اپنے شیر خوار بچے کو جس کے حلقوم سے تیر جفا آرپار ہو اپنی آغوش میں سے کر خدا ئے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کے نغمات الاپتے ہوئے سجدہ ریز ہو کر کہے۔ خدایا میری قربانیاں قبول فرما اور مجھے استقامت کی دولت عطا فرما کر اپنی رحمت کی چھاؤں میں رکھنا۔

کون حسینؑ؟ —— یہ وہی حسینؑ ہے جو اللہ کے آخری رسولؐ کے کندھوں پر سوار ہو کر " والیل" زلفوں کے ساتھ بے تکلفی سے کھیلنے والا ہے —— حسینؑ اس ماں کا بیٹا ہے جس کی چکی اللہ کے نوری فرشتے چلایا کرتے تھے —— اور جس کو مصطفےٰ اپنا لعاب دہن پلایا کرتے تھے —— یہ وہ حسینؑ ہے۔ جس کی ماں بتولؑ جس کا نانا رسولؐ اور جس کا باپ نفس رسولؐ ہے ——

حسینؑ اس دھرتی کے باغ کا پھول ہے۔ جو فرشتوں کی جائے نزول ہے ——

یہ وہی حسینؑ ہے —— جو رسولوں کا اختر ہے —— جو حیدر کا صفدر ہے —— جو زہراؑ کا ثمر ہے —— جو حسنؑ کا برادر ہے —— جو شہیدوں کا سرور اور امیروں کا مہتر ہے —— جو ولیوں کا افسر اور رہبروں کا رہبر ہے —— جو شجاعت کا زیور اور بہادروں کے ماتھے کا جھومر ہے —— جو اخوت کا سمندر اور چرخ حریت کا محور ہے۔ ہے

کانِ رسولِ پاک کا گوہر حسینؑ ہے   نورِ رسولؐ سطوتِ حیدر حسینؑ ہے

چرخ جلال و جبد کا محور حسینؑ ہے — دنیائے حریت کا دلاور حسینؑ ہے

خضر مجاہداں ہے خضر بے گماں حسینؑ
جرأت کے آسمان کی ہے کہکشاں حسینؑ

نظر والو ــــ وہ کون ہے؟ جو سید ابرار اور جنت کا سردار بھی ہو ــــ جو قافلہ عشق کا سالار اور وارث ذوالفقار بھی ہو ــــ جو ابن حیدر کرار اور بلا کا شہسوار بھی ہو ــــ پھر اس کے بچوں پر ظلم کی یلغار بھی ہو ــــ اور وہ امین عالم کے لیے اتمام حجت کے خطبے دے ــــ وہ کون ہے؟ ــــ جو گلبدن ــــ سیم تن ــــ حسین و فرتن اور شاہ زمن ہو ــــ جو پاک دامن اور پیکر امن ہو ــــ جو شمع انجمن اور حسن چمن ہو ــــ جو صاحب دین و ایمان ہو ــــ پھر بھی یزید جس کا دشمن ہو ــــ وہ کون ہے؟

ظلم و جفا و جور کے آگے سر ہوڑ کر — چھوڑا ہے کس نے قوت باطل کو توڑ کر
وہ کون تھا جو گر پڑا مسجد کے صحن میں؟ — آیا جسے رسولؐ نے خطبے کو چھوڑ کر

وہ بالیقین حسینؑ ہے ابن علیؑ خضر
بچھڑا انجمن سے، نخوتوں کا خوں نچوڑ کر

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی حسین علیہ السلام ہے۔

کنیت

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

نسب

حسین بن علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔

والدہ

آپ کی والدہ ماجدہ سیدۃ نساء العالمین فاطمہ بنت محمد رسول اللہ بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔

والد

آپ کے والد سید العرب، اسد اللہ الغالب علی بن ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔

القاب

رشید ــ طیب ــ زکی ــ ولی ــ سید ــ مبارک ــ ریحانۃ الرسول ــ سبط الرسول ــ التابع لمرضات اللہ۔

شاعر ــ آپ کا شاعر یحییٰ بن حکم تھا۔

چوکیدار ــ آپ کے چوکیدار کا نام اسعد الہجری ہے۔

نقش انگوٹھی ــ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش آیہ مبارکہ "لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ" ہے۔[1]

آپ نے آٹھ احادیث کی روایت کی ہے۔

آپ ناف سے ٹخنے تک اپنے نانا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

ولادت

حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی ولادت با سعادت پانچ شعبان المعظم

---

[1] سورہ رعد پارہ ۱۳ آیت نمبر ۳۸ (ترجمہ)۔ ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے۔ (لِکُلِّ وَقْتٍ کُلِّ شَیْءٍ کِتَابٌ) (مظہری جلد ۵ ص ۲۴۳) یعنی ہر چیز کا وقت لکھا ہوا ہے۔

سنہ ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

بقول واقدی سیدہ زہرا امام حسن علیہ السلام کو جنم دینے کے پچاس روز بعد امام حسین علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں، فرماتے ہیں، یہی قول صحیح ہے۔

حسین اور عیسیٰ علیہ السلام

علامہ محب طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ میں ابن الدرع کی کتاب موالید اہل البیت کے حوالے سے لکھا ہے، فرماتے ہیں۔

لَمْ يُوْلَدْ مَوْلُوْدٌ قَطُّ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ فَعَاشَ اِلَّا الْحُسَيْنُ وَعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام۔

(ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۱۸)

"ایسا کوئی بچہ نہیں جو چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور زندہ رہا ہو، سوائے حضرت حسینؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ کے"

(بعض علماء نے مندرجہ بالا روایت سے اختلاف کیا ہے)

حدیث نمبر ① قطعہ جسد رسولؐ

حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں۔ یا رسول اللہ آج رات میں نے ایک بُرا خواب دیکھا ہے۔ سرکارؐ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کرتی ہیں کہ سخت ہے، حضورؐ نے فرمایا بتاؤ تو سہی وہ ہے کیا؟ عرض کرتی ہیں۔

کَاَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ

یعنی آپؐ کے جسمِ انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ـــــ رَأَیْتُ خَیْرًا تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ ـــــ کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہؓ کے ہاں بچہ پیدا ہوگا جو تمھاری گود میں ہوگا ـــــ ـــــ فرماتی ہیں کہ میں فاطمہؓ کے ہاں حسینؓ پیدا ہوئے جو میری گود میں تھے جیسا کہ رسول کریم نے فرمایا تھا۔

فرماتی ہیں، ایک روز میں رسول کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو میں نے حسینؓ کو اُٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ اور پھر میری توجہ ادھر اُدھر ہو گئی، یعنی میں کسی اور کام میں مصروف ہو گئی۔ تو جب میں نے سرکار علیہ السلام کی طرف دیکھا، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــــ اَتَانِیْ جِبْرَائِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ ابْنِیْ ھٰذَا ـــــ کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ عنقریب میری اُمت کے بعض لوگ میرے اس بیٹے کو قتل کریں گے ـــــ فَقُلْتُ ھٰذَا ـــــ میں نے (حضرت حسینؓ کی طرف اشارہ کرکے) عرض کیا۔ اس کو ـــــ قَالَ نَعَمْ ـــــ فرمایا ہاں ـــــ وَاَتَانِیْ بِتُرْبَۃٍ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَاءَ ـــــ اور میرے پاس اُس جگہ کی (جبریل) مٹی لائے جو سُرخ ہے۔[۱]

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم جناب حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سُن کر اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے چہرہ مبارک تر ہوگیا جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی کی مصیبت پر رونا جائز بلکہ سنّتِ نبوی ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۳۔

جو لوگ حسینؑ کے مصائب پر رونے والوں کو منع کرتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں کہ ابھی حسین علیہ السلام کا بچپنا ہے، جوان ہوگا، دس محرم ۶۱ھ میں جام شہادت نوش فرمائے گا۔ لیکن اللہ کا پیارا حبیب یہ خبر سن کر کہ میرے اس نواسے کو فرات کے کنارے بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا زار و قطار رو رہے ہیں۔

رونا سوز و گداز اور درد دل کی علامت ہے، ہم بھی روتے ہیں۔ جب کربلا کے مسافروں کی یاد آتی ہے، جب علی اصغرؑ کا حلقوم اور سیدہ سکینہؑ کی بے کسی یاد آتی ہے۔ کربلا معلی کے ریگزاروں پر بھوک، پیاس، شدید گرمی کے عالم میں خیموں کے اندر بتولؑ کی بیٹیوں کا قرآن مجید کی تلاوت کرنا جب یاد آتا ہے تو روتے اور جی بھر کے روتے ——— اور پھر ———

روتے ہیں اپنے بھی کہ ٹکڑوں کی شکل میں — بکھرا پڑا تھا خاک پہ کنبہ بتولؑ کا

شجر و حجر، زمین و زماں رو دیے خضر
کربل میں دیکھا حال جو آل رسولؐ کا!

حدیث نمبر ——— ④ ——— حسینؑ کا رونا

یزید بن ابی زیاد سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے نکلے اور سیدہ فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرے تو اپنے نواسے حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے سیدہ کو فرمایا ——— اَلَمْ تَعْلَمِیْ اِنَّ بُکَاءَہٗ یُؤْذِیْنِیْ [1] ——— کیا؟ آپ نہیں جانتی کہ حسینؑ کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

---

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۳

مذکورہ حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ امام حسینؓ کے رونے سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ نواسے کا اضطراب نانے کے لیے دلی پریشانیوں اور تکالیف کا باعث ہے۔

یزید لعین اور اس کے ساتھیوں کی شان میں قصیدہ گوئی کرنے والے یاوہ گو پھکندروں سے پوچھتا ہُوں کہ جب خاکِ کربلا پر حسین اور اس کے بچّوں کو ذبح کیا گیا۔ تو رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہُوئی ہوگی یا نہیں اور شاید ان کو یہ فرمانِ رسُول بھی یاد ہو۔ کہ "جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔

حدیث نمبر —(۳)— ابراہیم کو حسینؓ پر قربان کر دیا

حضرت ابو عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بائیں ران پر آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دائیں ران پر آپ کے نواسے حسینؓ ابن علی تھے۔ سرورِ عالم کبھی اپنے بیٹے ابراہیم اور کبھی اپنے نواسے حسین کو بوسہ دیتے۔ اسی حال میں رب العلمین کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہُوئے۔ جب حضور نبی کریم وحی سے فارغ ہُوئے تو آپؐ نے فرمایا میرے رب کی طرف سے جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے کہا ہے۔ اے محمد مصطفیٰ! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔

—— لَسْتُ اَجْمَعُهُمَا لَكَ —— یعنی "میں ان دونوں (حسین و ابراہیم) کو آپ کے لیے جمع کر کے نہیں رکھوں گا" —— فَافْدِ اَحَدَهُمَا بِصَاحِبِهِ —— فرمایا "ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر قربان کر دو"! نبی کریم نے پہلے اپنے بیٹے اور پھر نواسے کی طرف دیکھا تو زار و قطار

رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میرے بیٹے ابراہیمؑ کی ماں باندی ہے۔ جب وہ جدا ہوں گے تو میرے سوا کسی کو غم نہیں ہوگا۔ اور حسینؑ کی ماں فاطمہؓ ہے۔ اور اس کا باپ علیؓ میرا چچازاد بھائی ہے ——— لَحْمِیْ وَ دَمِیْ ——— وہ میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ جب حسینؑ فوت ہوگا۔ تو میری بیٹی فاطمہ کو بھی غم ہوگا میرے چچازاد بھائی کو اور مجھے بھی غم ہوگا ——— وَ اَنَا اُوْثِرُ حُزْنِیْ عَلٰی حُزْنِہِمَا ——— میں اپنا غم ان دونوں کے غموں پر نثار کرتا ہوں ——— اور فرمایا اے جبریل تو ابراہیم کو لے جا۔ میں حسینؑ کے بدلے ابراہیم کو قربان کرتا ہوں ———

اور پھر تین دن کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے (جو مخدومہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطنِ اطہر سے تھے) کا وصال ہوگیا۔

اس کے بعد یہ عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہا کہ حضورؐ جب حسین علیہ السلام کو سامنے دیکھتے تو ——— قَبَّلَہٗ وَ ضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ ——— ان کا بوسہ لیتے اور سینے سے لگا لیتے ——— وَ رَشَفَ ثَنَایَاہُ۔ دانتوں پر بوسہ دیکر لبوں کو چوستے۔ اور فرماتے۔ فَدَیْتُ مَنْ فَدَیْتُہٗ بِابْنِیْ اِبْرَاہِیْمَ ——— میں نے حسینؑ پر اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو فدا کر دیا ہے۔[1] ———

ناظرین! غور فرمائیں کہ کس قدر محبت سے اللہ کے آخری رسول کو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنے لختِ جگر کو حسینؑ پر فدا کر دیا اور اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اسی چیز کے پیشِ نظر امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے نانا کے دین پر میدانِ کربلا میں اپنے بچوں کو قربان فرمایا اور استقامت کا آسمان ہونے کا ثبوت دیا۔

---

[1] تاریخ بغداد (علامہ خطیب البغدادی) جلد ۲ ص ۲۰۴ سن اشاعت ۱۳۴۹ھ مطبوعہ مصر

حدیث نمبر ۔۔۔ (۲) ۔۔۔ حضورؐ کا حسینؓ کو چومنا

حضرت بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لیے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالٰی نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اس دن حضرت اُمّ المومنین سیدہ اُمّ سلمہؓ کی باری تھی۔ آقا علیہ السّلام نے حضرت اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ دروازے کی نگرانی کرنا تاکہ کوئی آدمی اندر داخل نہ ہو ابھی وہ دروازے پر ہی تھیں ۔۔۔ اِذْ دَخَلَ الْحُسَیْنُ فَاقْتَحَمَ فَوَثَبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْثِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ ۔۔۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام اندر داخل ہوئے اور شفقت سے چھلانگ کر رسول اللہ پر سوار ہو گئے اور حضورؐ انہیں چومنے لگے۔

۔۔۔ جب اس فرشتے نے سیدِ عالم کو شفقت و محبت سے امام حسینؓ کو چومتے دیکھا تو عرض کیا ۔۔۔ اَتُحِبُّہٗ؟ ۔۔۔ آپ کو اپنے اس نواسے سے محبت ہے؟ ۔۔۔ حضور نے فرمایا ۔۔۔ نَعَمْ ۔۔۔ "ہاں مجھے اس سے محبت ہے" ۔۔۔ فرشتے نے کہا ۔۔۔ اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ ۔۔۔ عنقریب آپ کی اُمت اسے قتل کرے گی"۔۔۔ وَاِنْ شِئْتَ اُرِیْکَ الْمَکَانَ الَّذِیْ یُقْتَلُ بِہٖ ۔۔۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں۔ جہاں یہ قتل ہوگا"۔۔۔ اس فرشتے نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور وہاں کی سُرخ مٹی بھی لے کر آیا ۔۔۔ فَاَخَذَتْہُ اُمُّ سَلَمَۃَ فَجَعَلَتْہُ فِیْ ثَوْبِہَا ۔۔۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے اس مٹی کو کپڑے میں باندھ لیا ۔۔۔ ثابت کہتے ہیں ۔۔۔ کُنَّا نَقُوْلُ اِنَّہَا کَرْبَلَاءُ ۔۔۔ کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ

حدیث نمبر (۵)

یعلی عامری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم نے ایک دن امام حسین کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پکڑ لیا اور ان کو ہنسانے لگے اور پھر اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ مبارک جناب حسین کی گدی (گردن کا پچھلا حصہ) پر رکھا اور دوسرا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر ــــ فَوَضَعَ فَاهُ عَلٰى فِيْهِ يُقَبِّلُهٗ ــــ تو پھر حضور علیہ السلام نے اپنا منہ مبارک حسین علیہ السلام کے منہ پر رکھ کر بوسہ لیا ــــ اور فرمایا حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ ــــ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں ــــ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا ــــ جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔

حدیث نمبر (۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ــــ يَدْلَعُ لِسَانَهٗ لِلْحُسَيْنِ ــــ اپنی پاک زبان کو جناب حسینؓ کے لیے نکالا "یعنی امام حسینؓ کو سامنے دیکھ کر اپنی زبان مبارک کو ان کے لیے اپنے منہ سے باہر نکالا تاکہ وہ اس کو اپنے منہ میں ڈال کر چوسیں ــــ

ف الصواعق المحرقہ ص ۲۰۹ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان۔

ف مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۷۷۔

—— فَيَرٰى الصَّبِيُّ حُمْرَةَ لِسَانِهِ فَيَهَشُّ اِلَيْهِ —— جب بچے (امام حسین) نے سرکار کی زبان کی سُرخی کو دیکھا تو اس کی طرف مائل ہوئے یعنی حضور کی زبان مبارک کو اپنے منہ میں ڈال لیا۔ وہاں پر جناب عُیینہ بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے، جو یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں آپ کو اس کیفیت میں دیکھ رہا ہوں، واللہ میرا بھی بچہ ہے اور اس کا چہرہ بھی سامنے آتا ہے —— مَا قَبَّلْتُهٗ قَطُّ —— تو میں نے کبھی اس کا بوسہ نہیں لیا —— حضور نے فرمایا! —— مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ —— جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔[1]

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں جس بات کی طرف اشارہ ہے وہ ہے نواسے کا نانے کی زبان کو چوسنا اور ظاہر ہے زبان چوسنے سے لعاب دہن ہی حلقوم سے نیچے اترتا ہے۔

لعاب دہن

رحمت دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہانڈی، جو چند آدمیوں کے لیے پکائی گئی تھی میں ڈالا جاتا ہے تو وہ چودہ سو مجاہدین کے لشکر نے پیٹ بھر کر کھایا، تو پھر بھی ختم نہ ہوا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایڑی پر لگانے کی دیر تھی کہ وہ زہر جو غار میں سانپ کے ڈسنے سے جسم میں سرایت کر گیا تھا، اُس کے اثرات ایک لمحہ میں زائل ہو گئے۔

---

[1] ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۲۶۔

مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں ڈالا گیا تو درد فوراً کافور ہوگیا اور پھر زندگی بھر آنکھیں بیمار نہ ہوئیں ——— کڑوے اور کھارے کنوئیں میں ڈالا گیا تو پانی میٹھا ہوگیا۔

قارئین غور فرمائیں۔ اس لعاب دہن نے جناب حسینؑ پر کیسے کیسے اثرات مرتب کیے ہوں گے۔

خیال رہے کہ پانی کا کھاری اور کڑوا ہونا زمین کے اندر چھپے ہوئے مختلف مرکبات و نمکیات کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ امر بھی اٹل حقیقت ہے کہ بعض مرکبات کو بعض مرکبات میں ملایا جائے تو مرکبات کی ایک نئی شکل معرض وجود میں آتی ہے اور پہلے والے اثرات مٹ جاتے ہیں اور ایک نیا اثر پیدا ہوتا ہے۔ جو لعاب دہن طبقات الارض پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ وہ یقیناً حسینؑ کے جسم و سر پر، قلب و ضمیر پر، نظریات و خیالات پر بھی اثر انداز ہُوا۔ یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام ہر کڑے امتحان میں ثابت قدم رہے۔ اور یہ اثرات تھے رسولؐ کے لعاب دہن اور بتولؑ کے شیر کے، جس نے امام کے بدن و مزاج میں ایسے انوار بھر دیے کہ دُنیا کی کوئی طاقت آپ کو حق و صداقت کی راہوں سے نہ ہٹا سکی۔

حدیث نمبر (۷)

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ (حسینؑ) کہاں ہے۔؟

فَجَاءَ الْحُسَيْنُ يَمْشِيْ حَتّٰى سَقَطَ فِيْ حِجْرِهٖ فَجَعَلَ اَصَابِعَهٗ فِيْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت امام حسینؑ چلتے ہُوئے آئے اور آغوشِ رسالت میں بیٹھ گئے۔

اور اپنی انگلیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک میں داخل کر دیں؛
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گود میں کھیلتے ہوئے اپنے پیارے نواسے کا منہ
کھولا ـــــ فَأَدْخَلَ فَاهُ فِي فِيهِ ـــــ اور اس کے منہ میں منہ ڈال
کر بوسہ لیا۔ ـــــ اور پھر فرمایا ـــــ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ
مَنْ يُحِبُّهُ ـــــ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اسے محبوب
رکھ اور جو اس سے محبت کرے اسے بھی محبوب رکھ۔[1]

حدیث نمبر (۸)

یہ روایت بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے، فرماتے ہیں ـــــ رَأَيْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لُعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا
يَمُصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَةَ ـــــ میں نے رسول کریم کو حضرت حسینؓ کا لعاب
دہن چوستے ہوئے دیکھا جس طرح آدمی کھجور کو چوستا ہے۔[2]

حدیث نمبر سات اور آٹھ پر غور فرمائیں تو پتہ چلے گا کہ شہزادۂ رسولؐ وہ شان
وعظمت رکھتا ہے، جس کی نظیر رسول اللہ کے قرب کے اعتبار سے اس کائنات امکانی
میں نہیں ملتی۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ سیدنا حسینؓ کی داڑھی مبارک سے کھیلنا کوئی معمولی
بات نہیں۔ یہ وہ بارگاہ ہے، جہاں رسولُ الملائکہ سیدنا جبریل امین کو بھی دم مارنے
کا یارا نہیں، عزرائیل علیہ السلام جیسے موت کے زبردست فرشتے کو بھی درگاہِ عالی کی دہلیز
پر بغیر اجازت کے قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ یہ آسمان کے نیچے عرش سے زیادہ نازک

---

[1] الشرف المؤبد ص ۶۳، ۶۴ مطبوعہ مصر۔

[2] اسعاف الراغبین صبان ص ۱۸۹۔

وہ مقام ادب ہے کہ ؎

"نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا"

سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی اولاد سے بغض و عناد رکھنے والے رسول اللہ کی نظرِ کرم سے دونوں جہاں میں محروم رہیں گے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ دونوں جہاں کی سعادتیں نصیب ہوں تو پھر وہ نواسۂ رسول سے ٹوٹ کر محبت کریں۔ اس لیے کہ اللہ و رسول بھی حسینؓ سے محبت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ⑨

فرمانِ رسولؐ ہے ـــــ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ یَعْنِی الْحُسَیْنَ[1] ـــــ خداوندِ عالم میں بھی حسینؓ سے محبت کرتا ہوں، تو بھی حسینؓ کو محبوب رکھ۔

حدیث نمبر ⑩

حضورؐ نے فرمایا ـــــ مَنْ اَحَبَّ ھٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ[2] ـــــ جس نے اس کو یعنی حسین کو محبوب رکھا حقیقت میں اس نے مجھے محبوب رکھا۔

حدیث نمبر ⑪ ـــ ابوالحسن والحسین

حضرت سودہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں، کہ حسن پیدا ہوئے تو میں نے

---

[1] ، [2] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد جلد ۵ ص ۱۰۵۔

حضورؐ کے حکم کے مطابق حسنؑ کو ان کی خدمت میں پیش کیا آپ نے انہیں ایک سفید کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹا اور وہ زرد کپڑا علیحدہ کر دیا جس میں صاحبزادے کو انہیں لپیٹ کرائی تھی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا پھر فرمایا علی کو بلاؤ، میں علیؑ کو بلا لائی حضورؐ نے دریافت فرمایا اے علی اس نومولود کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ جعفر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا ـــــ لَا وَلٰكِنَّهُ حَسَنٌ وَبَعْدَهُ حُسَيْنٌ وَاَنْتَ اَبُو الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ـــــ نہیں بلکہ یہ حسن ہے اور اس کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حسین ہوگا۔ اور تم ابوالحسن والحسین ہو (حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہو)۔

مندرجہ بالا حدیث کو پھر پڑھیں اور غور کریں، سرکار علیہ السلام نے امام حسینؑ کی ولادت سے قبل جناب علی کو بشارت دے دی کہ حسنؑ کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حسینؑ ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام آنے والے حالات پہ بھی نظر رکھتے ہیں اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے کہ نبیؐ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ دیوار کی دوسری طرف کیا ہے ان کو اپنے اس کافرانہ نظریہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر ـــ (۱۲) ـــ حسینؑ مجھ سے ہے

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا ـــــ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ ـــــ

۱؎ منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۱۰۴۔

حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو محبوب رکھتا ہے۔ جو حسینؓ سے محبت رکھے۔ حسینؓ اولاد میں سے ایک فرزند ہیں۔[1]

حدیث نمبر (۱۴)

علامہ ابن حجر مکی نے امام بخاری کے ادب المفرد کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے۔ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ــــ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا ــــ کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، جو حسینؓ سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا ــــ[2]

مندرجہ بالا حدیث (حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ) اور دوسری یہ حدیث (حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ) کے معانی میں ارباب علم و دانش نے جو کلام فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس سے مقصد اپنے پیارے نواسے کے ساتھ کمال محبت و الفت کا اظہار فرمانا ہے۔ اس طرح کا انداز عرب میں مدتوں سے رائج چلا آتا ہے۔ بلغائے عرب جب کسی سے اتحاد و الفت اور قرب و محبت کا شدت سے اظہار کرنا چاہیں تو کہتے ہیں (فُلَانٌ مِنَّا وَنَحْنُ مِنْهُ) یعنی فلاں ہم سے ہے اور ہم اس سے ہیں اور جب وہ کسی سے

---

[1] جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۔ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔ ۲۔ سنن ابن ماجہ شریف ص ۴ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۳۔ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۹ مطبوعہ بیروت لبنان۔ ۴۔ مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ دار صادر۔ ۵۔ نور الابصار ص ۲۲۶۔

[2] صواعق محرقہ ص ۱۹۲۔

نفرت اور قطع تعلق کا اظہار پُرزور اور شدید انداز میں کرنا چاہیں۔ تو پھر یوں کہتے ہیں (اِنَّنَا لَسْنَا مِنْہُ وَلَیْسَ ھُوَ مِنَّا) یعنی ہم اس سے نہیں ہیں۔ اور وہ ہم سے نہیں ہے۔ اسی طرح کی ایک اور مثال اس حدیث قدسی میں ہے، جو حاسد اور کینہ پرور انسان کے متعلق ہے (اِنَّہٗ لَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ اَنَا مِنْہُ) بے شک وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اُس سے نہیں ہوں۔ اس حدیث میں بھی شدت سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی مفہوم کی ایک اور دلیل قرآن مجید کی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۹ میں اس طرح ہے کہ حضرت طالوت جب اپنے لشکر کو لے کر باہر نکلے۔ تو رستے میں ایک نہر پڑتی تھی۔ آپ نے اُن کے نظم وضبط اور جنگی استقامت کا امتحان لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان جاری کیا۔ کہ اے لشکریو! اللہ پاک تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ اور سنو (فَمَنْ شَرِبَ مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ) کہ "تم میں سے جو اس "نہر" کا پانی پیئے گا وہ مجھ سے نہیں۔" یعنی وہ میرا نہیں۔ اس تحقیق کی روشنی میں پر درج دونوں حدیثوں سے شدید محبت، کمالِ اتصال، اور کامل تعلق کے معنی ہی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ بھی اسی امر کی طرف ہے کہ اے لوگو! مجھے حسینؓ سے بے پناہ محبت ہے، میرے اور اس کے درمیان انفکاک وجدائی اور باطنی دُوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حسینؓ میرا ہے اور میں حسینؓ کا ہوں۔

بعض علماء نے حدیث شریف کے پہلے جز (حُسَیْنٌ مِنِّیْ) کو مادی جہت اور دوسرے جز (وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ) کے معنوی جہت سے تعبیر کیا ہے۔

امام عالی مقام کے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرطِ محبت کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے جو قوتیں وصلاحیتیں رسالت مآب کو ودیعت فرمائیں۔ منجملہ ان میں ایک سرکار علیہ السلام

کا نبوت کی نظر سے آنے والے حالات و واقعات کا مشاہدہ فرمانا ہے جس کا قرآن و حدیث میں ثبوت موجود ہے۔

شہزادۂ گلگوں قبا علیہ السلام کا ارضِ کربلا پر اس کڑے امتحان میں ثابت قدم رہنا اور دین کی خاطر بچوں کی قربانیاں دینا، پیاس کی شدت کو صبر و استقامت سے برداشت کرنا، بھائیوں کو سرِ میدان آنکھوں کے سامنے کٹتے ہوئے دیکھنا، طاغوتی طاقتوں کے آگے سرنگوں نہ ہونا ان سب کارناموں کو سامنے دیکھتے ہوئے آپؐ کا یہ فرمانا حسینؓ مجھ سے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ بعید از قیاس نہیں۔

ہو سکتا ہے مذکورہ اسلوب خوارج و نواصب اور آلِ رسولؐ کے منکروں کے حلق سے نیچے نہ اتر سکے۔ لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امام حسینؓ کی شہادت کا قبل از وقت پتہ چل گیا تھا اور آپؐ نے اس جگہ کا مشاہدہ بھی فرمایا۔ اور اسی بنا پر سرکارؐ نے شدت کے ساتھ محبت کا اظہار فرمایا۔

اہلِ فہم و دانش اس امر سے بھی واقف ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں ایک طرح کی تنبیہ و نہائش اور تلقین و نصیحت بھی ہے کہ خبردار! جس نے میرے اس نواسے کو دکھ پہنچایا۔ اس ظالم نے مجھے اذیت دی۔ کیونکہ "حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں"۔

ہم سوال کرتے ہیں یزید کے ان بے رحم حامیوں پر جو اس کو حق پر سمجھتے ہیں کہ کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر حسینؓ اور اس کے بچوں کو کس کے ایما پر ذبح کیا گیا اور حسینؓ سے کس کی ملوکیت و آمریت کو خطرہ تھا۔

مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے صادر کرنے والو! حسین سے دشمنی، منافقت کی کھلی ہوئی علامت اور خبثِ باطن کی واضح نشانی ہے اور دربردہ بغض،

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے بغاوت ہے۔ اگر ایمانی حلاوتوں سے محظوظ ہونا چاہتے ہو تو اپنے دلوں میں امام حسین کی محبت پیدا کرو تا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کے محبوب کی چشم رحمت وا ہو اور قیامت کے دن جام کوثر کی لذتوں سے مسرور ہو سکو۔

حدیث نمبر (۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں۔ میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور ان دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت امام حسن۔ یا، حضرت امام حسین[1] صلوات اللہ علیہما۔ کی دونوں ہتھیلیوں کو پکڑا اور (امام حسین) کے دونوں قدم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر تھے ——— وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِرْقَہْ ——— اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا چڑھ آ ——— راوی کہتے ہیں کہ امام حسین چڑھے ——— حَتّٰی وَضَعَ قَدَمَیْہِ عَلٰی صَدْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ——— یہاں تک کہ انہوں نے اپنے قدموں کو مصطفےٰ کریم کے سینے پر رکھ دیا ——— پھر حضور نے فرمایا حسین اپنے منہ کو کھولو! پھر سرکار نے ان کا بوسہ لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ——— اَللّٰھُمَّ اَحِبَّہٗ فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ ——— اے اللہ اسے محبوب رکھ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں ———

(الادب المفرد امام بخاری، ص ۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

خیال رہے کہ اوپر جس واقعہ کا ذکر ہوا ہے وہ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] دیگر کتب احادیث میں صرف امام حسین کا ذکر آتا ہے۔

لیٹے ہوئے تھے اور امام عالی مقام نے ابھی چلنا سیکھا ہی تھا۔ چھوٹی عمر تھی، لڑکھڑا کر چلتے تھے، حضورؐ نے اپنے سینۂ پاک تک ان کو چڑھایا، بوسہ لیا اور محبت کا شدت کے ساتھ اظہار فرمایا۔

حدیث نمبر (۱۵)

علامہ امام عبد الرؤف مناوی نے اپنی کتاب کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق میں حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے ——— حُزُقَّةٌ حُزُقَّةٌ تَرَقَّ عَيْنَ بَقَّةٍ[۱] ——— اے چھوٹے چھوٹے قدم رکھنے والے بقہ کی آنکھ چڑھ آ ——— دوسرے مقام پر مناوی نے ان الفاظ میں حدیث نقل فرمائی ہے۔

تَرَقَّ وَتَرَقَّ عَيْنَ بَقَّةٍ[۲] ——— چڑھ آ بقہ کی آنکھ۔

حُزُقَّةٌ: چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ چلنے والے کو کہتے ہیں۔

بَقَّةٌ: منجد میں بقہ کے بارے میں لکھا ہے ——— جنس حشرات من فصيلة بقيات تمتص دم الانسان ——— یعنی یہ حشرات الارض کی جنس میں سے ایک نہایت چھوٹا سا کیڑا ہے، جو انسان کا خون چوستا ہے۔

بعض کتب میں اسے ایک نہایت چھوٹا سا اڑنے والا کیڑا لکھا ہے۔ جاندار چیزوں میں سب سے چھوٹی آنکھ اس کی ہے، اس سے چھوٹی آنکھ کسی جانور کی نہیں بعض نے اس کا ترجمہ "پسو" کیا ہے، کیونکہ سب سے چھوٹی آنکھ اسی کی ہوتی ہے اس میں حضورؐ نے جانداروں میں سب سے چھوٹی آنکھ سے تشبیہ دے کر محبت کا اظہار فرمایا۔

---

[۱] کنوز الحقائق علی ہامش الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۱۸۔

[۲] ایضاً صفحہ ۱۱۱۔

ذرا اس منظر کی طرف تصور کی آنکھ سے دیکھیں کہ "الم نشرح" کے سینے کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے ۔ اس سینے میں ایک دل ہے اور اس دل میں پھوٹنے والے انوار و تجلیات کا اندازہ لگانا جب انسانی فکر کے بس کی بات نہیں تو پھر اس سینے پر قدم جما کے کھڑے ہونے والے مہمان کربلا کی عظمتوں ، بلندیوں اور رفعتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے ۔

حدیث نمبر — (۱۶) — اولادِ رسول ؐ —

عاصم بن بہدلہ کا بیان ہے کہ ایک دن کچھ لوگ حجاج بن یوسف کے پاس جمع تھے ۔ دورانِ گفتگو سیدنا امام حسین علیہ السلام کا ذکر چھڑ گیا ۔ تو اس پر حجاج نے کہا لَمْ یَکُنْ مِنْ ذُرِّیَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ —— کہ حسین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے نہیں —— اس وقت اس مجلس میں جناب یحییٰ بن یعمر موجود تھے ۔ انہوں نے حجاج کی یہ بات سن کر فوراً کہا —— کَذَبْتَ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ —— اے امیر تو نے جھوٹ بولا ہے ——

حجاج نے یہ بات سن کر غصے میں کہا کہ جو تو نے بات کی ہے اس کی کوئی بین اور مستند دلیل قرآن مجید سے پیش کرو ، ورنہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا ۔

جناب یحییٰ بن یعمر نے کہا ، قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے ۔ —— وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ [۱]

—— اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ (راہِ ہدایت دکھائی)

---

[۱] سورۃ انعام پارہ نمبر ۷ آیت نمبر ۸۴ ۔

وَ زَکَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ ——— اور ہم نے ہدایت دی، زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو۔

اللہ کے پاک کلام سے دلیل پیش کرتے ہوئے، جناب یحییٰ بن یعمر نے کہا
فَاَخْبَرَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اَنَّ عِیْسٰی مِنْ ذُرِّیَّۃِ اٰدَمَ بِاُمِّہٖ وَالْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ مِنْ ذُرِّیَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاُمِّہٖ ———
یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں جنابِ مریم کی وجہ سے آدم علیہ السلام کی ذریت (اولاد) ہیں، اور حسین بن علیؓ بھی اپنی ماں فاطمۃ زہراء کی وجہ سے مصطفےٰ کریم کی اولاد ہیں۔

[السنن الکبریٰ ، امام بیہقی ، ج ۶ صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ نشر السنۃ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
المستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان]

جناب یحییٰ بن یعمر نے قرآن مجید کی آیت سے یہ بات ثابت کی کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کو اولادِ رسول کہنا قرآنی اُسلوب کے مطابق ہے اور اس دلیل کے سامنے حجاج بن یوسف کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا اور یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ حجاج آلِ پیغمبر اور بنو ہاشم کی دشمنی میں بہت مشہور ہے اور اس کے ظلم کی داستانیں طویل بھی ہیں اور خون ریز بھی۔ جب اتنا بڑا دشمنِ آلِ رسول اس چیز کو تسلیم کر رہا ہے، تو پھر اس موجودہ دور کے خارجیوں نے کیوں واویلا مچا رکھا ہے۔ سیّدہ خیر النساء کی اولاد کو اولادِ رسول کہنے والوں پر فتوے صادر کرنے والے، حجاج سے کہیں زیادہ ظالم اور بے رحم ہی تصور کیے جائیں گے۔

۱؎ سورۃ انعام پارہ ۷، آیت ۸۶۔

حدیث نمبر (۱۴) محبوب ترین ہستی

جناب اسماعیل بن رجاء نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی کے ایک حلقے میں بیٹھا تھا جس میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور جناب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہاں سے حضرت امام حسین کا گزر ہوا تو آپ نے اہل مجلس کو گزرتے ہوئے سلام دیا۔ اہل مجلس نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو ان کے فارغ ہونے تک خاموش رہے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے بلند آواز سے کہا ــــ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ! ــــ پھر آپ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ــــ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَحَبِّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ ــــ کیا میں تجھے اس ہستی کی خبر نہ دوں جو اہل زمین سے آسمان والوں تک محبوب ترین ہے" ــــ لوگوں نے کہا کہ ضرور بتائیے تو جناب عبداللہ نے فرمایا ــــ ھُوَ ھٰذَا الْمَاشِیْ ــــ امام حسین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہی وہ چلنے والا ہے۔" یعنی امام حسینؓ" ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امام حسین نے صفین کی راتوں سے لے کر آج تک میرے ساتھ کلام نہیں فرمایا۔ اور یہ مجھے سرخ اونٹ سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تم عذر پیش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا ہاں! کر سکتا ہوں راوی فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے آپس میں یہ بات ٹھان لی کہ کل حضرت امام حسینؓ کے پاس چلیں گے۔ راوی فرماتے ہیں صبح ہوئی تو میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ شریک ہو گیا۔ جناب ابو سعید خدریؓ نے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی انہیں اجازت ملی اور اندر داخل ہوئے اور جناب عبداللہؓ کے لیے امام حسینؓ سے

سے اجازت چاہی جو اصرار کرنے پر مل گئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے ابن رسول اللہ جب کل آپ ہمارے پاس سے گزرے تو عبداللہ بن عمرو نے آپ کی ذات کے متعلق کہا تھا۔ کہ حسین زمین سے سما تک محبوب ترین ہستی ہے۔ جب امام عالی مقام نے فرمایا اے عبداللہ! کیا تجھے اس بات پر یقین ہے کہ میں زمین و آسمان تک زیادہ محبوب ہوں۔ جناب عبداللہ نے عرض کیا ـــــ اِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ـــــ "ہاں رب کعبہ کی قسم" آپ ایسے ہی ہیں اور یقین ہے کہ آپ اس دور کی محبوب ترین ہستی ہیں۔ امام پاک نے فرمایا ـــــ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ قَاتَلْتَنِیْ وَاَبِیْ یَوْمَ صِفِّیْنَ ـــــ صفین کے دن میرے باپ کے ساتھ لڑائی پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا ـــــ فَوَاللّٰہِ لَاَبِیْ کَانَ خَیْرًا مِّنِّیْ ـــــ خدا کی قسم میرا باپ مجھ سے یقیناً بہتر ہے۔ ـــــ

عبداللہ کہنے لگے۔ ایسا ہی ہے۔ لیکن میرے والد جناب عمرو بن عاص نے حضور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میری شکایت کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! عبداللہ رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ـــــ یَا عَبْدَ اللّٰہِ صَلِّ وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ وَاَطِعْ عَمْرًا ـــــ اے عبداللہ نماز بھی پڑھ اور سو آرام بھی، روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر اور اپنے باپ عمرو کی اطاعت کر۔ فرماتے ہیں کہ صفین کے دن میرے والد نے مجھ سے قسم لی۔ اس لیے میں میدان میں تو گیا لیکن اللہ کی قسم میں نے تو تلوار میان سے باہر نکالی اور نہ تیر چلائے اور نہ نیزہ زنی کی۔[1]

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۰، مطبوعہ بیروت لبنان۔

امام عالی مقام حسین علیہ السلام زمین سے لے کر آسمان تک ایک عظیم اور محبوب ترین ہستی ہیں۔ یہ کوئی عام قسم کی بات نہیں اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا یہ مقام ہے اور وہ محبت سے بطور عقیدہ اس بات کا کھلے عام اعلان فرماتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ آپ بُرد باری میں یکتائے روزگار، بلندیوں کا آسمان اور عظمتوں کا مینار ہیں۔ آپ کی قربانیوں نے کائناتِ ارضی میں حریت کے علم گاڑ دیئے۔ آزادی کا ایک نیا تصور دیا، مظلوموں کو سر اٹھانے کا حوصلہ دیا، ملوکیت اور آمریت کی چکی میں پلنے والوں کو محبت کے بادہ سے سرشار کیا اور کمزوروں کو طوفان ستم سے ٹکرانے کا طریقہ بتایا۔

حدیث نمبر ـ (۱۸) ـ سخی حسینؑ

امام رازی رحمت اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱ کے ضمن میں ایک روایت بیان فرمائی ہے کہ ایک اعرابی حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام پیش کیا، پھر اپنی ضرورت کے لیے سوال کیا اور عرض کرنے لگا کہ آپ کے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو چاروں شخصوں میں سے کسی ایک سے سوال کرو ـــــ اِمَّا عَرَبِیٍّ شَرِیْفٍ، اَوْ مَوْلًی کَرِیْمٍ، اَوْ حَامِلِ الْقُرْاٰنِ، اَوْ صَاحِبِ وَجْہٍ صَبِیْحٍ ـــــ یا شریف عرب (عالی خاندان)، یا سخی دوست، یا حامل قرآن (وہ حافظ جو قرآنی علوم سے واقفیت رکھتا ہو) یا خوبصورت چہرے والا۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس اعرابی نے عرض کیا کہ حضرت تمام عرب نے شرافت آپ کے نانا پاک کی وجہ سے حاصل کی ہے، سخاوت آپ لوگوں کی عادت و خصلت ہے۔ اور جہاں تک قرآن مجید کا تعلق ہے تو وہ آپ حضرات کے گھروں میں نازل ہوا، رہی حسین

چہرے کی بات تو میں نے آپؑ کے جدِ امجد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے — اِذَا اَرَدْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلَیَّ فَانْظُرُوْا اِلَی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ — کہ جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو حسنؑ اور حسینؑ کی طرف دیکھ لو" — امام حسینؑ نے اس اعرابی سے فرمایا کہ تیری حاجت کیا ہے اعرابی نے اپنی حاجت زمین پر لکھ دی۔ اس پر امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ علی مرتضےٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر آدمی کی قدر و قیمت اس کے اچھے انداز سے کیے ہوئے کام کے مطابق ہے، اور میں نے اپنے نانا سے سنا ہے — اَلْمَعْرُوْفُ بِقَدْرِ الْمَعْرِفَةِ — آدمی کی پہچان اس کے علم کے انداز سے ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا میں تجھ سے تین مسائل دریافت کرتا ہوں، اگر تو نے ایک سوال کا ٹھیک جواب دیا تو میں تجھے اپنے پاس موجود مال کا تیسرا حصہ عطا کروں گا اور اگر تو نے دو کا صحیح جواب دیا تو میں تجھے دو تہائی دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب ٹھیک دیا تو میرے پاس موجود سارا مال تیرا ہے۔ اور امام پاکؑ نے وہ تھیلی جو درہم و دینار سے بھری ہوئی تھی، اٹھائی جس پر عراق کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اعرابی نے عرض کیا حضور سوال ارشاد فرمائیں اور ساتھ ہی "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کا ورد کیا۔ اللہ کی توفیق و مدد چاہی۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ کون سا عمل افضل ہے؟ اعرابی نے عرض کیا — اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ — اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا — امامؑ نے فرمایا — فَمَا نَجَاةُ الْعَبْدِ مِنَ الْهَلَكَةِ؟ — یعنی بندے کی ہلاکت سے نجات کس چیز میں ہے؟ اعرابی نے عرض کیا — اَلثِّقَةُ بِاللّٰهِ — اللہ تعالیٰ پر بھروسے میں ہے۔ — امام حسینؑ نے فرمایا۔ آدمی کو کون سی چیز زینت بخشتی ہے؟ اعرابی نے عرض کیا — عِلْمٌ مَعَهٗ حِلْمٌ — ایسا علم جس کے ساتھ بردباری ہو۔ — امامؑ نے فرمایا۔

فَاِنْ اَخْطَاهُ ذٰلِكَ ؟ — اگر وہ اسے نہ پا سکے تو؟ — یعنی اگر اس کے پاس یہ دونوں علم و علم نہ ہوں تو پھر — اس نے عرض کیا — فَمَالٌ مَعَهُ کَرَمٌ — وہ مال جس کے ساتھ سخاوت ہو — آپ نے فرمایا، اگر یہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو؟ اعرابی نے عرض کیا — فَفَقْرٌ مَعَهُ صَبْرٌ — وہ فقر و تنگ دستی جس کے ساتھ صبر ہو — امامؑ نے فرمایا، اگر یہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو پھر؟ اعرابی نے کہا — فَصَاعِقَةٌ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فَتُحْرِقُهُ — اور پھر بجلی ہے جو آسمان سے گرے اور اسے جلا کے راکھ کر دے۔ اعرابی کی یہ آخری بات سن کر امامؑ مسکرائے اور دولت کی بھری ہوئی تھیلی اس کی طرف پھینک دی۔[1]

اوپر درج روایت میں امام حسین علیہ السلام کی سخاوت اور سوال کرنے والے اعرابی رضی اللہ عنہ جن کا نام درج نہیں اور روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعرابی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کے حسن سوال نے امامؑ کو محظوظ و مسرور کیا آپ نے دراہم و دنانیر سے بھری ہوئی تھیلی سائل کو خوش ہو کر عطا کر دی۔ آپ کے جود و سخا کے تذکروں سے زمانہ واقف اور تاریخ شاہد ہے۔ لیکن رسول اللہ کی آل کے دشمنوں نے کتابوں میں لکھا ہے کہ معرکۂ کربلا کے بغیر اگر کوئی حسینؑ کا کارنامہ ہے تو سامنے لاؤ۔ ان دین کے دشمنوں اور عقل کے اندھوں کو اہل بیتِ رسولؐ کے کارنامے اس لیے نظر نہیں آتے کہ ان کی آنکھوں میں ناصبیت کا موتیا اترا ہوا ہے اور ان تفرقہ پردازوں کی رنجشہ دوانیوں نے ملتِ اسلامیہ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔

---

[1] تفسیر کبیر امام رازی ج ۲ ص ۱۹۰۔

حدیث نمبر (۱۹) — آسمانی روشنی میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔ فرماتے ہیں — وَکَانَ یُحِبُّہٗ حُبًّا شَدِیْدًا — اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے شدید محبت فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں، کہ امام حسینؓ نے کہا — اَذْھَبُ اِلٰی اُمِّیْ — میں اپنی ماں کے پاس جاتا ہوں، حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا — اَذْھَبُ مَعَہٗ — کہ میں صاحبزادے کے ساتھ جاؤں، حضورؐ نے فرمایا نہیں — فَجَاءَتْ بَرْقَۃٌ مِّنَ السَّمَآءِ فَمَشٰی فِیْ ضَوْئِھَا حَتّٰی بَلَغَ — پس آسمان سے بجلی چمکی جس کی روشنی میں آپ چلے یہاں تک کہ اپنی والدہ سیدہ زہراؓ کے پاس پہنچ گئے۔[1]

رات کے اندھیرے میں آسمانی بجلی کا چمک کر رستے کو روشن کرنا، امام حسین کے لیے تھا جس سے آپ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

حدیث نمبر (۲۰) — پانی میٹھا ہو گیا

ابو عون سے روایت ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مکۂ معظمہ جانے کے ارادے سے مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ کا ابن مطیع پر گزر ہوا۔ جب وہ اپنا کنواں کھود رہے تھے۔ انہوں نے امام حسینؓ کی خدمت میں عرض کیا — اَیْنَ فِدَاکَ

---

[1] مجمع الزوائد الہیثمی جلد ۹ صفحہ ۱۸۹۔ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت لبنان۔
ذخائر العقبیٰ ص ۱۲۰ مطبوعہ مصر۔

أَبِیْ وَ اُمِّیْ ــــ میرے ماں باپ آپ پر قربان کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ وہاں سے کچھ دوستوں نے آنے کے لیے لکھا ہے۔ جناب ابن مطیع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ــــ اِنِّیْ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ مَتِّعْنَا بِنَفْسِکَ وَلَا تَسِرْ اِلَیْھِمْ ــــ مجھے تک میرے ماں باپ آپ پر فدا آپ ہمیں اپنی ذات پاک سے نفع پہنچائیں اور مکہ والوں کی طرف تشریف نہ لے جائیں۔ آپ نے انکار فرمایا۔ تو ابن مطیع نے عرض کیا ــــ اِنَّ بِئْرِیْ ھٰذِہٖ قَدْ رَشَحْتُھَا ــــ میرے اس کنوئیں سے پانی بوند بوند پھوٹ رہا ہے۔ اور آج کا دن ڈول سے پانی نکالنے کا ہے ــــ فَلَوْ دَعَوْتَ اللّٰہَ لَنَا فِیْھَا بِالْبَرَکَۃِ ــــ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں آپ نے فرمایا اس کنوئیں کا پانی لاؤ۔ ڈول سے پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ــــ فَشَرِبَ مِنْہُ ثُمَّ مَضْمَضَ ثُمَّ رَدَّہٗ فِی الْبِئْرِ فَاَعْذَبَ وَ اَمْھٰی ــــ آپ نے اس سے پیا۔ پھر کلی کی اور کلی والا پانی کنوئیں میں واپس ڈال دیا اور وہ کنواں میٹھا اور اس کا پانی زیادہ ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ۔ ابن سعد جلد ۵ ص ۱۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان)

مندرجہ بالا روایت سے امام حسین علیہ السلام کی ایک کرامت کو بیان کیا گیا ہے عرب میں پانی کی قلت ہے اور ارضی مرکبات و نمکیات کی وجہ سے عموماً پانی کھاری نکلتا ہے۔ جناب ابن مطیع کے دعا کرانے کا مقصد یہ تھا کہ پانی میٹھا بھی ہو اور زیادہ بھی ہو اور ان کی یہ دونوں مرادیں پوری ہو گئیں۔

حدیث نمبر ــ (۲۱) ــ جنتی حسین

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ـــ مَنْ سَرَّهُ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ ـــ جسے اہلِ جنت میں سے کسی کو دیکھنا اچھا لگتا ہو تو وہ حسین بن علی کو دیکھ لے۔ ـــ (مجمع الزوائد (ہیثمی) جلد ۹ ص ۱۹۰)

حدیث نمبر ـــ (۲۲)

جناب محمد بن ضحاک سے مروی ہے فرماتے ہیں ـــ کَانَ جَسَدُ الْحُسَیْنِ شِبْہَ جَسَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ـــ امام حسین علیہ السلام کا جسم مبارک، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کے مشابہ تھا۔ (مجمع الزوائد ہیثمی، جلد ۹ ص ۱۸۷)

حدیث نمبر ـــ (۲۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ کہ حسینؑ دوڑتے ہوئے آئے ـــ یُصَلِّیْ فَالْتَزَمَ عُنُقَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَامَ بِہٖ وَاَخَذَ بِیَدِہٖ فَلَمْ یَزَلْ مُمْسِکَھَا حَتّٰی رَجَعَ ـــ حضور علیہ السلام نماز ادا فرما رہے تھے کہ امام حسینؑ آکر ان کی گردن کے ساتھ چمٹ گئے۔ پس آپ ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ سے انہیں تھام لیا اور آپ نماز سے رکے رہے، یہاں تک کہ وہ لوٹ گئے۔

حدیث نمبر ـــ (۲۴) ـــ سجدہ لمبا کر دیا

اسی سلسلہ کی ایک اور روایت امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل فرمائی ہے، جو حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ — اِذْ جَاءَہُ الْحُسَیْنُ فَرَکِبَ عُنُقَہٗ وَھُوَ سَاجِدٌ — امام حسین علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور سجدے کی حالت میں سرکار کی گردن پر سوار ہو گئے — فَاَطَالَ السُّجُوْدَ بِالنَّاسِ حَتّٰی ظَنُّوْا اَنَّہٗ قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ — تو حضور نے لوگوں کے ساتھ سجدہ لمبا کیا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ کوئی نیا امر رونما ہو گیا ہے۔ — جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو لوگوں نے عرض کیا — قَدْ اَطَلْتَ السُّجُوْدَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ — یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے سجدہ بہت لمبا کیا ہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی نیا امر پیدا ہو گیا ہے۔ تو اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا — اِنَّ ابْنِیْ قَدِ ارْتَحَلَنِیْ فَکَرِھْتُ اَنْ اُعَجِّلَہٗ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ — بے شک مجھ پر میرا بیٹا (حسینؓ) سوار ہو گیا تھا تو میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اسے جلدی سے اُتار دوں یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت و چاہت کو پورا کرلے۔

[احیاء العلوم امام غزالی جلد ۱ ص ۲۲۸ طبع جدید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان — ینابیع المودۃ جلد اول ص ۱۶۵ مطبوعہ بیروت لبنان۔]

اوپر درج حدیث مبارکہ سے جو امر کھر کے سامنے آیا وہ یہ ہے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جناب امام حسینؓ سے بے پناہ محبت ہے اور سجدہ لمبا کرنے میں بھی ایک طرح کی شفقت و محبت ہے کہ بچہ کہیں گر کر دل شکستہ نہ ہو۔ چونکہ نگاہ نبوت سے حسینؓ پر مصائب و آلام کے ٹوٹنے والے پہاڑوں کے مناظر اوجھل نہ تھے۔ اس لیے بھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے سے ٹوٹ کر محبت فرمائی اُمت مسلمہ پر لازم ہے کہ شہزادہ رسول کی اپنے دلوں میں محبت و عقیدت پیدا کریں

جو لوگ حسینؓ کے مقابلے میں یزید لعین کے حامی ہیں، ان کا دین و ایمان غیر مکمل ہے تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ سیدنا امام حسینؓ کو محسن انسانیت تسلیم کر کے، دل میں بسا کر سنت نبوی کی پیروی کی جائے۔

حدیث نمبر — (۲۵) — شہزادوں کی کشتی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کشتی لڑ رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمانے لگے

ھِیۡ یَا حَسَنُ ——— یعنی اے حسن ہمت کر حسین سے کشتی لڑو (مطلب امام حسن کی حوصلہ افزائی فرمانا تھا) سیدہ فاطمہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ——— لِمَ تَقُوۡلُ ھِیۡ یَا حَسَنُ ——— آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔ (یعنی آپ حسن کی ہمت بڑھا رہے ہیں۔ جب کہ حسن بڑے اور حسین چھوٹے ہیں۔ ان کی ہمت بڑھانی چاہیے) ——— حضورؐ نے فرمایا اِنَّ جِبۡرِیۡلُ عَلَیۡہِ السَّلَامُ یَقُوۡلُ ھِیۡ یَا حُسَیۡنُ ——— بے شک جبریل علیہ السلام ھِیۡ یَا حُسَیۡنُ کہہ رہے ہیں (یعنی جبریل حسین کی طرف ان کی ہمت بندھا رہے ہیں۔ [1]

حدیث نمبر — (۲۶)

حضرت امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

---

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۴۔

کہ ایک دفعہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کشتی لڑ رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں ـــــ وَیْہًا الْحَسَنُ ـــــ شاباش حسنؓ! دَوَیْہ۔ کا معنی برانگیختہ کرنا ہمت بڑھانا، حوصلہ افزائی کرنا، حضرت مولا علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حسین کو بھی شاباش دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــــ اِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ وَیْہًا اَلْحُسَیْنُ ـــــ بے شک جبریل علیہ السلام حسین کو شاباش دے رہے ہیں۔ [1]

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ امر ثابت ہوا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی بچپن میں دو مرتبہ کشتی ہوئی۔ اس کشتی سے کئی مفہوم اخذ ہوتے ہیں۔ ایک خاص بات جو اس حدیث سے سامنے آئی وہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام بوقت کشتی موجود تھے۔ لیکن انہیں صرف سرکار مدینہ کے سوا کوئی نہ دیکھ سکا۔ جس سے معلوم ہوا کہ نظر نبوت ان تمام اشیاء کو دیکھ سکتی ہے، جسے دوسری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اور پھر جناب جبریل کا وہاں اس امر کے لیے موجود ہونا بھی اپنے اندر معنی رکھتا ہے۔

یزید کے وکلاء سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے فضائل اور سیرت کا مطالعہ کرنا اگر گوارہ نہ ہو تو کم از کم اس رشتے کا ہی خیال رکھیں جو ان کا رسول کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔

---

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۲۳۴۔

حدیث نمبر (۲۷)

اسی سلسلے کی ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں، جسے حضرت شیخ سلیمان قندوزی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبرانی کے حوالے سے "ینابیع المودۃ" میں نقل فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں شہزادے رسولِ کریم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یُوں فرمانے لگے۔ — هِيَ يَا حَسَنُ — شاباش حسنؓ ہمت کر" — حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا — إِنَّ حُسَيْنًا أَضْعَفُ — کہ حسین زیادہ کمزور ہیں — "یعنی حسنؓ بڑے ہونے کی وجہ سے زیادہ طاقت ور ہیں، جب کہ حسینؓ ان سے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کمزور ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — إِنَّ جِبْرَائِيلُ يَقُوْلُ هِيَ حُسَيْنُ — جبریل علیہ السلام کہہ رہے ہیں شاباش حسینؓ! —

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۶۵ مطبوعہ بیروت۔ لبنان)

حدیث نمبر (۲۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں — كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — حضرت حسینؓ بن علیؓ تمام افراد سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۶۵۔ مطبوعہ بیروت۔ لبنان)

حدیث نمبر ــ (۲۹) ــ منبرِ رسولؐ اور حسنینؑ

جناب عبیدؓ بن حنین سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسین بن علی علیہما السلام نے فرمایا کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گیا جب آپ خطبہ فرما رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ کر آپ کے پاس پہنچ گیا اور میں نے ان سے کہا ــ اِنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِیْ وَاذْهَبْ اِلٰی مِنْبَرِ اَبِیْكَ ــ میرے بابا کے منبر سے اُتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جاؤ ــ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ــ لَمْ يَكُنْ لِاَبِیْ مِنْبَرٌ وَاَجْلَسَنِیْ مَعَهٗ۔ ــ میرے باپ کا کوئی منبر نہیں ہے۔ اور پھر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ میں ان پتھروں سے کھیلتا رہا جو میرے پاس موجود تھے۔ جب آپ منبر سے اُترے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور مجھے فرمایا کہ یہ بات تمہیں کس نے سکھائی۔ ــ میں نے کہا ــ وَاللّٰهِ مَا عَلَّمَنِیْ اَحَدٌ ــ خدا کی قسم یہ بات مجھے کسی نے نہیں سکھائی۔

(ینابیع المودۃ ج اوّل ص ۲۶۵ مطبوعہ بیروت لبنان)

حدیث نمبر ــ (۳۰) ــ صاحبِ فضیلت

حضرت حذیفہؓ بن یمان سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ــ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَمْ يُعْطَ اَحَدٌ مِنْ ذُرِّيَّةِ الْاَنْبِيَاءِ الْمَاضِيْنَ مَا اُعْطِیَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِیٍّ خَلَا يُوْسُفَ ابْنِ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ــ اے لوگو! گزشتہ نبیوں کی اولاد سے کسی کی اولاد کو اتنی فضیلت نہیں ملی جتنی حسینؑ بن علیؑ کو

عطا ہوئی سوائے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے۔
— یاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ الْفَضْلَ وَالشَّرَفَ وَالْمَنْزِلَۃَ وَالْوِلَایَۃَ
لِرَسُوْلِ اللّٰہِ وَذُرِّیَّتِہٖ فَلَا یَذْھَبَنَّ بِکُمُ الْاَبَاطِیْلُ —
اے لوگو! فضیلت و بزرگی، مرتبہ و اعزاز اور ولایت، اللہ تعالیٰ کے رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے لیے ہیں۔ پس تمہیں جھوٹی باتیں (ان حقیقتوں سے) نہ پھیر دیں۔

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۱۷۰، مطبوعہ بیروت لبنان)

مذکورہ حدیث مبارکہ میں واشگاف الفاظ میں ان حقائق کو بیان کیا گیا ہے جن کا تعلق کئی طرح کی عظمتوں اور مدارج سے ہے۔ اس پر جتنا اور جس قدر غور کریں گے اتنے ہی پہلو نکلتے جائیں گے۔ جناب حسین کو اپنے نانا کی عظمتوں کے وسیلے سے وہ مقام حاصل ہوا، جو دیگر انبیاء کی (غیر نبی) اولاد کو حاصل نہیں ہوا اور وہ چیز جس کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ فضیلت و شرافت اور اعزاز و ولایت ہے جو آلِ رسول کے لیے ہے۔ اولادِ رسولؐ اگر ان راستوں پر چلیں جو ان کے جدِ پاک نے ان کے لیے متعین و مختص کیے ہیں تو پھر دنیائے روحانیت کی راہبری کے حقدار یہی ٹھہریں گے۔

حدیث نمبر — (۲۱) — سردار، امام، حجت

جناب سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں، کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حسین ابن علیؓ حضورؐ کے دونوں زانوں پر بیٹھے ہیں رسولِ کریم کبھی ان کے رخسار پر بوسہ دیتے ہیں اور کبھی ان کا منہ چومتے ہیں، اور

ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں — اَنْتَ سَیِّدٌ ابْنُ سَیِّدٍ اَخُوْ سَیِّدٍ وَ اَنْتَ اِمَامٌ ابْنُ اِمَامٍ اَخُوْ اِمَامٍ وَ اَنْتَ حُجَّةٌ ابْنُ حُجَّةٍ اَخُوْ حُجَّةٍ — تم لوگوں کے سردار ہو، سردار کے بیٹے ہو، سردار کے بھائی ہو، اور تم امام ہو اور امام کے فرزند ہو، امام کے بھائی ہو، اور تم حجت (دلیل، غلبہ و برہان، قصد) ہو، حجت کے بیٹے ہو، حجت کے بھائی ہو — وَ اَنْتَ اَبُوْ حُجَجٍ تِسْعَةٍ تَاسِعُهُمْ قَائِمُهُمْ — اور تم نو حجتوں کے باپ ہو۔ اُن میں نواں قائم ہے (امام مہدی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ) (ینابیع المودۃ ص ۱۰۵)

حجت کے معانی

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا امام حسین کو حجت، حجت کا بیٹا اور حجت کا بھائی قرار دیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حجت کے معانی بیان کیے جائیں۔ علامہ ابن منظور نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب لسان العرب میں حجت کے معنی یوں بیان کیے ہیں۔ لکھتے ہیں — اَلْحُجَّةُ مَا دُوْفِعَ بِهِ الْخَصْمُ — حجت وہ ہے جس کے ساتھ دشمن کو ہٹایا جائے۔ دفع کیا جائے — لکھتے ہیں۔ — "اَلْحُجَّةُ: اَلْوَجْهُ الَّذِیْ یَکُوْنُ بِهِ الظَّفَرُ عِنْدَ الْخُصُوْمَةِ — حجت اس وجہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کے وقت کامیابی حاصل کی جائے۔" — یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حجت کو حجت کیوں کہتے ہیں؟ تو اس کا جواب لسان العرب میں اس طرح ہے — لِاَنَّهَا تُحَجُّ اَیْ تُقْصَدُ لِاَنَّ الْقَصْدَ لَهَا وَ اِلَیْهَا — کہ حجت کا ایک معنی قصد بھی ہے۔ تو چونکہ بوقت ضرورت اس کا بھی قصد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کو حجت

کہتے ہیں:

مندرجہ بالا حدیث میں مولا علی، سیدنا حسن، امام حسین علیہم السلام کو حجت فرمایا گیا ہے اور یہ تینوں ہستیاں رسالت مآب کی صداقت کی دلیل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب العزت کی دلیل ہیں۔ دوسرے معنوں پر غور کیا جائے اور ان تینوں ائمہ کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ ہر جہت ہر پہلو اور ہر انداز میں انہوں نے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کر کے گلشن دین کو تاراج ہونے سے بچایا اور منافقین کے خبث باطن کو اپنے عمل و کردار سے لوگوں کے سامنے عیاں کر دیا۔ تاکہ لوگ ان کے شر سے محفوظ رہیں اور مذکورہ حدیث کے آخری حصے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری، آخری امام مہدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے اپنے دور میں کمالات نبوت کی براہین ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام مہدی شہیدنا امام حسین کی اولاد سے ہوں گے۔ علمائے اہلسنت کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ امام مہدی حضرت امام حسنؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ اس کا تفصیلی ذکر امام مہدیؑ کے باب میں آگے چل کر ہوگا۔

حدیث نمبر (۳۲)

جناب محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم رسول پاک کے پاس خلوت نشین تھے ـــــ إِذْ أَقْبَلَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَجَعَلَ يَنْزُو عَلَىٰ ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَعَلَىٰ بَطْنِهِ ـــــ کہ اچانک حسین بن علی آئے اور نبی کریم کی پشت مبارک اور پیٹ مبارک پر اچھلنا کودنا شروع کیا۔ راوی کہتے ہیں اسی دوران ـــــ فَبَالَ، فَقَامُوا إِلَيْهِ

امام حسین نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیشاب کر دیا۔ تو ہم لوگ ان کی کی طرف لپکے۔ تو حضور نے فرمایا ــــ دَعُوهُ ــــ اس کو چھوڑ دو ــــ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا ــــ فَصَبَّهُ عَلَى بَوْلِهِ ــــ تو پانی پیشاب پر بہا دیا ــــ (ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۲)

مسلمانو! ذرا غور کرو کہ کس قدر محبت ہے اللہ تعالےٰ کے نبی کو امام حسینؓ کے ساتھ کہ ان کی پیٹھ اور پیٹ پر اچھلنا کودنا سرکار کی خوشی کا باعث بن جائے

قتلِ حسینؓ کی خبر

سیدنا امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر آپ کی ولادت کے تھوڑی دیر بعد ہی جبرئیل علیہ السلام نے سرکار کو پہنچا دی کہ یہ شہزادہ کربلا کی سرزمین پر بے کسی کے عالم میں جامِ شہادت نوش فرمائے گا اور یہ خبر سن کر رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے کی اس مصیبت پر شدت کے ساتھ آنسو بہائے ذیل میں ان احادیث کو بیان کیا جاتا ہے، جن میں حسینؓ کی شہادت کا قبل از وقت ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر (۳۳)

اُمّ المومنین عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ میرے

ؓ اس روایت میں دو عائشہ اور اُمّ سلمہ) یعنی عائشہ یا اُمّ سلمہ سے روایت ہے۔

گھر میں ایک ایسا فرشتہ داخل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے کہا ——— اِنَّ ابْنَكَ هٰذَا حُسَيْنٌ مَقْتُوْلٌ وَاِنْ شِئْتَ اَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْاَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا قَالَ فَاَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَاءَ ——— (اے اللہ کے پیارے رسول) بے شک آپ کا یہ بیٹا حسین قتل کیا جائے گا اور جس جگہ وہ قتل ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس زمین کی مٹی آپ کو دکھا دیتا ہوں حضورؐ فرماتے ہیں کہ پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھا دی۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۴ مطبوعہ مصر)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ مقتل حسین علیہ السلام کی مٹی رسول اللہ کو دکھانے کے لیے ساتھ لایا تھا۔

حدیث نمبر ——— (۳۴)

ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا جبریل علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ حسین رو پڑے میں نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ اپنے نانا کی طرف چلے گئے تو جناب جبریل نے حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کیا ——— اَتُحِبُّهُ يَا مُحَمَّدُ ——— یا رسول اللہ کیا آپ اس حسین سے محبت رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "ہاں" تو جناب جبریل نے عرض کیا ——— اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهٗ ——— بے شک آپ کی امت اس صاحبزادے کو قتل کرے گی۔ ——— اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی خدمت میں اس زمین کی مٹی پیش کروں جہاں پر انہیں قتل کیا جائے گا ——— فَبَسَطَ جَنَاحَهٗ اِلَى الْاَرْضِ ——— جناب جبریل علیہ السلام نے اپنے پر زمین کی

طرف بچھائے ـــــ فَاَرَاہُ اَرْضًا یُقَالُ لَھَا کَرْبَلَا ـــــ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو وہ زمین دکھا دی، جسے کربلا کہتے ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۷)

حدیث نمبر (۳۵)

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ امام حسینؓ بن علیؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حجرہ میں داخل ہوئے جہاں حضورؐ تشریف فرما تھے۔ شہزادے نے حضورؐ کی پشت مبارک پر چھلانگ لگا دی۔ نانا اپنے نواسے کی اس ادا سے خوش ہو رہے تھے۔ جناب جبریلؑ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ اس بچے سے محبت رکھتے ہیں۔ سرکارؐ نے فرمایا ـــــ مَالِیْ لَا اُحِبُّ اِبْنِیْ ـــــ کیا وجہ ہے کہ میں اپنے بیٹے سے محبت نہ کروں۔ جبریلؑ نے عرض کیا ـــــ فَاِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ مِنْ بَعْدِکَ ـــــ آپ کے بعد آپ کی اُمّت اسے قتل کر دے گی۔ پھر جبریلؑ نے لمبا ہاتھ کر کے ـــــ فَاَتَاہُ بِتُرْبَۃٍ بَیْضَاءَ ـــــ اور سفید رنگ کی مٹی حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اور عرض کیا ـــــ فِیْ ھٰذِہِ الْاَرْضِ یُقْتَلُ اِبْنُکَ ھٰذَا ـــــ کہ اس زمین میں آپ کا یہ بیٹا شہید کیا جائے گا ـــــ وَاسْمُھَا الطَّفُّ۔ اور اس جگہ کا نام طفؔ ہے۔ جب حضرت جبریل چلے گئے تو سرورِ عالم باہر نکلے ـــــ فَالتَّرْبَۃُ فِیْ یَدِہٖ یَبْکِیْ ـــــ اور اس مٹی کو اپنے ہاتھ مبارک میں لیے ہوئے رونے لگے، اور فرمایا اے عائشہؓ جبریلؑ نے مجھے خبر

---

[1] طَفّ :- اس مقام کا نام ہے جس پر امام کو شہید کیا گیا۔ طف، دریا کے کنارے خشک جگہ کو بھی کہتے ہیں۔

دی ہے کہ میرا بیٹا حسین سرزمین طف میں قتل کیا جائے گا — وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَتُفْتَنُ بَعْدِیْ — اور بے شک میری اُمت میرے بعد فتنے میں ڈال دی جائے گی۔ — فرماتی ہیں پھر حضورؐ اپنے صحابہؓ کی جانب تشریف لے گئے جن میں علی، ابوبکر، عمر، حذیفہ، عمار، ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے، غلاموں نے عرض کیا — مَا یُبْکِیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ — اے اللہ کے پیارے رسول آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے۔ سرکارؐ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؓ زمین طف کی پشت پر بے دردی سے قتل کیا جائے گا۔ اور میرے پاس وہ مٹی بھی لائے اور انہوں نے بتایا کہ حسین کی آخری آرام گاہ وہی ہے

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۹۱)

حدیث نمبر (۳۶)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے "حجرۂ مبارک" میں آرام فرما رہے تھے اور امام حسینؓ گھر میں گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں ان سے غافل تھی۔ یعنی میرا ان کی طرف دھیان نہ تھا، وہ چلتے چلتے حضورؐ کے پاس پہنچ گئے اور آپ کے پیٹ مبارک پر چڑھ گئے اور سرکارؐ کے بطن اطہر پر پیشاب کر دیا۔ اور آپ بیدار ہو گئے۔ فرماتی ہیں میں نے کھڑے ہو کر حسینؓ کو نیچے اتار دیا — حضورؐ نے فرمایا — دَعِیْ اِبْنِیْ — میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو۔ جب انہوں نے پیشاب کر لیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی کا لوٹا لے کر اس جگہ پر بہایا۔ جہاں امام حسینؓ نے پیشاب کیا تھا اور فرمایا — اِنَّہٗ یُصَبُّ مِنَ

اَلْغُلَامِ وَيُغْسَلُ مِنَ الْجَارِيَةِ ــــ کہ بچے کے پیشاب پر پانی بہایا جاتا ہے اور بچی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے ــــ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي ــــ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے ــــ وَاحْتَضَنَهُ ــــ اور امام حسین کو سینے سے لگالیا ــــ فَكَانَ إِذَا رَكَعَ وَسَجَدَ وَضَعَهُ وَإِذَا قَامَ حَمَلَهُ ــــ اور جب حضور رکوع و سجود فرماتے تو حسین کو نیچے رکھ دیتے اور جب آپ قیام فرماتے تو حسین کو اٹھا لیتے! ــــ

اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے اور دُعا فرمائی، جب فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا ــــ يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا رَأَيْتُكَ تَصْنَعُهُ ــــ اے اللہ تعالیٰ کے رسول میں نے آپ کو آج ایسا کام کرتے دیکھا جو آپ نے کبھی نہیں کیا ــــ حضور نے فرمایا۔ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے ــــ أَنَّ ابْنِي يُقْتَلُ ــــ بے شک یہ میرا بیٹا حسین شہید کردیا جائے گا۔ فرماتی ہیں میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھائیے تو سرکار نے سرخ مٹی مجھے عطا فرمائی۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸۹)

مندرجہ بالا حدیث شریف میں جن امور کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ جب چھوٹا بچہ پیشاب کردے تو اس پر پانی بہانا کافی ہے اور اگر بچی پیشاب کردے تو پھر اس جگہ کو دھونا ضروری ہے اور اس میں شرعی کے ساتھ ساتھ طبی وجوہ بھی ہیں جن کی بناء پر ایسا حکم ہے۔ اور دوسرا منظر بھی دیکھیں۔ کہ دو جہان کا سردار نماز ادا فرما رہا ہے۔ اور اپنے محبوب نواسے کو سینے کے ساتھ چمٹا رکھا ہے۔ اُمّ المؤمنین یہ منظر دیکھ کر حیران ہیں کہ ایسا والہانہ انداز محبت وہ بھی ایک بچے کے ساتھ۔ سبحان اللہ، وہ منظر عالم بالا والوں نے بھی دیکھا ہوگا کہ رسولوں کا سردار

اللہ کی جناب میں عبادت کے لیے کھڑا ہے، تاکہ اللہ کی رحمتوں برکتوں کا نزول ہو عاصی اُمت کی بخشش کا سامان ہو۔

"لیکن یہ بچہ" ذرا غور فرمائیے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبادت خدا وندی کے ساتھ ساتھ تصور کی کائنات میں یہ امر بھی کہیں پنہاں ہے کہ بچے کی دل شکنی نہ ہو اور پھر اُم المومنین زینب بنت جحش سلام اللہ علیہا کے دریافت کرنے پر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی جا رہی ہے کہ یہ بچہ میدان کربلا میں اسلام کے بے رحم قاتلوں کے ہاتھوں بے دردی سے شہید ہوگا۔

مذکورہ حدیث کے حسین ترین منظر کو تصور کی آنکھوں سے دل میں اُتار کر آنسو بہانے اور محبت کی دُنیا بسانے کا اعلان تو دل والوں کے لیے ہے۔ ہم موجودہ دور کے خوارج و نواصب سے فقط اتنا مطالبہ ضرور کریں گے کہ اپنے قلم و زبان کی بدنما انگلیاں جسد رسالت میں چبھونے سے باز آجائیں ورنہ دونوں جہانوں میں پشیمانی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

حدیث نمبر (۳۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ــــ اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِاَرْضٍ مِنَ الْعِرَاقِ فَمَنْ اَدْرَکَهٗ مِنْکُمْ فَلْیَنْصُرْهُ ــــ بے شک میرا یہ حسین بیٹا عراق کی سرزمین پر قتل کر دیا جائے گا۔ اے میرے صحابہؓ تم میں سے جو اسے پائے اس کی مدد کرے۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۶)

حدیث نمبر (۳۸)

حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام استراحت فرما رہے تھے جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کی طبیعت بوجھل تھی۔ آپ پھر سو گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کی طبیعت بوجھل تھی۔ آپ پھر سو گئے۔ جب دوبارہ بیدار ہوئے تو آپ کی طبع مبارک میں نقص تھا لیکن پہلے سے قدرے کم۔ اور جب تیسری بار سو کر اُٹھے تو آپ کے دستِ مبارک میں سُرخ مٹی تھی۔ میں نے عرض کیا ـــــ مَا هٰذِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ ـــــ اے اللہ کے رسول یہ کیا ہے ـــــ آپ نے فرمایا مجھے جبریل نے خبر دی ہے۔ کہ میرا یہ حسین بیٹا ـــــ يُقْتَلُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ ـــــ زمین عراق پر قتل کیا جائے گا فرماتے ہیں میں نے جبریل کو حکم دیا کہ اس مقتل کی مٹی مجھے دکھاؤ تو جبریل نے یہ مٹی پیش کر دی۔ (ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۸)

حدیث نمبر (۳۹) مولا علیؑ نے فرمایا

حضرت ابو صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ صُفّہ میں تھے اور ان کے لیے حضورؐ نے خصوصی طور پر برکت کی دُعا فرمائی تھی۔ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کی شان و عظمت کے بارے میں شک تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ فرات کے کنارے پر پہنچ گئے۔ آپ راستے سے ہٹ کر ایک مقام پر ٹھہر گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ ٹھہرے۔ آپ نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ـــــ هٰذَا مَوْضِعُ رَوَاحِلِهِمْ وَمَنَاخُ رِكَابِهِمْ وَمُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ ـــــ یہ (شہداء کربلا) کے کجاووں اور ان کی سواریاں بٹھانے کی جگہ ہے۔ یہی وہ جگہ جہاں

ان کا خون بہایا جائے گا۔" حضرت علی نے قسم اٹھا کر فرمایا ـــــ مَنْ لَا نَاصِرَ لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اِلَّا اللّٰهُ ـــــ یہ وہ ہیں جن کا زمین و آسمان میں کوئی مددگار نہ ہوگا"۔ ابو صادق فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو میں اس مقام پر پہنچا، جہاں لشکر یزید نے امام کو قتل کیا اور یہی مقام تھا جس کی نشان دہی حضرت علیؑ نے فرمائی تھی ـــــ مَا اَخْطَأَ شَیْئًا ـــــ یعنی آپ نے جن جگہوں کی نشان دہی فرمائی تھی اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ تھا۔ ابو صادقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شک گمان سے استغفار کیا جو میرے دل میں تھا (یعنی میں آپؑ کی عظمت ولایت کا قائل ہو گیا)

(اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۶۹)

حدیث نمبر ـــ (۴۰) ـــ

جناب عبداللہ بن نجا اپنے والد سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ سفر کیا ـــــ وَكَانَ صَاحِبَ مِطْهَرَتِهٖ ـــــ اور وہ ان کے لوٹا بردار تھے (طہارت کے لیے پانی لے کر ساتھ چلتے تھے) فرماتے ہیں کہ ہم صفین کی طرف جاتے ہوئے جب مقام نینوا کے بالمقابل پہنچے تو جناب علی نے فرمایا ـــــ اِصْبِرْ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، اِصْبِرْ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ بِشَطِّ الْفُرَاتِ ـــــ اے ابو عبداللہ فرات کے کنارے صبر کر (یعنی ٹھہر جاؤ" اور ابن نجا فرماتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت علی المرتضیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے ـــــ جناب علیؑ نے فرمایا ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں، سرکار مدینہ کی چشم ہائے ناز سے آنسو جاری ہیں۔ میں

نے عرض کیا ــــ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَغْضَبَکَ اَحَدٌ مَا شَاْنُ عَیْنَیْکَ تَفِیْضَانِ ــــ اے اللہ کے نبی کیا ہوا ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپ کو کسی نے غضبناک کیا ہے ــــ حضورؐ نے فرمایا، ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل کھڑے تھے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ ــــ اِنَّ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ ــــ بے شک حسینؑ فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔

{ مسند امام احمد بن حنبل جلد اوّل ص ۸۵ مطبوعہ دار صادر، بیروت۔ لبنان
مجمع الزوائد از الشیخ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی (جلد ۹ ص ۱۹۰۔ }

حدیث نمبر (۴۱)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم امام حسین علیہ السلام کی قبر کے اس مقام سے گزرے جہاں آپ نے دفن ہونا تھا تو آپ نے فرمایا ــــ هَاهُنَا مَنَاخُ رِكَابِهِمْ وَهَاهُنَا مَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَهَاهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ ــــ یہ وہ مقام ہے جہاں ان شہدائے کربلا کے اونٹ بٹھائے جائیں گے اور یہ وہ جگہ ہے جس پر اونٹوں کے کجاوے اتار کر رکھے جائیں گے اور یہ وہ مقام ہے، جہاں ان کا خون بہایا جائے گا ــــ فِتْيَةٌ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْعَرْصَةِ تَبْكِي عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ ــــ آلِ محمد کے نوجوان اسی میدان میں قتل کیے جائیں گے اور ان کے قتل پر زمین و آسمان روئیں گے۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۹۳ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان)

"زمین و آسمان روئیں گے" یہ فرمان سید الاولیا کا ہے جب آلِ محمد کے

نوجوانوں کو بے دردی سے شہید کیا جائے گا تو ان کی مظلومیت پر ارض و سموات روئیں گے۔

"رونا" ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس کا تعلق درد و سوز، محبت و عقیدت اور ایک قسم کے قلبی لگاؤ سے ہے۔ انسانی جسم کی اقلیم کا سردار دل ہے اور دل میں رقت پیدا ہو تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور دل میں رقت کا پیدا ہونا کسی صدمہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ حسینؓ کے کنبے کی شہادت پر زمین و آسمان کو کس قدر صدمہ پہنچا ہوگا۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام نے زمین و آسمان کا رونا ان معنوں میں لیا ہے کہ آسمان کے کناروں پر سرخ رنگ کا نمودار ہونا آسمان کا رونا ہے اور یہ چیز روایات میں موجود ہے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے روز عجیب نشانات ظاہر ہوئے۔ علامہ ابن حجرؒ مکی نے امام ابونعیم کے حوالے سے لکھا ہے،

لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ أَمْطَرَتِ السَّمَآءُ دَمًا فَأَصْبَحْنَا وَجِبَابُنَا وَجِرَارُنَا مَمْلُوءَةٌ دَمًا[1] کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں اِنَّ السَّمَآءَ اِسْوَدَّتْ اِسْوِدَادًا عَظِيْمًا حَتّٰى رُؤِيَتِ النُّجُوْمُ نَهَارًا وَلَمْ يُرْفَعْ حَجَرٌ اِلَّا وُجِدَ تَحْتَهٗ دَمٌ عَبِيْطٌ[2] کہ آسمان قتل حسینؓ کے دن اس قدر سیاہ و بے رنگ ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔

ہم پوچھتے ہیں موجودہ دور کے ان نام نہاد علماء سے جو انصاف کے بے رحم

---

[1] و [2] الصواعق المحرقہ ص ۱۹۲۔

تعامل ہی نہیں۔ قدیم دور کے خوارج کے پیروکار بھی ہیں۔ کیا تمہارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں؟ کیا تمہارے تصورات آسمان جیسی وسعتیں رکھتے ہیں؟ کیا تمہارا رشتہ پیغمبر سے مکمل طور پر منقطع ہو چکا ہے؟ اگر یہ تمام باتیں نہیں تو پھر یہ کیا ہے جو تمہارے ہاں پلتا ہے۔ یزید کی حمایت میں کیوں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہو؟ کیوں ذکرِ حسین تمہیں اچھا نہیں لگتا۔ کیا وجہ ہے کہ تم حسین کی مظلومیت پر رونے والوں پر کفر و شرک اور بدعت کے فتوے صادر فرما گئے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے ایمانوں کی کھیتیاں مکمل طور پر ویران ہو چکی ہیں۔ اگر تم نبوت کی خوشنودی چاہتے ہو تو اپنے دلوں کو محبتِ حسینؑ کی طرف مائل کرو۔ اگر حسینؑ پر مصائب آلام کے ٹوٹنے والے پہاڑوں کا تمہارے تصورات کی دنیا میں آنا ممکن ہو تو پھر جی بھر کے آنسو بہاؤ تاکہ ان اشکوں کے پانی سے گناہوں کے سیاہ دفتر دھل سکیں۔

"رونا" اس وقت عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی یادمیں رویا جائے اور راہِ حق میں مصیبتوں کو گلے لگانے والوں کے پُرالم حالات جب تصور کی نظروں کے سامنے آجائیں تو پلکوں کا حلقہ توڑ کر آنسوؤں کا جاری ہو جانا انسانی فطرتوں کے عمل کا ایک حصّہ ہے جو انسانیت کی ایک دلیل بھی ہے۔ ؎

سینۂ مسلم میں دل پُردرد ہونا چاہیے
آنسوؤں سے دامنِ مژگاں کو دھونا چاہیے
یاد آجائے مصیبت جب حضرت شبیرؑ کی
اس گھڑی سنتِ محمدؐ کی ہے رونا چاہیے

شہادتِ امام حسینؑ کے بعد والے اس المناک منظر کو تصور کی نگاہوں سے دیکھیں کہ ایک معصوم سی بچی اپنے باپ کی جدائی میں کن الفاظ کے ساتھ آہ و زاری کر رہی ہے۔ ؎

روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ـــــ إِنَّهُ مَطَرَ كَالدَّمِ عَلَى الْبُيُوتِ وَالْجُدُرِ بِخُرَاسَانَ وَالشَّامِ وَالْكُوفَةِ وَ إِنَّهُ لَمَّا جِيءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ إِلَى دَارِ زِيَادٍ سَالَتْ حِيطَانُهَا دَمًا ـــــ کہ خراسان، شام، اور کوفہ میں در و دیوار پہ بارش ہوئی اور جب سرِ حسین کو ابن زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواروں کے بعض حصے خون بن کر بہہ گئے۔

○ ـــــ ثعلبی فرماتے ہیں ـــــ إِنَّ السَّمَاءَ بَكَتْ وَ بُكَاؤُهَا حُمْرَتُهَا ـــــ کہ آسمان رو پڑا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرے کی سرخی پر اثر انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے۔ ـــــ فَأَظْهَرَ تَأْثِيرَ غَضَبِهِ عَلَى مَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ بِحُمْرَةِ الْأُفُقِ إِظْهَارًا لِعِظَمِ الْجِنَايَةِ۔ ـــــ "پس اللہ تعالیٰ نے قاتلین حسین پر ان کے عظیم گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار اُفق کی سرخی سے کیا۔"

فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو قیدی بنایا گیا تو ان کی بکا کی آواز نے حضور علیہ السلام کی نیند اچاٹ کر دی تو پھر امام حسین کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

○ ـــــ سبط ابن جوزی نے سُدی سے بیان کیا ہے کہ کربلا میں ایک آدمی نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتل حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا وہ بُری موت مرا ہے تو میزبان نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو لوگ قتل حسین

میں شریک تھے۔ لکھا ہے کہ جب رات کے آخری حصے میں وہ اپنے گھر کے چراغ کو درست کرنے لگا تو آگ نے اسے پکڑ لیا اور اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ سدی کہتے ہیں ـــــ فَاَنَا وَاللّٰہِ رَاَیْتُہٗ کَاَنَّہٗ حُمَمَۃٌ ـــــ خدا کی قسم میں نے اسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گیا تھا۔

○ ـــــ ابو الشیخ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ جب کسی نے بھی قتلِ حسینؓ میں معاونت کی ہے اسے موت سے پہلے مصیبت آئی ہے۔ یہ سن کر ایک بوڑھے نے کہا: میں نے بھی قتلِ حسین میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ چراغ کو درست کرنے کے لیے اٹھا تو اسے آگ نے پکڑ لیا اور اسی طرح آگ آگ کہتے ہوئے (وَانْغَمَسَ فِی الْفُرَاتِ) نہر فرات میں چھلانگ لگا دی۔ مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا (حَتّٰی مَاتَ) یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

○ ـــــ سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امام حسینؓ کے سرِ انور کو اپنے گھوڑے کے سینے میں لٹکا دیا ـــــ بَعْدَ اَیَّامٍ رُؤِیَ وَجْھُہٗ اَشَدَّ سَوَادًا مِّنَ الْقَارِ ـــــ تو کچھ دنوں بعد اس کا چہرہ تارکول سے زیادہ سیاہ ہو گیا ـــــ اس آدمی سے پوچھا گیا کہ تو عربوں میں سے سب سے زیادہ شاداب چہرے والا آدمی تھا یہ سیاہی کیسی" تو اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سرِ حسین کو اٹھایا ہے، ہر رات مجھے دو آدمی میرے بستر سے پکڑ کر شعلے اگلتی ہوئی آگ کی طرف لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں پھینک دیتے ہیں اور میں وہاں اُلٹے بازں لوٹتا ہوں۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ پھر مجھے دھکے دیتے ہیں۔ ـــــ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی اَقْبَحِ حَالَۃٍ ـــــ پھر نہایت بُری حالت میں مر گیا (الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶)

ناظرین! اوپر درج روایات کو غور سے دیکھیں تو آپ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ سیدنا امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد زمین و آسمان پر کیسے کیسے اثرات مرتب ہوئے۔ زمین کے سینے سے خون کے فوارے پھوٹ رہے ہیں، آسمان سے خون کی بارش ہو رہی ہے جنات نوحہ کناں ہیں۔ امام کے دشمنوں کو آگ جلا رہی ہے اور ان کے چہرے تارکول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گئے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت فرماتا ہے اور یہ بھی کہ حسین ؓ ان عظمتوں کا نشان ہے۔ جن کی بلندیوں کو چھونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کو اپنی ایذا اور آپ کی رضا کو اپنی رضا سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان تمام امور کے باوصف اُس دور کے خوارج امام حسین کی شہادت کے دن نئے کپڑے پہن کر خوشبوئیں لگا کر عید کی طرح مناتے تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے بیان فرمایا ہے۔

اور آج کے خوارج بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں خوشیاں بھی مناتے ہیں اور شہادت کے دن اپنے بچوں کی شادیاں رچا کر مسرت و شادمانی کا کھلے دل سے اظہار کرتے ہیں۔

(لاہور کے ایک مشہور خارجی مولوی نے ڈاکٹر نے ایسا کر کے اس کا انجام دیکھ لیا ہے۔)

ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم آلِ رسولؐ کے ان شقی القلب دشمنوں کو جو اُمت میں نت نئے فتنے پیدا کرنے، لڑائی، جھگڑوں، قتل و غارت اور فسادات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے کو حق و صداقت اور محبت کے رستوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خیال رہے کہ اولادِ رسول سے محبت، رسول اللہ کے ساتھ محبت کی روشن دلیل ہے جس دل میں حسین کا بغض ہوگا اس دل میں رسولِ کریم کی محبت کا پیدا ہونا ناممکنات میں سے ہے اور یہ اصولی بات ہے، جسے سید العظمت لوگوں نے تسلیم کیا ہے اور جو لوگ اس اصول کو تسلیم نہیں کرتے ان کے دل و دماغ پر نفاق کا قبضہ ہے اور جس جگہ سے بغض و عناد کا دھواں اٹھ رہا ہو وہاں سے اشیاء کے حقائق کا نظر آنا مشکل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر (۹۱)

امام جلال الدین سیوطیؒ سورۂ مریم کی اس آیت (وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا[۱]) کے ضمن میں رقمطراز ہیں ——

—— حضرت قُرّہ سے بحوالہ ابنِ عساکر روایت نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں
—— مَا بَكَتِ السَّمَاءُ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا عَلَى يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا وَالْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَحُمْرَتُهَا بُكَاؤُهَا: حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور حسین بن علی علیہما السلام کے سوا آسمان کسی پر نہیں رویا اور آسمان کا رونا اس کی سرخی ہے[۲]۔

---

[۱] پارہ ۱۶ سورۂ مریم آیت ۱۳ ترجمہ: اور عطا فرمائی دل کی نرمی اپنی جناب سے اور نفس کی پاکیزگی اور وہ بڑے پرہیزگار تھے۔

[۲] تفسیر درِ منثور جلد ۴ ص ۲۶۴

حدیث نمبر (۹۴)

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سورۂ دخان کی اس آیت (فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ[1]) کے تحت ایک حدیث بیان فرمائی ہے لکھتے ہیں کہ جناب عبید المکتب نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں — مَا بَكَتِ السَّمَآءُ مُنْذُ كَانَتِ الدُّنْيَا اِلَّا عَلٰى اِثْنَيْنِ — جب سے دُنیا معرضِ وجود میں آئی آسمان سوائے دو آدمیوں کے کسی پر نہیں رویا۔ حضرت عبید مکتب کو کہا گیا کہ زمین و آسمان تو ہر مومن کی موت پر روتا ہے۔ جناب عبید نے فرمایا کہ مومن پر وہ مقام جہاں وہ ٹھہرتا یا عبادت کرتا اور آسمان کا وہ مقام جہاں سے اس کے نیک اعمال اُوپر جاتے تھے وہ روتا ہے۔ ساری زمین اور سارا آسمان صرف دو شخصوں پر ہی رویا ہے۔ — آپ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ آسمان کا رونا کیا ہے؟ — انہوں نے کہا نہیں — آپ نے فرمایا — تَحْمَرُّ وَتَصِيْرُ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ — آسمان کا — گلاب کے پھول اور رنگے ہوئے چمڑے کی طرح نیم سُرخ ہو جاتا ہے۔ — فرماتے ہیں — اِنَّ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا لَمَّا قُتِلَ اِحْمَرَّتِ السَّمَآءُ وَقَطَرَتْ دَمًا وَاِنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ يَوْمَ قُتِلَ اِحْمَرَّتِ السَّمَآءُ[2]

---

[1] پارہ ۲۵ سورۃ الدخان آیت ۲۹ - ترجمہ: اور نہ رویا ان کی بربادی پر آسمان اور زمین
[2] تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

بے شک جس دن یحییٰ بن زکریا علیہما السلام شہید ہوئے اس دن آسمان سُرخ ہو گیا اور اس نے خون کے قطرے برسائے اور بے شک جس دن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہوئے اس دن آسمان سُرخ ہو گیا۔

لوہے کا قلم

علامہ محب طبری نے ذخائر العقبیٰ میں اور علامہ ابن حجر مکی نے صواعق المحرقہ میں منصور بن عمار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزیدی لشکر جب امام عالی مقام کو شہید کر چکے تو آپ کا سر انور یزید کے پاس لے جاتے وقت جب پہلی منزل پر اُترے تو اسی اثنا میں ایک ہاتھ دیوار سے باہر نکلا جس میں ایک لوہے کا قلم تھا اس نے خون سے ایک سطر لکھی۔

اَتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا
شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

"یعنی کیا وہ اُمت جس نے امام حسین کو شہید کیا ہے قیامت کے دن اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے"؟

لکھتے ہیں وہ یہ دیکھ کر سر اقدس کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ [1]

○ علامہ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (المتوفیٰ ۸۰۷ھ) نے مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ شعر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت سے تین سو سال پہلے ایک پتھر پر لکھا ہوا پایا گیا اور وہ ارضِ روم کے ایک گرجا میں لکھا ہوا تھا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا

---

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۵۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان۔

کہ اسے کس نے لکھا۔[1]

○ ـــــ صواعق محرقہ کے حاشیہ پر ہے کہ یہ شعر ایک گرجے میں پایا گیا جسے ایک نجران کے آدمی نے کھود اتھا اور لکھا ہے کہ یہ بات امام ابو عبداللہ حاکم نے اپنی امالی میں بیان کی ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا شعر تین مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں دیکھا گیا جس سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت کا پتہ چلتا ہے اور اس بات کا بھی کہ اس سانحہ کے اثرات کہاں کہاں مرتب ہوئے اور پھر یہ بات بھی اپنے اندر ایک خاص اشارہ رکھتی ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم و ستم کرنے کے بعد رسول اکرمؐ کی شفاعت کی امید رکھنا ایک عجیب سا خیال ہے مطلب یہ کہ اولادِ مصطفےٰؐ سے دشمنی رکھنے والا قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا حق دار نہیں ہوگا۔

آگ بھڑک اٹھی

علامہ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کے دربان سے روایت ہے اس نے کہا جس وقت امام حسین شہید ہوئے تو میں ابن زیاد کے پیچھے محل میں داخل ہوا ـــــ میں نے دیکھا ـــــ فَاضطرم فی وجهه نارًا ـــــ کہ اس کے چہرے میں آگ بھڑک اٹھی ہے ـــــ بکمه علی وجهه

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ موسستہ المعارف بیروت لبنان۔

[2] حاشیہ صواعق صفحہ ۱۹۷

— تو اس نے اپنا بازو چہرے پر رکھا — اور پھر مجھے کہنے لگا —
— هَلْ رَأَيْتَ؟ کیا تو نے یہ دیکھا ہے؟ — یعنی میرے چہرے پر
آگ کو شعلہ زن ہوتے دیکھا ہے — قُلْتُ نَعَمْ — دربان کہتا ہے
میں نے کہا ہاں — اَمَرَنِي اَنْ اَكْتُمْ ذٰلِكَ — " اور اس نے
مجھے حکم دیا کہ میں اس بات کو چھپائے رکھوں " [۱]

بات بالکل واضح ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے وقت جو نشانات
ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کے چہرے پر اس
وقت آگ کے شعلے نے بھڑک کر اس بدبخت کو اس کے انجام کی نشان دہی
کر دی کہ اسے دنیاوی اقتدار کی خاطر جگر گوشۂ بتولؑ کو مصائب کی آندھیوں
میں دھکیل دینا بہت بڑا ظلم ہے۔

خون بہنے لگا

حضرت مہلب کے آزاد کردہ غلام مروان کا بیان ہے۔ کہ مجھے عبید اللہ بن
ابن زیاد کے (بواب) چوکیدار نے بتایا کہ جب حضرت امام حسینؑ کا سر انور
ابن زیاد کے سامنے لایا گیا — رَأَيْتُ حِيْطَانَ دَارِ الْاِمَارَةِ تَسَايَلُ
دَمًا — تو میں نے دیکھا کہ یہ دار الامارت کی دیواریں خون بہا رہی ہیں [۲]
خیال رہے کہ کوفہ کے دار الامارہ و گورنر ہاؤس کی پتھریلی دیواریں تو یہ
صدمہ برداشت نہ کر سکیں لیکن آج کا خارجی واقعہ کربلا اور شہادت نواسۂ

---

[۱] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۹۹۔
[۲] ذخائر العقبیٰ صفحہ ۹۵

رسول کو کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں اور اس کی وجہ سوائے آلِ رسول کی دشمنی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر — (۶۳) — درخت کی جڑ سے خون پھوٹ پڑا

حضرت حارث سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمِ معبد جن کا نام عاتکہ تھا کے خیمے میں اُترے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور کلی غرارہ اور خیمہ کی ایک جانب عوسجہ کے (ایک خاردار) ایک درخت پر آپ نے پھینک دی اور وہ صبح کو ایک بڑے درخت کی شکل اختیار کر گیا اور اس درخت کا پھل زعفرانی رنگ کا اور خوشبو عنبر کی مثل تھی اور اس پھل کو بھوکا کھا کر سیر اور پیاسا سیراب اور بیمار کھا کر شفایاب ہو جاتا اور جو بکری اور اونٹنی اس کے پتے کھاتی وہ بکثرت دودھ دیتی اور ہم نے اس درخت کا نام "مبارک" رکھا تھا ایک روز صبح کو اس کے پتے گر پڑے اور پھل چھوٹے ہو گئے یہ دیکھ کر ہم لوگ گھبرائے، خبر آئی کہ رسولِ کریم کا وصال ہو گیا ہے۔ تقریباً تیس سال کے بعد وہ درخت نیچے سے اُوپر تک خاردار ہو گیا اور خضرت جاتی رہی اور وہ بے رونق ہو گیا۔ پھر خبر آئی کہ علیؑ کو شہید کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد اس میں پھل نہ لگے اور ہم اس کے پتوں سے نفع حاصل کرتے رہے — ثُمَّ اَصْبَحْنَا ذَاتَ یَوْمٍ — اور پھر ایک دن صبح کو — وَاِذَا بِهَا قَدْ نَبَعَ مِنْ اَسْفَلِهَا — اس درخت کی جڑ سے خون جوش مارنے لگا — وَسَقَطَ وَرَقُهَا — اور اس کے پتے گر گئے — فَجَاءَ الْخَبَرُ بِقَتْلِ الْحُسَیْنِ — اور پھر خبر ملی کہ حسینؑ شہادت پا گئے (نزہۃ المجالس وعلامہ صفوری شافعی، جلد ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴ مصر)

حادثہ کربلا کوئی معمولی بات نہیں، قتلِ حسینؓ کے اثرات مخلوق خداوندی پر جس طرح مرتب ہوئے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ حسینؓ کے کردارِ حریت کو معمولی واقعہ سے تعبیر کرنا دینِ اسلام کے حامیوں کا کام نہیں یہ منکرین شانِ رسالت کا مشغلہ ہے۔ جو ان کے لیے وجہِ ہلاکت ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کا پروپیگنڈا بغض و عناد کی علامت ہے مصطفےٰ کریمؐ کی اولاد سے بغض و دشمنی رکھنا دراصل رسولِ کریمؐ سے دشمنی ہے جو غضبِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے کیا ان لوگوں کو اپنے رسولؐ کے فرامین کا کوئی پاس نہیں؟

چشمِ نبوت نے ان لوگوں کی بگڑی ہوئی نظریاتی صورتوں کو خدا کی عطا کردہ قوتوں کے سبب دیکھ لیا ہوگا۔ جبھی تو سرکارؐ نے یہ فرمان جاری فرمایا۔ جو ہمارے ساتھ بھلائی کرے گا۔ ہم بھی اس کے ساتھ بھلائی کریں گے۔

حدیث نمبر — (۶۳) — جو ہمارے حق کے لیے کھڑا ہوگا

چنانچہ یہ مندرجہ ذیل حدیث ہے۔ علامہ المتقی الہندی نے کنزالعمال کی جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۰۰ میں دیلمی کے حوالے سے نقل کیا جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا — اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اَتَانَا اَتَیْنَاہُ — جو ہمارے پاس آئے گا ہم اس کے پاس جائیں گے۔ — وَمَنْ اَکْرَمَنَا اَکْرَمْنَاہُ جو ہماری عزت کرے گا ہم اس کی عزت کریں گے — وَمَنْ شَیَّعَ مَوْتَانَا شَیَّعْنَا مَوْتَاہُ — جو ہمارے فوت شدگان کو کندھا دے کر رخصت کریگا ہم اس کی میتوں کو کندھا دے کر رخصت کریں گے۔ — وَمَنْ قَامَ بِحَقِّنَا قُمْنَا بِحَقِّہٖ — جو ہمارے حق کے لیے کھڑا ہوگا، ہم اس کے حق کے لیے کھڑے ہوں گے۔ — اَیُّھَا النَّاسُ حَاسِبُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ

آخَسَنَا بِهِـمْ ـــ اے لوگو! لوگوں کے حسبوں کو اُن کی شان کے مطابق بیان کرو ـــ وَخَالِطُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ اَدْیَانِهِمْ ـــ اور میل جول رکھو لوگوں سے اُن کے ادیان و مذاہب کے مطابق ـــ وَاَنْزِلُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ مُرُوَّاتِهِمْ ـــ اور لوگوں کو اُن کے حسنِ اخلاق کے مطابق مروّت کا مقام دو ـــ وَدَارُوا النَّاسَ يُغْفَرْ لَكُمْ ـــ اور لوگوں کے پاس آنا جانا رکھو کہ تمہاری مغفرت ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ کو وہ لوگ غور سے پڑھیں جو امام حسین کی قربانی کو اقتدار کے حصول کے لیے دو شہزادوں کی جنگ کہتے ہوئے زورِ قلم صرف کر رہے ہیں اور ساتھ ہی نواسۂ رسول کا یہ ارشاد بھی دیکھیں، جسے امام محب الدین طبری نے نقل فرمایا ہے مَنْ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ فِيْنَا دَمْعَةً اَوْ قَطَرَتْ عَيْنَاهُ فِيْنَا قَطْرَةً اٰتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْجَنَّةَ [۱] جس کی آنکھیں ہمارے بارے میں ایک آنسو بہائیں۔ یا۔ اس کی آنکھیں ایک قطرہ گرائیں اللہ عزّ وجلّ اس کو جنت عطا فرمائے گا ـــ ایک آنسو میں اگر جنت مل رہی ہے، تو جنت کی خریداری میں دیر نہ کریں۔

◎ اسی سلسلے کی ایک اور حدیث بھی دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ سینے کے کینے اور حسد و عداوت کی آگ کے شعلوں میں کچھ کمی واقع ہو جائے ـــ مولا علی فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا ـ مَنْ صَنَعَ مَعَ اَحَدٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَدًا كَافَاتُهٗ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ [۲] جو شخص میرے اہل بیت

---

[۱] ذخائر العقبیٰ ص ۱۹ عن الربیع بن منذر عن ابیہ اخرجہٗ احمد فی المناقب۔

[۲] ذخائر العقبیٰ ص ۱۱۔

[۳] حسب ۔ ماں کی طرف کے سلسلۂ خاندان کو حسب کہتے ہیں۔

میں سے کسی ایک کے ساتھ مدد و اعانت سے پیش آئے گا، میں قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا۔

○ اگر اب بھی کوئی کسر باقی رہ گئی ہو تو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کا ایک اور ارشاد دیکھیں اور غور کریں تاکہ عقائد کے نہاں خانوں میں حسین اور اہل بیت کی محبت کی شمع روشن ہو سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ——

مَنْ صَنَعَ إِلَىٰ أَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِي مَعْرُوفًا فَعَجَزَ عَنْ مُكَافَأَتِهِ فِي الدُّنْيَا، فَأَنَا الْمُكَافِئُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[1] —— جس نے میرے اہلِ بیت میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی نیکی کی اور وہ اس کا دنیا میں بدلہ نہ چکا سکا تو قیامت کے دن اس کا بدلہ میں چکاؤں گا۔

مندرجہ بالا احادیث کو پڑھنے کے باوجود دل میں نرمی اور ذکرِ حسین سے رقت پیدا نہ ہو تو سمجھ لو کہ ایسے دل سے سنگِ خارا ہزار درجہ بہتر ہے۔ حسین وہ عظیم ہستی ہے جس کے غم میں انسان تو ایک طرف اللہ کے نوری فرشتے بھی قیامت تک روتے رہیں گے۔

○ آخر میں ایک روایت بھی دیکھ لیں کہ شاید دس محرم کی رات کو پلکوں کا حلقہ توڑ کر ایک آدھ آنسو نکل آئے —— روایت اس طرح ہے کہ امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام حسین کی قبر کی زیارت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے والد حضرت امام محمد باقر نے خبر دی تھی کہ جو شخص امام حسین کا حق پہچانتے ہوئے اُن کی قبر کی زیارت

---

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۱۹

کرے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ ۔ تو اللہ تعالیٰ علیین میں اس کا نام لکھ دے گا۔ اور فرمایا۔ اِنَّ حَوْلَ قَبْرِ الْحُسَيْنِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ شُعْثًا غُبْرًا يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ[1] بے شک امام حسینؑ کی قبر شریف کے اردگرد ستر ہزار فرشتے پراگندہ بال، خاک آلودہ قیامت تک امام حسینؑ پر روتے رہیں گے ۔ اہل درد کو خدا سلامت رکھے جن کے دل مودت حسینؑ سے روشن ہیں غم حسینؑ میں رونے والی آنکھیں تا قیامت سلامت رہیں اور اُن کے ساحل مژگاں پر ہمیشہ نمی ہے ۔

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۱۵۱ اخرجہ ابوالحسن العتیقی۔

حسنین

شہیدین ـــــــ کریمین

امام حسنؑ ـــــــ امام حسینؑ

علیہما السلام

نبیؐ کے لاڈلے ہیں، سید ابرار ہیں دونوں
سخی شبّرؑ و شبیرؑ، مطلعِ انوار ہیں دونوں

یہ دونوں پھول ہیں میرے، یہ فرمایا نبیؐ سرور
یہ جنت کے جوانوں کے ولی، سردار ہیں دونوں

بہادر ہیں، جری، بیٹے ہیں خاتونِ قیامت کے
شجاعت اور حریت کی یہ للکار ہیں دونوں

جدھر سے بھی ہیں جاں بازوں کے نوری قافلے نکلے
یہی اُن عاشقوں کے قافلہ سالار ہیں دونوں

انہی کے نام و نسبت سے ملیں ہیں عزتیں مجھ کو
خضر بے چین کے، غمناک کے غمخوار ہیں دونوں

خضر

مندرجہ بالا عنوان کے تحت اُن احادیث و روایات کو نقل کیا جائے

گا۔ جو شہزادوں یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ان مندرجہ ذیل احادیث و روایات کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ان دونوں نواسوں سے محبت و عقیدت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور یہ بات بھی ان پاک بازمقبولوں کو نظر انداز کر کے کوئی شخص بھی ایمانی لذتوں سے آشنا نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہ ان سے دشمنی رکھنے والا عمر بھر ظلمات کی وادیوں میں ہمیشہ کے لیے بھٹکتا رہے گا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ان دونوں شہیدوں کا مقام و مرتبہ کس قدر بلند ہے

حدیث نمبر (۶۵) حسنؑ، حسینؑ، محسنؑ شبرؑ شبیرؑ، مشبرؑ

حضرت سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے اس کا نام "حرب" رکھا ہے، آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام حسن ہے۔

اور جب حسین پیدا ہوئے تو حضور پھر تشریف لائے تو آپ نے پھر وہی دریافت فرمایا کہ اس کا نام کیا رکھا ہے تو جناب علی نے عرض کیا "حرب" آپ نے فرمایا ___ نہیں ___ بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ ___ بلکہ اس کا نام حسین ہے اور پھر تیسرے صاحبزادے کی ولادت ہوئی تو سرکار علیہ السلام حسب

تشریف لائے تو پھر بھی یہی پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھا، حضرت علی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ "حرب" تو حضور نے فرمایا ـــــ بَلْ هُوَ مُحْسِنٌ ـــــ بلکہ یہ محسن ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اِنَّمَا سَمَّيْتُهُمْ بِاَسْمَاءِ وَلَدِ هَارُوْنَ۔ شَبَّرَ وَ شَبِيْرَ وَ مُشَبِّرَ ـــــ میں نے ان بچوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں یعنی شبر، شبیر و مبشر[1]

[مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۶۵، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۹۸، السنن الکبریٰ بیہقی شریف جلد ۶ صفحہ ۱۶۶، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۰، بیروت لبنان]

حدیث نمبر (۶۶)

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــــ سَمّٰى هٰرُوْنُ اِبْنَيْهِ شَبَّرًا وَّ شَبِيْرًا وَاِنِّيْ سَمَّيْتُ اِبْنَيَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ كَمَا سَمّٰى بِهٖ هٰرُوْنُ اِبْنَيْهِ ـــــ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے دونوں فرزندوں کے نام شبر و شبیر رکھے اور میں نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام حسن اور حسین رکھے۔ جیسا کہ جناب ہارون نے اپنے دونوں بیٹوں کے

---

[1] یہ نام سریانی یا عبرانی زبان کے ہیں جن کا عربی زبان میں ترجمہ حسن، حسین اور محسن بنتا ہے اگر ان ناموں کو حسن، حسین، محسن ناموں کے وزن پر پڑھا جائے تو پھر یوں پڑھا جائے گا، شَبَّر، شَبِیْر، مُشَبِّر، لیکن اردو زبان میں شبر، شبیر، مبشر کے تلفظ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

نام رکھے (یعنی ہارون کے بیٹوں کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام رکھے)

(الجامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان بسن اشاعت ۱۹۸۰ء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ جلد ۱ ص ۳۴۴)

حدیث نمبر (۶۷)

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق میں فردوس دیلمی کے حوالے سے حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔۔۔۔۔
اُمِرْتُ اَنْ اُسَمِّیَ ابْنَیَّ هٰذَیْنِ حَسَنًا وَّ حُسَیْنًا[1] ۔۔۔۔۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام حسن اور حسین رکھوں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

خیال رہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی ذات کو بغیر خدائے لم یزال کے کون حکم دے سکتا ہے۔

حدیث نمبر (۶۸)

علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حدیث نقل فرمائی ہے۔ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس بچے کا نام اس کے نام کیا رکھا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ اس بچے کا نام اس کے نانا ہی رکھیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔۔۔۔۔
مَا کُنْتُ لِاَسْبِقَ بِتَسْمِیَتِهٖ رَبِّیْ ۔۔۔۔ کہ میں اپنے رب کے نام رکھنے

---

[1] کنوز الحقائق وعلی حاشیہ الجامع الصغیر امام سیوطی صفحہ ۲۵

سے پہلے نام نہیں رکھتا یعنی اس کا نام اللہ تعالیٰ کے حکم پر رکھا جائے گا۔ آپ کے اس کے اس فرمان کے بعد سیدنا جبرئیل علیہ السلام حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ——— یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یُھَنِّیْکَ بِھٰذَا الْمَوْلُوْدِ ——— اے محمد مصطفےٰ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی ولادت پر آپ کو مبارک باد دی ہے۔ اور فرمایا ہے ——— سَمِّہٖ بِاِسْمِ ابْنِ ھٰرُوْنَ شَبَّرَ وَ مَعْنَاہُ حَسَنٌ ——— اس بچہ کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر شبر رکھیے۔ جس کے معنی حسن کے ہیں۔" اور جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد دی اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ——— سَمِّہٖ بِاِسْمِ اِبْنِ ھٰرُوْنَ شَبِیْرٍ وَ مَعْنَاہُ حُسَیْنٌ ——— کہ ہارون کے بیٹے کے نام پر اس صاحبزادے کا نام شبیر رکھیں۔ جس کے معنی حسین کے ہیں ——— (نزہتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ مطبوعہ مصر)

جن بچوں کی ولادت پر خدائے بزرگ و برتر مبارک باد کے پیغام بھیجے اور ان کے نام بھی خود تجویز فرمائے۔ ان کی شان و مرتبت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اور ان کو زہر دے کر، تلوار کی دھار سے قتل کرنے والا کس طرح پیدائشی جنتی ہو سکتا ہے۔ یزید لعین کے وکلاء ان احادیث کو نظر میں رکھ کر فتوے صادر فرمایا کریں، شراب کی بوتلوں پر عطر کا لیبل لگانے والے ان متقی نا خارجیوں کو بھی یہی مشورہ دیں گے کہ رسول اللہ کے خاندان و اولاد کی شان بیان کرنے والوں پر شیعہ ہونے کا فتوٰے صادر فرمانے سے پہلے اپنے بغض وعناد پر مبنی عقیدے کے ہر گوشہ اور ہر پہلو کو اپنے دل کی آنکھوں سے اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تمہاری تمام

تحریریں تمہارے جرموں کے دفتر میں تبدیل نہ ہو جائیں۔ اُمت رسُولؐ کے سرتاج صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آڑ لے کر اہلِ بیتِ رسُول پر قلم و زبان کے خنجر تان لینا اہلِ سُنت کے عقیدے کے سراسر خلاف ہے اہلِ سُنت کے مذہب میں صحابہؓ کی محبت جزِ ایمان اور اہلِ بیت کی مودّت جانِ ایمان ہے

حدیث نمبر (۶۹)

جب امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو حضورؐ تشریف لائے اور جناب حسنؑ کو لیا ـــــ وَتَفَلَ فِیْ فِیْهِ وَسَقَاهُ مِنْ رِیْقِهٖ ـــــ اور لعابِ دہن مبارک ان کے مُنہ میں ڈالا ـــــ اور پھر حضرت علیؑ کو بلایا اور فرمایا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے۔ جناب علیؓ نے عرض کیا۔ "جعفر" آپ نے فرمایا نہیں ـــــ وَلٰکِنَّهُ الْحَسَنُ وَبَعْدَهُ الْحُسَیْنُ فَاَنْتَ اَبُوالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ [1] ـــــ بلکہ یہ حسن اور اس کے بعد حسین ہے اور آپ اے علی تم حسن و حسین کے باپ۔

⑤ ـــ ابنِ اعرابی نے مفضّل بیان کیا ہے ـــــ اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ اِسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے اسماء پردے میں رکھے ہیں ـــــ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے حسن و حسین نام رکھے۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ وہ جو یمن میں ابن الحسینؓ سے قبل ملک یمن میں حسن حسین نام کے دو شخص ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا وہ سین ساکن کے ساتھ "حُسْن" ہے۔ حالد

---

[1] اسد الغابۃ جلد ۵ ص ۲۰۰۔

مفتوح اور سین مکسور کے ساتھ حسین ہے۔[1]

⑥ ۔ جناب عمران بن سلیمان سے یوں مروی ہے ۔۔۔ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مِنْ اَسْمَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ لَمْ يَكُوْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ "حسن اور حسین جنتی نام ہیں زمانہ جاہلیت (حضور کی بعثت سے قبل کا زمانہ) میں یہ نام نہ تھے"۔[2] یعنی امام حسن اور امام حسین سے پہلے یہ نام کسی کے نہ تھے۔۔۔

حدیث نمبر ۔ (۷۰) ۔۔۔ جنتی جوانوں کے سردار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ"[3]

"حضرت حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔"

حدیث نمبر ۔ (۷۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ سے کب ملاقات کی۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کی کہ اتنی مدت ہو گئی ہے کہ میں حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو سکا۔ یہ سن کر والدہ رنجیدہ ہوئیں، تو میں نے عرض کیا، مجھے اجازت دیجیے کہ میں حضور کے

---

[1] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۹۔

[2] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۔

[3] جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔

ساتھ مغرب کی نماز ادا کروں، تمہارے اور اپنے لیے دعائے مغفرت کراؤں پس میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی یہاں تک کہ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر حضور چل پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا، میری آہٹ سن کر سرکار نے فرمایا کون ہے؟ پھر خود ہی فرمایا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا "جی ہاں" آپ نے فرمایا تجھے کیا کام ہے

غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ وَلِاُمِّکَ ___ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخش دے "پھر آپ نے فرمایا" ___ ھٰذَا مَلَکٌ لَمْ یَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ ___ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا ___ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے اور یہ خوشخبری دینے حاضر ہو ___ بِاَنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ [1] ___ کہ حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں، امام حسن اور امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حدیث نمبر (۶۲) حضور حسنین کو سونگھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا ___ اَیُّ اَھْلِ بَیْتِکَ اَحَبُّ اِلَیْکَ ___ کہ اہل بیت میں سے آپ کو زیادہ محبوب کون ہے؟ ___ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ___ آپ نے فرمایا حسن اور

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔

سین ——— وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِي لِي ابْنَيَّ ———
حضور سیّدہ فاطمہ سے فرمایا کرتے: میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ
فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ [1] ——— پھر آپ دونوں
صاحبزادوں کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چپٹا لیتے۔

حدیث نمبر (۶۳) — دو پھول

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا اس کی طرف دیکھو، یہ مجھ سے مچھر کا مسئلہ پوچھتا ہے حالانکہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو شہید کیا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ——— اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا [2] — کہ حسن اور حسین میرے دنیا کے پھول ہیں۔

حدیث نمبر (۶۴) — محبوبین

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام کے لیے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور باہر تشریف

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸۔
[2] 〃 〃 〃 〃

لائے آپ کے پاس کچھ لپٹا ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کیا آپ نے کیا چیز لپیٹ رکھی ہے۔ آپ نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ حضرت حسن اور حسین دونوں آپ کی رانوں پر ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں ——— اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا[1] ——— اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کو بھی محبوب رکھ جو ان سے محبت رکھیں۔"

حدیث نمبر — (۸۵) — محبت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ[2] ——— جس نے حسن اور حسین سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حدیث نمبر — (۸۶)

حضرت نافع بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ——— اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۷۔

[2] سنن ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۴۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا۔[1] ـــــ حسن حسین جوانانِ جنت کے سردار ہوں گے اور ان کے والدِ گرامی ان سے افضل ہیں۔

شباب

شَبَاب، شاب کی جمع ہے اور شاب تیس سالہ جوان کو کہتے ہیں۔ (سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ) کا ایک معنی تو یہ ہے کہ جوانی کی حالت میں دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف کوچ کرے ان کے جنت میں سردار ہوں گے، لیکن جوانوں کے سردار اس لیے کہا گیا ہے کہ جنت میں سب کی عمر جوانی کی ہوگی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اِنَّ الْمُرَادَ سَیِّدَا اَهْلِ الْجَنَّةِ لِاَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ شَبَابٌ۔

مراد یہ ہے کہ حسنین کریمین جملہ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ کیونکہ تمام اہلِ جنت نوجوان ہوں گے یعنی ان کو جنت میں جوانی کی عمر عطا کی جائے گی خواہ وہ دنیا میں بوڑھے ہو کر ہی فوت ہوئے ہوں۔ لکن یُخَصُّ بِمَا سِوَی الْاَنْبِیَاءِ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۔ لیکن تمام انبیاء اور خلفاء راشدین کو مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔[2]

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کا آخری حصہ (وَاَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا)

---

[1] سنن ابن ماجہ صفحہ

[2] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۷۔

کہ ان کا باپ ان سے افضل ہے کے ضمن میں اس طرح لکھا ہے ــــ وَفِيْهِ فَضِيْلَةٌ لِعَلِيٍّ فَاِنَّهُ سَيِّدُ السَّيِّدَيْنِ ــــ کہ اس میں مولا علی کی فضیلت ہے کہ وہ ان دونوں سرداروں کے سردار ہیں۔[1]

حدیث نمبر (۱۱۸)

حضرت ابو بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ــــ اِذَا جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ ــــ کہ اسی دوران میں امام حسن اور امام حسین تشریف لائے، اور انہوں نے لال رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ گرتے پڑتے آ رہے تھے۔

رسولِ کریم ان دونوں شہزادوں کو دیکھ کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو اٹھایا اور سامنے بٹھا لیا اور پھر فرمایا ــــ صَدَقَ اللّٰهُ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ[2] (بے شک تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہے) فرماتے ہیں میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ یہ گرتے پڑتے آ رہے ہیں ــــ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا[3] ــــ تو میں صبر نہ کر سکا یہاں تک کہ میں نے

---

[1] حاشیہ ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۲

[2] پارہ ۹ سورۃ انفال آیت ۲۸۔

[3] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰۔

اپنی بات کاٹ کر ان کو اٹھا لیا۔

حدیث نمبر (۴۸)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
اَلْحَسَنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ ـــــ کہ حضرت امام حسن سینے سے لے کر سر تک رسول اللہ کے مشابہ تھے۔ ـــــ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ[1] ـــــ اور امام حسین سینے سے نیچے تک حضور کے زیادہ مشابہ تھے۔

حدیث نمبر (۴۹)

حضرت ابراہیم بن یزید التیمی نے اپنے والد سے روایت بیان کی کہ سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی زرہ کو ایک یہودی کے پاس دیکھا اور اسے پکڑ لیا اور اپنی زرہ کو پہچان لیا اور فرمایا یہ میری زرہ ہے جو میرے اونٹ سے گر پڑی تھی۔ یہودی نے کہا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضے میں ہے اور پھر کہنے لگا کہ میرے اور آپ کے درمیان مسلمانوں کے قاضی موجود ہیں اور دونوں قاضی شریح کے پاس آئے ـــــ قَالَ شُرَيْحٌ صَدَقْتَ وَاللّٰهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهَا لَدِرْعُكَ وَلٰكِنْ لَا

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸

بُدَّ مِنْ شَاهِدَيْنِ ـــــ اے امیر المومنین اللہ کی قسم آپ سچے ہیں۔ بے شک وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ لیکن دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ـــــ فَدَعَا قَنْبَرًا مَوْلَاهُ وَالْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَشَهِدَا أَنَّهَا لِدِرْعِهِ ـــــ حضرت علی نے اپنے غلام قنبر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو بلایا۔ انہوں نے گواہی دی کہ بے شک زرہ آپ ہی کی ہے ـــــ قاضی شریح نے کہا کہ آپ کے غلام قنبر کی شہادت تو ہم جائز سمجھتے ہیں لیکن آپ کے بیٹے کی آپ کے حق میں گواہی جائز نہیں۔ اس پر حضرت علی نے قاضی شریح سے کہا: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ! "تیری ماں تجھے روئے" کیا تو نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے ـــــ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ[1] ـــــ کہ حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حدیث نمبر (۹۰) ـــــ ماں اور دونوں بیٹے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم ہمارے ہاں تشریف نہ لائے۔ جب شام ہوئی تو ہم میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں یہ بات بہت شاق گزری ہے کہ آج دن بھر آپ کی زیارت نہ کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آسمانی فرشتے نے میری ابھی تک زیارت نہ کی تھی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کے لیے اجازت طلب کی ـــــ فَأَخْبَرَنِي

---

[1] حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی جلد ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، لبنان۔

وَبَشَّرَنِیْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتِیْ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اُمَّتِیْ وَاَنَّ حَسَنًا وَّحُسَیْنًا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ[1] ـــــ اور مجھے اس نے یہ اطلاع اور بشارت دی کہ میری بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میری اُمّت کی عورتوں کی سردار اور حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

دیکھیے کس قدر تابش ہے اس فرمانِ رسول میں، کہ میری بیٹی تمام جنتی عورتوں کی سردار اور میرے دونوں نواسے تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

ناظرین! توجہ طلب امر یہ ہے کہ آج اس دور میں خوارج اور وہ لوگ جن کے انساب کی کوئی تحقیق نہیں نسبِ رسول وآلِ رسول پر اپنی ناپاک زبان دراز کرتے ہیں ان کی باطنی الائشوں کا یہ عالم ہے کہ ان کے سامنے رسولِ پاک اور آلِ رسول کا نام لیا جائے تو ان عناد کے ماروں کے چہروں پر یک دم ایک سیاہی سی پھیل جاتی ہے اور اس سے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے جنم دن سے ہی کسی خاص قسم کی اندرونی بیماری میں مبتلا ہیں۔

حدیث نمبر ـــ (۹۱) ـــ حبِّ حسنین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرات حسنین کریمین سے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے سنا ـــــ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّ ھٰذَیْنِ[2] ـــــ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ان دونوں (حسن وحسین) سے بھی

---

[1] خصائص نسائی شریف ص ۳۴ مطبوعہ مصر۔

[2] مسند ابی داؤد الطیالسی جلد العاشر ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

محبت رکھے۔

حدیث نمبر — (۸۲)

یہ روایت بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے امامینؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا —— اَللّٰھُمَّ اَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا[ا] —— اے اللہ ان دونوں حسنؑ حسینؑ کو محبوب بنا لے اور ان کو بھی محبوب رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔

مذکورہ دونوں حدیثیں (جنہیں امام ابو داؤد طیالسی (متوفی ۲۰۴ھ) نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے) سے چند امور کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔ پہلا یہ کہ جو مجھ سے محبت رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ حسنینؑ سے بھی محبت کرے جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ حسنین کریمینؑ کی محبت کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ باطل ہے۔ دوسرا یہ کہ جس دل میں محبتِ اولادِ رسول نہ ہو اس دل میں اللہ کے رسول کی محبت کا آنا ممکن نہیں۔ تیسرا یہ کہ جو حضورؐ کے ان دونوں شہزادوں سے محبت رکھتا ہو اس کے لیے سرکارؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس شخص کو محبوب رکھ جو میرے ان شہزادوں کو محبوب رکھتا ہو۔ یہ وہ انعام ہے جو اپنی مثال نہیں رکھتا۔

حدیث نمبر — (۸۳) —— گرمی سے بچنے

سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے فرمائی

[ا] مسند ابی داؤد الطیالسی جلد العاشر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میرے بیٹے (حسن و حسین) کہاں ہیں۔ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا ——
وَلَيْسَ فِي بَيْتِنَا شَيْءٌ يَذُوقُهُ —— کہ ہمارے گھر میں چکھنے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے حضرت علیؓ نے مجھے فرمایا کہ میں ان بچوں کو لے جاتا ہوں کہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے اور مجھے ان کے رونے کا اندیشہ ہے۔ سیدہ بتول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتی ہیں کہ علی ان کو ایک یہودی کی طرف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر حضور بھی اس طرف تشریف لے گئے تو آپ نے ان کو ایک میدان میں کھیلتے ہوئے اس حال میں پایا کہ ان کے آگے کچھ کھجوریں بچی تھیں۔ حضور نے فرمایا ——
—— يَا عَلِيُّ أَلَا تَقْلِبُ ابْنَيَّ قَبْلَ أَنْ يَشْتَدَّ الْحَرُّ عَلَيْهِمَا
—— اے علی میرے ان دونوں بیٹوں کو گرمی کی شدت سے پہلے گھر کی طرف لے چلو۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آج صبح سے ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے آپ تھوڑی دیر یہاں تشریف رکھیں تاکہ میں آپ کی بیٹی فاطمہ کے لیے کچھ کھجوریں جمع کر لوں۔ حضور اس مقام پر بیٹھ گئے —— وَعَلِيٌّ يَنْزِعُ لِلْيَهُودِيِّ كُلَّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ —— تو حضرت علیؓ نے یہودی کے لیے ایک کھجور کے عوض ایک ڈول نکالنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آپ نے کچھ کھجوریں جمع کر لیں۔[1]

اوپر درج حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسن اور امام حسین علیہما

---

[1] الریاض النضرۃ جلد ۳ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ۔

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھا رہے تھے، جب آپ چوتھی رکعت میں تھے تو امام حسن، حسین آکر سرکار کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب حضورؐ نے سلام پھیرا تو ان دونوں کو اپنے آگے کر لیا اور پھر امام حسن کو اپنے دائیں کاندھے پر اور امام حسین کو اپنے بائیں کاندھے پر بٹھا لیا اور پھر فرمایا۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اُخْبِرُکُمْ۔	اے لوگو! کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں؟
بِخَیْرِ النَّاسِ جَدًّا وَّجَدَّۃً۔	جو نانے اور نانی کی "نسبت" کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔
اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ عَمًّا وَّعَمَّۃً۔	کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں؟ جو چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر ہے۔
اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ خَالًا وَّخَالَۃً۔	کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں؟ جو ماموں اور خالہ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہے۔
اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ النَّاسِ اَبًا وَّاُمًّا۔	کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں؟ جو ماں باپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہے۔
اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ جَدُّھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	وہ ہیں، حسن و حسین جن کا نانا اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَجَدَّتُهُمَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ (سَلَامُ اللهِ عَلَيْهَا)

اور جن کی نانی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد سلام اللہ علیہا ہے۔

وَأُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

وَأَبُوْهُمَا عَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَعَمُّهُمَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَعَمَّتُهُمَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِيْ طَالِبٍ وَ

اور ان دونوں کا باپ علی ابن ابی طالب ہے اور ان کا چچا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہے اور ان کی پھوپھی اُمّ ہانی بنت ابی طالب ہے،

خَالُهُمَا الْقَاسِمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور ان دونوں کے ماموں قاسم علیہ السلام بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

وَخَالَاتُهُمَا زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَأُمُّ كُلْثُوْمٍ بَنَاتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور ان دونوں (حسن و حسین) کی خالات (ماسیاں) سیدہ زینب سیدہ رقیہ سیدہ اُمّ کلثوم بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جَدُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ۔

ان کے نانا جنتی ہیں۔ بلکہ جنت کے وارث ہیں۔

وَاَبُوْهُمَا فِی الْجَنَّةِ	ان کا باپ جنتی ہے۔
وَاُمُّهُمَا فِی الْجَنَّةِ	ان کی ماں جنتی ہے۔
وَعَمُّهُمَا فِی الْجَنَّةِ	ان کا چچا جنتی ہے۔
وَعَمَّتُهُمَا فِی الْجَنَّةِ	ان کی پھوپھی جنتی ہے۔
وَخَالَاتُهُمَا فِی الْجَنَّةِ۔	اور ان کی خالائیں (ماسیاں) جنتی ہیں۔
وَهُمَا فِی الْجَنَّةِ۔	اور یہ دونوں (حسنین) جنتی ہیں۔

"وَمَنْ اَحَبَّهُمَا فِی الْجَنَّةِ"۔ ؎

"اور ان دونوں سے محبت کرنے والا بھی جنتی ہے"۔

مذکورہ بالا احادیث مقدسہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ

بیان فرما کر اپنی اُمت پر واضح فرما دیا کہ مجھ سے نسبی نسبت رکھنے والوں کا بہر طرح خیال رکھنا تم پر لازم ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ "اے لوگو! (حضورؐ کا آپ کے اہل بیت کے معاملے میں خیال رکھو)۔

حدیث نمبر (۹۶)

اسی سلسلے کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ جسے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں نقل فرمایا۔۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری قیامت کے دن کوئی نفع نہ دے گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔ وَاللّٰهِ اِنَّ رَحِمِیْ مَوْصُوْلَةٌ

حسنین کریمین نسبی اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر اور افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور یہ
وہ ہستیاں ہیں جن کی ان رشتوں کے لحاظ سے پوری کائنات ارضی میں کہیں
کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور پھر اللہ کے پیارے رسول نے ان نسبی نسبت کی بنا پر
اپنے شہزادوں کو "خیر الناس" فرمایا ہے۔ اور جن لوگوں کے نزدیک ان
نسبتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ دراصل وہ لوگ نہایت گھٹیا اور کمینی فطرت
کے مالک اور خود بد اصل ہیں، سید الفطرت لوگوں کے نزدیک ایسا عقیدہ
رکھنا اور اس قسم کی سوچ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق
کی کوئی حیثیت نہ ہو، غلط ہے" کیونکہ حضورؐ نے اس عظیم نسبت کو بار بار

لہ مجمع الزوائد (ہیثمی) جلد ۹ ص ۱۰۷۔

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ___ خدا کی قسم بے شک میرا رشتہ آپ کے
ساتھ دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور فرمایا ___ وَاِنِّیْ اَیُّهَا النَّاسُ
فَرَطٌ لَّکُمْ عَلَی الْحَوْضِ لہ ___ اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارے
لیے فرط ہوں۔ یعنی تمہارے لیے وہاں موجود ہوگا۔

حدیث نمبر (۸۸)

اسی سلسلے کی ایک اور حدیث دیکھئے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے
کہ رسولِ کریم کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ

لہ الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان۔

سے کہا — اِنَّ مُحَمَّدًا لَنْ یُّغْنِیَ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا — کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے اس سلسلے میں خطبہ دیا، پھر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا، حتیٰ کہ یمن کے دو قبیلوں حبا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے — اِنِّیْ لَاَشْفَعُ فَاُشَفَّعُ حَتّٰی اَنَّ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ فَیُشَفَّعُ (میں ضرور شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کی میں شفاعت کروں گا اس کے لیے شفاعت منظور ہوگی)۔ — حَتّٰی اَنَّ اِبْلِیْسَ لَیَتَطَاوَلُ طَمَعًا فِی الشَّفَاعَةِ[1] — یہاں تک کہ میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس الشیطان بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

اوپر درج احادیث سے یہ امر واضح ہو گیا کہ رسول کریم سے رشتہ داری کا تعلق قیامت کے دن نفع دے گا۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور سے رشتہ داری کوئی نفع نہ دے گی۔ اس کے دل میں نور ایمان کی جگہ منافقت کی آگ بھری ہوئی ہے۔ حضور نبی کریم نے اس قسم کے غلط عقیدے کی اپنے منبر پر کھڑے ہو کر تردید فرمائی ہے۔ باقی رہا سوال کہ حسنین کریمین علیہم السلام حضور کی اولاد کس طرح ہوئے تو اس کے بارے میں دو حدیثیں بطور دلیل پیش کرتا ہوں۔

حدیث نمبر (۸۶)

علامہ ابن حجر نے طبرانی کے حوالے سے حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور

---

[1] الصواعق المحرقہ صفحہ ۵۵، مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان۔

نے فرمایا ـــــ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِی صُلْبِہٖ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّیَّتِی فِی صُلْبِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِی طَالِبٍ [1] ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذرّیت (اولاد) کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذرّیت کو اس نے علی ابن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

حدیث نمبر (۹۰)

ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنوز المطالب نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علی نے سلام کیا اور حضورؐ نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصّہ کو چوم لیا اور اپنے دائیں ہاتھ بٹھا لیا۔ حضرت عباسؓ نے کہا، آپ کو اس سے محبت ہے حضورؐ نے فرمایا ـــــ یَا عَمِّ وَاللّٰہِ لَلّٰہُ اَشَدُّ حُبًّا لَہٗ مِنِّی ـــــ اے چچا جان خدا کی قسم۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے ـــــ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِی صُلْبِہٖ وَجَعَلَ فِی ذُرِّیَّتِی فِی صُلْبِ ھٰذَا [2] ـــــ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذرّیت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذرّیت کو اس کی صلب میں رکھا ہے مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ اولادِ رسولؐ صلب

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۱۵۶۔

[2] الصواعق المحرقہ ص ۱۵۲۔

حیدر کرار میں سے امام حسن اور امام حسین کو ابن رسول کہنا جائز ہے۔ ان دلائل و شواہد کی موجودگی میں اگر کوئی شخص انکار کرتا ہے تو یہ اس کے عناد کی دلیل ہے

حدیث نمبر — (۹۱) — زینت جنت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں قرار پکڑ جائیں گے یعنی جنت میں اپنے اپنے مقام پر پہنچ جائیں گے۔ تو جنت کہے گی۔ اے رب کیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا؟ کہ اپنے ارکان میں سے دو رکنوں کے ساتھ تو مجھے زینت بخشے گا۔ تو اللہ تعالیٰ جنت کے اس سوال پر جواباً ارشاد فرمائے گا — اَلَمْ اُزَیِّنْكِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ؟ — کیا میں نے تجھے حسن و حسین کے ساتھ زینت نہیں دی" حضور فرماتے ہیں فَمَاسَتِ الْجَنَّةُ مَیْسًا كَمَا تَمِیْسُ الْعَرُوْسُ[1] — پس جنت فخر کرے گی جس طرح دلہن فخر کرتی ہے۔

حدیث نمبر — (۹۲) — جنت کے دولہا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا — فَخَرَتِ الْجَنَّةُ عَلَى النَّارِ — جنت دوزخ پر فخر کرے گی۔ اور کہے گی — اَنَا خَیْرٌ مِّنْكِ — کہ میں تجھ سے بہتر ہوں۔ جواباً دوزخ کہے گا — بَلْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْكِ —

---

[1] تاریخ بغداد مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر سن اشاعت ۱۹۳۱ء۔

بلکہ میں تجھ سے بہتر ہوں"۔ اور پھر جنت استفہامیہ انداز میں کہے گی ــــ وَبِمَ ذٰلِکَ ــــ کس وجہ سے؟ ــــ جہنم کہے گا ــــ لِاَنَّ فِیَّ الْجَبَابِرَۃَ وَ فِرْعَوْنَ وَ نَمْرُوْذَ ــــ "اس وجہ سے کہ مجھ میں بڑے بڑے جابر انمرود اور فرعون ہیں ــــ فَاُسْکِتَتْ ــــ پس جنت خاموش ہو جائے گی۔ ــــ پھر اللہ تعالیٰ جنت کی طرف وحی فرمائے گا۔ اے جنت تو عاجز نہ ہونا ــــ لَاُزَیِّنَنَّ رُکْنَیْکِ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ــــ اس لیے کہ میں نے تجھے تیرے دونوں رکنوں یعنی حسن و حسین کے ساتھ یقیناً زینت دی ہے۔ ــــ فَمَاسَتْ کَمَا تَمِیْسُ الْعَرُوْسُ فِیْ خِدْرِھَا[1] ــــ پس جنت اس طرح فخر کرے گی جس طرح دلہن اپنے پردے میں فخر کرتی ہے۔

حدیث نمبر ــــ (۹۳) ــــ عرش کی بالیاں

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ شَنْفَا الْعَرْشِ وَلَیْسَا بِمُعَلَّقَیْنِ

امام حسن و حسین دونوں عرش خداوندی کی بالیاں ہیں لیکن یہ لٹکائی نہیں گئیں۔

حضور فرماتے ہیں۔

اِذَا اسْتَقَرَّ اَھْلُ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ	جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے۔

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۰۷۔

قَالَتِ الْجَنَّةُ۔ — تو جنت بارہ رب العزت میں عرض کرے گی۔

يَارَبِّ وَعَدْتَنِي۔ — اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔

أَنْ تُزَيِّنَنِي — یہ کہ تو مجھے زینت بخشے گا۔

بِرُكْنَيْنِ مِنْ أَرْكَانِكَ۔ — اپنے ارکان میں سے دو رکنوں کے ساتھ۔

قَالَ أَوَلَمْ أُزَيِّنْكِ؟ — وہ فرمائے گا میں نے تجھے مزین نہیں کیا؟

بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ — امام حسن اور امام حسین کے ساتھ۔

اور یوں تینوں احادیث میں یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حسنین کریمین وہ عظیم المرتبت ہستیاں ہیں، جن پر جنت بھی فخر کرے گی۔ اور یہ عرش کی وہ بالیاں ہیں جو لٹکائی نہیں جائیں گی۔ جس طرح کانوں میں بالیوں سے چہرے کی سجاوٹ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حسنین کے حسن سے عرش کے چہرے میں تابانی آئے گی۔

الشنف :۔ اس بالی کو کہتے ہیں جو کانوں کے اوپر سے لٹکائی جائے۔

لہ المعجم الاوسط للطبرانی جلد اول صفحہ ۲۲۵۔ مطبوعہ مکتبہ المعارف۔ الریاض (نجد)

حدیث نمبر — (۹۴) — جنت کے دروازے پر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس رات مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ فرماتے ہیں۔

رَأَیْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ مَکْتُوْبًا۔	میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،	کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ	محمد مصطفےٰ اللہ کے رسول ہیں
عَلِیٌّ حِبُّ اللّٰهِ۔	علی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں
وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ۔	حسن اور حسین اللہ کے چنے ہوئے ہیں۔
فَاطِمَةُ خِیَرَةُ اللّٰهِ	فاطمہ اللہ تعالیٰ کی مقبول پسندیدہ بندی ہیں۔
عَلٰی بَاغِضِهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔ [1]	ان سے بغض رکھنے والے پر خدا کی لعنت۔

جنت کے دروازے پر شب معراج حضور کا ان ناموں کو لکھے ہوئے دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی نظیر اپنے اپنے مقام پر ملنا مشکل ہے۔

---

[1] تاریخ بغداد جلد اول صفحہ ۲۵۹ ، مطبوعہ مصر

حدیث نمبر — (۹۵) — حسنین کی سواریاں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم کا ارشاد ہے کل قیامت کے دن تمام انبیاء کرام میدانِ محشر میں سواریوں پر تشریف لائیں گے تاکہ اہلِ محشر اپنے پیغمبروں تک پہنچ سکیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائیں گے — وَأُبْعَثُ عَلَى الْبُرَاقِ — حضور فرماتے ہیں میں براق پر سوار ہو کر آؤں گا — وَيُبْعَثُ ابْنَايَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى نَاقَتَيْنِ مِنْ نُوقِ الْجَنَّةِ [1] — اور میرے دونوں بیٹے حسن و حسین جنت کی اونٹنیوں میں سے دو اونٹنیوں پر سوار ہو کر میدانِ محشر میں آئیں گے۔

حدیث نمبر — (۹۶)

حضرت امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی (۳۶۰ھ) المعجم الصغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے یوں روایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ تمام انبیاء قیامت کے دن سوار ہوں گے تاکہ قبروں سے میدانِ محشر تک پہنچیں — وَيُبْعَثُ صَالِحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى نَاقَتِهٖ — اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے — وَيُبْعَثُ ابْنَايَ الْحَسَنُ وَ

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۶۔

اَلْحُسَيْنُ عَلٰى نَاقَتِيَ الْعَضْبَاءِ ــــ اور میرے دونوں بیٹے حسن و حسین میری اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر آئیں گے۔ ــــ وَاُبْعَثُ عَلَى الْبُرَاقِ خَطْوُهَا عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهَا ــــ اور میں ایسے براق پر سوار ہوں گا کہ جس کا قدم اس کی منتہائے نظر تک ہوگا۔ ــــ وَيُبْعَثُ بِلَالٌ عَلٰى نَاقَةٍ مِنْ نُوْقِ الْجَنَّةِ[1] ــــ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے۔

حدیث نمبر (۹۰)

علامہ حافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ میں جناب سیدنا ابو ہریرہ سے بحوالہ حافظ سلفی یہ حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تُبْعَثُ الْاَنْبِيَاءُ عَلَى الدَّوَابِّ وَيُحْشَرُ صَالِحٌ عَلٰى نَاقَتِهٖ ــــ کہ تمام انبیاء کو "میدان محشر میں" سواریوں پر بٹھا کر لایا جائے گا اور حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی اونٹنی پر ــــ وَيُحْشَرُ اِبْنَا فَاطِمَةَ عَلٰى نَاقَتَيَّ الْعَضْبَاءِ وَالْقَصْوَاءِ ــــ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹے حسن و حسین کو میری دونوں اونٹنیوں عضباء اور قصواء پر لایا جائے گا۔ ــــ وَاُحْشَرُ اَنَا عَلَى الْبُرَاقِ خَطْوُهَا عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهَا ــــ اور مجھے اس براق پر لایا جائے گا جس

---

[1] المعجم الصغیر للطبرانی جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۔

کا ایک قدم اس کے منتہائے نظر پر ہوگا ـــــ وَيُحْشَرُ بِلَالٌ عَلٰى نَاقَةٍ مِنْ نُوْقِ الْجَنَّةِ۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر لایا جائے گا۔ ے

عَضْبَاء ۔ قَصْوَاء ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کے نام ہیں۔

بقول علامہ جاراللہ زمخشری ، عَضْبَاء ، كَثِيْرَةُ الْيَدِ ـــــ یعنی وہ اونٹنی جس کا آگے والا ایک پاؤں چھوٹا ہو۔

قَصْوَاء ـــــ النَّاقَةُ الَّتِيْ قُطِعَ طَرَفُ اُذُنِهَا ـــــ یعنی وہ اونٹنی جس کے کان کا تھوڑا سا حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔

لیکن اکثر علماء کے نزدیک قصواء اونٹنی کا کان کٹا ہوا نہیں تھا ـــــ بلکہ یہ اس کا لقب ہے، اس لیے کہ قصواء کا ایک معنی دُور تک لے جانے والی کے ہیں۔ یہ صفت اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ اس وجہ سے اس کو قصواء کا لقب دیا گیا تھا۔

مندرجہ بالا احادیث سیدہ زہراء کے شہزادوں کی عظمتوں اور بلندیوں کا پتہ دیتی ہیں کہ کس شان سے میدانِ محشر میں ان عظیم المرتبت ہستیوں کی آمد ہوگی۔ قیامت کے دن بلال حبشی رضی اللہ عنہ جس شان و شوکت سے میدانِ محشر میں وارد ہوں اس کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے۔

ے نفاء العقبیٰ ص ۱۰۱

حدیث نمبر ۹۹ — حسنین کے تعویذوں میں

جناب اُمِّ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو سیدنا مولا علی کی "اُمِّ ولدؓ" تھیں سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں آلِ رسول کے پاس ایک ایسا وسادہ (مسند، تکیہ لگا کر بیٹھنے والا بستر) جس پر سوائے سیدنا جبریل علیہ السلام کے کوئی نہ بیٹھتا یعنی جب جبریل علیہ السلام سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو ان کے لیے وہ "وسادہ بچھا دیا جاتا ــــ اِذَا عَرَجَ رُفِعَتْ ــــ "جب وہ اوپر تشریف لے جاتے تو اس "وسادہ" کو لپیٹ کر اٹھا لیا جاتا ــ ــــ وَكَانَ اِذَا عَرَجَ انْتَفَضَ فَسَقَطَ مِنْ زَغَبِ رِيْشِهٖ ــــ اور جب جبریل علیہ السلام بلند ہوتے (آسمانوں کی طرف تشریف لے جانے کے لیے) تو خود کو حرکت دیتے اور آپ کے چھوٹے چھوٹے پر گر جاتے ــــ فَتَقُوْمُ فَاطِمَةُ فَتَتْبَعُهٗ فَتَجْعَلُهٗ فِيْ تَمَائِمِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ[1] ــــ اور پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا اٹھتیں اور ان چھوٹے چھوٹے پروں کو اٹھا کر اپنے بیٹوں حسن و حسین کے تعویذوں میں رکھ لیتیں۔

رِيْشٌ:۔ "بال و پر" دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام جب اس مسند سے اٹھتے تو پروں کو حرکت دیتے تو بڑے بڑے پروں کے اندر چھوٹے چھوٹے بال و پر اس جگہ پر گر پڑتے، اور بعد میں سیدہ بتولؓ ان کو اٹھا کر اپنے بچوں کے تعویذوں

---

[1] ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۲۔

کے اندر حصولِ برکت کیلئے ڈال دیتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں کے جسموں کے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزوں کو بطورِ تبرک استعمال کرنا خاتونِ قیامت کی سنت ہے اور جو لوگ ان امور کے قائل نہیں در اصل وہ اللہ کے محبوبوں کو اپنے اجساد پر قیاس کرتے ہیں۔ کہاں وہ مہکتے ہوئے نورانی بدن، کہاں یہ غلیظ اور بدبودار جسم۔

حدیث نمبر (۹۹) ابلق گھوڑے

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــــ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ کُنْتَ اَنْتَ وَوُلْدُکَ عَلٰی خَیْلٍ بُلْقٍ مُتَوَّجَۃٍ بِالدُّرِّ وَالْیَاقُوْتِ فَیَاْمُرُ اللّٰہُ بِکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَالنَّاسُ یَنْظُرُوْنَ۔ (۱)

ـــــ کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اے علی تو اور تیرے بچے ابلق۔ یعنی سیاہ اور سفید داغ والے گھوڑوں پر سوار ہوں گے جن کو موتی اور یاقوت کے تاج پہنائے ہوئے ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ "اے علی" تجھے جنت کی طرف جانے کا حکم دے گا۔ اس حال میں کہ اہلِ محشر یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

سوال

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک حدیث میں تو یہ ہے کہ حسن و حسین، حضور کی عضباء اور قصواء اونٹنیوں پر سوار ہوں گے اور مذکورہ بالا حدیث میں

---

(۱) العقبیٰ صفحہ ۱۰۵۔

ہے کہ دونوں شہزادے ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔ پھر ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟

جواب

شیخ الحرم محدث، حافظ محب الدین احمد طبری، شافعی جن کی ولادت و وفات دونوں مکہ مکرمہ میں ہوئیں نے اس سوال کے دو جواب تحریر فرمائے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

وَلَا تَضَادَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ حَشْرِهِمْ عَلَى الْعَضْبَاءِ وَالْقَصْوَاءِ إِذْ يَكُونُ أَوَّلًا عَلَيْهِمَا ثُمَّ يَنْقُلُونَ إِلَى الْخَيْلِ أَوْ يُحْمَلُ وَلَدُهُ عَلَى غَيْرِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ[1] ــــــ فرماتے ہیں ــــ اس میں تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ حشر میں پہلے وہ دونوں اونٹنیوں عضباء، قصواء، پر سوار ہوں گے پھر ان کو گھوڑوں کی طرف منتقل کیا جائے گا۔ یعنی وہ حضرات دونوں سواریوں پر یکے بعد دیگرے سواری فرمائیں گے اور دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ حسن و حسین تو اونٹنیوں پر اور ان کے بغیر دوسری اولاد ابلق گھوڑوں پر سوار ہوگی

حدیث نمبر (۱۰۰) ــــ وراثت

جناب زینب بنت ابی رافع سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ کہ میں نے سیدہ فاطمۃ بنت رسول کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بیماری کے دوران حاضر ہوئیں، جس میں سرکار

---

[1] ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۲۵

کا وصال ہوا ——— فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَانِ اِبْنَاكَ فَوَرِّثْهُمَا ——— عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں اور ان کو اپنا وارث بنائیے۔ فَقَالَ، اَمَّا حَسَنٌ فَاِنَّ لَهٗ هَيْبَتِيْ وَسُؤْدَدِيْ وَاَمَّا حُسَيْنٌ فَاِنَّ لَهٗ جُرْاَتِيْ وَجُوْدِيْ[2] ——— حضورؐ نے فرمایا حسن کے لیے میری ہیبت اور میری سیادت "سرداری" ہے، اور حسینؓ کے لیے میری جرأت اور میری سخاوت ہے[2]

سید الانبیاء کی طرف سے جو حق بطور وراثت حسنین کو ملا وہ ہے حلم، سخاوت، محبت، بہادری، رضا، یہ وہ عظیم عطیہ ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے قوموں کے اندر انقلاب پیدا ہوتے رہے، حلم و محبت، شجاعت و سخاوت جیسی صفات جب یکجا ہو جائیں تو پھر انسانیت کی کاملیت کی شان دیکھنے اور پھر پیروی کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسنین کریمین کے لیے امام المرسلین کی طرف سے وراثت کوئی باغ یا زمین کا ٹکڑا نہیں، بلکہ دنیا سے روحانیت کی وہ بادشاہی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں۔

---

[1] اسد الغابۃ جلد ۵ ص ۴۶۷۔

[2] کنز العمال جلد ۶ اور جلد ۷ کی دو روایتوں میں اسی طرح ہے۔ سیدہ بتولؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان دونوں "حسن و حسین" کو کچھ عطا کریں۔ آپ نے فرمایا "فَلَهٗ حِلْمِيْ وَهَيْبَتِيْ" یعنی حسن کو اپنا حلم و ہیبت عطا کیا۔ "وَلَهٗ جُرْاَتِيْ وَجُوْدِيْ" اور حسین کو اپنی بہادری اور سخاوت عطا کی۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں حسن کے لیے "اَلْمَهَابَةُ وَالْحِلْمُ" ہیبت اور حلم اور حسین کے لیے "اَلْمَحَبَّةُ وَالرِّضٰى" محبت اور رضا۔

حدیث نمبر (۱۰۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ــــ

كَانَ يُصَلِّيْ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَلْعَبَانِ وَيَقْعُدَانِ عَلٰى ظَهْرِهٖ ــــ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کھیلتے اور آپ کی پشت مبارک پر بیٹھ جاتے۔ [1]

حدیث نمبر (۱۰۲)

سیدنا علی سے مروی ہے، کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے تو آپ کو اداس و رنجیدہ خاطر پایا۔ پوچھا یا رسول اللہ! یہ کیسا رنج و غم ہے؟ جسے میں آپ کے چہرۂ انور پر دیکھ رہا ہوں۔ ــــ قَالَ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ اَصَابَتْهُمَا عَيْنٌ ــــ حضور نے فرمایا! حسن و حسین کو نظر لگ گئی ہے ــــ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ــــ صَدِّقْ بِالْعَيْنِ فَاِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ کہ نظر پر یقین رکھیں کیونکہ بے شک نظر "لگنا" حق ہے۔ اور عرض کیا، کیا آپ نے حسنین کو ان کلمات کے ساتھ پناہ نہیں دی؟ ــــ حضور نے فرمایا ــــ اے جبریل وہ کونسے کلمات ہیں۔ جبریل نے عرض کیا وہ کلمات یہ ہیں ــــ اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ، ذَا الْمَنِّ الْقَدِيْمِ،

---

[1] منتخب الکنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۰۶۔

ذَا الرَّحْمَةِ الْكَرِيْمِ ـــ اے اللہ عظیم بادشاہت والے احسانِ قدیم اور رحمت کریم والے ـــ جبریلؑ نے عرض کیا یہ کلمات تامہ ہیں اور قبولیت کا درجہ رکھنے والی دعائیں ہیں ۔ اور آپ یہ کلمات پڑھیں ـــ

ـــ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ أَنْفُسِ الْجِنِّ وَأَعْيُنِ الْإِنْسِ ـــ حسین و حسن کو جنات کے اثر اور انسانوں کی نظر بد سے عافیت حاصل ہوگی ـــ اور پھر حضورؐ نے یہ کلمات زبان پاک سے ادا فرمائے ـــ فَقَامَا يَلْعَبَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ ـــ تو امام حسن و حسین حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کھیلنے لگے ۔ حضورؐ نے فرمایا ـــ عَوِّذُوْا أَنْفُسَكُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَأَوْلَادَكُمْ بِهٰذَا التَّعْوِيْذِ فَإِنَّهُ لَمْ يَتَعَوَّذِ الْمُتَعَوِّذُوْنَ بِمِثْلِهِ ـــ اپنی جانوں کو یعنی اپنے آپ کو اپنی عورتوں کو اور اپنی اولادوں کو اس تعویذ کے ساتھ پناہ دو ۔ کیونکہ اس کی مثل اس طرح کی پناہ دینے والے نے نہیں دی ۔

(منتخب الکنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ۔ ص ۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ تعویذ اور دم اسلام میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور جبریل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ جلال و وقار میں حاضر ہو کر اس امر کی طرف اشارہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قسم کے امور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں اور ان کو بدعت کہنے والا اسلامی علوم سے نابلد ہے ۔

ـــــــــــ

لہ منتخب الکنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۱

نوٹ

اس باب میں سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہما السلام کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اب ایک دو واقعات بیان کرنے کے بعد اس باب کو بند کرتے ہیں اور علی، فاطمہ، حسن، حسین چاروں ہستیوں کا تذکرہ احادیث کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

جنت کا سیب

علامہ صفوری نے نسفی کے حوالے سے لکھا ہے ــــ کَتَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ فِیْ لَوْحَیْنِ وَقَالَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَطِّیْ اَحْسَنُ ــــ حسن و حسین نے دو تختیوں پر لکھا اور ان میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ میرا خط اچھا ہے۔ پھر اپنے والد ماجد حضرت علی سے فیصلہ چاہا۔ انہوں نے سیدہ فاطمہ کے پاس فیصلہ کے لیے بھیجا سیدہ نے اپنے بچوں کو نانا جان کی بارگاہ میں بھیجا، رسول کریم نے فرمایا۔ کہ ان کا فیصلہ جبریل کریں گے، جناب جبریل نے کہا ــــ لَا یَحْکُمُ بَیْنَهُمَا اِلَّا رَبُّ الْعِزَّۃِ ــــ سوائے رب العزت کے ان دونوں شہزادوں کا فیصلہ کوئی نہیں کرے گا ــــ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ــــ یَا جِبْرِیْلُ خُذْ تُفَّاحَۃً مِنَ الْجَنَّۃِ وَاطْرَحْهَا عَلَی اللَّوْحَیْنِ ــــ اے جبریل جنت سے ایک سیب لے کر ان دونوں کی تختیوں پر ڈال دو ــــ فَمَنْ وَقَعَتْ عَلٰی خَطِّهٖ فَهُوَ اَحْسَنُ ــــ جس کی تحریر پر وہ گرے وہی بہتر ہے۔ جب جبریل نے سیب لاکر ڈالا تو خدا تعالیٰ نے اسے حکم فرمایا ــــ کُوْنِیْ نِصْفَیْنِ ــــ کہ

دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جا ــــ فَوَقَعَ نِصْفُهَا عَلٰی خَطِّ الْحَسَنِ وَ النِّصْفُ الْاٰخَرُ عَلٰی خَطِّ الْحُسَیْنِ ـ[1] ــــ پس وہ آدھا حسن کے خط پر اور آدھا حسین کے خط پر گر پڑا۔

ایک دن حضرت جبریل نے جنت سے ایک سیب لاکر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اس وقت آپ کے پاس دونوں شہزادے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ دونوں نے سیب لینا چاہا جبریل نے کہا ان دونوں شہزادوں کو کشتی لڑنے دیجئے جو جیت جائے وہ سیب حاصل کرے۔ اس کے بعد جبریل حسین کی طرف اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن کی طرف ہو گئے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی کشتی نہ جیتا یعنی دونوں برابر رہے ــــ فَنَزَلَ عَلَیْهِمَا تُفَّاحَةٌ اُخْرٰی ـ[2] ــــ اس کے بعد ایک اور سیب نازل ہوا ــــ یعنی ایک حسن کے لیے اور ایک حسین کے لیے۔

جب حسنین گم ہو گئے

ایک روز سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ــــ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ قَدْ غَابَا عَنِّیْ وَلَا اَعْلَمُ بِمَوْضِعِهِمَا ــــ یارسول اللہ حسن و حسین گم ہو گئے ہیں معلوم نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔

---

[1] نزہتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۵

[2] نزہتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۵۔

اس کے بعد حضرت جبریل ؑ نے آکر حضور ؐ کی بارگاہ میں عرض کیا، یارسول اللہ وہ دونوں فلاں مقام پر ہیں ـــــ وَقَدْ وُكِّلَ بِهِمَا مَلَكٌ يَحْفَظُهُمَا ـــــ اور بے شک ان دونوں کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیا گیا ہے جو کہ ان کی حفاظت کر رہا ہے۔

پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کر اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ دونوں سو رہے ہیں۔ ـــــ قَدْ جَعَلَ الْمَلَكُ اَحَدَ جَنَاحَيْهِ تَحْتَهُمَا وَالْاٰخِرَ فَوْقَهُمَا ـــــ اور فرشتہ نے ایک پر ان کے نیچے اور ایک پر اوپر رکھا ہوا ہے ـــــ فَقَبَّلَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــــ نبی پاک ؐ نے ان کا منہ چوم لیا۔ اس کے بعد وہ دونوں شہزادے جاگ اُٹھے۔ حضور ؐ نے ایک کو اپنے دائیں کاندھے پر اور دوسرے کو بائیں کاندھے پر بٹھا لیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور آپ سے عرض کرنے لگے ایک صاحبزادے کو مجھے دے دیجیے۔ حضور ؐ نے فرمایا ـــــ نِعْمَ الْمَطِيُّ مَطِيُّهُمَا ـــــ ان دونوں کی کتنی اچھی سواری ہے ـــــ وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ هُمَا۔[1] اور یہ دونوں کتنے اچھے سوار ہیں۔

[1] نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۵۔

نوری قبّہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے۔ اللہ رب العزت کے ارشاد (فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ) کے متعلق بیان کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور جنابِ حوا بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں دونوں کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان دونوں کو سونے اور چاندی کے محل میں لے گئے۔ جس کے بالاخانے سبز زمرد کے تھے اور اس میں یاقوت کا ایک تخت رکھا ہوا تھا اور تخت پر ایک نوری قبّہ رکھا ہوا تھا اور اس قبّہ (گنبد) میں ایک صورت تھی۔ جس کے سر پر تاج تھا اور اس کے کان میں دو مرواریدکی بالیاں تھیں اور گردن میں نوری طوق پڑا تھا۔ حضرت آدم اور جنابِ حوا کو اس کے نور سے تعجب ہوا۔ یہاں تک

لہ ترجمہ: پس سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی۔

کہ آدم کو حوا کا نوری جمال فراموش ہو گیا اور پوچھنے لگے یہ کس کی صورت ہے ــــ قَالَ فَاطِمَةُ وَالتَّاجُ اَبُوْهَا وَالطَّوْقُ زَوْجُهَا وَالقُرْطَانِ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ــــ جواباً کہا ــــ یہ صورت فاطمہ کی اور تاج اس کے والدین اور گلے کا طوق ان کے شوہر اور دو بالیاں حسن اور حسین ہیں۔ ــــ جب حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس میں نور سے پانچ نام لکھے ہوئے پائے اور وہ یوں تھے ــــ اَنَا الْمَحْمُوْدُ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ ــــ وَاَنَا الْاَعْلٰی وَهٰذَا عَلِیٌّ ــــ وَاَنَا الْفَاطِرُ وَهٰذِهٖ فَاطِمَةُ ــــ وَاَنَا الْمُحْسِنُ وَهٰذَا الْحَسَنُ ــــ وَمِنِّی الْاِحْسَانُ وَهٰذَا الْحُسَیْنُ ــــ میں محمود ہوں، اور یہ محمد ہے۔ میں اعلیٰ ہوں یہ علی ہے۔ میں فاطر ہوں، یہ فاطمہؓ ہے۔ میں محسن ہوں یہ حسنؓ ہے اور مجھ سے احسان اور یہ حسین ہے۔"

حضرت جبریل علیہ السلام نے جناب آدم علیہ السلام سے کہا، اے آدم ان ناموں کو یاد کر لیجیے کیونکہ آپ کو ان کی ضرورت پڑے گی۔

چنانچہ جب آدم زمین پر اُترے تو تین سو برس تک روتے رہے اور اس کے بعد ان ناموں کے توسل سے دعا کی اور اللہ کی بارگاہ میں ان الفاظ کے ساتھ عرض کی ــــ یَارَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ، یَا مَحْمُوْدُ یَا عَلِیُّ، یَا فَاطِرُ یَا مُحْسِنُ اِغْفِرْلِیْ وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ ــــ اے رب! محمد و علی، فاطمہ و حسن و حسین کے صدقے سے۔ اے محمود، اے اعلیٰ اے فاطر و محسن مجھے بخش دے، میری توبہ قبول فرما ــــ اللہ تعالیٰ نے

جناب آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ فرمایا ـــــ یَا اٰدَمُ لَوْ سَاَلْتَنِیْ فِیْ جَمِیْعِ ذُرِّیَّتِكَ لَغَفَرْتُ لَهُمْ [1] ـــــ اے آدم اگر تم اپنی تمام اولاد کی نسبت درخواست کرتے تو میں سب کو بخش دیتا۔

مندرجہ بالا روایت سے مسئلہ توسل واضح ہو گیا اور یہ مسئلہ دیگر کتب میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس کا انکار کوئی گیا گزرا شخص ہی کر سکتا ہے۔ اہلِ ایمان کا اس بارے میں عقیدہ دیکھتے ہوئے آفتاب کی طرح روشن ہے۔

حدیث نمبر (۱۰۳)

حضرت مولا علی سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ـــــ مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ [2] ـــــ جو شخص مجھے محبوب رکھے اور ان دونوں (یعنی حسنین کریمین) اور ان کے والد اور ماں کو محبوب رکھے گا وہ کل قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہو گا۔

حدیث نمبر (۱۰۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ـــــ اَنَا

---

[1] نزہتہ المجالس جلد ۲ ص ۲۴۳۔

[2] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۹۲۔

حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ قَالَہٗ لِعَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی، سیدہ فاطمہ، امام حسن و حسین سے فرمایا کہ جس سے تمہاری جنگ ہے اس سے میری بھی جنگ اور جس سے تم نے صلح کی، اس سے میری بھی صلح ہے

حدیث نمبر (۱۰۵)

حضرت مولا علی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اَنَا وَ فَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ مُجْتَمِعُوْنَ وَ مَنْ اَحَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ نَاْکُلُ وَ نَشْرَبُ حَتّٰی یُفَرَّقَ بَیْنَ الْعِبَادِ ؎ میں فاطمہ، حسن، حسین اور جو ہم سے محبت رکھتا ہے قیامت کے دن ہم مل جل کر کھائیں پئیں گے، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی

حدیث نمبر (۱۰۶)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے — اِنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَنَا وَاَنْتَ وَ فَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ کہ حضور نے فرمایا سب سے پہلے میں اور تم، فاطمہ اور حسن و حسین جنت میں داخل ہوں گے — قَالَ عَلِیٌّ فَمُحِبُّوْنَا — حضرت علی نے عرض

؎ منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۹۳۔

؎ منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۹۳۔

کیا. کہ ہمارے ساتھ محبت رکھنے والے؟ ـ قَالَ مِنْ وَرَاءِکُمْ[1]
حضور نے فرمایا وہ تمہارے پیچھے پیچھے آئیں گے۔

حدیث نمبر (۱۰۴) سفید قُبّہ

حضور نے فرمایا ـــــ اِنَّ فَاطِمَةَ وَعَلِیًّا وَالْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ فِیْ حَظِیْرَةِ الْقُدُسِ فِیْ قُبَّةٍ بَیْضَاءَ سَقْفُهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ[2] ـــــ فاطمہ و علی، حسن و حسین حظیرۂ قدس (جنت) میں ہوں گے۔ سفید قبہ کے نیچے جس کی چھت خدا تعالیٰ کا عرش پاک ہے۔

حدیث نمبر (۱۰۵)

ام المومنین سیدہ اُمّ سلمہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا ـــــ اَلَا اِنَّ مَسْجِدِیْ هٰذَا حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ حَائِضٍ مِنَ النِّسَاءِ وَکُلِّ جُنُبٍ مِنَ الرِّجَالِ اِلَّا عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَهْلِ بَیْتِهٖ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ[3] ـــــ خبردار ہر وہ عورت جو حائضہ اور ہر وہ مرد جو جنبی حالت میں ہو، میری اس مسجد میں اسکا آنا ممنوع و حرام ہے۔ بسوائے محمد اور اہل بیت محمد، علی و فاطمہ اور حسن و حسین کے۔

---

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۹۲۔
[2] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۹۲۔
[3] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۹۲۔

حدیث نمبر — (۱۰۹) — بہترین

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضورؐ نے فرمایا!
خَیْرُ رِجَالِکُمْ عَلِیٌّ وَّخَیْرُ شَبَابِکُمُ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ
وَخَیْرُ نِسَاءِکُمْ فَاطِمَۃُ [1] — تمہارے بہترین مرد علیؓ،
تمہارے بہترین جوان حسن و حسین اور تمہاری بہترین خاتون فاطمہ ہیں۔ (علیہم السلام)

حدیث نمبر (۱۱۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا — مَنْ اَحَبَّ ھٰؤُلَاءِ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ
وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ یَعْنِی الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ
وَفَاطِمَۃَ وَعَلِیًّا [2] یعنی جس شخص نے حسن و حسین علی و فاطمہ
کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے انہیں دشمن رکھا،
اس نے مجھے دشمن رکھا۔

حدیث نمبر (۱۱۱)

حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
جنت میں ایک درجہ "مقام" ہے جس کا نام "وسیلہ" ہے

---

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد جلد ۵ ص ۹۳۔
[2] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد جلد ۵ ص ۹۳۔

جب تم خدا سے دُعا مانگو تو میرے لیے اسی درجہ "وسیلہ" کا اللہ پاک کی بارگاہ میں سوال کرنا۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ اس مقام وسیلہ میں آپ کے ساتھ اور کون ہوگا ـــــ قَالَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ـــــ آپ نے فرمایا اس درجہ میں میرے ساتھ علی و فاطمہ، حسن و حسین ہوں گے۔

مذکورہ بالا احادیث علی، فاطمہ، حسن، حسین کے فضائل و درجات اور بلند مقامات کی گواہی دے رہی ہیں۔ ان احادیث کے اندر ان پاک پاک ہستیوں کے جنت میں داخل ہونے اور حظیرۃ قدس (جنت) میں مطہرے کا ذکر ہے۔ اور ان چاروں کو محبوب رکھنے کا حکم بھی اور معتبر ترین ہستیاں قرار بھی دیا گیا ہے۔ حضور کی احادیث پر ایمان رکھنے والوں کے لیے ان تمام مناقب کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور جو لوگ ادب و احترام اور تسلیم کی دنیا سے باہر ہیں ان کو ستوج سے زیادہ روشن دلائل بھی متاثر نہیں کر سکتے، کیونکہ ان کے اندر ایک ایسا مرض ہے جو دن بدن بڑھتا ہی رہتا ہے (فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا) اور اس کا علاج سوائے مصطفٰے کریم کی کرمیانہ توجہ اور کچھ نہیں۔

حدیث نمبر ـــــ (۱۱۴) ـــــ دعائے رسول

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا ـــــ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُمْ فَاجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَمَغْفِرَتَكَ

۱؎ منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۹۲۔

وَرِضْوَانَكَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ يَعْنِيْ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا[1] ــــ اے اللہ تعالیٰ بے شک وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں تو اپنی صلوٰۃ و رحمت اور رضا و بخشش مجھ پر اور ان پر یعنی علیؑ، فاطمہ، حسنؑ، حسینؑ پر۔ (علیہم السلام)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس انداز کے ساتھ دُعا فرمائی ہے۔ اس میں محبت و شفقت کی ایک پوری کائنات سمائی ہوئی ہے۔ کون انسان ہے جو اپنی اولاد و عترت سے بے پناہ محبت نہ کرتا ہو، ہر محقق، ہر مورخ اور ہر مولوی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔ محبت کے قسیم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سارے انسانوں سے بڑھ کر اپنی اولاد کے ساتھ محبت فرماتے ہیں اور یہ امر بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ اولاد کو دکھ پہنچے تو والدین کا بے قرار ہونا ایک فطری عمل ہے، اور جب ساری دنیا کے لیے یہ اصول تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر اولادِ رسولؐ کے لیے اسے فراموش کرنا منافقت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

حدیث نمبر (۱۱۳)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم نے فرمایا ــــ یَا عَلِیُّ اِنَّ اَوَّلَ اَرْبَعَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اَنَا وَاَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَذَرَارِیْنَا خَلْفَ ظُھُوْرِنَا وَاَزْوَاجُنَا خَلْفَ ذَرَارِیْنَا[2] ــــ اے علی سب سے پہلے چار شخص جنت میں داخل ہوں

---

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد جلد ۵ ص ۹۴۔

[2] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد جلد ۵ ص ۹۳۔

گے۔ میں، تم اور حسن و حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی اور ہماری ازواج ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی؟

اس حدیث میں جنت میں داخلے کا ذکر ہے کہ سب سے پہلے جو ہستیاں جنت میں داخل ہوں گی۔ وہ ہے اہل بیت رسول جن کی طرف سرکار علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ لیکن بعض لوگ ان خواہد کے باوجود آل رسول کے شان و عظمت کے بارے میں غیر یقینی صورت حال کا شکار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہیں کسی پہلو بھی چین و قرار نہیں۔

خصائلِ حسنی

امام حسین علیہ السلام

گذشتہ ابواب میں امام حسینؓ اور امام حسنؓ، مولا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ بتول کے بارے میں علیحدہ علیحدہ اور کچھ مشترکہ احادیث بیان کیں اور زیرِ نظر باب میں امام عالی مقام حسین سے متعلق کچھ متفرق خصائل و خصائص بیان ہوں گے۔

غریب پرور

حضرت علامہ مفتی محمد اکرام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو شیخ المحدثین والمحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد میں سے ہیں) نے فصول المہمہ سے لکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہمان نوازی، غریب پروری، فقراء و مساکین اور مظلوموں کی اعانت میں مشہورِ آفاق تھے، آپ ضعیف حالوں، مسکینوں، برہنہ تنوں، بے چاروں اور حاجت مندوں کی امداد و اعانت فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مصیبت زدہ شخص نے امام حسین کے سامنے اونٹ بٹھا کر مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر شہزادہ کونین امام حسینؓ کی جناب میں بھیجے۔

لَمْ يَبْقَ لِي مِمَّا يُبَاعُ بِحَبَّةٍ
وَكَفَاكَ مَنْظَرُ حَالَتِي عَنْ مَخْبَرِي

ترجمہ: "میں ایک بے سروسامان شخص ہوں، میرے پاس کوئی ایسی
چیز باقی نہیں رہی جو ایک دانے کے بدلے فروخت کی جائے، پس
آپ کے لیے میری خبر سے میری حالت کا ظہور"

إِلَّا بَقِيَّةُ مَاءِ وَجْهٍ صُنْتُهَا
عَنْ أَنْ تُبَاعَ فَقَدْ وَجَدْتُ الْمُشْتَرِي

"مگر میں نے باقی اور محفوظ رکھا اپنی آبرو کو اور میں نے اسے بچائے
رکھا اس امر سے کہ اس کو فروخت کروں، بے شک اب میں نے
تیرے جیسے عظیم خریدار کو پالیا ہے۔"
یعنی میرے چہرے پر نمودار ہونے والے پانی کے وہ آبدار قطرے جن کو کنایہ
کی زبان میں آبرو کا نام دیا گیا ہے۔ جنہیں مدت سے میں نے اپنی نگاہ
میں رکھا تھا اور ہر کلفت میں ان کی حفاظت کی، مگر آج تجھ جیسا پُر
وقار خریدار دیکھ کر اس حسن آبرو کو بیچنا چاہتا ہوں۔
ان اشعار کے بھیجنے کے بعد سائل نے تھوڑا انتظار و توقف کیا اور جانا کہ
دولت کدۂ حسین سے ابھی تک جواب نہیں آیا تو پھر اس نے یہ دو شعر لکھ کر اندر
بھیجے ۔

مَاذَا أَقُولُ إِذَا رَجَعْتُ وَقِيلَ لِي
مَاذَا أَصَبْتَ مِنَ الْجَوَادِ الْمُفْضِلِ

جب میں واپس لوٹوں گا تو لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ تو نے کریم سخی
سے کیا پایا تو میں کیا کہوں گا؟

اِنْ قُلْتُ اَعْطَانِیْ كَذَبْتُ وَاِنْ اَقُلْ
بَخِلَ الْجَوَادُ بِمَا لَهٗ لَمْ يَبْخَسِ

اگر میں کہوں کہ اس سخی نے مجھے عطا کیا ہے تو یہ بات جھوٹی ہوگی۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ حسین سخی نے مال کے ساتھ بخل کیا ہے تو اس بات کا اظہار مناسب نہیں ہے۔

سیدنا امام حسین نے اس سائل کو دس ہزار درہم عطا فرمائے اور اس دیئے ہوؤں کو بہت ہی قلیل شمار کر کے مندرجہ ذیل دو شعر لکھ کر بھیجے۔

عَاجَلْتَنَا فَاَتَاكَ عَاجِلُ بِرِّنَا
قُلًّا وَاِنْ اَمْهَلْتَنَا لَمْ تُقْلِلِ

اے سائل تو نے بہت جلدی کی اور اس جلدی سے ہم سے بہت ہی تھوڑا احسان ہو سکا۔ اگر تو ہمیں مہلت دیتا تو یہ عطا قلیل نہ ہوتی

فَخُذِ الْقَلِيْلَ وَكُنْ كَاَنَّكَ لَمْ تَسْئَلْ
وَنَكُوْنُ نَحْنُ كَاَنَّنَا لَمْ نَفْعَلِ

پس تو اس بہت ہی قلیل کو قبول کر لے اور تو اسے یوں سمجھ کہ تو نے سوال کیا ہی نہیں اور ہم یوں سمجھیں گے کہ ہم نے کچھ عطا کیا ہی نہیں ہے۔

(۵) سعادت الکونین فی فضائل الحسنین میں حضرت مفتی اکرام الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ طبرانی کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور جب آپ نے حجر اسود کا بوسہ لینا چاہا تو لوگوں

لے سعادت الکونین ص ۱۱ مطبوعہ قادری کتب خانہ سیالکوٹ ——

نے آپ کے لیے جگہ فراخ کردی" تاکہ آپ بے تکلف بوسہ لے سکیں۔ فرزدق بن غالب (عرب کا مشہور شاعر) آپ کو عقیدت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ فرزدق سے کسی نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں، تو اس کی زبان سے بے ساختہ اور برجستہ یہ شعر نکلا۔ ؎

هٰذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ شخص ہے جسے بطحا (مکہ، مدینہ)، بیت اللہ اور حل و حرم سب جانتے ہیں۔ [۱]

◎ فصول المہمہ کے حوالے سے سعادت الکونین میں مرقوم ہے کہ امامین حسنین کریمین کے درمیان اتفاق سے کسی بات پر ناچاقی کی صورت پیدا ہوگی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن کی خدمت میں عرض کیا کہ بھائی جان میں آپ کو راضی کرنے اور اپنی غلطی کی معافی کے لیے ضرور پہل کرتا۔ مگر میں نے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے کہ جو شخص رنجیدہ کو راضی کرے اور معافی مانگنے میں پہل کرے وہ اس سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ پس میں نہیں چاہتا کہ جنت میں داخلے کے سلسلے میں آپ سے سبقت لے جاؤں اور آپ کی بزرگی پر خود کو ترجیح دوں، مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی میری دل جوئی اور خوشنودی کے لیے میرے پاس تشریف لائیں، چنانچہ یہ سنتے ہی امام حسن تشریف لائے اور ایک دوسرے کو تسلی د

---

[۱] سعادت الکونین صفحہ ۱۰ مطبوعہ قادری کتب خانہ سیالکوٹ۔
(دیگر کتب میں فرزدق کا یہ شعر امام زین العابدین سے متعلق ہے۔)

تشفی میں مشغول ہو گئے۔[1]

گلدستہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن امام حسین کی خدمت میں آپ کی لونڈی نے پھولوں کا ایک خوبصورت اور نازک دستہ پیش کیا۔ آپ نے اس گلدستے کو سونگھ کر اس لونڈی کو آزاد فرما دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ نے اس ادنیٰ گلدستے کے عوض بیش قیمت کنیز کو آزاد فرما دیا۔ آپ نے جواباً کہا کہ اے انس کیا آپ نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک اور مقدس کلام میں فرماتا ہے ـــ وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا[2] ـــ پس اس سے بہتر تحفہ یہی تھا کہ میں اس کو خدا کی رضا کے لیے آزاد کر دوں۔[3]

◎ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ "احوال ائمہ اثنا عشر" میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن دستر خوان پر کھانا کھانے کے لیے تشریف فرما تھے اور خادمہ پانی کا بھرا ہوا پیالہ ہاتھ میں لیے ہوئے آپ کے سر اقدس کی طرف کھڑی ہوئی تھی۔

---

[1] سعادت الکونین صفحہ ۹۲۔

[2] پارہ ۵ سورۃ نساء آیت نمبر ۸۶۔ (ترجمہ:۔ اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب میں کہو۔

[3] سعادت الکونین صفحہ ۹۳۔

اتفاقاً اس کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ کر گر پڑا اور ٹوٹ گیا۔ امام حسینؑ نے غصّے کی نظر سے اس کی طرف دیکھا خادمہ نے کہا ـــــ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ ـــــ "پرہیزگاروں کی پہچان یہ کہ وہ" (ضبط کرنے والے ہیں غصّہ کو) حضرت نے فرمایا ـــــ كَظَمْتُ غَيْظِي ـــــ (میں نے اپنے غصّہ کو ضبط کر لیا)، خادمہ نے یہ کریمانہ انداز دیکھا تو فوراً آیت کا دوسرا ٹکڑا تلاوت کیا: ـــــ "وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ" ـــــ (اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے) آپ نے فرمایا ـــــ عَفَوْتُ عَنْكِ ـــــ میں نے تجھے معاف کر دیا اور تیری اس غلطی کو نظر انداز کیا ـــــ خادمہ نے آیت مبارکہ کا تیسرا حصّہ تلاوت کیا ـــــ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[۱] (اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے احسان کرنے والوں سے)، سیدنا امام حسینؑ نے فرمایا میں نے خدا کے لیے تجھے آزاد کیا۔[۲]

---

[۱] پارہ ۴ سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴۔

[۲] سعادت الکونین ص ۹۳۔

شہزادہ خیر المِلَل

گزشتہ عشق ہی حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ جو حکیم الامت کے لقب سے ملقب ہیں نے سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و منقبت میں کچھ اشعار لکھے ہیں، جن میں اہلِ محبت کے لیے اسرار و رموز اور کیف و سرور کی ایک پوری کائنات موجود ہے —— لکھتے ہیں ——

(۱) —— آں امامِ عاشقاں پورِ بتولؓ
سروِ آزادے ز بستانِ رسولؐ

"وہ عاشقوں کا امام، سیدہ فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا کا بیٹا اور باغِ رسولؐ کا ایک آزاد سرو۔"

(۲) —— اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر !
معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

اللہ اللہ باپ (یعنی علی مرتضیٰؓ) تو بسم اللہ کی "ب" اور بیٹا (یعنی امام حسینؓ) ذبحِ عظیم کا مطلب ٹھہرے"

علامہ سلیمان قندوزی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن طلحہ حلبی شافعی کی کتاب الدر المنظم کے حوالے سے ینابیع المودۃ میں لکھا کہ مولا علی کا فرمان ہے ——
اِعْلَمُوْا اَنَّ جَمِیْعَ اَسْرَارِ الْکُتُبِ السَّمَاوِیَّۃِ فِیْ

القرآن ـــ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام آسمانی کتابوں کے راز قرآن مجید میں موجود ہیں ـــ وَجَمِيعُ مَا فِي الْقُرْآنِ فِي الْفَاتِحَةِ ـــ اور تمام قرآن کے علوم و اسرار سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔ ـــ وَجَمِيعُ مَا فِي الْفَاتِحَةِ فِي الْبَسْمَلَةِ ـــ اور فاتحہ کا تمام علم بسم اللہ شریف میں موجود ہے ـــ وَجَمِيعُ مَا بِسْمَلَةِ فِي بَاءِ الْبَسْمَلَةِ ـــ تمام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "کا علم بسم اللہ کی" ب " میں موجود ہے ـــ وَجَمِيعُ مَا فِي بَاءِ الْبَسْمَلَةِ فِي النُّقْطَةِ الَّتِي هِيَ تَحْتَ الْبَاءِ ـــ اور تمام باء بسم اللہ کا علم "ب" کے نقطہ میں موجود ہے" ـــ مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ـــ أَنَا النُّقْطَةُ الَّتِي تَحْتَ الْبَاءِ ـــ میں یہ نقطہ ہوں جو بسم اللہ شریف کے "ب" کے نیچے موجود ہے۔[1]

◎ ـــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ ایک چاندنی رات کو حضرت مولا علی نے نماز عشا کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بقیع کی طرف لے گئے اور فرمایا اے عبداللہ پڑھو! حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی تلاوت کی ـــ فَتَكَلَّمَ لِي فِي أَسْرَارِ الْبَاءِ إِلَى بُزُوغِ الْفَجْرِ ـــ پس آپ مجھے صبح کے طلوع ہونے تک، بائے بسم اللہ کے رموز و اسرار سے آگاہ فرماتے رہے۔[2]

◎ ـــ یہ ارشاد بھی آپ کا ہے ـــ سَلُونِي عَنْ أَسْرَارِ

---

[1] ینابیع المودۃ باب الرابع العشر ج اول ص ۶۸ مطبوعہ بیروت - لبنان۔

[2] ینابیع المودۃ باب الرابع العشر ج اول ص ۶۸ مطبوعہ بیروت۔ لبنان۔

الغُیُوبِ فَاِنِّیْ وَارِثُ عُلُوْمِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ___ مجھ سے چھپے ہوئے راز پوچھو میں انبیاء اور رسولوں کے علوم کا وارث ہوں۔[1]

علامہؒ کے شعر کے پہلے مصرع کا اشارہ ان حقائق کی طرف ہے۔ جو اوپر لکھے گئے اور مولا علیؑ کو "بائے بسم اللہ" انہی اقوال کی روشنی میں لکھا۔ مصرع ثانی میں حسینؑ کو ذبح عظیم لکھا وہ اس آیت جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام فدیہ کے بارے میں نازل ہوئی کی طرف اشارہ ہے ___ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ[2] ___ بعض صوفیائے عظام کے اقوال کے مطابق ___ ذبح عظیم سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے شہادتِ حسینؑ کو نہایت اور اسماعیل کو اس سلسلہ کی ابتداء کہہ کر ذکر کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیل

اور کبھی اسماعیل کی قربانی کو اجمال اور شہادت حسین کو اس اجمال کی تفصیل سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۳) ___ بہر آں شہزادہ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل

---

[1] ینابیع المودۃ باب ۱۴ الرابع عشر جلد اول ص ۷۰ مطبوعہ بیروت۔ لبنان۔

[2] سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۰۷۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دیکر اسے بچا لیا۔

تمام بلتوں سے بہتر شہزادے کے لیے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کندھا مبارک کتنی اچھی سواری ہے۔

داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم کتاب کشف المحجوب میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھٹنوں پر جھکے ہوئے چل رہے تھے اور امام حسین ؓ ان کی پشت پر سوار تھے اور رسی کا ایک سرا ان کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا سرا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ مبارک میں تھا حضرت عمرؓ نے کہا! اے ابو عبداللہ "حسین" کیا عمدہ سواری پائی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا، اے عمرؓ یہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے [1]

علامہ کے شعر میں اسی روایت کی طرف اشارہ ہے۔

۴ — سُرخ رُو عشقِ غیور از خونِ اُو!

شوخیِ ایں مصرع از مضمونِ اُو

اس مصرع کی شوخی اس مضمون سے ہے کہ عشق غیور آپؓ کے خون سے سُرخ رُو ہو گیا۔

۵ — درمیانِ اُمت آں کیواں جناب

ہمچو حرفِ قُلْ ھُوَ اللہ در کتاب۔

"امام حسینؓ اُمت میں اس طرح ممتاز ہیں جس طرح قُلْ ھُوَ اللہ قرآن پاک میں ممتاز ہے"

سورۂ اخلاص کو سورۂ توحید کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ توحید۔

---

[1] کشف المحجوب مترجم۔ صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

اسلام اور شرک کے درمیان ایک امتیاز ہے جیسے اسلام اور نفاق کے درمیان ایک امتیاز ہے۔ سورہ اخلاص کی تین مرتبہ تلاوت سے تمام قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے اور حسین کی محبت ایمان کی لذتوں سے سرشار کرتی ہے۔

(۶) موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید

این دو قوت از حیات آید پدید

"حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مردود حضرت حسین شہید اور یزید لعین۔ حیات سے یہ دو قوتیں ظاہر ہوتی ہیں۔"

امام حسین اپنے دور میں سنت موسوی پر عمل پیرا تھے اور یزید اپنے دور کا فرعون تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو غرق نیل اور اس کے جبر و ظلم کو تباہ کر دیا۔ حسین نے یزیدیت کو فنا کر دیا اور یزید کو زندہ چھوڑ کر لعنتوں کے سمندر میں پھینک دیا۔

(۷) زندہ حق، از قوت شبیری است

باطل آخر داغ حسرت میری است

حق قوت شبیری سے زندہ ہے اور باطل آخر کار حسرت کا داغ لے کر مرنے والا ہے۔

(۸) خاست آں سر جلوۂ خیر الامم

چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

وہ امت کا سردار قبلہ کے بادل کی طرح جس میں بارش ہو اٹھا۔

(۹) بر زمین کربلا بارید و رفت

لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

کربلا کی زمین پر برسا اور چلا گیا، اور ویرانوں میں اس نے پھول اگائے اور چلا گیا۔"

حضرت علامہ کے طائرِ تخیل کی پرواز دیکھیے کہ سرخیلِ اُمم کو ابرِ قبلہ سے تشبیہ دے کر کتنے لطیف پیرایہ میں ان کی کریمانہ تمکنت کو بیان کیا، اور پھر اس سرزمین کو دیکھیے جس کو طف کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس کی ہولناکیوں کی وجہ سے اسے کربلا کا نام دیا گیا۔ وہاں ریت کے بے ترتیب ٹیلے، بادِ صرصر کے آوارہ تھپیڑے، سموم ہوائیں، بے آب و گیاہ میدان میں پانی کی بوند بوند سے ترسنے والے نے اپنے خون کی بارش برسا کر کس طرح زمینِ کربلا کو لالہ زار میں تبدیل کر دیا۔

(۱۰) تا قیامت قطعِ استبداد کرد
موجِ خونِ اُو چمن ایجاد کرد

اس "امام حسین" نے قیامت تک کے لیے استبداد (یعنی ظلم و جور سے حکومت کرنا) کو کاٹ کر رکھ دیا اور اس کے خون کی موج نے صحراؤں میں گلشن کھلا دیئے۔

(۱۱) بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

"وہ حق و صداقت کے لیے خاک اور خون میں تڑپا اور لا الٰہ الا اللہ کی بنیادوں کو مستحکم کر گیا۔

علامہ اقبال نے یہ شعر سیدی خواجہ غریب نواز معین الدین حسن اجمیری کی اس رباعی سے لیا ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

"حسین شاہ ہے، بادشاہ ہے، حسین دین ہے اور دین پناہ بھی ہے۔ سر راہِ خدا میں دے دیا۔ لیکن یزید پلید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا (بیعت نہ کی)، خدا کی قسم "یہ سچ ہے" کہ حسین بنائے لا الٰہ ہے۔ یعنی لا الٰہ کی بنیادوں کو مستحکم کرنے والا ہے"!
مطلب یہ کہ اگر حسین قربانی نہ دیتے تو دینِ اسلام کو کہیں پناہ نہ ملتی اور اگر حسینؓ شہید نہ ہوتے تو آج کرۂ ارض کے کونے کونے سے یوں حریت کے قافلے نہ نکلتے۔

(۱۲) مدعائیش سلطنت بودے اگر
خود نکردے باچنیں ساماں سفر

اگر آپ کا مدعا سلطنت کا حصول ہوتا تو آپ ایسے سامان سے سفر نہ کرتے۔
یعنی عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں، لاغر کمزوروں اور بوڑھوں کو ساتھ لے کر نہ چلتے۔

(۱۳) دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعداد
دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد

"آپ کے دشمن تو ان گنت تھے اور آپ کے دوست یزداں کے ہم عدد یعنی (۷۲) تھے۔"

کیا اتنی چھوٹی سی جماعت وہ بھی بے سروساماں کو لے کر کوئی حصول سلطنت کے لیے جایا کرتا ہے۔

(۱۴) رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

(۱۴) سرِّ ابراہیم و اسماعیل بود
یعنی آں اجمال را تفصیل بود

امام حسین ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا راز یعنی اس اجمال کی تفصیل تھے۔

(۱۵) عزمِ اُو چوں کوہساراں استوار
پائیدار و تند سیر و کامگار

آپ عزم و حوصلہ پہاڑوں کی طرح مضبوط، پائیدار، تند سیر اور کامیاب تھا۔

(۱۶) تیغ بہر عزتِ دین است و بس
مقصدِ اُو حفظِ آئین است و بس

تلوار دین کی عزت کے لیے ہی ہے اور اس کا مقصد آئین دین ہی کی حفاظت ہے۔

(۱۷) ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست

مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا بندہ نہیں اور کسی فرعون کے سامنے اس کا سر گرا ہوا نہیں۔

(۱۸) خونِ اُو تفسیرِ ایں اسرار کرد
ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد

امام حسین کے خون نے ان اسرار و رموز کی تفسیر کی اور سوئی

ہوئی اُمت کو جگا دیا۔

(۱۹) تیغِ "لا" چُوں اَز میاں بیروں کشید
اَز رگِ اربابِ باطل خُوں کشید

جب نیام سے "لا" کی تلوار نکالی تو اہلِ باطل کی رگوں سے خون کھینچ لیا۔

(۲۰) نقشِ اِلّا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

اِلّا اللہ کا نقش صحرائے (کربلا) پر لکھا کہ ہماری نجات کے عنوان کی سطر لکھ ڈالی۔

(۲۱) رمزِ قرآں اَز حُسینؑ آموختیم
ز آتشِ اُو شعلہ ہا اندوختیم

ہم نے حسینؑ سے قرآن کی رمز سیکھی اور آپ کے سوزِ عشق کے شعلے ہم نے جمع کیے۔

(۲۲) شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم اَز یاد رفت

شام کی شوکت، بغداد کی شان چلی گئی اور غرناطہ کا دبدبہ بھی یاد سے نکل گیا۔

(۲۳) تار ما اَز زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ اَز تکبیرِ اُو ایماں ہنوز

ہمارا تار اس کے مضراب سے ابھی تک لرزاں ہے اور اس کی تکبیر سے ایمان ابھی تک تازہ ہے۔

(۳۴) اے صبا اے پیک دُور افتادگاں

اشکِ ما بر خاکِ پاکِ اُو رساں

اے بادِ صبا، اے دُور افتادوں کے قاصد، ہمارے آنسو امام حسینؓ کی پاک خاک پر پہنچا دے۔

حضرتِ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا اشعار کس قدر پُر درد اور عشق و سرور کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بے کنار سمندر دکھائی دیتا ہے۔

ان اشعار میں علامہ نے ان حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے، جن کا تذکرہ احادیثِ رسول میں موجود ہے، اور نواسۂ رسول کی بارگاہ میں نفیس ترین پیرایہ میں گویا عقیدت پیش کی کہ پڑھنے والے پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہر شعر میں محبت کی ایک نئی دُنیا آباد ہے اور یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ حسینؓ کے ذکر میں ایک ایسا انوکھا کیف اور سننے والا ایسا وجد کہ جس سے خفتہ روحانی قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

اور یہ امر بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ حسینؓ کا ذکر رحمت کی فضاؤں میں پرواز کا باعث بنتا ہے۔ حسینؓ کے ذکر سے فضلِ خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں۔ اور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے کرم سے اس شخص کو نوازتے ہیں جو محبتِ حسینؓ کو یاد کرتا ہے اور علماء و مبلغین کی وہ جماعت جو صحابہ کرام کے ذکر کے ساتھ ساتھ حضرتِ سبطینِ رسولؐ کی عظمتوں کے نغمات الاپتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں ہر طرح کی بلندیوں سے نوازا ہے۔

امام حسینؓ کا کلام

سیّدنا امام حسینؓ کے منظوم کلام کو "ابنِ غنم" صاحب کتاب الفتوح نے

نقل کیا ہے کہ یہ اشعار امام نے اس وقت کہے جب ابن زیاد کی فوجوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اور آپ کے ساتھی شہید کر دیئے گئے اور ان سے پانی روک لیا اور آپ کے چھوٹے بچے کو تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے امام حسینؓ نے اپنی تلوار سے بچے کی قبر بنائی اور جنازہ پڑھ کر اسے دفن کیا اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

غدر القوم وقد ما رغبوا

عن ثواب اللہ رب الثقلین

لوگوں نے غداری کی۔ جنوں اور انسانوں کے رب کے ثواب سے روگردانی کی۔

قَتَلُوْا قِدْمًا عَلِیًّا وَابْنَہٗ

حَسَنَ الْخَیْرِ کَرِیْمَ الْاَبَوَیْنِ

انہوں نے حضرت علی اور اس کے نیک بیٹے امام حسنؓ کو قتل کیا، جس کے ماں باپ کریم ہیں۔

حَسَدًا مِنْھُمْ وَقَالُوْا اقْتُلُوْا

نَقْتُلِ الْاٰنَ جَمِیْعًا لِلْحُسَیْنِ

یہ اُن کا حسد تھا اور انہوں نے کہا۔ آؤ اب ہم سب مل کر حسینؓ کو قتل کریں۔

خِیْرَۃُ اللہِ مِنَ الْخَلْقِ اَبِیْ

ثُمَّ اُمِّیْ فَاَنَا ابْنُ الْخَیْرَتَیْنِ

ساری مخلوق سے بہتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا باپ اور میری ماں اور میں دو بہترین ہستیوں کا بیٹا ہوں۔

فِضَّتٌ قَدْ صُفِّيَتْ مِنْ ذَهَبٍ

فَاَنَا الْفِضَّةُ وَابْنُ الذَّهَبَيْنِ

"چاندی سونے سے ظاہر ہوتی ہے، میں چاندی ہوں (اور وہ) دونوں سونا ہیں۔ میں دان دونوں کا بیٹا ہوں۔"

مَنْ لَهُ جَدٌّ كَجَدِّيْ فِي الْوَرٰى

وَكَشَيْخِيْ فَاَنَا ابْنُ الْقَمَرَيْنِ

ساری مخلوق میں میرے نانا جیسا نانا کس کا ہے؟ اور میرے شیخ کریم جیسا کس کا شیخ ہے۔ میں تو شمس قمر کا بیٹا ہوں۔

فَاطِمَةُ الزَّهْرَآءُ اُمِّيْ وَاَبِيْ

قَاسِمُ الْكُفْرِ بِبَدْرٍ وَّحُنَيْنِ

فاطمۃ الزہراء میری ماں ہے اور میرا باپ بدر اور حنین میں کافروں کی تباہی کرنے والا ہے۔

ایضاً

امام عالی مقام علیہ السّلام کے ایک اور طویل قصیدے کے چند اشعار پیش خدمت ہیں جنہیں علامہ شبلنجیؒ نے "الفصول المہمۃ" کے حوالے سے اپنی کتاب "نور الابصار" میں نقل فرماتے ہیں۔

" اَنَا ابْنُ الَّذِيْ قَدْ تَعْلَمُوْنَ مَكَانَهٗ

وَلَيْسَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ طَخَآءٌ

میں اس کا بیٹا ہوں جس کے مقام و مرتبہ کو تم جانتے ہو، واضح حق پر کوئی خفا و پوشیدگی نہیں ہے۔

اَلَیْسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جَدِّیْ وَوَالِدِیْ
اَنَا الْبَدْرُ اِنْ خَلَّ النُّجُوْمُ خَفَاءٌ

کیا اللہ کا رسول میرا نانا اور مرا نہیں ؟ جب ستارے پوشیدہ ہو جائیں تو میں چاند ہوں۔

اَلَمْ یَنْزِلِ الْقُرْاٰنُ خَلْفَ بُیُوْتِنَا
صَبَاحًا وَّمِنْ بَعْدِ الصَّبَاحِ مَسَآءٌ

کیا قرآن ہمارے گھروں میں نازل نہیں ہوا ؟ صبح کے وقت اور صبح کے بعد شام کے وقت۔

یُنَازِعُنِیْ وَاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ
یَزِیْدُ وَلَیْسَ الْاَمْرُ حَیْثُ یَشَآءُ

خدا کی قسم یزید ہمارے ساتھ جھگڑتا ہے، جو وہ چاہتا ہے ایسا کبھی نہ ہو گا۔

(نور الابصار صفحہ ۲۹ امطبوعہ مصر)

مندرجہ بالا اشعار کے اندر ایک خاص قسم کا درد چھپا ہوا ہے۔ یہ درد و آلام میں ڈوبے ہوئے اشعار ملت کے نام پر ایک پیغام چھوڑ گئے ہیں۔ ذرا ان کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ حسین پر چلنے والے مُنہ زور طوفانوں میں کیں قدر تیزی تھی اور ان حالات کی تصویر کشی کرتے ہوئے امام نے ایسا انداز اختیار کیا ہے جس سے اہلِ قلب و نظر کے جگر بھی شگاف ہو جائیں اور دل پارہ پارہ ہو جائیں۔ اور پھر ان اشعار میں جو رنگ فصاحت حسنِ بلاغت، زبان کی سلاست اور بیان کی لطافت ہے اس میں سیدہ فاطمہ کے کلام کا عکس دکھائی دے رہا ہے جو آنا گوندتے وقت علی پاک سے اشعار کے پیرایہ میں گفتگو فرماتی تھیں۔ اور

آپ کے کلام میں مولا علی کی سخن طرازیوں کا رنگ جھلک رہا ہے اور حسن مجتبیٰ جیسا معتدلانہ انداز پایا جاتا ہے۔

شہادت

امام حسین علیہ السلام دس محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک سن ۶۱ ہجری کربلا کے میدان میں ۵۵ سال کی عمر شریف میں یزیدی لشکر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ازواج و اولاد

(۱) شہربانو

آپ ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں عادل، کی بیٹی تھیں۔

نام: آپ کا نام سلافہ[1] اور لقب ،شاہ زنان (یعنی ملکۃ النساء) اور شہربانو تھا۔ سعادۃ الکونین کے حاشیہ "ربیع الابرار" کے حوالے سے مرقوم ہے کہ جب ملک فارس کی لونڈیاں اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں پکڑی ہوئی آئیں تو اُن میں ایران کے آخری حکمران کی بھی تین بیٹیاں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان لونڈیوں کو فروخت کر دو تو حضرت علی نے فرمایا —— ان بنات الملوک لا یعاملن معاملت غیرھن —— حضرت عمرؓ نے کہا پھر کیا کیا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ان پر قیمت لگاؤ۔ چنانچہ جب

---

[1] بعض مؤرخین نے آپ کا نام غزالہ، بعض نے جیدہ اور بعض نے مرہ لکھا ہے۔

قیمت لگادی گئی تو مولا علی نے تینوں کو لے لیا۔ ایک امام حسین کو دی دشہر بانو ان سے زین العابدین پیدا ہوئے۔ ایک ابن عمرؓ کو دی ان سے سالم پیدا ہوئے اور ایک محمد بن ابی بکر کو عطا کی ان سے قاسم پیدا ہوئے۔ یہ تینوں حضرات خالہ زاد بھائی تھے۔

② لیلیٰ

امام حسین کی دوسری زوجہ محترمہ کا نام لیلیٰ بنت مترہ (یا ابی مترہ) بن عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی ہیں۔ ان کے بطن سے امام حسین کے بیٹے علی اکبر متولد ہوئے۔

③ رباب

حضرت امام حسین علیہ السلام کی تیسری زوجہ محترمہ کا نام رباب تھا آپ امراء القیس بن عدی کلبی کی بیٹی ہیں حضرت امام کو اپنی تمام ازواج میں سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور آپ ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرماتے تھے حضرت امام علیہ السلام کے یہ اشعار اس امر کی واضح دلیل ہیں آپ کو حضرت رباب سے بے پناہ محبت تھی۔ فرماتے ہیں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا
تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ
كَاَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُوْلٌ بِلَيْلٍ
اِذَا زَارَتْ سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ

جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوں تو رات

اتنی لمبی نظر آتی ہے کہ دوسری رات مل گئی!

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت امام پاک کو اپنی بیٹی سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ جناب رباب سے بہت زیادہ محبت تھی۔ حضرت سکینہ اور علی اصغر انہی کے بطن سے پیدا ہوئے

حضرت رباب کو امام علیہ السلام کے ساتھ جو والہانہ عقیدت و محبت تھی اس کا اندازہ حضرت رباب کے ان شعروں سے لگایا جا سکتا۔ آپ نے واقعہ کربلا کے بعد اپنے عظیم شوہر نواسہ رسول کی جدائی پر درد میں ڈوبے ہوئے جو اشعار کہے وہ اس طرح ہیں۔ فرماتی ہیں۔

اِنَّ الَّذِی کَانَ نُوراً یُستَضَاءُ بِہٖ

بِکَربَلَا قَتِیلَ غَیرَ مَدفُونٖ

وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا وہ کربلا میں مقتول پڑا ہے اسے کسی نے دفن بھی نہیں کیا۔

قَد کُنتَ لِی جَبَلاً صَعباً اَلُوذُ بِہٖ

وَکُنتَ تَصحَبُنَا بِالرَّحِمِ وَالدِّینِ

آپ کی ذات ستودہ صفات میرے لیے ایک ایسی بلند پہاڑ کی چوٹی تھی میں جس کی پناہ میں اور آپ کا برتاؤ رحم اور دین تھا۔

مَن لِلیَتَامیٰ وَمَن لِلسَّائِلِینَ وَمَن

یُغنِی وَیَاوِی کُلَّ مِسکِینٖ

اب باقی کون رہ گیا ہے جس کے دامن میں مسکینوں یتیموں اور فقیروں کو پناہ ملے گی۔ اب غریبوں کا کون ہے؟

وَاللّٰہِ لَا اَبْتَغِیْ صِہْرًا بِصِہْرِکُمْ
حَتّٰی اُغَیَّبَ بَیْنَ الرَّمْلِ وَالطِّیْنِ

آپ سے اس نسبت وقرابت کے بعد اب کسی قسم کی کوئی خوشی پسند نہ کروں گی۔ حتیٰ کہ مٹی اور ریت میں دفن نہ ہو جاؤں۔

④ اُمّ اسحاق

سیدنا امام حسین کی چوتھی زوجہ محترمہ اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں ان کے والد گرامی حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور ان کے بطن سے حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں۔

⑤ قضاعیہ

سیدنا امام حسین علیہ السلام کی پانچویں بیوی حضرت قضاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں آپ قبیلہ بنو قضاعیہ سے ہیں۔ اور اسی نسبت کے اعتبار سے قضاعیہ ہی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان کے بطن سے امام حسینؓ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جعفر ہے۔

صاحبزادے

① علی زین العابدین

یہ امام عالی مقام کے عالی مرتبت صاحبزادے ہیں۔ زین العابدین اور سجاد کے القاب سے مشہور ہیں۔ کربلا میں موجود تھے۔ لیکن سخت بیمار تھے

اسی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر
شریف ۱۱ یا ۲۳ سال تھی۔ امام حسینؓ کے صاحبزادوں میں صرف آپ ہی واپس
مدینہ منورہ تشریف لائے آپ کی والدہ حضرت شہربانو ہیں۔

② علی اکبر

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ امام حسین دوسرے صاحبزادے ہیں شبیہ
رسول کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت مرہ بعض نے ابی مرہ
لکھا ہے اٹھارہ سال کی عمر میں کربلا معلیٰ میں شہید ہوئے۔

③ علی اصغر

حضرت علی اصغرؓ چھ ماہ کی عمر میں اپنے والد امام حسین کی گود میں کربلا
میں شہید ہوئے ان کی والدہ کا نام حضرت ربابؓ ہے۔

④ عبداللہ

ایک روایت کے مطابق امام حسینؓ کے ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا
جو کربلا میں خیمہ کے سامنے اپنے باپ کا ہاتھ تھامے کھڑے تھے کہ دشمن کا
تیر آ کر لگا، جس سے خیمہ کے سامنے گر کر شہید ہو گئے۔

⑤ جعفر

امام حسین کے ایک بیٹے کا نام جعفر ہے۔ ان کی ماں قضاعیہ تھیں۔ یہ امام
کی حیات ہی میں چھوٹی عمر میں ہی مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے تھے۔ ان

وفات کے کئی سال بعد واقعہ کربلا پیش آیا۔

(۹) محمدؓ

بعض کتابوں میں امام کے ایک بیٹے کا نام محمد ہے۔ جو حضرت امام حسین کی حیاتِ ظاہری میں ہی وفات پا گئے تھے۔ (واللہ اعلم)

صاحبزادیاں

(۱) فاطمہ صغریٰؓ

امام حسین کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ ہیں ان کی والدہ کا اسم گرامی اُمّ اسحاق ہے ان کا نکاح حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسنؑ کے ساتھ ہوا۔

(۲) سکینہؓ

حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا امام حسین کی چھوٹی صاحبزادی تھیں واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر ۴ سال تھیں۔ ان کی والدہ کا نام رباب ہے۔

(۳) زینبؓ

بقول علامہ محب طبری امام کی تیسری صاحبزادی کا نام زینب ہے۔ غالباً انہی کو فاطمہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

نوٹ

علامہ حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ذخائر عقبیٰ میں لکھا ہے کہ:

وُلِدَ لَهُ سِتُّ بَنِينَ وَ ثَلَاثُ بَنَاتٍ عَلِيُّ الْاَكْبَرُ وَ سْتُشْهِدَ مَعَ اَبِيْهِ وَ عَلِيُّ نِ الْاِمَامُ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ وَ عَلِيُّ نِ الْاَصْغَرُ وَ مُحَمَّدٌ وَ عَبْدُ اللّٰهِ الشَّهِيْدُ مَعَ اَبِيْهِ وَ جَعْفَرٌ وَ زَيْنَبُ وَ سَكِيْنَةُ وَ فَاطِمَةُ۔

"امام حسین کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے اور تین بیٹیاں۔ علی اکبر اور وہ اپنے باپ امام حسین ؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور علی امام زین العابدین، علی اصغر، محمد اور عبداللہ جو اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے۔ جعفر، زینب، سکینہ اور فاطمہ۔"

یزید پلید

لعین

کثافت اور جہالت کا یہ پیکر ظلم کا بانی
شقی ازلی، کمینہ، تند خو، غول بیابانی

سمٹ کر ساری دنیا کی نحوست اس میں آئی تھی
کہ شیطان لعین نے خود یزید کی شکل پائی تھی

یہ بدکردار، ناہنجار، کج گفتار، دیوانہ
نشاط و عیش کا پتلا، غم عقبیٰ سے بیگانہ

نہ عالم تھا، نہ فاضل تھا، نہ حافظ تھا، نہ قاری تھا
فقط اک بادہ کش، شاعر تھا، بزدل، شکاری تھا[1]

سیدنا امام حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور عظمت و شان کو احادیث کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں آپ دیکھ چکے۔ اب فاجروں کے امام و پیشوا یزید پلید کے بارے میں اور اس کے گندے کردار کو بصیرت کی آنکھوں سے دیکھیں اور غور کریں کہ ایسا شخص خلیفہ تو ایک طرف وہ انسان کہلانے کا بھی حقدار نہیں۔

یزید پلید

یزید کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب

---

[1] نادم صابری۔

بن امیہ بن عبد مناف۔

کنیت ــــ ابو خالد ــــ اں ــــ ماں کا نام میسُون ــــ نانا کا نام بحدل[1] کلبی تھا ــــ بے ڈول جسم پر بدزیب قسم کے بہت زیادہ بال تھے یاوہ گوئی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

پیدائش

بقول امام جلال الدین سیوطیؒ ۲۵ یا ۲۶ ہجری میں پیدا ہوا۔

درندگی

علماء نے یزید کی آوارہ طبیعت میں درندگی کے بنیادی عنصر کی ایک وجہ نجد کے صحراؤں میں کچھ عرصہ کے لیے آوارہ گردی کرنا بتائی ہے۔ شکاری کتے پالنا اور شکار کھیلنا، جانوروں کو جانوروں سے لڑانا یہ اس کے مشاغل تھے۔

یزید کی والدہ

یزید کی والدہ جس کا نام میسُون تھا، جو قبول صورت ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی خاصی شاعرہ بھی تھی۔ اور ایک ایسے صحرائی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، جو نہایت مفلسی اور پریشانی کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔

بعض مورخین نے میسُون کے چند ایسے اشعار اپنی کتابوں میں لکھے ہیں جس میں یزید کی ماں نے اپنے شوہر نامدار کو "علج علوق" اور "علج عنیف" سے تشبیہ دے کر مستحسن جذبوں کا اظہار نہیں کیا اور پھر اپنے قبیلے کی غربت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے عجیب عجیب اشعار کہے۔

---

[1] بعض نے بجدل لکھا ہے۔

بعض مصنفین نے ان امور کے تحت افسانوی رنگ بھرنے کی کوشش
کی لیکن ہمارے ہاں ایسی لایعنی باتوں کی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی ایسے پست
جذبوں پر حاشیہ آرائی کی کوئی جگہ ہے۔ ہمارے ہاں فقط عقیدت کے جذبے
ہی محترم ہیں۔

کون یزید؟

وہ یزید جسے خارجی، ناصبی، نجدی اپنا امام و پیشوا تصور کرتے ہیں اور
اسے خلیفہ برحق مانتے ہیں — یہ وہی یزید ہے جو خلافتِ اسلامیہ کی بربادی
کا سبب بنا — جس نے اپنی شخصی حکومت کو قائم رکھنے کے لیے آلِ رسولؐ
کے خون کی ندیاں بہائیں — جس نے بیت اللہ شریف پر حملہ کروایا اور جس کے
لشکروں نے اس کی اجازت سے مدینہ منورہ کی عصمت مآب بیٹیوں کی آبرو
کو تار تار کیا۔ جس کی ہوس ناک طبیعت نے اپنی سوتیلی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی
عزت کو پامال کیا — جس کے فسق و فجور کے چرچے چار دانگِ عالم ہیں۔۔
— یہ وہ یزید ہے جس کے الحاد و بے دینی، ظلم و طغیانی اور جور و جفا کے تذکرے
ہر زبان پر جاری ہیں — کتوں سے کھیلنا، بندروں کے سروں پر سونے کی
ٹوپیاں سجانا اور شکار کھیلنا اس کے محبوب ترین مشاغل حیات تھے —
شراب و شباب اس کی تمام کمزوریوں میں نمایاں ترین کمزوری تھی۔ سنتِ مصطفوی
کو تبدیل کرنے والا یزید گانے والی نوجوان لڑکیوں کے گانے سن کر شراب کی
مستی میں جھوم جھوم کر خرافات بکنے کا بہت زیادہ شوقین تھا، اس کی راتیں بدکاریوں
اور دن ظلم و ستم کے ساتھ گزرتے — اور جس کے ذہن و بدن کا ہر خانہ بدی
اثم کی آگ کے شعلوں سے سلگتا رہتا تھا — جس کے سینے سے خاندان

نبوت کی دشمنی کا دھواں ہر وقت اٹھتا رہتا تھا ۔۔۔ ایسے بدمزاج انسانی بھیڑیئے کو خارجی مولوی اپنا پیشوا، اور مذہبی لیڈر تسلیم کرتے ہوئے رسولؐ کے پاک منبر پر یزید کی گلا پھاڑ کر قصیدہ خوانی بھی کرتے ہیں۔ اور پھر شرماتے بھی نہیں۔

آیئے! اپنے پیارے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم کریں کہ جو یزید خارجیوں کے نزدیک قابلِ ستائش ہے وہ یزید رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کیسا ہے۔

سنّت رسولؐ کو تبدیل کرنے والا

علامہ ابن حجر مکی نے ابویعلیٰ کے حوالے سے حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ۔۔۔ لَا یَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِیْ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۔۔۔ کہ میری اُمت کا امر ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا ۔۔۔ حَتّٰی یَکُوْنَ اَوَّلُ مَنْ یَثْلِمُہٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ ۔۔۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے بنو اُمیہ کا ایک شخص اسے توڑے گا ۔۔۔ یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ [1] ۔۔۔ جس کا نام یزید ہوگا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ۔۔۔ یَقُوْلُ اَوَّلُ مَنْ یُّبَدِّلُ سُنَّتِیْ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ ۔۔۔ کہ سب سے پہلے جو شخص میری سُنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ سے یزید [2]

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۱، صواعق محرقہ ۲۲۱۔

[2] الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱۔

کیا جائے گا۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اُمّت کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیاں تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔

اُمّت کی ہلاکت

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ حضورؐ نے فرمایا هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ[1] ـــــ میری اُمّت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

اس حدیث پاک کے ضمن میں عمدۃ القاری، فتح الباری شرح بخاری میں دیگر کتب احادیث اس سے مراد مروان، یزید وغیرہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ـــــ اللّٰھم انی اعوذبك من راس الستين و امارة الصبیان[2] اے اللہ میں ساٹھ سال تک پہنچنے اور نوعمر چھوکروں کے امیر ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔

اس حدیث سے بھی یہی لوگ یزید و مروان وغیرہ مراد ہیں۔

محدثین لکھتے ہیں کہ ـــــ إِنَّ أَوَّلَ هٰؤُلَاءِ الْغِلْمَانِ يَزِيْدُ ـــــ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَإِمَارَةُ الصِّبْيَانِ[3] ـــــ بے شک ان میں سے پہلا یزید ہے، جس طرح حضرت

---

[1] بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۰۴۷ کتاب الفتن مطبوعہ اصح المطابع آرام باغ کراچی۔

[2] الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱۔

[3] ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ۱۳ ص ۸ مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۳۰۱ھ۔

ابوہریرہؓ کا قول "ساٹھ ہجری" اور "بچوں کی بادشاہی" اس پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از وقت یہ امر اُمّت پر واضح کر دیا کہ سن ساٹھ ہجری اور چھوکروں کی حکومت دینِ اسلام کے لیے اچھی بات نہ ہوگی۔ اور یہ بات بھی سب پر واضح ہے کہ جتنا نقصان یزید و مروان نے اسلام کو پہنچایا ہے۔ اتنا شاید کفار بھی نہ پہنچا سکے۔ یہ لوگ خلافتِ اسلامیہ کو ملوکیت میں تبدیل نے اور اسلام میں آمریت کا باعث بنے۔

زانی، شرابی یزید

امام جلال الدین سیوطیؒ نے واقدی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہما کی زبانی لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت توڑ دیا "اور اس کی اطاعت سے نکل گئے۔ جب ہمیں اپنے اوپر آسمان سے پتھر برسائے جانے کا خطرہ پیدا ہوا ــــــ اِنَّهُ رَجُلٌ يَنْكِحُ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ، وَالْبَنَاتِ، وَالْأَخَوَاتِ، وَيَشْرِبُ الْخَمْرَ، وَيَدَعُ الصَّلٰوةَ[1] ــــــ کہ وہ شخص "یعنی یزید" اپنی سوتیلی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ ہم بستری کرتا اور شراب پیتا تھا اور تارکِ نماز تھا۔

⊙ علامہ کمال الدین محمد موسیٰ دمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں رقم طراز ہیں ــــــ وَعَابَ يَزِيْدُ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَاللَّعِبِ بِالْكِلَابِ وَالتَّهَاوُنِ بِالدِّيْنِ[2] ــــــ اور یزید میں شراب پینے اور

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی، صواعق محرقہ ۱۳۱۔

[2] حیاۃ الحیوان جلد اول ص ۸۰ مطبوعہ مطبعۃ امیر قم ایران۔

کُتوں کے ساتھ کھیلنے اور دین رسول کے ساتھ مذاق کرنے کے قبیح عیب پائے جاتے تھے۔

تَہَاوُن، کے معانی، مذاق کرنے، ذلیل کرنے، حقیر جاننے، ہیچ تصور کرنے اور زعم کرنے کے ہیں۔

خیال رہے کہ جو شخص اپنی سوتیلی ماؤں بہنوں —— اور بیٹیوں کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کرتا ہو۔ شراب بھی پیتا ہو، تارک نماز بھی ہو دینی حدود سے تجاوز بھی کرتا ہو، اور دین مصطفےٰ کو حقیر و ہیچ تصور کر کے اس سے بغاوت کی حد تک مذاق کرتا ہو۔ ایسے شخص کو امیر المومنین، خلیفہ برحق اور پیدائشی جنتی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو یزید کی طرح خود بھی ظالم ہوں۔ یزید کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے والے جب خود کو توحید پرست، موحد اور شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ ہونے کا دعوے کرتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اُن کے سینوں سے بغض آلِ رسُول کا اُٹھتا ہُوا دھواں عام مسلمانوں کو بھی نظر آجاتا ہے

یزید کیسا تھا؟

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اِنَّ یَزِیْدَ کَانَ قَدِ اشْتُہِرَ بِالْمَعَازِفِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْغِنَا وَالصَّیْدِ،

کہ یزید اپنے زمانے میں مشہور تھا گانے بجانے شراب پینے اور سیر و شکار کے ساتھ

وَاتِّخَاذِ الْغِلْمَانِ وَالْقِیَانِ وَ الْکِلَابِ وَالنِّطَاحِ بَیْنَ الْکِبَاشِ وَالدِّبَابِ

اور نوعمر لڑکوں اور گانے بجانے والی لڑکیوں اور کتوں کو اپنے پاس جمع رکھتا تھا اور لڑائی کرواتا تھا سینگ والے مینڈھوں

وَالْقُرُوْدِ۔ — سانڈھوں اور بندروں کے درمیان۔

وَمَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يُصْبِحُ فِيْهِ مَخْمُوْرًا — اور ہر صبح وہ نشے میں مخمور رہتا تھا۔

وَكَانَ يَشُدُّ الْقِرْدَ عَلٰى فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ بِحِبَالٍ وَيَسُوْقُ بِهٖ — اور بندروں کو زین کسے گھوڑوں پر رسی سے باندھ کر پھراتا تھا۔

وَيُلْبِسُ الْقِرْدَ قَلَانِسَ الذَّهَبِ وَكَذٰلِكَ الْغِلْمَانَ۔ — بندروں اور نوعمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔

وَكَانَ يُسَابِقُ بَيْنَ الْخَيْلِ — اور گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کراتا تھا

وَكَانَ إِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ عَلَيْهِ۔[1] — اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کا وہ سوگ مناتا تھا۔

البدایہ والنہایہ کی اس عبارت کو ایک بار پھر پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ اس قماش آدمی خلیفہ برحق اور امیر المؤمنین کہلوانے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کے خلاف آواز بلند کرنا سیدنا امام حسین علیہ السلام ہی کا کام ہو سکتا ہے اور آپ نے ایسا کر کے ملت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

کس قدر سنگ دل ہیں وہ لوگ جو امام عالی مقام کو خلافت کا باغی کہہ کر اپنے دلوں کی بھڑاس نکال رہے ہیں اور امام برحق حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اس یزید کی حمایت کر رہے ہیں جو گانے بجانے کا دلدادہ اور بدذوق قسم کا شکاری، شراب کا رسیا تھا۔ کتوں اور گانے بجانے والی بے شرم لڑکیوں اور نوعمر بے ریش لڑکوں کو اپنے قریب رکھنے کا شوقین اور ہر صبح شراب کے نشے میں غرق رہتا تھا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت لبنان۔ سن اشاعت ۱۹۶۶ء۔

لونڈیوں، لڑکوں اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہنا کر مسلمانوں کے بیت المال پر ہاتھ صاف کرتا اور جب کوئی بندر مرجاتا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔

لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد پر جور و جفا کے خنجر چلا کر بیت خوش ہوا اور یہ وہ امور ہیں جن سے اس کے دل میں چھپا ہوا کفر آشکارا ہو گیا۔

آیئے ابو الفداء حافظ ابن کثیر کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں کہ یزید کس کردار کا حامل تھا۔

⊙ یَزِیْدُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ اَکْثَرُ مَا نُقِمَ عَلَیْہِ فِیْ عَمَلِہٖ شُرْبُ الْخَمْرِ وَاِیْتَانِ بَعْضِ الْفَوَاحِشِ[1] ــــــــ یزید بن معاویہ جس کے عمل و کردار میں اکثریت کے ساتھ جو چیز پائی جاتی تھی وہ اس کا شراب پینا اور دیگر برائیوں کا ارتکاب ہے"۔ ــــــــ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

⊙ اِنَّ یَزِیْدَ یَشْرِبُ الْخَمْرَ وَیَتْرُکُ الصَّلٰوۃَ وَیَتَعَدّٰی حُکْمَ الْکِتَابِ[2] ــــــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید شراب پیتا تھا۔ نماز کو چھوڑتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب "قرآن مجید کے احکام" سے تجاوز و بغاوت کرتا تھا (یعنی احکام خداوندی کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی کرتا تھا)۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ امر ذی عقول پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یزید کو اسلام سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہ تھا بلکہ وہ ایک مچلا ہوا رنگین مزاج بدمعاش و عیاش، جنسی مریض و بدقماش، بہت بڑا مکار و فریب کار اور خواہشات نفسانی کا اسیر تھا۔ "وَیَتَعَدّٰی حُکْمَ الْکِتَابِ" کی عبارت سے یہ پتہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲۔

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳۔

چلتا ہے کہ اُسے احکام الہٰی کی بالکل پرواہ نہ تھی وہ نفس کا غلام تھا۔ اسی کی پیروی کرتا اور اسی کے مزاج و عادات میں درندگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ابن رسول کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس سے متعلق علامہ ابن کثیر کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

قتل حسینؓ پر خوش ہوا

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یونس ابن حبیب جرمی نے کہا ہے کہ ــــــ لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زِيَادٍ الْحُسَيْنَ وَمَنْ مَّعَهُ بَعَثَ بِرُؤُسِهِمْ اِلَى يَزِيْدَ فَسُرَّ بِقَتْلِهِ اَوَّلًا وَحَسُنَتْ بِذٰلِكَ مَنْزِلَةُ ابْنِ زِيَادٍ عِنْدَهُ[1] ــــــ جب ابن زیاد نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم کو قتل کیا اور پھر ان کے سروں کو یزید کے دربار میں پیش کیا تو یزید امام کے قتل سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کام سے یعنی قتل حسینؓ سے یزید کے نزدیک عبید اللہ ابن زیاد کا مقام و مرتبہ بلند ہو گیا۔

یعنی یزید کے نزدیک ابن زیاد قتل حسینؓ کے بعد معزز ہو گیا اور انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرا ــــــ یزید نے کس حسین کے قتل کی خوشی منائی۔ یہ وہی حسین ہے: جسے اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بیٹا فرمایا ــــــ اور ــــــ فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں ــــــ جسے جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ــــــ یہ وہی حسین ہے ــــــ جس کی گردن کو مصطفےٰ کریم نے کئی مرتبہ چوما اور اپنے کاندھوں پر کئی بار سوار کیا ــــــ حسین ــــــ جس کے رونے سے حضور کو تکلیف ہو ــــــ حسین جس کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ اور جس کا دشمن حضور کا دشمن ہے اس حسین کی شہادت

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۳

پر خارجیوں اور ناصبیوں کا امیر خوشی منا رہا ہے۔ اور اس کے پیروکار سرزمین عرب و عجم پر اس عظیم مجاہد پر تبرا بازی کر رہے ہیں، جس نے ظلم و جور کے خلاف آواز اٹھا کر اللہ کے حضور اپنی اور اپنی اولاد کی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اکسٹھ ہجری کی بلاخیزیوں کا مقابلہ کیا۔ یہ وہ خطرناک دور تھا۔ جس کی اطلاع قبل از وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو مرحمت فرمائی۔ چنانچہ اسی دور کے بارے میں ایک حدیث جسے علامہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ

(۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ـــــ یَکُوْنُ خَلْفٌ مِّنْ بَعْدِ سِتِّیْنَ سَنَۃً اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ثُمَّ یَکُوْنُ خَلْفٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ ـــــ کہ ساٹھ ہجری کے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوت کی پیروی کریں گے ـــــ اور پھر ان کے ختم ہو جانے کے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــــ وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ ثَلَاثَۃٌ مُّؤْمِنٌ وَّمُنَافِقٌ وَّفَاجِرٌ[1] ـــــ یعنی قرآن پاک تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں۔ مومن، منافق اور فاجر" ـــــ حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ولید سے دریافت فرمایا ـــــ وہ تین کس طرح کے لوگ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا ـــــ کہ منافق وہ ہے جو قرآن پڑھ کر اس کا انکار کر دے ـــــ اور فاجر وہ ہے

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۰۔

جو قرآن پڑھے لیکن اس پر عمل نہ کرے ــ اور مومن وہ ہے جو اس پر ایمان رکھے۔ (اور عمل بھی کرے)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر قرآن پڑھنے والا سچا نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے مختلف فرقے اعتقادی اعتبار سے پچھے نہیں بلکہ فسق و فجور کی دنیا بسانے والے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر زمین کے اندر فساد برپا کرنے والے ملت اسلامیہ کے دشمن ہیں اور ان میں سب سے نمایاں الستط جبری کی ظلم سے ابتدا کرنے والا یزید ہے۔ جسے اہل دین اپنی جماعت سے خارج تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی امر کے حوالے سے ایک ایسا شعر دیکھیں جو اس زمانے میں ترنم کے ساتھ آواز بلند محفلوں میں پڑھا جاتا تھا۔ شعر اور اس کی روایت اس طرح ہے

⊙ ــ کہ زبیر بن بکار نے عبدالرحمٰن بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا

لَسْتَ مِنَّا وَلَيْسَ خَالُكَ مِنَّا

يَا مُضِيعَ الصَّلَوَاتِ لِلشَّهَوَاتِ [1]

(اے یزید) نہ تو ہم میں سے ہے اور نہ تیرے ننھیال (نانے کے گھرانے والے) ہم میں سے ہیں۔ اے شہوتوں کے لیے نمازوں کو ضائع و برباد کرنے والے۔

ناظرین! دیکھا آپ نے یہ ہے یزید! جو خارجی ناصبی اور نجدی خیالات کے حاملین کا پیشوا جس پر شہوت کا بھوت اتنی شدت کے ساتھ سوار تھا کہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۱۔

وہ شراب کے نشے میں غرقاب ہو کر دینی احکام سے بے خبر ہو جاتا تھا اور اس کی شراب پینے کی عادات سے بچہ بچہ واقف تھا۔ چنانچہ جب اس کی شراب نوشی اور دیگر غلیظ عادات کا اس کے والد بزرگوار کو پتہ چلا تو انہوں نے یزید کو نرم الفاظ میں سمجھانے کی کوشش فرمائی ـــــ روایت اس طرح ہے جسے علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابن عائشہ نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے ـــــ كَانَ يَزِيدُ فِي حَدَاثَتِهِ صَاحِبَ شَرَابٍ، يَأْخُذُ مَأْخَذَ الْأَحْدَاثِ ـــــ "یزید بچپن میں بھی شراب پیتا تھا۔ اور پیشاب کی جگہ ہاتھ میں پکڑے رکھتا تھا ـــــ جس پر اس کے والد گرامی نے اسے کہا ـــــ اے بیٹے ـــــ وَيَشْمَتُ بِكَ عَدُوُّكَ وَيَسُوءُ بِكَ صَدِيقُكَ بِهِ ـــــ (ان غلیظ حرکتوں کی وجہ سے) "تیرا دشمن تجھے گالیاں دیتا ہے اور تیرا دوست تجھے برا جانتا ہے۔ یعنی غلیظ تصور کرتا ہے" ـــــ (علماء کرام (یاخذ ماخذ الاحداث) کے معنی خود لسانیات کی کتب میں دیکھ لیں، میں کتاب آل رسول میں غلاظتیں بھرنا نہیں چاہتا)

واقعہ حرّہ

واقعہ حرہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں یزیدی لشکر نے مدینۃ الرسول میں خون کی ندیاں بہا دیں اور بارہ ہزار چار سو ستانوے (۱۲۴۹۷) صحابہ کرام، انصار و مہاجرین، تابعین وحفاظ، قریش و اہل مدینہ شہید ہوئے۔ مدینے کی عصمت

۱؎ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۱ -

مآب خواتین کی عزتوں کو پامال کیا گیا۔ اور مدینہ منورہ کی ایک ہزار باکرہ امن عورتوں نے زنا بالجبر کے نتیجہ میں ناجائز بچے جنے۔ یزیدی لشکر کے گھوڑے مسجد نبوی میں تین دن تک لید اور پیشاب کرتے رہے۔

حرّہ

حرہ کہتے ہیں پتھریلے بنجر علاقے کو یعنی ایسا علاقہ جو سیاہ لاوے سے ڈھکا ہوا ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہو گویا اسے آگ سے جلا دیا گیا ہے۔ ایسے علاقے خاص طور پر حوران[1] کے مشرق میں پائے جاتے ہیں اور وہاں سے لیکر مدینے شریف تک پھیلے ہوئے ہیں، یہ حرہ جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ مدینہ منورہ کے باغات میں سے ہوتا ہوا شہر کی شمال مشرقی جانب میں پھیلا ہوا ہے۔ جسے حرہ واقم بھی کہتے ہیں۔ چونکہ مقام حرہ پر یزیدی لشکر کے سپہ سالار نے اپنا خیمہ نصب کیا تھا جس کی وجہ سے اس ظالمانہ جنگ کو جنگ حرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

واقعاتِ حرّہ

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ نے اپنی کتاب "جذب القلوب" جو مدینہ شریف کے بارے میں ایک خوبصورت تاریخی کتاب ہے، میں درج واقعہ حرہ کا خلاصہ اس طرح ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد مسلمان بالخصوص

---

[1] حوران دریائے اُردن کے پار ایک ضلع کا نام ہے۔ خاص حوران، جبل حوران اور اس کے ساتھ النقرہ کے میدان پر مشتمل ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۸ صفحہ ۱)

اہل مدینہ یزید پلید سے نفرت کرنے لگے اور رفتہ رفتہ اس کے افعال شنیع و قبیح لوگوں پر آشکارا ہونے لگے۔ اور اس کے ظلم و ستم کی داستانیں پھیلنے لگیں۔

شہادت حسینؓ بن علی سلام اللہ علیہما کے بعد یزید کے زمانۂ حکومت میں جو واقعات ہوئے وہ نہایت ہی قبیح ہیں۔ ان میں ایک واقعہ حرہ بھی ہے اس کو "حرہ زہرہ" بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ طیبہ سے ایک میل دور ایک مقام کا نام ہے۔ حضور علیہ السلام نے قبل از وقت اس واقعہ کی خبر دے دی تھی واقدی کی کتاب "حرہ" کے حوالے سے ایوب بن بشیر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ دوران سفر جب حرہ کے مقام پر پہنچے تو کھڑے ہو کر آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ، پڑھی صحابہ کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا! اس مقام حرہ میں میرے صحابہ کے بعد اُمت کے بہترین اُمتی قتل کیے جائیں گے

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تورات میں ہے کہ مدینہ منورہ کے مشرقی سنگستان میں اُمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ایسے لوگ جام شہادت نوش فرمائیں گے۔ جن کے چہرے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہت زیادہ بارش ہوئی اور حضرت اپنے دوستوں کے ہمراہ برائے سیر و تفریح مدینہ شریف کے اطراف میں نکلے اور جب مقام حرہ پر پہنچے تو اس کی ہر جانب پانی کی ندیاں بہتی دیکھیں، کعبؓ احبار بھی آپ کے ساتھ تھے انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین خدا کی قسم جس طرح یہ پانی بہہ رہا ہے ایک دن اس وادی میں خون کی ندی بھی اسی طرح رواں ہوگی۔

◎ اہل مدینہ کو جب یزید کی بد اعمالیوں کا علم ہوا تو انہوں نے اعلانیہ یزید

کی مخالفت شروع کر دی اور اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ ۶۳ھ شروع ہوا تو یزید پلید نے عثمان بن محمد نے اہل مدینہ کے باشندوں کو یزید کی بیعت پر دعوت دے کر آمادہ کرے۔ عثمان بن محمد نے اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے سیاسی خانوں میں یہ بات تھی کہ یہ بالآخر وفد یزید کی نیازمندیوں کو دیکھ مرعوب ہو جائے گی۔ اس طرح مدینہ کے لوگ قابو میں آجائیں گے۔ جب وہ وفد واپس لوٹا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ، حضرت منذر وغیرہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، تو یزید کی بے حیائی، بے دینی، شراب نوشی، ممنوعات کے ارتکاب اور کتوں سے کھیلنے کا ذکر کیا۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ یزید کی علانیہ فسق و فساد کے ظاہر ہو جانے کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت کے منکر ہو گئے عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کہا۔ اگرچہ یزید نے مجھے انعام دیا ہے اور میری جاگیر میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن جو خدا کا دشمن اور دائم الخمر ہمیشہ شراب کے نشہ میں مخمور رہنے والا ہے۔ میں نے اس کی بیعت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کر دیا ہے جس طرح اپنی اس دستار کو۔ دوسرا آدمی اٹھا اس نے اپنی جوتیاں پاؤں سے اتار کر یزید کی بیعت توڑ دی۔ یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں سے مقام مجلس بھر گیا۔

⊙ یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو شامیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ان کو مدینہ طیبہ کے حرہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہے کرے۔ اس نے تین روز حرم نبوی کی بے حرمتی کی اسی سبب سے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں اور اس کا وقوع حرہ واقم میں ہوا۔ یہ جگہ مسجد نبوی شریف سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ جو اہل مدینہ شہید ہوئے ان کی تعداد کچھ اس طرح ہے۔

مہاجرین و انصار، علماء و تابعین ــــ ۱۷۰۰ ــــ عوام الناس ــــ دس ہزار
۱۰۰۰ ــــ حافظ قرآن ــــ ۷۰۰ (سات سو) ــــ قریش ــــ ۹۷ ــــ میزان
ــــ ۱۲۴۹۷

اس کے علاوہ بد بخت یزیدیوں نے فسق و فساد اور زنا کو مباح کر دیا۔ یہاں تک کہ ظلم و زنا کے نتیجے میں مدینہ کی عصمت مآب ایک ہزار کنواری بیٹیوں نے ناجائز بچے جنے۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے۔ حضور کے روضہ شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ جس کے متعلق حضور نے فرمایا ہے "رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ"[1] گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے۔

مسلم بن عقبہ جس کو مسرف[2] کہتے ہیں۔ لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر چاہے تو یزید تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو تمہیں آزاد کر دے۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب بلائے یا گناہوں کی طرف بلائے۔ (ماخوذ از جذب القلوب)

⊙ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ یزیدی فوج نے اہل مدینہ کی بے حرمتی اس طرح بھی کی کہ وہ سب ظالم ــــ وَقَعُوْا عَلَی النِّسَآءِ عورتوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس کے نتیجے میں مدینہ کی عزت دار مستورات کو یہ ندامت اٹھانا پڑی ــــ لکھتے ہیں مدائنی نے ابو قرہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہشام بن حسان نے کہا ہے وَلَدَتْ اَلْفُ امْرَأَۃٍ فِیْ تِلْکَ الْاَیَّامِ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ

---

[1] یہ جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

[2] مسرف کہتے انسانی خون کو ارزاں کرنے والا کو (یعنی انسانی خون کو بے دریغ بہانے والا)۔

بَعْدَ وَقْعَةِ الْحَرَّةِ مِنْ غَيْرِ زَوْجٍ [1] ـــــ اہل مدینہ میں سے واقعہ حرہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچے جنے۔

خیال رہے کہ یہاں علامہ ابن کثیر کی کتاب "البدایہ والنہایہ" کے حوالے سے بیان کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ موجودہ دور کے خوارج نواصب علامہ ابن کثیر کو ثقہ تصور کرتے ہیں اور ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے ناتے ان کا طبعی رجحان بھی کچھ ابن تیمیہ کے تصوراتی مسلک کی طرف ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے یزید لعین کے گھٹیا اور بُرے کردار کو طشت از بام کیا ہے۔

داڑھی کے بال نوچ ڈالے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزیدیوں نے نہایت بیہودانہ حرکت کی اور اپنی کمینگی کا اظہار آپ کی ریش مبارک نوچ کر کیا۔ جذب القلوب میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کی داڑھی مبارک جڑ سے نوچی ہوئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ اپنی ریش مبارک سے کھیلا کرتے تھے کہ بال ندارد ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اہل شام (یزیدی لشکر) کا مجھ پر جو ظلم ہوا ہے۔ یہ اس کے آثار ہیں اور اس کا تعلق واقعہ حرہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ یزیدی فوج کا ایک گروہ میرے گھر میں گھس آیا اور جو کچھ گھر میں مال و متاع موجود تھا سب کچھ لوٹ کر لے گئے اور اس کے بعد ایک اور گروہ گھر میں گھس آیا اور جب گھر میں کوئی چیز نہ پائی تو ان لوگوں کے سینوں میں غصے کی آگ بھڑک

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ص ۲۲۱۔

اٹھی۔ کہنے لگے کہ بڈھے کو بلاؤ، چنانچہ ان لوگوں نے باری باری میری داڑھی کا ایک ایک بال اکھیڑنا شروع کیا اور اب یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

(جذب القلوب)

روضۂ رسول میں اذان واقامت

حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ جب جنگ حرہ ہوئی۔
— لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا
— کہ تین دن تک مسجد نبوی میں اذان واقامت نہ ہوئی۔ — اور حضرت سعید ابن مسیب مسجد سے جدا نہ ہوئے۔ وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1] — اور نماز کے وقت کا پتہ نہ چلتا تھا مگر ایک ہلکی سی آواز کے ذریعے سے جس کو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے سنا کرتے تھے (یعنی نماز کے وقت اقامت واذان کی آواز)

◎ علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی علامہ ابن جوزی کی سند کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ حرہ کی راتوں میں میرے سوا دوسرا کوئی شخص مسجد نبوی میں نہ تھا۔ اہل شام جب مسجد میں آتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ دیوانہ بڈھا یہاں کیا کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نماز کا کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جو میں اذان واقامت کی آواز روضۂ رسول سے نہ سنتا ہوں۔ اور پھر میں اذان واقامت سے نماز ادا کرتا تھا اور کوئی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۰ باب الکرامات فصل ثانی۔

شخص میرے ساتھ مسجد میں نہ ہوتا تھا۔ (جذب القلوب)

⊙ محقق عظیم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں یزید کے پیرو کاروں کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہوسکتا ہے اور مسلمانوں کا اجماع اس پر کس طرح واجب آتا ہے۔ جب کہ اس وقت کے صحابہ کرام اور صحابہ کی اولاد جو بھی اس وقت موجود تھی اس کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں چند لوگ اس کے پاس شام میں جبر و کراہ سے پہنچائے گئے تھے۔ مگر یزید کے ناپسندیدہ اعمال کو دیکھ کر واپس مدینہ چلے آئے۔ اور عارضی بیعت کو فسخ کر دیا اور ان لوگوں نے برملا کہا کہ وہ خدا کا دشمن ہے، شراب نوش ہے، تارک الصلوٰۃ ہے، زانی ہے، فاسق ہے، محارم (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔

⊙ شیخ محقق نے بعض لوگوں کی اس رائے کو مردود و باطل کہا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یزید امام حسینؓ اور اہل بیت کے قتل کا ذمہ دار نہیں اور نہ اس نے قتلِ حسین کا حکم دیا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ رائے مردود اور باطل ہے کیونکہ یزید کی اہل بیت سے عداوت اور اہل بیت کی اہانت کے واقعات تواتر کے ساتھ اس سے سرزد ہوتے رہے۔

⊙ ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتلِ حسین دراصل گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے مومن کا قتل ناحق گناہ کبیرہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ کفر میں نہیں آتا مگر لعنت تو کافروں کے لیے مخصوص ہے۔ شیخ محقق نے ایسی رائے کا اظہار کرنے والوں پر افسوس کا اظہار فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ لوگ حضور علیہ السلام کے کلام سے بھی بے خبر ہیں۔ کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور انہیں تکلیف

پہنچانا اور ان کی توہین کرنا، رسولِ کریم کو تکلیف پہنچانے کا باعث ہے۔ فرماتے ہیں
کیا اہانتِ رسول اور عداوتِ رسول کفر و لعنت کا سبب نہیں ہے اور یہ بات
کیا جہنم کی آگ میں پہنچانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے
اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝

ترجمہ: "وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں یقیناً
دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے لیے دردناک
عذاب مقرر کیا ہے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے رقمطراز ہیں
کہ علمائے سلف اور مشاہیر اُمت میں سے بعض نے جن میں امام احمد بن حنبل جیسے
بزرگ شامل ہیں۔ یزید پر لعنت کی ہے۔ علامہ ابن جوزی جو شریعت اور حفظِ سُنت
میں بڑے متشدد تھے۔ اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا علمائے سلف سے نقل
کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ہماری رائے میں یزید مبغوض ترین انسان تھا۔ اس بدبخت
نے جو کارہائے بد سرانجام دیئے ہیں۔ اُمتِ رسول میں سے کسی سے نہیں ہو سکے،
شہادتِ حسین، اور اہانت اہلِ بیت سے فارغ ہو کر اس بدبخت نے مدینۂ منورہ
پر لشکر کشی کی۔ اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہلِ مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے
اور باقی ماندہ صحابہ کرام اور تابعین اس کی تیغِ ستم کی نذر ہو گئے۔ مدینہ منورہ کو تاخت
و تاراج کرنے کے بعد اس نے مکہ معظمہ کی تباہی کا حکم دیا۔

(ماخوذ از تکمیل الایمان مترجم)

لـه

غلافِ کعبہ جلادیا

امام جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں ذہبیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یزید کی فوج نے مکہ پہنچ کر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا ان کے قتل کی تدبیریں کیں اور ان پر منجنیق سے پتھر برسائے۔ یہ واقعہ صفر کے مہینے سن ۶۴ھ میں رونما ہوا۔ اور شہر امن میں آگ لگادی۔ وَاحْتَرَقَتْ مِنْ شَرَارَةِ نِیْرَانِهِمْ اَسْتَارُ الْکَعْبَةِ وَسَقْفُهَا وَقَرْنَا الْکَبْشِ الَّذِیْ فَدَی اللّٰهُ بِهٖ اِسْمٰعِیْلَ وَکَانَا فِی السَّقْفِ[1]

اور آگ کے شعلوں سے کعبہ کا غلاف اور اس کی چھت جل گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اور جس کے دونوں سینگ ابھی تک کعبہ کی چھت میں لگے ہوئے تھے وہ بھی جلا کر خاکستر کر دیے گئے۔

یزید کی حمایت کرنے والے خارجیوں، ناصبیوں، اور مسلمانوں پر کفر و شرک اور بدعت کے فتوے لگانے والوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کعبہ پر آگ برسانے والا اپنی شخصی حکومت کو بچانے کے لیے مدینہ منورہ کے باشندوں کو قتل کرنے والا اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھنے والوں کا سرغنہ مومنوں کا امیر کیسے ہوسکتا ہے اگر وہ بہشتی جنتی ہے تو پھر دوزخی کون؟

ہماری دعا ہے کہ یزید سے محبت کرنے والوں کا انجام و حشر یزید کے ساتھ ہو یزید کیسا تھا، چلو اس کے حقیقی بیٹے سے پوچھتے ہیں۔

❁

---

[1] تاریخ الخلفاء، سیوطی ص ۲۰۹ مطبوعہ میر محمد آرام باغ کراچی۔

یزید کے بیٹے کا خطبہ

یزید کے بیٹے کا نام معاویہ (بن یزید بن معاویہ بن ابو سفیان) ہے۔ وہ
نوجوان صالح تھا۔ یزید نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وہ مرتے دم تک مسلسل بیمار
رہا، وہ نہ لوگوں کے پاس آیا اور نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت
کی۔ وہ یزید کے مرنے کے بعد صرف چالیس روز زندہ رہا ـــــ جب اسے حکمران
بنایا گیا تو اس نے منبر پر چڑھ کر ان الفاظ میں خطبہ دیا ـــــ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہِ
الْخِلَافَةَ حَبْلُ اللّٰهِ وَاِنَّ جَدِّیْ مُعَاوِیَةَ نَازَعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ
وَمَنْ هُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَرَکِبَ بِکُمْ
مَا تَعْلَمُوْنَ حَتّٰی اَتَتْهُ مَنِیَّتُهٗ فَصَارَ فِیْ قَبْرِهٖ رَهِیْنًا بِذُنُوْبِهٖ
ثُمَّ قَلَّدَ اَبِیْ الْاَمْرَ وَکَانَ غَیْرَ اَهْلٍ لَهٗ وَنَازَعَ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُصِفَ عُمُرُهٗ وَانْبَتَرَ عَقِبُهٗ وَصَارَ فِیْ
قَبْرِهٖ رَهِیْنًا بِذُنُوْبِهٖ ـــ ثُمَّ بَکٰی ـــ وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ
الْاُمُوْرِ عَلَیْنَا عِلْمَنَا بِسُوْءِ مَصْرَعِهٖ وَبِئْسَ مُنْقَلَبِهٖ وَقَدْ
قَتَلَ عِتْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَاحَ الْخَمْرَ وَ
خَرَّبَ الْکَعْبَةَ وَلَمْ اَذُقْ حَلَاوَةَ الْخِلَافَةِ فَلَا اَتَقَلَّدُ
مَرَارَتَهَا فَشَأْنُکُمْ اَمْرَکُمْ[1] ـــــ یعنی ـــــ یہ خلافت اللہ رب
العزت کی رسی ہے اور میرے دادا معاویہؓ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا
جو اس سے خلافت کا زیادہ حقدار تھا، یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴ مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان۔

وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اسے آ لیا اور وہ اپنی قبر میں اپنے ذنوب کا قیدی ہو گیا ہے۔ پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا، اور اس نے رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اس کی زندگی ختم کر دی اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا۔ پھر اس (یزید کے بیٹے) نے رو کر کہا۔ جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے ——————— وہ یہ ہے۔ کہ ہم سب کو اس کے بُرے انجام کا علم ہے۔ اس نے عترتِ رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ شریف کو ویران کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اس کی تلخیوں کو گلے کا ہار بنانا چاہتا ہوں "اے لوگو" تم اپنے معاملات کو خود سمجھو۔

خیال رہے۔ جو یزید کے بیٹے معاویہ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا، اس کو علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں نقل کیا ہے۔ خطبے کے آخری الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔ "خدا کی قسم اگر دُنیا اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ وصول کر لیا ہے اور اگر دُنیا بُری چیز ہے تو ابو سفیان کی اولاد کے لیے وہی کافی ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے۔"

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یزید کا بیٹا یہ مختصر تقریر کرنے کے بعد اپنے گھر کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا اور چالیس دن کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا، اس نے بتا دیا کہ خلافت اس کے اہل کو ملنی چاہیئے۔

یزید کے بیٹے معاویہ کی مندرجہ بالا تقریر سے جو بات نکھر کر سامنے آئی وہ یہ ہے کہ حسینؓ کا کردار صداقت پر مبنی ہے اور یزید کا کردار جھوٹ اور فریب کا آئینہ دار [illegible] تھا وہ مر ا ہوا ہی امور سلطنت بخوبی انجام

بیٹے کی صلاحیت تھی۔ وہ ایک قاتل ظالم شرابی اور کعبہ شریف کو ویران کرنے والا کرنے والا ایک شیطان صفت درندہ تھا۔

گذشتہ اوراق میں یزید کے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید محارم (جن عورتوں سے نکاح حرام ہے) سے صحبت کرتا تھا۔ شرابی اور زانی تھا۔ نوعمر لڑکوں اور گانے والی فاحشہ عورتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا — اور بندروں سے کھیلنا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا — اور بندروں اور نوعمر لڑکوں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ — اسی نے مدینہ منورہ کے (۲۴۹۷) عظیم المرتبت لوگوں کو قتل کرایا اور مدینۃ الرسول کی ایک ہزار عصمت مآب کنواری بیٹیوں کی عزتوں کو پامال کرایا — اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے مدینہ شہر کے لوگوں کو حراساں کیا اور ان پر بے پناہ مظالم توڑے — مکہ معظمہ کے لوگوں پر جنگ مسلط کی خلاف کعبہ جلا ڈالا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے جنتی مینڈھے کے سینگ جلا دیئے جو کعبہ شریف کی چھت پر لٹکے ہوئے تھے جن کی برکت سے کائنات ارضی میں امن و سکون کی ہوائیں چلتی تھیں — اور اس نے آل رسول اور اولادِ فاطمہ کو بے دردی سے قتل کرایا — اور اپنی شخصی حکومت کو برقرار رکھنے کے لیے گھروں کو جلایا اور ظلم و ستم کا بازار گرم کیا۔

یزید کی حمایت میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے والوں کا اگر رسول اللہ کے ساتھ رتی برابر بھی قلبی لگاؤ ہوتا تو وہ یزید کے حق میں بات کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی انہیں اس امر کی خدا نے توفیق عطا فرمائی۔ اگر سچ پوچھیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے اہل اسلام انتشار کا شکار ہوئے اور انہی لوگوں کی خرافات سے مسلمان اسلام سے برگشتہ ہوئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جس نے مسلمانوں کو کافر مشرک اور بدعتی کہہ کر دین سے دور

کیا۔ اسلام کے لیے یہ چھپے ہوئے دشمن اگر یزید کی حمایت نہ کریں تو اور کیا کریں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا صفات کے حامل شخص پر یا قسمی جنتی ہے یا دوزخ کا ایندھن۔

شرابی

یزید شرابی تھا اور اس کے شراب پینے کی گواہی اس کے بیٹے نے دی ہے شراب حرام ہے اور شراب پینے والا امیر المومنین نہیں ہو سکتا ـــ شراب پلیدی اور گندگی ہے ـــ پلید اور گندہ آدمی خلیفۃ المسلمین نہیں بن سکتا ـــ شراب نوشی شیطانی کام ہے جس نے شراب پی اس نے شیطان کو راضی کیا اور شیطان کے ہاتھوں میں کھیلنے والا خلیفہ برحق نہیں ہو سکتا۔

⊙ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ـــ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [۱] ـــ اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک اور شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم فلاح پاؤ۔

⊙ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ـــ اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث [۲] ـــ شراب سے بچو! کیونکہ یہ تمام خرابیوں کی ماں ہے۔

⊙ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ـــ اجتنبوا الخمر فانها مفتاح کل شر [۳] ـــ شراب سے بچو! کیونکہ وہ ہر شرارت کی کنجی ہے۔

---

[۱] پ ۷، سورۂ مائدہ آیت نمبر ۹۰۔

[۲] الزواجر عن اقتراف الکبائر ج ۲ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

[۳] الزواجر عن اقتراف الکبائر ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان سن اشاعت ۱۹۸۳ء۔

◎ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ —— لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ، وَّلَا قَمَّارٌ، وَمَنَّانٌ وَّلَا مُدْمِنُ الْخَمْرِ [۱] والدین کا نافرمان، جوئے باز، دے کر احسان جتلانے والا، ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (اگر تائب نہ ہوئے)

◎ حضرت ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرا جو شراب کے نشہ میں چور تھا، وہ اپنے ہاتھ میں پیشاب کرتا تھا اور پھر اسی پیشاب سے اپنے ہاتھ اور منہ دھوتا تھا۔ وضو کرنے والے کی طرح اور یہ پڑھتا تھا —— اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّالْمَاءَ طَهُوْرًا [۲] —— سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک کیا —— جو پانی اور شراب میں تمیز نہ کر سکے اسے اللہ تعالیٰ کے احکام کہاں یاد رہتے ہیں اور رسول کریم کی قرابت داری مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمتیں اس کے حاشیۂ خیال کہاں رہ سکتی ہیں؟

◎ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا —— هِیَ اَكْبَرُ الْكَبَائِرِ، وَاُمُّ الْفَوَاحِشِ، مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَتَرَكَ الصَّلٰوةَ وَوَقَعَ عَلٰی اُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ

---

[۱] مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۰۴ مطبوعہ عربیہ لاہور باب بیان الخمر وعید شاربھا۔

[۲] الزواجر جلد ۲ ص ۱۰۱

عقبۃ[1] فرمایا — یہ بڑا کبیرہ گناہ ہے اور تمام برائیوں کی ماں ہے اور جو شخص شراب پیتا ہے نماز کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ اپنی ماں یا خالہ یا اپنی پھوپھی کے ساتھ برا کرتا ہے۔

◎ علامہ ابن حجر مکی نے شیخ الاسلام علائی کے حوالے سے زواجر میں نقل کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی ہے — ۱۔ وَعَاصِرَهَا — ۲۔ وَمُعْتَصِرَهَا — ۳۔ وَشَارِبَهَا — ۴۔ وَحَامِلَهَا — ۵۔ وَالْمَحْمُولَةَ اِلَيْهِ — ۶۔ وَسَاقِيَهَا — ۷۔ وَبَائِعَهَا — ۸۔ وَاٰكِلَ ثَمَنَهَا — ۹۔ وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا — ۱۰۔ وَالْمُشْتَرِيَ لَهٗ — شراب بنانے والا، شراب بنوانے، شراب پینے والا، شراب اٹھانے والا، اور جس کے پاس اٹھا کر لائی گئی ہو، اور شراب پلانے والا، بیچنے والا، اور اس کی کمائی کھانے، شراب خریدنے والا، اور جس کے لیے خریدی گئی ہو[2] رسول اللہ نے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

اوپر درج چند احادیث پر غور فرمائیں اور پھر موجودہ دور کے خارجیوں اور ناصبیوں کی تحریروں کو دیکھیں کہ انہوں نے ایک شرابی کو خلیفہ برحق، امیرالمومنین خلیفہ راشد اور اس کی شخصی حکومت کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ثابت کرنے کے لیے کیسی کیسی چالیں چلی ہیں اور کیسے کیسے فریب کے جال بُنے ہیں۔

یزید شراب پیتا تھا اور یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اور پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شرابی آدمی کسی صورت بھی اہل اسلام

---

[1] الزواجر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶

[2] الزواجر جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ (رواہ ابوداؤد)

کا حکمران نہیں بن سکتا اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں شرابی قیادتوں نے جو تباہی مچائی اور اسلامی اقدار کو پامال کیا اس سے ملت اسلامیہ تمام معاملات میں اغیار کی دست نگر ہو کر رہ گئی۔

یزید بدکار

علماء نے صحابہ کرام اور تابعین کی زبانی لکھا ہے کہ یزید زانی اور بدکار تھا اس کی ہولناکیوں اور شہوت انگیزیوں کے قصے دُور دُور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید نے بدکاری کی برائی بیان کرتے ہوئے فرمایا — وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا[1] — اے لوگو! زنا بدکاری کے قریب مت جاؤ بے شک یہ بے حیائی اور نہایت ہی بُرا راستہ ہے۔

○ حدیث میں آیا ہے — مَنْ زَنٰی اَوْ شَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ الْاِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْاِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَاْسِهٖ[2] جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو ایسے اُتار دیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے کُرتا اُتار دیتا ہے۔

ایک فاسق و فاجر، زانی و شرابی اور کبائر کا ارتکاب کرنے والے کو متقی، پرہیزگار، پابند صوم و صلوٰۃ، کریم النفس، حلیم الطبع اور سنجیدہ و متین کہنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ وہ کس بدکار کی وکالت کر رہے ہیں۔ یزید کی زندگی شیطانی منشور کے مطابق گزری ہے۔ جو شخص شیطانی دستور و ضابطہ اور کافرانہ طور طریقہ کے عین مطابق زندگی کو گزار دیتا ہے وہ مسلمانوں کا سربراہ مملکت نہیں

---

[1] پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۲۔

[2] زواجر جلد ۲ صفحہ ۱۵۲۔

ہوسکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ نواسۂ رسولؐ نے یزید کی حکمرانی تسلیم نہیں کی۔

◎ یزید نوعمر لڑکوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا اور ان کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس میں قوم لوطؑ کی طرح خلافِ فطرت بدفعلی کی عادت تھی [1] جس کی وجہ سے وہ اس قسم کی حرکتیں کرتا تھا اور اس قسم کی گندی حرکتوں کا مرتکب شخص خارجیوں، ناصبیوں، نجدیوں اور مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والوں کا امیر تو ہوسکتا ہے، حسینؓ اور حسینؓ کے ماننے والوں کا امیر نہیں ہوسکتا۔

◎ یزید ناچنے اور گانے بجانے والی دوشیزاؤں کو بھی اپنے گرد جمع رکھتا تھا اور شراب کے نشے میں چُور، مستی کے عالم میں ان سے گانے سنتا تھا۔ ہم یزید کے وکلائے صفائی سے پوچھتے ہیں۔ کیا اسی کا نام پرہیزگاری اور تقویٰ شعاری ہے۔

◎ یزید بندروں سے بہت محبت کرتا تھا اور ان کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا اور ایک روایت کے مطابق وہ بندر کے کاٹنے سے ہی مرا تھا۔ اور جس شخص کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بندروں جیسے شرارتی جانوروں سے کھیلتے ہوئے گزرا ہو۔ وہ خود کتنا شرارتی ہوگا اور شرارتیں جس کے آنگن میں جنم لیتی ہوں وہ شرافت کے پیکروں کا امیر کس طرح بن سکتا ہے۔

◎ یزید نے مدینہ منورہ کے پُرنور ماحول میں ظلمت کی آندھیاں بپا کیں۔ اہلِ مدینہ کے مال و متاع کو لوٹا اور مدینے کی عزت مآب بیٹیوں کے ناموس کو برباد کیا۔ اور حرہ کے مقام پر خون کی ندیاں بہائیں، قرآن کے حافظوں، دین کے عالموں کو نہایت

---

[1] مشکوٰۃ کی حدیث ہے "مَلْعُونٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ"
"جس شخص نے قوم لوط کا سا عمل کیا وہ ملعون ہے۔"

بے دردی سے قتل کیا۔

وہ مدینہ ــــ جس کی عظمتوں کے تذکرے قرآن میں ہیں، جس کی شان کے ترانے فرشتوں نے گائے، جس کی بڑائی کے بول زبانِ رسولؐ سے نکلے۔ جہاں جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے ــــ وہ مدینہ ــــ جو مسکنِ رسول ہے ــــ جو فرشتوں کا جائے نزول ہے ــــ جہاں حجرۂ زہرا بتولؑ ہے ــــ جو جنتِ ارضی یتیموں، مسکینوں، دُکھ درد کے ماروں کی جائے پناہ ہے۔

وہ مدینہ ــــ جو کائناتِ ارضی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ جو دار القرار اور مہبطِ جبریل ہے ــــ یہ وہ مدینہ ہے جہاں گنبدِ خضریٰ کے انوار چمکتے ہیں، جہاں رسولِ خدا کی رضاعی ماں اور اُمہات المؤمنین کے مزارات ہیں، جہاں رسولؐ کی بیٹیاں استراحت فرما رہی ہوں ــــ یہ وہ مدینہ ہے ــــ جس کے پہلو میں ایک پُر شکوہ پہاڑ ہے، جس کو اُحد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی اُحد ہے جو رسول اللہ سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ اس سے محبت فرماتے ہیں اور اسی اُحد کی آغوش میں رسولِ خدا کے شیر دل چچا حضرت حمزہ (سلام اللہ علیہ) اور دیگر شہداء عالمِ برزخ کی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہوتے ہیں ــــ یہ وہی مدینہ ہے ــــ جس کے درمیان جنت البقیع ہے، جس میں حضرت حسن مجتبیٰ زہر کا جام پی کر ابدی نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں اور جس میں امام زین العابدین، حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر سرکار علیہ السلام کے جانثار صحابہ کبار کے مزارات و مقابر تھے جنہیں نیزہ کے بیر دکاروں نے منہدم کر دیا ہے۔ یزید نے اس مدینے کو اجاڑا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسایا تھا آیئے دیکھتے ہیں کہ مدینے شریف کی گلیوں کے گرد و غبار کے بارے میں رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ــــ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" جو حدیث کی معرکۃ الآراء کتاب ہے

میں حدیث نقل فرمائی۔ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
غُبَارُ الْمَدِیْنَۃِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجُذَامِ ـــــ مدینہ منورہ کی دھول کوڑھ کے لیے شفا ہے ـــــ غُبَارُ الْمَدِیْنَۃِ یُبْرِئُ مِنَ الْجُذَامِ ـــــ خاکِ مدینہ کوڑھ سے بری کر دیتی ہے ـــــ غُبَارُ الْمَدِیْنَۃِ یُطْفِئُ الْجُذَامَ[1] ـــــ مدینہ کا گرد وغبار کوڑھ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

خیال رہے کہ کوڑھ ایسی موذی بیماری ہے جس سے بدن گل جاتا ہے۔ اور اس بیماری کا علاج آج بھی ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جس کا آج کے اس سائنسی دور میں بھی کوئی حتمی علاج دکھائی نہیں دیتا۔ اگر اس کا کوئی مستقل علاج اس کرۂ ارض پر کہیں ہے تو وہ صرف مدینہ شہر کی گلیوں کے گرد وغبار میں ہے ـــــ ایسے پاکیزہ اور برکتوں بھرے شہر کو تاخت وتاراج کرنا غارجیوں، وہابیوں کے پیشواؤں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ ایمان والے ایسا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ شریف اور اہلِ مدینہ سے بہت زیادہ محبت ہے مدینے والوں کو کسی قسم کی بھی کوئی پریشانی لاحق ہو تو سرکار کو برداشت نہیں ہوتا تھا۔ جب حضور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے حادثات کو اپنی نظرِ نبوت سے دیکھتے تو پریشان ہو جاتے ـــــ ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو واقعہ حرہ کی خبر دیتے ہوئے بڑے افسوس و پریشانی کے عالم میں فرمایا ـــــ
ابوذر فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے فرمایا ـــــ اے ابوذر ـــــ میں نے عرض کیا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ ـــــ تعمیلِ ارشاد کے لیے حاضر ہوں یارسول اللہ آپ نے فرمایا ـــــ کَیْفَ اَنْتَ اِذَا رَأَیْتَ اَحْجَارَ الزَّیْتِ قَدْ

---

[1] اَلْجَامِعُ الصَّغِیْر جلد ۲ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان۔

وقت بالمدینہ قتر[۱] ـــــ رائے ابوذرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تو دیکھے گا کہ زیت (مقام حرۃ) کے پتھر خون میں ڈوب جائیں گے۔

یزیدی فوجوں کی مقام حرہ پر خون ریزی کی خبر رسول اللہ نے قبل از وقت دے دی تھی اور خارجیوں کے امیر کے اس ظالمانہ کارنامے اور اس کی درندگی اور خباثتوں کی نشاندہی مدتوں پہلے کردی تھی۔ آل رسول کی دشمنی میں یزید کی حمایت کا علم بلند کرنے والو تم نے کبھی یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارہ کی ہے کہ قیامت کے دن حسینؓ کے نانا جان کے اُمتی کس منہ سے کہلوائیں گے۔ اہل مدینہ کو یزید کے ہراساں کرنے پر خوش ہونے والو مسلم کی ایک حدیث نقل کرتا ہوں کہ شاید اس پر غور کرنے کے بعد تم اپنے غلیظ نظریات پر نظر ثانی کر کے شہہ عالم کے ساتھ قلبی تعلق جوڑ سکو جس کی امید نہیں ہے۔

◎ مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[۲] ـــــ جس نے مدینے والوں کو ہراساں کیا اللہ تعالیٰ اسے خوف میں مبتلا کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

مذکورہ بالا حدیث مسلم کی رو سے یزید لعنتی ہوا یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کے ساتھی اور دوست ہیں وہ اسی زمرے میں آتے ہیں یا نہیں؟ گلے میں لعنت کے طوق ڈال کر اگر میدان محشر میں وارد ہونا چاہتے ہو تو بھر ہمت سے کام لو تو تمہیں کوئی نہیں روکے گا تمہاری اندرونی بیماری سے ہر ذی شعور واقف ہے، تمہاری لیپا

۱؎ سنن ابو داؤد جلد ۲ ص ۲۲۹۔

۲؎ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹ مطبوعہ میر محمد آرام باغ کراچی

بہر دہ منشر انگیزیوں اور دین کا حلیہ بگاڑنے کی سازشوں سے اہل اسلام پوری طرح آگاہ ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اس ملکِ پاکستان کی سرزمین میں جو شیخ مجدی کا روپ دھارنے کی کوشش کرے گا تو صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ لو آؤ اپنے امام و خلیفہ کے بارے میں علمائے اُمت کی رائے بھی انہیں کی زبانی سن لو اور فساد و عناد کی دنیا سے نکل کر امن و سکون کی کائنات میں واپس لوٹنے کی کوشش کرو اور امام الانبیاء کی خوشنودی حاصل کرنے کی جدو جہد کرو۔ اس میں تم سب کی بھلائی ہے اور قیامت بالکل قریب ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔

لعنتی یزید

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ ان میں علامہ ابن جوزی بھی شامل ہیں اور انہوں نے اسے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ ابن جوزی اپنی کتاب "اَلرَّدُّ عَلَی الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِیْدِ، اَلْمَانِعُ مِنْ ذَمِّ یَزِیْدِ" میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے اسے کہا کہ وہ جس حال میں ہے وہی اس کے لیے کافی ہے۔ اس نے کہا اَیَجُوْزُ لَعْنُہٗ؟ کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ فرماتے ہیں میں نے اسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے جس میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابو یعلیٰ سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب "اَلْمُعْتَمَدُ الْاُصُوْلُ" میں صالح بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے لکھا ہے کہ میں نے اپنے باپ (امام احمد بن حنبل) کی خدمت میں عرض کیا

کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید کے دوست ہیں۔ امام نے فرمایا اے بیٹا کیا؟ کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔ — ولِمَ لَا یلعنُ مَن لعنَهُ اللّٰهُ فِی کتابِہٖ — کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتا — صالح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ — واین لعن اللّٰہ یزید فی کتابہ — کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس مقام پر یزید پر لعنت کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یزید پر لعنت کی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے — فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ[1] — کیا تمہیں اقتدار مل جائے تو تم نافرمان ہو جاؤ گے اور زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے منقطع کر دو۔ یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انہیں حق سے بہرا کر دیا ہے اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں"

امام احمد فرماتے ہیں کہ کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے[2]

سید المرسلین حضرت علامہ سید محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں مذکورہ بالا آیت کے ضمن میں ائمہ اسلام کے حوالوں سے یزید پر لعنت کے جواز کے سلسلے میں استدلال کیا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ برزنجی نے "اشاعت" اور ابن حجر ہیثمی نے صواعق میں نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے لعنت یزید کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص پر کیسے لعنت نہ کی

---

[1] پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۲،۲۳۔

[2] صواعق المحرقہ ص ۲۲۲۔

جائے جس پر اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں لعنت کی ہے ۔ عبداللہ کے دریافت
کرنے پر مذکورہ آیت بیان کی اور فرمایا کہ اس سے بڑھ کر فساد اور قطع رحمی کیا ہوگی
"آلوسی" مزید لکھتے ہیں ___ لَا تَوَقُّفَ فِيْ لَعْنِ يَزِيْدَ لِكَثْرَةِ اَوْصَافِهِ
الْخَبِيْثَةِ وَارْتِكَابِهِ الْكَبَائِرَ فِيْ جَمِيْعِ اَيَّامِ تَكْلِيْفِهِ وَيَكْفِيْ مَا
فَعَلَهُ اَيَّامَ اسْتِيْلَائِهِ بِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَكَّةَ[1] ۔ ہم یزید پر اس کے
بُرے افعال اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے لعنت کرنے پر توقف نہیں
کرتے ۔ اس کے دورِ حکومت جو ظلم ہوئے وہی کافی ہیں جو اس نے اہل مدینہ اور
اہل مکہ کے ساتھ روا رکھے ___ علامہ آلوسی نے طبرانی کے حوالے سے بسند حسن یہ
نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ___ اَللّٰهُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ
وَاَخَافَهُمْ فَاَخِفْهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ
لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ ___ اے اللہ جو مدینہ والوں پر ظلم کرے اور
انہیں ڈرائے تو تو اُسے ڈرا، اور اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں
کی لعنت ہو اور نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا ___ اور
اس کا نفل، سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر آلوسی لکھتے ہیں ___ وَاَنَا اَقُوْلُ
الَّذِيْ يَغْلِبُ عَلٰى ظَنِّيْ اَنَّ الْخَبِيْثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ مَجْمُوْعَ مَا فَعَلَ مَعَ اَهْلِ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَهْلِ
حَرَمِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ عِتْرَتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ
فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَمَا صَدَرَ مِنْهُ مِنَ الْمَخَازِيْ لَيْسَ بِاَضْعَفَ
دَلَالَةً عَلٰى عَدَمِ تَصْدِيْقِهِ مِنْ اِلْقَاءِ وَرَقَةٍ مِنَ الْمُصْحَفِ الشَّرِيْفِ

---

[1] تفسیر روح المعانی جلد ۲۰ ص

فی قدر[۱] میرا غالب گمان یہ ہے کہ یزید خبیث نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق ہی نہیں کی اور وہ تمام مظالم جو اس نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور آل رسول پر کیے۔ ان کی زندگی میں اور ان کی شہادت کے بعد وہ تمام تر اور قرآن مجید کے اوراق گندگی کے ڈھیر میں ڈالنا ہی اس کے رسالت پر ایمان نہ لانے کے لیے کافی ہے۔

⑥ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کے ضمن میں یہی روایت نقل کی ہے[۲]

⑦ جناب مفتی محمد شفیع صاحب جو دیوبندی مکتب فکر کے مفسر ہیں نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں امام احمد بن حنبل کی یہی روایت نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ یزید سے زیادہ کون قطع ارحام کا مرتکب ہو گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ و قرابت کی بھی رعایت نہیں کی[۳]

ان تمام روایات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ہے اور علماء نے اس امر کو واضح طور پر بیان فرمایا۔ علماء کے تمام طبقے اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جو یزید کا نام لے کر نے سے گریزاں ہو وہ اس طرح برملا کہہ لیا کرے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو امام حسین کے قتل پر راضی ہوا اور جس نے آل رسول کو ناحق اذیت پہنچائی اور مصائب سے دوچار کیا

⑧ یزید پر لعنت کے جواز میں علمائے متکلمین نے بھی غیر مبہم الفاظ میں لکھا

---

[۱] تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ ص ۷۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[۲] ایضاً

[۳] تفسیر معارف القرآن ج ۸ ص ۳۴ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی۔

اور خوب لکھا ہے۔ کتب کلامیہ کے جہاں کی معرکۃ الآراء کتاب "شرح العقائد النسفیہ" جو مدتوں سے درس نظامی میں داخل نصاب ہے میں علامہ حضرت سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں یوں رقم طراز ہیں۔۔۔ اُطْلِقَ اللَّعْنُ عَلَيْهِ لِمَا اَنَّهٗ كَفَرَ حِيْنَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَمَرَ بِهٖ اَوْ اَجَازَهٗ وَرَضِيَ بِهٖ وَالْحَقُّ اَنَّ رِضَا يَزِيْدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِبْشَارَهٗ بِذَالِكَ وَاِهَانَةِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ — یعنی لعنت کا اطلاق یزید پر کیا گیا ہے (یعنی اس پر لعنت بھیجنا علی الاطلاق جائز ہے) اس لیے کہ اس نے کفر کیا، جس وقت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا اس نے حکم دیا اور اس بات پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ لعنت کرنا جائز ہے اس شخص پر جس نے امام حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا، یا اس کو جائز قرار دیا، یا اس کے ساتھ راضی ہوا۔۔۔ اور حق بات یہ ہے کہ بے شک یزید امام حسین کے قتل پر راضی ہوا، اہل بیت رسول کی توہین کی اور قتل حسین پر خوشی کا اظہار کیا۔۔۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔۔۔ فَنَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِيْ شَانِهٖ بَلْ فِيْ اِيْمَانِهٖ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَعَلٰى اَنْصَارِهٖ وَاَعْوَانِهٖ[1] —— پس ہم توقف نہیں کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں لعنت ہو اس پر اور اس کے ساتھیوں پر اور اس کے مددگاروں پر۔"

(۵) ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلیٰ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس

---

[1] شرح عقائد نسفی ص ۱۱۲، ۱۱۳، مطبوعہ اصح المطابع آرام باغ کراچی۔

[2] روح المعانی جلد ۲۶ ص ۷۲۔

میں انہوں نے لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا ہے ـــــ وَ ذَکَرَ مِنْهُمْ یَزِیْدَ
ـــــ اس میں انہوں نے یزید کا بھی ذکر کیا ہے۔[1]

آیت نمبر ۲

فرمانِ خداوندی ہے ـــــ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ[2] ـــــ کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر و ناشکری کے ساتھ بدل دیا اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں؟

اس آیتِ مبارکہ کے ضمن میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارقام فرماتے ہیں ـــــ ثُمَّ كَفَرَ یَزِیْدُ وَمَنْ مَّعَهٗ بِمَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ نَصَبُوْا عِدَاوَةَ آلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ قَتَلُوْا حُسَیْنًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ظُلْمًا وَكَفَرَ یَزِیْدُ بِدِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْشَدَ اَبْیَاتًا حِیْنَ قَتَلَ حُسَیْنًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَضْمُوْنُهَا اَیْنَ اَشْیَاخِیْ یَنْظُرُوْنَ اِنْتِقَامِیْ بِآلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَنِیْ هَاشِمٍ[3] ـــــ پھر یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ رب العزت کی ناشکری کی اور آلِ محمد کی دشمنی و عداوت کا جھنڈا بلند کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا اور یزید پلید نے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا انکار کر دیا۔ جب امام عالی مقام

---

[1] صواعق محرقہ ص ۲۲۲۔

[2] پارہ ۱۳ سورۂ ابراہیم آیت ۲۸۔

[3] تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تو یزید پلید نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون اس طرح ہے۔ کہ آج میرے اسلاف اگر زندہ ہوتے (آباؤ اجداد) ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ میں نے آل محمد اور اولاد ہاشم سے ان کا کس طرح بدلا لیا ہے۔ ان اشعار میں سے آخری شعر یہ ہے۔ ؎

وَلَسْتُ مِنْ جُنْدُبٍ اِنْ لَّمْ اَنْتَقِمْ

مِنْ بَنِیْ اَحْمَدَ مَا کَانَ فَعَلْ

کہ میں جندب کی اولاد میں سے نہیں ہوں، اگر میں احمد مجتبٰی کی اولاد سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کیے کا بدلہ نہ لوں۔ صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ یزید نے شراب کو بھی حلال کر رکھا تھا اور ترنگ میں آکر نشہ کی حالت میں یہ شعر کہتا تھا۔ ؎

مَدَامُ کَنْزٍ فِیْ اِنَاءٍ کَفِضَّۃٍ　　وَسَاقٍ کَبَدْرٍ مَعَ مَدَامٍ کَاَنْجُمٍ

شراب کا خزانہ چاندی کی طرح برتن میں ہے اور جگر کو سیراب و تر و تازہ کرنے والا چمکتے ہوئے ستارے کی طرح شراب کے ساتھ ہے۔

وَشَمْسُ الْکُرُوْمِ بُرْجُہَا قَعْرُہَا　　وَمَشْرِقُہَا السَّاقِیْ وَمَغْرِبُہَا فَمِیْ

اور اس کا سورج انگور ہے اور اس کا برج اس کی گہرائی ہے اور اس کے مشرق کی طرف "ساقی" شراب پلانے والا ہے اور اس کے مغرب کی طرف میرا منہ ہے۔[۱]

فَاِنْ حَرُمَتْ یَوْمًا عَلٰی دِیْنِ اَحْمَدٍ　　فَخُذْہَا عَلٰی دِیْنِ الْمَسِیْحِ ابْنِ مَرْیَمْ

اگر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شراب حرام ہے تو پھر تو شراب کو عیسائی بن کر پی جا۔

---

[۱] مظہری

قارئین کرام:۔ یزید عنید پلید بے دین کے مندرجہ بالا اشعار کو ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھیں اور اس کے کافرانہ نظریات اور باغیانہ روش کو دیکھیں کہ وہ شراب کو دین محمدی سے زیادہ اہمیت دیتا ہے، یعنی اس کے نزدیک شریعت رسولؐ اگر شراب پینے کی اجازت نہیں دیتی تو پھر شراب کی خاطر عیسائیت قبول ہے۔ یعنی اس بے دین کے نزدیک دین اسلام سے نکل جانا گوارہ ہے لیکن شراب کو ترک کرنا پسند نہیں۔ اور پھر اس کا یہ کہنا کہ میں نے آل محمد کو قتل کر کے بنو ہاشم کے تمام بدلے چکا دیئے ہیں اور پھر یہ کہنا کہ میں نے رسول اللہ کے کیے کا بدلہ ان کی اولاد سے لیا ہے۔ یہ سراسر کفریہ بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کے ایک طبقے نے اس کے ان اشعار کی بناء پر اسے اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ لیکن دوسری طرف خوارج و نواصب کا ایک مختصر سا ٹولہ ہے کہ جو اسے صحابہ کا سپہ سالار اور امیر المومنین مجتہد عرب جیسے خطابات والقاب سے ملقب کر رہا ہے۔ انصاف کے ان بے رحم، قاتلوں کے گروہ کو ہم صرف اتنا ہی عرض کریں گے کہ اگر تمہاری تسلی نہیں ہوئی، تو پھر آیئے اور آیت مبارکہ کا تفسیری نوٹ ملاحظہ فرمائیں تاکہ ذہنوں میں تعصب کی جمی ہوئی گرد کے چھٹنے کا کوئی سامان ہو سکے۔

آیت نمبر ۳

فرمانِ ربّ العزت ہے ـــــ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [1] ـــــ اور جو اس کے بعد ناشکری کریں تو یہی وہی لوگ فاسق و فاجر ہیں۔

---

[1] پارہ ۱۸ سورۂ نور آیت نمبر ۵۵

خوشبو نے مشامِ جاں کو معطر کر دیا اور دل و دماغ کی وادیاں مہک اٹھیں ــــ مولانا لکھتے ہیں کہ امام پاک کا پہلے مدینہ سے جانے کا ارادہ کم تھا، لیکن جب عالمِ خواب میں حضورؐ کی زیارت ہوئی تو شہادت کے رستوں پر چلنے کا شوق فراواں ہوگیا۔

(فردوسِ آسیہ ص ۲۰۵)

اُمّ المومنین کا حال

فردوسِ آسیہ میں ہے مولانا عبدالرب دہلوی لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہونے کی تیاری فرما رہے تھے۔ تو اہلِ مدینہ صدمہ سے عجیب حال تھا، جتنی خوشی اہلِ مدینہ کو رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کی ہوئی تھی، اُتنا ہی آج ہر گھر غمکدہ بنا ہوا تھا، جہیں سے رونے کی آواز آ رہی تھی اور کوئی سسکیاں بھر رہا تھا تو کوئی ہچکیاں لے رہا تھا ــــ اور کوئی زِرکھ جیسے دِل چھپائے حیرت کی تصویر بنا بیٹھا تھا ــــ حضرت سیدہ اُمّ المومنین اُمِّ سلمیٰ سلام اللہ علیہا کا اس صدمہ سے یہ حال تھا کہ دم اُلٹ گیا تھا، رات دن ایک پکار تھی اور زبان پر یہ ندا تھی: بیٹا حسینؑ! تو کہاں ہے تجھے تیرے انا یاد فرماتے ہیں۔[1] مروان پلید نے یزید کو بذریعہ خط لکھ بھیجا کہ ولید بن عتبہ اپنا خیرخواہ تصور نہ

---

[1] فردوسِ آسیہ ص ۲۰۵ - خیال ہے کہ فردوسِ آسیہ حضرت مولانا عبدالرب دہلوی کی تصنیف ہے جس میں خلفائے راشدین کی سوانح عمری، ذکرِ اہلِ بیت اور شہادتِ امام حسینؑ کا تذکرہ ہے مولانا نے ماخوذ روایات کا لفظی ترجمہ کیا ہے اور اردو بھی پرانے وقتوں کی ہے۔ بندہ نے جوان کی کتاب سے واقعات اخذ کیے ہیں ان کو عام فہم اور موجودہ سلیس اردو زبان کے سانچے میں ڈھالا ہے تاکہ پڑھنے والے کو بات سمجھنے میں آسانی ہے اور اصل مفہوم میں کوئی فرق نہیں آنے دیا (مؤلف)

کہ یزید کی فرمانبرداری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ حسین کو قتل کر دیتا لیکن اس نے ان کا بہت ادب کیا اور اپنی مسند پر بٹھایا۔ اب وہ تیرے قابو سے نکل کر دارالامن مکۂ معظمہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسی بات پر یزید نے ولید کو معزول کر دیا۔ (فردوس آسیہ صفحہ)

حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائیوں، بہنوں، بیٹوں اور بیٹیوں کو ساتھ لے کر نکلے تو آپ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ جو خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے مولا علیؓ کے بیٹے تھے اور جنابِ خولہ کا لقب حنفیہ تھا۔ نے اپنے بڑے بھائی امام حسین کی خدمت میں عرض کیا — وَاللّٰہِ یَا اَخِیْ لَاَنْتَ اَعَزُّ اَھْلِ الْاَرْضِ عَلَیَّ [1] اے میرے بھائی خدا کی قسم آپ تمام اہلِ زمین سے مجھے زیادہ عزیز ہیں — میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کسی شہر میں سکونت اختیار نہ کریں بلکہ کسی جنگل یا صحرا میں رہیں۔ جب لوگ آپ کی بیعت کر لیں اور آپ پر اتفاق کر لیں تو پھر آپ شہر میں داخل ہو جائیں — اور اگر آپ اس چیز سے انکار کرتے ہیں اور شہر میں رہنا چاہتے ہیں تو مکۂ معظمہ چلے جائیں۔ آپ کی خواہش کے مطابق وہاں حالات سازگار رہیں تو بہتر ورنہ — اِلَی الرِّمَالِ وَالْجِبَالِ [2] — ریگستانوں اور پہاڑوں کی طرف چلے جائیں — امام نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے مجھے نصیحت کی اور میرے ساتھ ہمدردی کی — وَسَارَ الْحُسَیْنُ اِلٰی مَکَّۃَ [3] علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام حسینؓ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہؓ سے

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۴۷۔

[2] البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۶۱۔

[3] البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۶۰۔

(۱) — فَاَیْنَ اَذْھَبُ یَا اَخِیْ : — اے میرے بھائی بتاؤ میں کہاں جاؤں
انہوں نے عرض کیا — اِنْزِلْ مَکَّۃَ لے — مکۂ معظمہ میں نزولِ اجلال فرماؤ
دل والو! ذرا اس منظر کو تصور کی آنکھوں سے دیکھو کہ رونقِ مدینہ — مدینہ
رسولؐ کو کیں درد بھری آواز سے الوداع کہہ رہا ہے۔ اونٹوں پر کجاوے اور کجاووں
پر سرتاجِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی پردہ دار نواسیاں — اور آلِ پیغمبرؐ کے چھوٹے
چھوٹے بچے اور معصوم بچیاں جن کو ابھی ابھی نیند سے بیدار کر کے اونٹوں پر سوار کیا گیا
ہے — نیند سے پلکیں بوجھل — چہرے اُداس، ہر جسدِ پاک مضمحل طبیعت میں کسمساہٹ
نگاہوں میں حیرت و حسرت — اور دل میں مدینہ چھوٹ جانے کا غم — اس
نوری قافلے کی ظاہری بے کسی کا منظر دیکھ کر آسمان تھرا گیا ہوگا — فرشتے حیرت کی
تصویر بن گئے ہوں گے — حوروں کی چیخیں نکل گئی ہوں گی — فرشِ زمین پر اضطراب
سے لرزا پیدا ہو گیا ہوگا — نخلستانِ مدینہ نے فرقت کے لمحوں میں حضرت کی چادریں
اتار دی ہوں گی — گلہائے مدینہ کی رنگت اُڑ گئی ہوگی — کلیوں کا غازہ اُتر گیا ہوگا
مدینے کی گلیوں میں کھلنے والے دروازوں کی دہلیزوں پر بیٹھ کر وہاں کی شرافت مآب
خواتین سیدۂ خیر النساء اور زینبِ کبریٰ کا نام لے کر رو رہی ہوں گی — طیبہ کی گلیوں
میں کھیلنے والی ننھی ننھی معصوم بچیاں سکینہ کو یاد کر کے آہیں بھرتی ہوں گی۔ فضائیں
نوحہ کناں ہوں گی کہ دیکھو مدینے سے مدینے کا والی جا رہا ہے — مسجدِ نبوی کے منبر
کا مالک جا رہا ہے — سجادۂ رسولؐ کا وارث جا رہا ہے — علی کا لعل اور بتولؑ
کا گوہر جا رہا ہے — غریبوں کا غم خوار جا رہا ہے — آلِ محمد کا سردار جا رہا ہے۔
دیکھو — آج — مدینہ منورہ — سے — کون — جا — رہا ہے

لے کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ لبنان بیروت۔

مدینے سے او مدن جا رہا ہے — حرم سے امام زمن جا رہا ہے

بہاروں نے رو کر کہا ہائے کیونکر

یہ سارے کا سارا چمن جا رہا ہے

حسین! آج مدینہ چھوڑ کر کیوں جا رہا ہے؟ حکومت حاصل کرنے کے لیے: نہیں ہرگز نہیں کسی ذاتی منفعت کے لیے نہیں ہرگز نہیں —— امام علیہ السلام کا مدینہ سے نکلنا اور مکہ سے کربلا جانا کسی ذاتی لالچ کی بنا پر تھا بلکہ اپنے نانا کا وعدہ وفا کرنے کے لیے —— اور اپنے جدِ امجد کی آغوشِ رحمت کی خوشبو کو بچانے کی خاطر جانا پڑا ہے

مصیبت سے پنجہ لڑانے کی خاطر — جفاؤں کا ہر تیر کھانے کی خاطر
شہادت کا گلشن سجانے کی خاطر — شہید ہو کے قرآں سنانے کی خاطر

مدینے سے نکلا نبی کا نواسہ

نبی کی شریعت بچانے کی خاطر

◎ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب امام عالی مقام علیہ السلام روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بغرضِ زیارت حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں یوں عرض کناں ہوئے —— اے اللہ یہ تیرے نبی کی قبرِ اطہر ہے —— اور میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں میں جن حالات سے مجبور ہو کر جا رہا ہوں تو جانتا ہے —— میں نیکی کو اختیار اور بدی سے اجتناب کرنا پسند کرتا ہوں —— واسئلک یا ذا الجلال والاکرام بحق القبر ومن فیہ —— اے ربِّ ذوالجلال میں تجھ سے صاحبِ قبر کا واسطہ دے کر کہتا ہوں —— کہ میرے لیے وہ راستہ پیدا کر —— ما ھو لک رضی ولرسولک کہ جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا

مندی ہے۔

حضرت امام روتے روتے قبر انور کے ساتھ لپٹ گئے اور اسی غلبہ شوق کی کیفیت میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور امام حسین کو آپ نے اپنی آغوش رحمت میں لیا، اور سینۂ اقدس سے لگا لیا، ـــ چوما ـــ اور فرمایا ـــ حَبِیْبِیْ یَا حُسَیْنُ کَاَنِّیْ اَرَاکَ ـــ اے میرے پیارے حسین میں تمہیں دیکھ رہا ہوں ـــ کہ عنقریب تم خاک و خون میں تڑپائے جاؤ گے اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سرزمین کربلا میں ظلماً ذبح کیے جاؤ گے ـــ اور تمہیں پانی نہیں ملے گا۔ تم اور تیرے ساتھی پیاس کی شدت سے نڈھال ہونگے اور اس کے باوجود تیرے قاتل ـــ یَرْجُوْنَ شَفَاعَتِیْ ـــ میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے ـــ لَا اَنَالَهُمُ اللّٰهُ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ـــ نہ پہنچائے گا اللہ تعالیٰ ان کو میری شفاعت قیامت کے دن یعنی میری شفاعت ان کو نصیب نہ ہوگی ـــ حَبِیْبِیْ یَا حُسَیْنُ اِنَّ اَبَاکَ وَاُمَّکَ وَهُمْ مُشْتَاقُوْنَ اِلَیْکَ ـــ اے میرے پیارے حسین تیرا باپ اور تیری ماں تیرا انتظار کر رہے ہیں ـــ امام نے رو کر عرض کیا اے میرے آقا جان، میری دنیا کی طرف جانے کی کوئی خواہش نہیں ـــ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ قَبْرِکَ مجھے اپنے ساتھ اپنی قبر میں داخل فرمالیں ـــ حضور نے اپنے نواسے کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ـــ نہیں بیٹے ابھی نہیں، ابھی تمہارا دنیا کی طرف رجوع ضروری ہے ـــ حَتّٰی تُرْزَقَ الشَّهَادَةَ لِیَکُوْنَ مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا مِنَ الثَّوَابِ الْعَظِیْمِ ـــ یہاں تک کہ تمہیں شہادت کا وہ مرتبہ پانا ہے جو خدا نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، جس کا بہت بڑا ثواب تمہیں ملنا ہے۔ ؎

؎ الحیات الخفی علامہ سید محمد شاہ بن احمد علوی، جلد ۲ ص ۔۔۔ بحوالہ شہادت نواسہ سید الابرار ص ۲۰۹

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ جب آخری بار سرکار علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو ان الفاظ کے ساتھ عرض کناں ہوئے۔

يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ — اے میرے سردار و سرور، یا رسول اللہ

يَا جَدِّيْ يَا حَبِيْبَ اللهِ — اے میرے نانا جان، اے حبیب اللہ

بِأَبِيْ وَأَنْتَ أُمِّيْ — میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں۔

لَقَدْ خَرَجْتُ مِنْ جِوَارِكَ كُرْهًا — بے شک میں آپ کے پڑوس سے مجبوراً نکل رہا ہوں

فُرِّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ — میرے اور آپ کے درمیان جدائی ڈال دی گئی

وَأُخِذْتُ بِالْأَيْدِ قَهْرًا — اور مجھے مضبوطی کے ساتھ جبراً پکڑا جا رہا ہے۔

وَأَنْ أُبَايِعَ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ — کہ میں یزید بن معاویہ کی بیعت کر لوں

شَارِبَ الْخَمْرِ — جو کہ شرابی ہے۔

وَرَاكِبَ الْفُجُوْرِ — اور جو فسق و فجور پر سواری کرنے والا ہے۔

فَإِنْ فَعَلْتُ فَكَفَرْتُ — اگر میں بیعت کروں تو کافر ہو جاؤں۔

وَإِنْ أَبَيْتُ فَقُتِلْتُ — اگر انکار کروں تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

فَمَا أَنَا بِخَارِجٍ مِّنْ جِوَارِكَ عَلَى الْخَطْرَةِ — میں آپ کے پڑوس سے کسی خطرے کی بنا پر نکلنے والا نہیں۔

إِهَانَةُ الْمَدِيْنَةِ — مجھے مدینہ منورہ کی توہین کا خطرہ ہے۔ عہ

فَعَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ — میری طرف سے آپ پر سلام ہو۔

يَا جَدِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؂ — اے میرے نانا جان، اے اللہ کے رسول۔

عہ کہ کہیں میرے انکارِ بیعت کا بہانہ بنا کر یزید مدینہ پر حملہ کر کے شہرِ مقدس کو تاخت و تاراج کر دے۔

؂ الحیات الحقیقی (علامہ سید محمد شاہ ابن احمد جیلانی) ج ۲ ص ۲۰۶ بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار ص ۲۴۶

روضۃ الشہداء میں ملا حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار حاضر ہو کر یہ تمام معروضات پیش کرنے کے بعد الگ ہوئے تو پھر نماز میں مشغول ہو گئے اس کے بعد آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو دوسری مرتبہ حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپ نے خواب میں تشریف لا کر نواسے کا سر اپنی آغوش میں لے لیا ـــــ امام علیہ السلام نے عرض کیا نانا جان میں اُمت کی جفاؤں سے تنگ آ گیا ہوں اور مجبوراً آپ کے روضے کی زیارت سے محروم ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دوبارہ آپ کے مزار کی زیارت نہیں کر سکوں گا۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا بیٹا! عنقریب تو میرے پاس آ جائے گا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بھوکا، پیاسا کربلا کی زمین پر گرا پڑا ہے تیرا جسم نازنین کٹا پھٹا ہے۔ اور سر تیرا جسم سے الگ پڑا ہوا ہے۔ ـــــ اے میرے حسین! صبر کا دامن تھام کر رکھ اور مردانہ وار اپنا کام پورا کر، زیادہ دیر نہیں گزرے گی کہ تم بھی اپنے معصوم باپ، مظلوم بھائی، اور غم زدہ ماں کی طرح میرے پاس پہنچ جاؤ گے اور میرے ساتھ بہشت کے دسترخوان پر بیٹھ کر خالق العباد کی شانِ عنایت سے ثمر مراد حاصل کرو گے۔

امام حسین فرماتے ہیں کہ میں نے اسی اثنا میں اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف دیکھا تو آپ کا رُوئے گلنار زعفران کی طرح زرد تھا اور مشکبار گیسو غبار میں اٹے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں۔ میں یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر یہ کیسی حالت طاری ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے میری آنکھوں کے نور، اے میرے پسندیدہ بیٹے یہ خاک کربلا کی نشانی ہے۔ اس کے ساتھ ہی امام حسین علیہ السلام بیدار ہو گئے اور آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا

والی اس کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ چلے جانے کا عزم صمیم کر لیا۔

حضرت امام حسین جب مدینہ کو خیر آباد کہہ کر مکہ شریف جانے والی شاہراہ پر گامزن ہوئے تو آپ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۲۱ تلاوت فرما رہے تھے۔ آیت یہ ہے۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ —— پس آپ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نکلے وہاں سے ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے، دعا کی میرے رب بچا لے مجھے ظالم لوگوں سے۔ ؎

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات

جب امام پاک نے سفر جاری فرمایا تو راستے میں ایک مقام پر عبداللہ بن مطیع

؎ اس آیت مبارکہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی شخص مارا گیا تو حکومتی ایوانوں میں یہ بات پہنچی کہ قبطی کو موسیٰ علیہ السلام نے مارا ہے۔ فرعونیوں نے آپ کو گرفتار کر کے ختم کرنے کی سازش کی۔ حضرت موسیٰ کے ایک مخلص کو پتہ چلا تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور حکومت کے ارادے سے آپ کو مطلع کر کے عرض کیا کہ آپ یہاں سے جلدی نکلنے کی کوشش فرمائیں آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور دل میں ہر وقت یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ پیچھے سے کوئی گرفتار نہ کرے۔ اس لیے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ مجھے اس ظلم و ستم کرنے والی قوم سے بچا لے۔

امام ذی وقار نے بوقت سفر جب مذکورہ آیت تلاوت کی تو آپ کے ذہن میں اس قرآنی آیت کا پورا پس منظر اور جناب موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر کرنا موجود ہوگا، جبھی تو آپ نے یہ آیہ مبارک تلاوت فرمائی۔

سے ملاقات ہوئی جو کہ مکہ معظمہ سے آرہے تھے انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی اے ابن رسول اللہ آپ کہاں جا رہے ہیں اور کیا ارادہ رکھتے ہیں۔

امام نے فرمایا اے عبداللہ ظالموں کے ہاتھوں تنگ آکر اپنے شہر اور وطن کو چھوڑ رہا ہوں، احباب و اصحاب کی صحبتوں کو خیر باد کہہ کر حرم کی طرف جا رہا ہوں کہ ارشاد خداوندی ہے ـــــ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا[1] مجھے ہر روز اپنے شہر میں رنج و غم اور ہر ساعت ایک نئی مصیبت اور نئے الم سے واسطہ رہتا ہے اس وقت تو مکہ معظمہ جا رہا ہوں اور وہاں جا کر حالات کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مطیع نے عرض کی، اے ابن رسول اللہ میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟

امام نے فرمایا تو میرا دوست ہے اور دوستوں کی باتیں سنی اور مانی جاتی ہیں جو کہنا ہے کہو۔

جناب عبداللہ نے عرض کیا۔ اے ابن رسول اللہ آپ اسی وقت تمام عالم کے سردار اور اولاد آدم میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ مکہ تشریف لے جائیں اور وہیں پر رہیں۔ اہل مکہ کسی اور کو آپ پر ترجیح نہیں دیں گے۔ جب کہ اہل کوفہ آپ کو الجھانے کی کوشش کریں گے۔ ان کی چالبازی اور فریب میں ہرگز نہ آنا آپ کے والد گرامی نے اس علاقہ میں شربتِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ نیز ان لوگوں نے آپ کے برادر بزرگوار (امام حسن علیہ السلام) سے بھی دغا کی اور انہیں ہر طرح کے دکھ دیے

---

[1] سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۷۔ ترجمہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ ہر خطرے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کو بلانے کی کوشش کریں گے۔ پھر آپ کو بلا کر اکیلا چھوڑ دیں گے اور ہرگز وعدہ وفائی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ان کوفیوں کی جبلّت میں وفا نہیں ہے۔

امام حسین نے عبداللہ کی باتوں کی تصدیق فرماتے ہوئے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

جب مکّہ میں داخل ہوئے

امام عالی مقام مدینہ سے مکّہ کی طرف سفر کے دوران مختلف منازل اور مراحل طے کرتے ہوئے مکّہ کے جوار میں پہنچ گئے، جب آپ کی نظر مکّہ کی پہاڑیوں پر پڑی تو آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے حال در مدین پہنچنے کو یاد کر کے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ[1] (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۷۴ ۔ روضۃ الشہداء قلمی ص ۔ ۲۸۹ ۔ ۲۹۰ ۔ ۲۹۱)

---

[1] پارہ ۲۰ سورۃ قصص آیت نمبر ۲۲ ترجمہ۔ اور جب روانہ ہوئے مدین کی طرف (تو دل میں) یہ کہنے لگے کہ میرا رب میری رہنمائی فرمائے گا سیدھے راستے کی طرف۔ خیال ہے کہ مدین ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے جو مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ یہ علاقہ فرعونی حکومت سے خارج تھا۔ مصر سے مدین کی مسافت آٹھ منزل کی تھی۔ جب حضرت موسیٰ کا مصر میں ٹھہرنا ناممکن ہو گیا، تو آپ نے مدین کا رخ کیا۔ اس لیے کہ یہ علاقہ فرعون مصر کے قلمرو سے باہر تھا، قریب بھی تھا، اور شاداب بھی اور وہاں کے باشندے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت مدین کی اولاد تھے۔ حضرت موسیٰ کی ان سے نسبی قرابت بھی تھی، لیکن بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ پاس نہ سواری تھی نہ زادِ راہ، راستہ بھی معلوم نہ تھا، لیکن دل میں یقین کا سرمایہ تھا۔ اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری رہنمائی فرمائے گا۔ اس سفر میں آپ نے صرف درختوں کے پتوں کو بطور غذا استعمال کیا۔ حضرت موسیٰ کا سفر مدین کئی دنوں سے زیادہ ہو گیا تھا۔ اسی تصور کے تحت آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام مکہ معظمہ میں

جب اہلِ مکہ کو حضرت امام کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو وہ آپ کے استقبال کے لیے مکہ معظمہ سے باہر نکل آئے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے زبان سے یوں گویا ہوئے۔

مدینہ پاک سے حسنِ رسولؐ آتا ہے ۔۔۔ امن کے شہر میں ابنِ بتولؑ آتا ہے
ہمارے دل کے چمن میں بہار آئے گی ۔۔۔ وہ دیکھو گلشنِ حیدرؓ کا پھول آتا ہے

امام عالی مقام علیہ السلام نے جس جگہ قیام فرمایا وہاں پر لوگ گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ جب یزید علید کو یہ خبر پہنچی کہ امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے گئے ہیں تو اس نے امام عالی مقام کو گرفتار نہ کرنے کی سزا کے طور پر ولید کو معزول کر دیا۔[1]

امام حسینؓ نے تین شعبان ۶۰ھ (۹ مئی ۶۸۰ء بروز جمعرات) مکہ میں داخل ہوئے اور شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پر رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مقیم رہے۔ جب قریشِ مکہ نے آپ سے جدائی اختیار کی اور بنو ہاشم کو یہاں پر رہنا پڑا۔ آج حضورؐ کے نواسے کو بھی اسی مقام پہ قیام کرنا پڑا اور اس قیام کے دوران لوگ دُور دراز سے حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتے اور آپ کی صحبت میں ایک انوکھا کیف محسوس کرتے تھے۔

اہلِ کوفہ کی میٹنگ

جب اہلِ کوفہ کو امیر معاویہؓ کی وفات اور امام حسینؓ کا یزید کی بیعت سے

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۹۲

(ان) کا پتہ چلا تو انہوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں ایک خفیہ میٹنگ کی جس میں سلیمان نے تقریر کرتے ہوئے کہا حسین مدینہ سے نکل کر مکہ چلے گئے ہیں — وَ اَنْتُمْ شِیْعَتُهٗ وَشِیْعَةُ اَبِیْهِ — اور تم ان کے والد (علیؑ) کے شیعہ ہو اگر تم اس موقع پر ان کی مدد کرنا اور اس کے دشمن کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہو تو انہیں لکھ بھیجو کہ وہ یہاں تشریف لے آئیں۔ اور اگر تم اپنی کمزوری کے باعث ڈرتے ہو تو پھر انہیں خواہ مخواہ مصیبت میں نہ ڈالو۔ اس پر ان تمام (شیعان) نے ایک زبان ہو کر کہا — نُقَاتِلُ عَدُوَّهٗ وَنَقْتُلُ اَنْفُسَنَا[1] — کہ ہم ان کے دشمن کو قتل اور اپنی جانوں کو ان پر قربان کر دیں گے۔

چنانچہ ان سب نے بالاتفاق امام حسین کو ایک خط لکھا جس کا مضمون اس طرح ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ — مِنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، وَالْمُسَیَّبِ بْنِ نَجَبَةَ، وَرِفَاعَةَ بْنِ شَدَّادٍ، وَحَبِیْبِ بْنِ مُظَاهِرٍ وَشِیْعَتِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْکُوْفَةِ سَلَامٌ عَلَیْكَ فَاِنَّا نَحْمَدُ اِلَیْكَ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ — اَمَّا بَعْدُ — فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَصَمَ عَدُوَّكَ الْجَبَّارَ الْعَنِیْدَ الَّذِی انْتَزٰی عَلٰی هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَابْتَزَّهَا اَمْرَهَا وَغَصَبَهَا فَیْئَهَا وَتَاَمَّرَ عَلَیْهَا بِغَیْرِ رِضًی مِّنْهَا ثُمَّ قَتَلَ خِیَارَهَا وَاسْتَبْقٰی شِرَارَهَا وَجَعَلَ مَالَ اللّٰهِ دُوْلَةً بَیْنَ جَبَابِرَتِهَا وَاَغْنِیَائِهَا

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۱۹۷ ۱۹۷ مطبوعہ قاہرہ۔

[2] ۔ ۔ ۔ ص ۱۹۷ ۔ ۔ ۔

فَبَعُدَ لَهُ كَمَا بَعُدَتْ ثَمُوْدُ اِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالنُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ فِيْ قَصْرِ الْاِمَارَةِ لَسْنَا نَجْتَمِعُ مَعَهُ فِيْ جُمُعَةٍ وَّلَا نَخْرُجُ مَعَهُ اِلٰى عِيْدٍ وَلَوْ قَدْ بَلَغَنَا اَنَّكَ قَدْ اَقْبَلْتَ اِلَيْنَا اَخْرَجْنَاهُ حَتّٰى نُلْحِقَهُ بِالشَّامِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

وَالسَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ [1]

ترجمہ:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی کے لیے۔ سُلیمان بن صرد، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے ——

—— سلام ہو آپ پر —— ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں —— اما بعد —— اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے جبّار و عنید دشمن کو موت سے ہمکنار کیا، جس نے نظامِ حکومت کو درہم برہم کیا، غنائم پر قبضہ جمائے رکھا اور لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حکومت کی، نیکوں کو قتل کیا اور شر پسندوں کو باقی رکھا اور اللہ کا مال جفا کاروں میں تقسیم کیا۔ اس پر عذاب نازل ہو جس طرح قومِ ثمود پر نازل ہوا۔ ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ تشریف لائیں۔ شاید آپ کی وجہ سے ہم حق پر جمع ہو جائیں۔ امیرِ کوفہ نعمان بن بشیر دار الامارت میں موجود ہیں۔ ہم ان کے پیچھے جمعہ اور عید کی نماز نہیں پڑھتے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو ہم انہیں شام کی طرف دھکیل دیں گے۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ علیک

نوٹ: خیال ہے کہ مندرجہ بالا خط کوفہ کے شیعوں کی طرف سے لکھا گیا۔

---

[1] الطبری ایضاً، مقتل الحسین ابی مخنف ص ۱۵، مطبوعہ قم ایران، الحسین مترجمہ عمر ابو النصر، ص ۵۵ مطبوعہ لاہور۔

اور خط کی شہرت بتا رہی ہے کہ خط لکھنے والے امیر شام کے سخت ترین مخالفین میں سے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مریدوں نے اپنے پیر و مرشد اپنے ہاں آنے کی دعوت دے دی اور پھر مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ گئے اور امام کو قاتلوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ـــ مندرجہ بالا خط کے قاصد عبداللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وال تھے یہ خط مکہ میں دس رمضان ۶۰ھ امام حسین کی خدمت میں پیش کیا گیا ـــ اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر صیداوی، عبدالرحمن بن عبداللہ ارحبی اور عمارہ بن عبید سلولی کو مختلف عمائدین شہر کے ڈیڑھ سو خط اور دے کر حضرت حسین کی خدمت میں بھیجا جن میں آپ سے کوفہ تشریف لانے کی درخواست کی گئی تھی[1] ـــ اس کے بعد بھی ان سے صبر نہ ہو سکا اور ان ڈیڑھ سو خطوط پر اکتفا نہ کرتے ہوئے دو دن بعد، ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ امام حسین علیہ السلام کو اس مضمون کا خط بھیجا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، لِحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، مِنْ شِيْعَتِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ ـــ اَمَّا بَعْدُ ـــ فَحَيَّهَلًا فَاِنَّ النَّاسَ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَلَا رَاْيَ لَهُمْ فِيْ غَيْرِكَ فَالْعَجَلَ الْعَجَلَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ[2] ـــ بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی کو ان کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے ـــ جلد ہی روانہ ہو جائیے لوگ آپ کے منتظر ہیں اور سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے۔ جلدی کیجئے، جلدی کیجئے ـــ والسلام علیک

شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن رویم، عزرہ

---

[1] الحسین ص ۲۵۵/۲۵۶۔

[2] ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۲۶۲۔

بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی نے اس مضمون کا خط لکھا ——

أَمَّا بَعْدُ —— فَقَدِ اخْضَرَّ الْجَنَابُ وَأَيْنَعَتِ الثِّمَارُ وَطَمَّتِ الْجِمَامُ فَإِذَا شِئْتَ فَاقْدِمْ عَلَى جُنْدٍ لَكَ مُجَنَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

—— کوفہ کے نواحی علاقے سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں، پھل پک چکے ہیں چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ جب جی چاہے تشریف لے آئیں، آپ کا لشکر تیار ہے —— یہ تمام قاصد ایک ہی وقت میں حضرت امام کی خدمت میں پہنچے حضرت امام نے خطوط کو پڑھا، قاصدوں کے حالات دریافت فرمائے۔ جب امام عالی مقام کی خدمت میں پے در پے اہل کوفہ کے خطوط پہنچنے شروع ہوئے، تو آپ نے اہل الرائے اصحاب سے مشورے کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی جو سب قاصدوں کے آخر میں پہنچے تھے کو اہل کوفہ کے خطوط کا جواب لکھ کر دیا خط کا مضمون یہ ہے

—— بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ إِلَى الْمَلَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ —— أَمَّا بَعْدُ —— فَإِنَّ هَانِئًا وَسَعِيْدًا قَدِمَا عَلَيَّ بِكُتُبِكُمْ وَكَانَا آخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ مِنْ رُسُلِكُمْ وَقَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِي اقْتَصَصْتُمْ وَذَكَرْتُمْ وَمَقَالَةُ جُلِّكُمْ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا إِمَامٌ فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْهُدٰى وَالْحَقِّ۔

وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ أَخِيْ وَابْنَ عَمِّيْ وَثِقَتِيْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ وَأَمَرْتُهُ أَنْ يَكْتُبَ إِلَيَّ بِحَالِكُمْ وَأَمْرِكُمْ وَرَأْيِكُمْ فَإِنْ

لہ تاریخ ابن جریر طبری جلد ۴ ص ۲۶۲۔

كتب الى انه قد اجتمع رأى ملئكم وذوى الفضل والحجى
منكم على مثل ما قدمت على به رسلكم وقرأت فى كتبكم
اقدم عليكم وشيكا ان شاء الله فلعمرى ما الامام الا العامل
بالكتاب والآخذ بالقسط والدائن بالحق والحابس نفسه على
ذات الله والسلام[1] ——— ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ حسین بن علی کی طرف
سے مومنوں اور مسلمانوں کی جماعت کی طرف۔ ہانی اور سعید تم لوگوں کی طرف
سے خط لے کر میرے پاس آئے۔ اور جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا اور اس میں یہ
کہ ”ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ آ جائیے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب سے ہم کو حق
و ہدایت پر جمع کر دے، مجھے معلوم ہوا میں نے اپنے چچا زاد بھائی کو جن پر مجھے
بھروسا ہے اور میرے اہل بیعت میں سے ہے۔ تمہارے پاس روانہ کر رہا ہوں
میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ تم تمام لوگوں کے حالات اور رائے مجھے لکھ کر بھیجو
اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمہاری جماعت کے لوگ
اور ارباب فضل و عقل اس بات پر متفق ہیں جس امر کے لیے تمہارے قاصد میرے
پاس آئے ہیں اور جو مضامین تمہارے خطوط میں، میں نے پڑھے ہیں تو میں بہت
جلد انشاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا ——— اپنی جان کی قسم قوم کا رہنما وہی شخص
ہو سکتا ہے۔ جو قرآن پر عمل کرنے والا اور عدل کا دامن تھامے ہوئے حق کا
طرفدار ہو اور ذات خدا پر توکل رکھے۔ والسلام

مذکورہ بالا خط میں امام حسین علیہ السلام نے کچھ واضح اور کچھ کنایۃً اشارات
فرمائے اور کوفیوں پر یہ امر واضح کیا کہ قیاس آرائی قابل رشک نہیں۔ اس لیے پہلے

[1] طبری ایضاً۔ مقتل الحسین ۱۷۔

اپنے چچیرے بھائی کو روانہ کر رہا ہوں تاکہ تمہاری عقیدتوں کے ولولے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اور یہ دیکھ سکیں کہ ان عقیدتوں میں خلوص کتنے فی صد ہے۔

امام پاک کی خدمت میں خطوط ارسال کرنے والے گروہ میں سے چند نے امام پر اپنی جان نچھاور کی اکثریت نے ساتھ چھوڑ دیا ایک ٹولا ابن زیاد کے ہاتھوں بک گیا کچھ بزدل خوف زدہ ہو گئے اور کچھ لوگ اپنی فطرت کے مطابق ذاتی اور سیاسی مفادات کے حصول کی خاطر امام پاک کے دشمن بن گئے۔ جو ثابت قدم رہے۔ ان کی عظمتوں کو سلام اور جنہوں نے نواسہ رسول کو دھوکہ دیا وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضؓ

سیدنا حضرت مسلم رضی اللہ عنہ، مولائے کائنات سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب کے صاحبزادے ہیں، اس لحاظ سے جناب مسلمؓ امام حسین کے چچیرے بھائی ہیں، مولا علی کی صاحبزادی[۱] ان کے نکاح میں تھی اس نسبت کے اعتبار سے مسلمؓ امام حسین کے بہنوئی بھی لگتے ہیں۔ آپ نہایت خوش شکل، پاک طینت اور پُر وقار شخصیت کے مالک تھے، جذبۂ وفا سے سرشار میدانِ شجاعت کے شہسوار تھے، اپنے بھائی حسین سے بے پناہ محبت تھی۔ ایسی محبت جس میں عقیدت کا رنگ نمایاں تھا —— یہی وجہ ہے کہ کوفیوں کی طرف سے آنے والے خطوط کے جواب میں امام حسینؓ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی مسلمؓ بن عقیل کو بطور سفیر بھیج رہا ہوں تاکہ وہ آپ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے کر مجھے مطلع کریں۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ امام برحق سیدنا حسین کے گھر پر گو فہ جانے کے

۱؎ مولا علی کی صاحبزادی جو حضرت مسلم کے نکاح میں تھی، عباسؓ علمدار کی سگی بہن بتائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام رقیہؓ تھا۔ لیکن مولا علی کی جس بیٹی کا نام رقیہ ہے وہ مولا علی کی زوجہ ام حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن اطہر سے ہیں اور عباس کی والدہ کا نام ام البنین ہے (رضی اللہ عنہن)

لیے تیار ہو گئے۔ ان کا یہ سفر مصائب و آلام کا سفر تھا، ایسا سفر جس میں کئی امتحانات تھے، ہر امتحان اپنے دامن میں جفاؤں کے طوفان لپیٹے ہوئے تھا۔

خیال رہے کہ کسی عظیم مقصد کی خاطر تند و تیز آندھیوں میں ثابت قدم رہنا اور ہر طرح کی سختیاں برداشت کرنا عشق و محبت کی دنیا کا دستور ہے، اور اہلِ محبت اس رسمِ عاشقی سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور اس راز سے بھی واقف ہیں کہ مقاصدِ حسنہ کی خاطر موت کو گلے لگانا ابدی زندگی کے حصول کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔

موت کو اس کے تصور سے ہی آجاتی ہے موت
زندگی ملتی ہے جو الفت میں مر جانے کے بعد

○ بعض منزلیں ایسی ہیں جنہیں حاصل کرنے کے لیے مصیبتوں کی چکی میں پسنا پڑتا ہے، اور جو منزلیں محبوبِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ بنتی ہیں، ان پر چلنے والوں کو ہر قسم کی تکلیفیں سرور و راحت پہنچاتی ہیں ـــــ اہلِ محبت کا یہ قول ـــــ جَفَاءُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ ـــــ کہ جفائے دوست کا شربت بہت زیادہ میٹھا ہوتا ہے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ـــــ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ یَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ـــــ بے شک اللہ کا بندہ، اللہ کے لیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبقت کرتا ہے تو یہ وہ منزلت ہے کہ بندہ اپنے عمل سے وہاں نہیں پہنچ سکتا، یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت اور توفیق کے بغیر بلند و اعلیٰ درجات تک رسائی ناممکنات میں سے ہے ـــــ اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ فِیْ جَسَدِهٖ ـــــ (اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس مرتبے تک پہنچانے کے لیے) " اُسے اُس کے جسم میں مبتلا فرما دیتا ہے " ـــــ یعنی اس کے جسم کو امراض و آلام میں گرفتار کر دیتا ہے۔

وَفِي مَالِهِ — یا اسے مال ومنال کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے — یعنی
وہ مال ومنال جو اسے دیا گیا تھا اسے تلف کر دیتا ہے اور اس
شخص کو محتاج وبے نوا بنا دیتا ہے۔

أَوْ فِي وَلَدِهِ — یا پھر اس کا امتحان اس کی اولاد کے سلسلے میں ہوتا ہے — اور
وہ اس طرح کہ اس کے دل کا میٹھا پھل شاخِ حیات سے گرا کر
موت وہلاکت کی وادیوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔

ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَٰلِكَ — پھر اس شخص کو ان آفات پر صابر رکھا جاتا ہے — اور
اسے ان تمام اذیتوں کو برداشت کرنے کے لیے توفیقِ شکیبائی
اور دولتِ صبر ورضا عطا فرما دی جاتی ہے۔

حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ [1] — یہاں تک اُسے ان مصیبتوں کو صبر و
تحمل سے برداشت کرنے کی بنا پر اس منزل پر پہنچا دیا جاتا ہے، جو
اُس کے لیے پہلے ہی سے مقدر کر رکھی تھی۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی اعلیٰ منازل ومناصب، بلند
ارجمند مرتبے صحرائے مصائب کے بلاکشوں کے لیے مخصوص اور نامزد کیے ہوتے ہیں۔
اولیاء اللہ کی جانوں میں مصیبتوں کی آگ کی چنگاریاں ڈال دینا اور حسرت
کے شعلوں سے صدیقوں کے جگر کو کباب بنا دینا، بے فائدہ اور عبث کام نہیں۔

○ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی ایسی ہی مشکل ترین اور پُر خار وادی
میں قدم رکھا اور ہر آزار کو سینے سے لگا کر قرار کو خود سے دور کیا۔

آپ جب مکہ سے روانہ ہونے لگے، شدت کے ساتھ رونے لگے لوگوں

---

[1] روضۃ الشہداء ص

نے پوچھا کہ اے مسلمؑ موت کے خوف سے روتے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں، امام حسینؑ کے فراق میں روتا ہوں کیونکہ میں ان کی محبت میں گرفتار ہوں اور کبھی بھی ان کی خدمت سے دور نہیں رہا اور روتا ہوں کہ انہیں دوبارہ نہیں دیکھ سکوں گا۔

الغرض حضرت مسلم مکہ سے سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور رات کے وقت شہر میں داخل ہوئے اور سرکار علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر حاضری دی جناب مسلم کے دو چھوٹے بیٹے (محمد، ابراہیم) تھے جن کے ساتھ وہ بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور دونوں بچوں کی جدائی برداشت نہ کرتے تھے، انہیں ساتھ لیا اور تمام اہل و عیال کو الوداع کہا اور دو رہبر ساتھ لیے تاکہ وہ صحرا کے راستے کوفہ پہنچا دیں۔ خدا کی قدرت کہ وہ دونوں رہبر راستہ گم کر بیٹھے اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے اور حضرت مسلم ہزار مصیبتوں کے بعد اپنے بیٹوں کے ساتھ پانی تک نہ پہنچ سکے۔

مسلمؑ کوفہ میں

حضرت مسلم دشوار گزار رستوں کو عبور کرتے ہوئے کوفہ پہنچے تو آپ نے مختار بن ابو عبیدہ۔ یا۔ ابن عوسجہ کے ہاں قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کا جب اہل کوفہ کو پتہ چلا تو لوگ جوق در جوق آ کر ان سے بیعت ہونے لگے ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔ طبری نے بارہ ہزار، روضۃ الشہداء میں اٹھارہ ہزار اور بعض نے پندرہ ہزار لکھا ہے۔ جب آپ کے پاس لوگ ملنے کے لیے حاضر ہوتے تو بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے۔ آپ نے ان کے اس انداز کو دیکھ کر امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خط بھیجا۔

دوسری طرف یزیدیوں نے یزید لعین کو بذریعہ خطوط یہ پیغام بھیجا کہ اگر جلد از جلد کوفہ پر قابو نہ پایا گیا تو پھر یہ تمام علاقہ ہاتھ سے نکل جائے گا اور بعد میں

مختلف پریشانیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ لہذا کوفہ کو دوسرے امور پر ترجیح دی جائے گی۔

یزید کی پریشانی

جب جناب مسلم کی آمد اور لوگوں کی بیعت کا علم یزید کو ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اور اُس نے اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام سرجون[1] سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے" یزید ہمیشہ امور سلطنت میں اسی سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ سرجون نے کہا۔ معاویہ اگر زندہ ہوتے تو تم ان کی بات قبول کر لیتے؟ یزید نے کہا۔ ہاں۔ یہ سن کر سرجون نے امیر معاویہ کا وصیت نامہ نکالا اور کہا کہ ابن زیاد کو کوفے کا حاکم بناؤ۔ یہ تمہارے باپ معاویہ کا حکم ہے۔ وہ مرتے وقت اس وصیت نامے پر عمل کرنے کا حکم دے گئے ہیں۔[2]

یزید کا ابن زیاد کے نام خط

یزید نے اپنے باپ کے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا حاکم بنا دیا اور کوفے کی حکومت کا فرمان اس کے نام لکھ دیا اور مسلم بن عمرو باہلی کو حکم نامہ دے کر عبیداللہ کے پاس بصرہ روانہ کر دیا۔ اور اس

---

[1] سرجون کے بارے میں بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ یہودی النسل تھا اور اس کے سازشی ذہن نے اسلام اور اہل اسلام کو کافی نقصان پہنچایا۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر۔

[3] اس سے پہلے یزید ابن زیاد سے ناراض تھا چاہتا تھا کہ اسے بصرہ کی امارت سے معزول کرے۔

میں یہ بھی لکھا کہ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں جاکر مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کرو جیسے کوئی نگینہ تلاش کیا جاتا ہے — فَتُوثِقَهُ أَوْ تَقْتُلَهُ أَوْ تَنْفِيَهُ[1] — انہیں یا تو گرفتار کر لینا۔ یا قتل کر دینا یا شہر سے نکال دینا۔

قاصد کا قتل

مسلم باہلی خط لے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بصرہ پہنچا۔ ابن زیاد نے سامان سفر تیار کیا اور کوفہ روانہ ہونے کے لیے مستعد ہو گیا — ادھر امام عالی مقام ایک آزاد کردہ غلام سلیمان کو بصرہ کے رؤسا کے نام خط دے کر روانہ کیا خط کے مضمون کا ایک حصہ اس طرح ہے — اما بعد — اللہ رب العزت نے مصطفیٰ کریم کو اپنی مخلوق میں برگزیدہ فرمایا، نبوت و رسالت کے لیے ان کا انتخاب فرما کر توقیر و اکرام سے نوازا۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خیر خواہی فرما کر اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا چکے تو رب عظیم نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ — وَكُنَّا أَهْلَهُ وَأَوْلِيَاءَهُ وَأَوْصِيَاءَهُ وَوَرَثَتَهُ — ہم لوگ ان کے اہل بیت، وصی، ولی اور وارث ہیں — اور ان کے مقام و سجادہ کے ہم سب سے زیادہ مستحق ہیں، سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں۔ میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دے کر روانہ کیا ہے — وَأَنَا أَدْعُوكُمْ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ السُّنَّةَ

---

[1] تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری المجلد الثالث الجزء السادس ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر سن اشاعت ۱۳۹۹ ھجری۔

قد اُمیتت وإن البدعة قد اُحییت وان تسمعوا قولی وتطیعوا امری اھدکم سبیل الرشاد والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میں تم کو اللہ کی کتاب اور سنت رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ اس لیے کہ رسول اللہ کی سنت مٹادی گئی ہے اور بدعت کو رواج دیا گیا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو میں ہدایت کے رستوں کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ"

خیال رہے کہ یہ خط۔ مالک بن مسمع بکری۔ احنف بن قیس۔ منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن ہیثم اور عمرو بن معمر کے نام تھا ـــ ان میں سے جس نے اس خط کو پڑھا اس نے چھپا دیا۔ صرف منذر بن جارود کو یہ وسوسہ ہوا کہ کہیں ابن زیاد ہم لوگوں کو جکڑ دے کر کسی جال میں پھنسانے کی کوشش میں مصروف نہ ہو اور وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس قاصد کو لیے ہوئے چلا آیا اور خط بھی اسے دکھایا۔ ابن زیاد نے اسی وقت قاصد کی گردن اڑا دی۔[1]

تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ قاصد حسین کو قتل کرنے کے بعد ابن زیاد بد نہاد نے منبر پر کھڑے ہو کر اہل بصرہ کو بہت ڈرایا دھمکایا۔ اور قہر آلود لہجہ میں کہنے لگا۔ اے اہل بصرہ! مجھے امیر یزید نے کوفے کا حاکم مقرر کیا ہے۔ میں کل ادھر روانہ ہو رہا ہوں اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین مقرر کیے جا رہا ہوں۔ اور یہ میرا حکم کان کھول کر سن لو کہ اگر مجھے تم میں سے کسی کی مخالفت و بغاوت کا علم ہوا تو میں اسے اور اس کے ہوا خواہوں، مددگاروں اور قریبیوں کو قتل کر دوں گا

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر

اس لیے کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں۔

ابن زیاد کوفہ میں

دوسرے دن ابن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین مقرر کیا اور مسلم بن عمرو باہلی، شریک بن اعور حارثی، اور دیگر کئی خدام و حشم اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پر رکھے ڈھاٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔

اہل کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اور وہ سب آپ کے منتظر تھے۔ عبیداللہ بن زیاد کو سمجھے کہ یہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ وہ جہاں جہاں سے گزرتا تھا لوگ سلام کرتے تھے اور کہتے تھے ـــــ مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ[1] ـــــ مرحبا اے رسول خدا کے بیٹے مرحبا آپ کا تشریف لانا کتنا اچھا ہوا۔

چونکہ ابن زیاد چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، لوگ یہ سمجھے کہ یہ امام حسین علیہ السلام ہیں اس لیے سلام کرتے اور خیر مقدمی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ اس بدنہاد نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اسے امام حسین سمجھ کر خوش آمدید کہہ رہے ہیں تو اس کو یہ امر سخت ناگوار گزرا۔

اور جب وہ قصر امارت کے قریب پہنچا تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا اے لوگو! ہٹ جاؤ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ عبیداللہ بن زیاد ہے تو سب کو بہت رنج ہوا اور وہ سب ایک دوسرے کا منہ

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الفکر

تھک گئے۔

جلادِ بنو امیہ، ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو شدید قسم کی دھمکیاں دیں اور کہا کہ اگر کسی نے مخالفت کی یا بغاوت کا سوچا تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی کہا کہ مسلم بن عقیل کی امیر المومنین یزید کو تلاش ہے جس نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی اور میرے سامنے پیش نہ کیا، تو اس شخص کو اسی کے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔

خیال رہے کہ یہ جلاد صفت آدمی موجودہ دور کے خارجیوں اور ناصبیوں کا محبوب لیڈر اور جمہوریت پسند سیاست دان ہے اور وہ اس پہ بہت خوش نظر آتے ہیں اور یہ رسولِ خدا اور آلِ رسول کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہے۔ ان کے نہاں خانوں میں رسول اللہ کے پیاروں کی دشمنی کے تنور بھڑک رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں اور اللہ والوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے والوں کو قبر پرستی کا طعنہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ بنو امیہ کے دہشت گردوں سے بھی زیادہ اولادِ زہراؓ کے دشمن ہیں۔

مسلمؓ ہانی کے گھر میں

حضرت سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابن زیاد کے آنے سے قبل مختار بن عبیدہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس روز آپ کے جسم میں درد تھا آپ نماز کے لیے نہ جا سکے اور جب ظہر کا وقت ہوا تو مسجد میں گئے۔ اذان اور اقامت کے بعد تنہا ہی نماز ادا کی اور کوئی شخص آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک لڑکے پر نظر پڑی۔ اس سے پوچھا اے لڑکے اہلِ شہر کو کیا ہوا؟ ـــ اس نے جواب دیا اے آقا کوفہ والوں نے حسین علیہ السلام

کی بیعت توڑ دی ہے اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔

جب حضرت مسلمؑ نے لڑکے کی بات سُنی تو کفِ افسوس ملتے ہوئے سڑک پر چل پڑے۔

دل والو! آگ اگلتی دھوپ میں کوفے کے مہمان کو سڑک پر چلتے ہوئے ذرا تصور کی آنکھ سے دیکھو۔

نازک نرم سر پر کی دا جیویں پہنچے دیاں کلیاں
لگ پئی برسے وقت دوپہر دے سڑ گیاں نازک کلیاں

کوفیاں بند دروازے کیتے کوئی دل دا حال نہیں پچھدا
تنہا ور پھدی اپھردا وچ کوفے دیاں گلیاں

آپ سڑک پر چلتے چلتے ایک بلند و بالا مکان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جو محلہ بنو خزیمہ میں تھا۔ مکان سے ایک کنیز باہر آئی تو آپ نے اس سے پوچھا یہ مکان کس کا ہے؟ اس کنیز نے جواب دیا یہ ہانی بن عروہ کا گھر ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اندر جا کر اپنے آقا سے کہو کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے ــــ کنیز نے عرض کیا ــــ آپ کون ہیں؟ ــــ نام کیا ہے؟ ــــ کہاں سے آئے ہیں ــــ آپ زبانِ حال یوں گویا ہوئے۔

نبیؐ کے گھر کا بندہ ہوں ہے آقا مرتضیٰ میرا
حسینؑ ابن علیؑ سید، امام و پیشوا میرا
نرالا ہے جہاں والوں سے گھر میرا، چمن میرا
اگر پوچھے تو کہہ دینا مدینہ ہے وطن میرا

آپ نے کنیز سے فرمایا کہ اگر وہ نام پوچھیں تو کہنا مسلم بن عقیل ہے ــــ کنیز اندر گئی اور پھر باہر آئی اور عرض کیا اے میرے آقا اندر تشریف لائیے ــــ حضرت

ہانیؓ اس روز سخت بیمار تھے وہ معانقہ کے لیے اُٹھے مگر اُٹھ نہ سکے ۔ لیکن زبانِ محبت سے پکار اُٹھے ۔

زہے مقدر کہ میرے گھر میں ہے باغِ رحمت کا پھول آیا

پیامِ نورِ رسولؐ لے کر

سفیرِ ابنِ بتولؑ آیا !

حضرت مسلم ہانی کے پاس بیٹھ گئے ۔ دونوں حضرات باتیں کرنے لگے دورانِ گفتگو عبیداللہ بن زیاد کا ذکر بھی ہوا ۔ حضرت ہانیؓ نے کہا اے میرے آقا وہ میرے دوستوں میں سے ہے ۔ جب اس کو میری بیماری کے بارے میں پتہ چلے گا تو وہ میری عیادت کے لیے ضرور آئے گا جب وہ آئے تو آپ یہ تلوار لے کر اندر چلے جائیں ۔ اور جب وہ بیٹھ جائے تو جھپٹ کر اس کو قتل کر دیں ۔ اور یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر وہ حملہ سے بچ گیا تو پھر وہ آپ کو اور مجھے قتل کر دے گا ۔ آپ کے اور میرے درمیان علامت یہ ہے کہ میں اپنا عمامہ سر سے اتار کر نیچے رکھ دوں گا ۔ اور جیسے ہی آپ یہ دیکھیں لپک کر اس کو قتل کر دیں ۔ حضرت مسلمؓ نے حامی بھر لی ۔

ابنِ زیاد ہانی کے گھر میں

حضرت ہانی نے ابنِ زیاد کو بے وفائی کی شکایت بھیجی کہ میری عیادت کو نہیں آتے ۔ اس نے بھی معذرت کی اور کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ بیمار ہیں ۔ میں شب کو عیادت کے لیے آؤں گا ۔ عشاء کے وقت ابنِ زیاد اپنے باڈی گارڈ کے ہمراہ ہانی کی عیادت کے لیے آیا ہانی سے کہا گیا کہ ابنِ زیاد دروازے پر ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے تو ہانی نے اپنی کنیز سے کہا کہ یہ تلوار مسلمؓ کو دے آؤ اس نے تلوار مسلمؓ کو دے دی اور وہ دوسری کوٹھری میں چلے گئے ۔ ابنِ زیاد اندر آیا اور

ہانی کے قریب بیٹھ گیا اور اس کا محافظ عقب میں کھڑا ہوگیا۔ ابن زیاد حضرت ہانی سے باتیں کرتا رہا اور ان کے احوال پوچھتا رہا اور ہانی اپنی کیفیت بیان کرتے رہے اور ساتھ ہی اپنا عمامہ اتار کر زمین پر رکھ دیا اور پھر سر پر رکھ لیا اور ایسا انہوں نے تین مرتبہ کیا مگر حضرت مسلم باہر نہ آئے۔ اب ہانی نے مسلم کو سنانے کے لیے یہ شعر پڑھا۔

مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِسَلْمٰی اَنْ تُحَیُّوْھَا

اِسْقِیَانِیْھَا وَاِنْ کَانَتْ فِیْھَا نَفْسِیْ [1]

"سلمٰی کو سلام کرنے میں تمہیں اب کیا انتظار ہے۔ مجھے پلا دو خواہ اس میں میری جان چلی جائے۔" اس شعر میں اشارہ یہ ہے کہ جلدی کرو ایسا موقع پھر نہیں آئے گا۔

وہ یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے۔ مگر عبیداللہ بن زیاد نہ سمجھ سکا پوچھا کہ ہانی کی یہ کیفیت کیوں ہے؟ لوگوں نے کہا مرض کی شدت کے سبب ایسا ہے۔ پھر ابن زیاد اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

اب مسلم باہر آئے تو ہانی نے پوچھا کہ کونسی بات اس کے قتل میں مانع ہوئی حضرت مسلم نے فرمایا۔ حدیث رسولؐ ہے ۔۔۔ اِنَّ الْاِیْمَانَ قَیْدُ الْفَتْکِ وَلَا یَفْتِکُ مُؤْمِنٌ [2] ۔۔۔ کہ کسی کو دغا سے قتل کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے۔ حضرت ہانی بولے خدا کی قسم ۔۔۔ لَوْ قَتَلْتَہٗ لَقَتَلْتَ فَاسِقًا فَاجِرًا کَافِرًا غَادِرًا [3] ۔۔۔ اگر آپ اسے قتل کرتے تو ایک بہت بڑے فاسق،

---

[1] طبری نے اس شعر کو شریک بن اعور کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابی مخنف نے ہانی کی طرف۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۰۴۔

[3] طبری ج ۶ ص ۲۰۴۔

جابر، کافر اور دغاباز کو قتل کرنے ــــ سبحان اللہ کس قدر عظیم ہیں۔ رسول اللہ کے گھرانے والے ــــ عدل و انصاف کی دُنیا بسانے والے ــــ شریعت مصطفوی اور سنت پیغمبری کی پابندی کرنے والے ــــ اپنے بدترین اور خون کے پیاسے دشمن کے ساتھ بھی خلافِ سنت سلوک نہ کرنے والے ــــ سلام ہو ان کے کردار کی عظمت پر جنہوں نے خون سے شجرِ اسلام کی آبیاری کی۔

جاسوس مسلمؓ کی تلاش میں

ابن زیاد جب ہانی کے گھر سے واپس آکر قصرِ امارت میں داخل ہوا تو اس نے اپنے غلام معقل کو بلایا جو نہایت چالاک اور زیرک تھا۔ اس کو تین ہزار درہم دے کر کہا یہ پکڑ اور مسلم بن عقیل کو تلاش کر کے دے اور کہنا اپنے دشمن کے خلاف اس رقم سے استفادہ کریں اور ان پر اپنا اخلاص ظاہر کرنا اور پھر مجھے آکر خبر دینا۔

معقل نے وہ درہم لے لیے اور کوفہ میں حضرت مسلم کی تلاش میں سرگرداں ہوا لوگوں نے اس کو مسلم بن عوسجہؓ کے پاس پہنچا دیا۔ وہ اس وقت مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل اٹھا اور ان کو گلے سے لگا لیا۔ اور اپنے خلوص کا اظہار کیا اور کہا۔ اے ابو عبداللہ میں ایک شامی شخص ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے محبت اہل بیت کی دولت سے نوازا ہے، میرے پاس تین ہزار درہم ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس ہستی سے ملاقات کروں جو لوگوں سے نواسہ رسول کی بیعت لے رہے ہیں۔ آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ یہ رقم لے کر ان کی خدمت میں پیش کریں۔ مجھے وہ ان لوگوں میں سے پائیں گے جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور ان سے ملاقات کے راز کو اپنے سینے میں دفن رکھوں گا

مسلم بن عوسجہؓ نے فرمایا اے عربی بھائی تم ایسی باتوں سے بے تعلق

دعوا اور تمہیں اہل بیعت سے کیا کام۔ جس شخص نے تمہیں مجھ تک پہنچایا ہے، اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ معقل نے کہا اگر آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں تو جیسا چاہو مجھ سے عہد و پیمان لے لو۔ اور پھر بڑی بڑی قسمیں کھا کر محب اہل بیعت ہونے کی اداکاری کرتا رہا۔ اس کی ظاہریت کو دیکھ کر مسلم بن عوسجہ نے اس کو مسلم بن عقیل کے پاس پہنچایا اور اس سے متعلق تمام باتیں انہیں بتائیں۔ حضرت مسلمؑ نے اس پر اعتماد کر کے بیعت لے لی اور پھر رقم لے کر ابو ثمامہ کو دے دی، کیونکہ مال جمع کرنا اور اسلحہ خریدنا اس کی ذمہ داری تھی۔ اور اس کا شمار آپ کے شہسواروں میں ہوتا تھا۔ معقل ان کے راز معلوم کرتا رہا اور جب تمام حالات سے واقف ہو گیا تو ابن زیاد کے پاس گیا اور مسلم بن عقیل کے متعلق تمام باتوں سے اس بد نہاد کو آگاہ کیا۔

حضرت ہانی کی گرفتاری

ابن زیاد کو جب معقل کی معلومات کا یقین ہو گیا تو اس نے محمد بن اشعث اسماء بن خارجہ، عمرو بن حجاج کو بلایا اور کہا تم جاؤ اور ہانی بن عروہ کو یہاں لے آؤ۔ عمرو بن حجاج کی بیٹی ہانی کی بیوی تھی۔ ابن زیاد نے کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ بھیجے اور ان تمام سے کہا کہ جا کر ہانی کو میرے پاس لاؤ۔

وہ لوگ گئے تو انہیں مکان کے دروازے پر بیٹھا ہوا پایا۔ ان لوگوں نے کہا اے ہانی تمہیں امیر نے بلایا ہے۔ ہانی ان لوگوں کے ہمراہ چل پڑے۔ جب قصر امارت کے قریب پہنچے تو وہاں کے منظر سے انہیں خطرہ محسوس ہوا۔ اس لیے وہ اسماء بن خارجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے بھائی مجھے اس شخص کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا ہے اور میرا دل کہتا ہے کچھ ہونے والا ہے۔ اسماء نے جواب دیا مجھے تمہاری نسبت اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں اور بحمد اللہ تم تو بے گناہ

وہ بلا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ آگے بڑھے اور ابن زیاد کے پاس پہنچ گئے۔ اس بے ایمان نے جب ہانی کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اس کو عزت نہ دی۔ یہ انداز حضرت ہانی کو ناگوار گزرا ___ انہوں نے اس بارے میں پوچھا۔ تو ابن زیاد نے کہا اے ہانی تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے ہاں پناہ دی ہے اور اس کے لیے اسلحہ اور آدمی جمع کر رہے ہو۔ اور تم یہ خیال کر رہے تھے کہ یہ بات مجھ سے پوشیدہ رہے گی ___ ہانی نے کہا ایسا نہیں ہے ___ ابن زیاد نے معقل کو آواز دے کر باہر آنے کو کہا معقل باہر آیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں جانتا ہوں، تو ایک فاجر اور کافر ہے ___ ہانی نے اُسے جس وقت دیکھا تھا اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ ابن زیاد کا جاسوس ہے۔"

ابن زیاد نے کہا تم اب یہاں سے اس وقت نہیں جا سکتے، جب تک مسلم بن عقیل کو پیش نہ کر دو۔ ورنہ میں تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا۔

یہ کلام سن کر حضرت ہانی کو غصہ آگیا اور فرمایا بخدا تم اس پر قادر نہیں ہو، ورنہ قبیلہ مذحج کے لوگ تیرا خون کر دیں گے۔ ابن زیاد کو غصہ آگیا اور اس نے حضرت ہانی کو ایک بید مارا۔ جناب ہانی نے تلوار سونت لی اور ابن زیاد کے سر پر دے ماری اس نے سر پر خود پہن رکھا تھا جو رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ ہانی کی تلوار رومال اور خود کو کاٹتی ہوئی مردود کے سر پر کاری ضرب لگا گئی معقل سامنے آیا اس کے چہرے کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ ابن زیاد نے کہا، اے لوگو اس شخص کو نہ جانے دینا۔ ہانی دائیں بائیں تلوار چلاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے تم پر اگر آل رسول میں سے کوئی بچہ بھی میری حفاظت میں ہوتا تو میں اس پر اپنی چادر حفاظت نہیں اٹھاؤں گا، یہاں تک کہ کٹ جاؤں یعنی میں آل رسول پر فدا ہو جاؤں گا مگر ان پر آنچ نہیں آنے دوں گا ___ ہانی نے ابن زیاد کے ۲۵ آدمیوں کو قتل کر دیا۔ لیکن لوگوں نے

ہجوم کرکے ہانی کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پیش کیا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ڈنڈا تھا وہ اس نے ہانی کے سر پر دے مارا اور قید میں ڈال دیا۔

بقول ابو مخنف ایک شخص قبیلۂ مذحج کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا یہ سن کر عمرو بن حجاج دیناری چار ہزار سوار لے کر آئے اور قصر امارت کو گھیر لیا اور آواز دے کر کہا۔ اے ابن زیاد تم ہمارے آدمی کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ جب کہ اس نے اطاعت سے منہ نہیں موڑا۔ پھر بلند آواز سے کہا اے ہانی اگر تم زندہ ہو تو ہم سے بات کرو کہ تمہاری قوم مذحج کے لوگ تمہارے دشمن کو قتل کرنے کو پہنچ گئے ہیں۔ —— ابن زیاد نے جب یہ سنا تو قاضی شریح سے کہا ان لوگوں کو جا کر بتاؤ کہ ان کا آدمی زندہ ہے۔ امیر ان سے خاص مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں۔

طبری میں ہے کہ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ بنو مذحج کے لوگ دروازے تک پہنچ گئے ہیں تو اس نے قاضی شریح سے کہا کہ ان کے رئیس کو جا کر دیکھو اور ان سے باہر جا کر کہہ دو کہ وہ زندہ ہے۔ اسے کسی نے قتل نہیں کیا۔ میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔

جب قاضی شریح ہانی کے پاس پہنچے تو ان کو دیکھا۔ قاضی کہتے ہیں کہ ہانی نے مجھے کہا کہ میں بنی مذحج کی آوازیں سن رہا ہوں یہ سب لوگ میرے قبیلہ والے ہیں یہ میرے گروہ کے لوگ ہیں۔ انہیں کہو کہ مجھے اس درندے کی قید سے چھڑا لیں۔ کہتے ہیں کہ جب میں نکل کر ان لوگوں کے سامنے گیا تو ابن زیاد نے میرے ساتھ اپنے اہل شرطہ (پولیس) میں سے جو ہر وقت اس کے سامنے رہتے تھے، حمید بن بکر احمری کو کر دیا۔ بخدا اگر یہ شخص میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کی برادری والوں کو ان کا پیغام ضرور پہنچا دیتا۔ کہتے ہیں کہ میں نے بنی مذحج سے کہا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ہانی زندہ ہیں۔ ان کے قتل ہونے کی خبر غلط ہے یہ سن

عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھی واپس چلے گئے۔

ابن زیاد کی بزدلی

طبری میں ہے کہ ابن زیاد نے حضرت ہانی کو جب مارا اور قید کیا تو اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اس پر حملہ نہ کر دیں تو وہ اپنے تمام خادموں، شہر کے رئیسوں اور مولیوں کو ساتھ لے کر نکلا مسجد کے منبر پر چڑھ کر ڈرایا دھمکایا اور لالچ دے کر لوگوں کو رام کرنا چاہا۔ ابھی اس کی تقریر جاری تھی کہ بازار میں کھجوریں بیچنے والے لوگ مسجد میں گھس آئے اور دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ قَدْ جَاءَ ابْنُ عَقِيْلٍ، قَدْ جَاءَ ابْنُ عَقِيْلٍ، فَدَخَلَ عُبَيْدُ اللهِ الْقَصْرَ مُسْرِعًا وَ اَغْلَقَ اَبْوَابَهُ[1] — مسلم بن عقیل آ گئے۔ مسلم بن عقیل آ گئے — یہ سنتے ہی — ابن زیاد دوڑ کر قصر امارت میں جا گھسا اور تمام دروازے بند کر لیے۔

مسلم کی منادی

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل نے مجھے دارالامارت کی طرف بھیجا تاکہ پتہ کروں کہ حضرت ہانی پر کیا گزری۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت مسلم کو میں نے ہی خبر پہنچائی اور تمام حالات بیان کیے اور دیکھا کہ قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہیں اور واویلا کر رہی ہیں۔ حضرت مسلم نے مجھے حکم دیا کہ میرے مددگاروں کو — یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ — اے امت کے مددگارو! کہہ کر پکارو —

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۰۷۔

میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اہل کوفہ کو پکارا تو چار ہزار آدمی جمع ہو گئے۔

قصرِ امارت کی طرف پیش قدمی

مسلم بن عقیل نے بنی کندہ، اور بنو ربیعہ کا علم عبید اللہ بن عمرو کندی کو دیا اور فرمایا تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو۔ قبیلۂ مذحج اور بنو اسد کا علم مسلم بن عوسجہ اسدی کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ تم پیادوں کو لے کر میدان میں اترو — اور بنو تمیم و ہمدان کا جھنڈا، ابن ثمامہ صائدی کو دیا — اور اہل مدینہ کا جھنڈا عباس بن جعدہ جدلی کو دیا — اب یہ لشکر قصرِ امارت کی طرف چلا — عباس جدلی کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔ جب دار الامارت تک پہنچے تو صرف تین سو رہ گئے تھے۔ حضرت مسلم قبیلۂ مراد کے ساتھ قصر تک پہنچے اور اسے گھیر لیا۔ دیکھ کر ابن زیاد بہت گھبرایا اور اپنی حفاظت کا انتظام کرنے لگا۔ پھر شہر کے رئیسوں کو بلا کر لوگوں کو منتشر کرنے کو کہا۔ جن لوگوں کو عقوبت شاہی سے ڈرانے اور کچھ لوگوں کو لالچ دینے کے لیے مقرر کیا۔ ان میں کثیر بن شہاب حارثی، محمد بن اشعث، قعقاع بن شور ذہلی، شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، شمر ذی الجوشن بھی تھے۔ کثیر بن شہاب نے جو تقریر کی اس کے لفظ میں ایک دھمکی چھپی ہوئی تھی۔ کثیر بن شہاب اور دیگر امراء شہر کی تقریریں سن سن کر لوگ کھسکنے لگے۔ شام تک حضرت مسلم کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ صرف تیس آدمی باقی رہ گئے ہیں تو آپ بنو کندہ کے دروازوں کی طرف نکلے اور دروازہ تک پہنچے تھے تو صرف دس آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے اور جب دروازے سے باہر نکلے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ اتنا بھی نہ تھا کہ کوئی رستہ بتاتے یا اپنے گھر میں لے جائے۔ آپ کوفہ کی گلیوں میں چار وں

نظر اٹھا کر دیکھتے تھے ۔ لیکن کوئی نہ تھا ۔ اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں۔[1]

حضرت مسلمؑ اور طوعہ

چلتے چلتے بنو جبلہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازے پر پہنچے ۔
اس عورت کا نام طوعہ تھا ۔ یہ اشعث بن قیس کی اُمّ ولد رہی ۔ اُمّ ولد اُس کنیز کو کہتے ہیں جس کی اپنے آقا سے اولاد پیدا ہوئی ہوا تھی ۔ اس نے جب آزاد کر دیا تو اُسید حضرمی سے اس نے نکاح کر لیا اور اس کے بطن سے اسید حضرمی کا ایک بیٹا پیدا ہوا ۔ جس کا نام بلال تھا ۔ بلال بھی دار الامارت کے ہنگاموں میں شریک تھا اور لوگوں کے ساتھ ادھر گیا ہوا تھا ۔ طوعہ دروازے پر کھڑی اپنے اس بیٹے کا انتظار کر رہی تھی ۔

حضرت مسلمؑ نے اسے السلام علیکم کہا ۔ اس نے اسلام کا جواب دیا ۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا نیک بخت خاتون مجھے پانی پلا تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پیاس سے تیری حفاظت فرمائے ۔ مجھے سخت پیاس لگی ہے ۔ بی بی طُوعہ نے بڑی ہمدردی سے کہا میں آپ کو پانی پلاتی ہوں اور اسی وقت اندر جا کر ٹھنڈا پانی لے آئی ۔
حضرت مسلمؑ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے کہ جسم تھکاوٹ سے چُور تھا ۔

عورت پانی کا برتن رکھ کر پھر باہر آئی کہنے لگی ۔ بندۂ خدا پانی پی لیا ۔ آپ نے فرمایا ہاں ۔ کہنے لگی — فَاذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ — تو پھر اپنے گھر کی راہ لو ۔
مسلم خاموش رہے ، تھوڑی دیر بعد وہ پھر باہر آئی اور پھر وہی بات کہی کہ ، بندۂ خدا اپنے گھر جا ۔ حضرت مسلمؑ پھر بھی خاموش رہے ۔ اس نے کہا — سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ فَمُرَّ اِلٰى اَهْلِكَ عَافَاكَ اللّٰهُ فَاِنَّهٗ لَا يَصْلُحُ

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۰۸ خلاصہ

لَكِ الْجُلُوْسُ عَلٰى بَابِيْ وَ اُحِلُّهٗ لَكَ ــــ سبحان اللہ اے خدا کے بندے اب اپنے گھر جا خدا تیرا بھلا کرے میرے دروازے پر تیرا بیٹھنا ٹھیک نہیں۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتی ــــ حضرت مسلم نے فرمایا ــــ اے بی بی۔ میں ایک عزت و شرافت والے خاندان کا فرد ہوں ــــ میں اپنے دوستوں اور شہر سے بہت دور ہوں، غربت کا مارا ہوا ہوں۔ نہ میری کوئی منزل ہے نہ کوئی جگہ نہ گھر نہ مکان ــــ اگر مجھے اپنے گھر میں جگہ دے دیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت کے باغوں میں جگہ عطا فرمائے گا۔ (روضۃ الشہداء)

بی بی طوعہ نے کہا آپ کا نام کیا ہے؟ اور آپ کا قبیلہ کونسا ہے؟ ــــ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ کچھ پریشان نظر آتے ہیں، کیا مصیبت آن پڑی آپ نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ ؎

بتاؤں کیا؟ تجھے بی بی کہ میرا امتحان کیا ہے؟
میری اصل نسب کیا ہے، میرا نام و نشان کیا ہے؟

وطن کا نام لوں گا تو تڑپ اٹھے گا دل تیرا
وطن سے دور تنہا ہوں، یہاں کچھ بھی نہیں میرا

بی بی طوعہ نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ اپنے حسب نسب کے بارے ضرور بتائیں تاکہ میں پہچان سکوں کہ آپ کی بے چینی اور اضمحلال کے پس منظر میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ؎

میرے والد کو کہتے ہیں عقیلؓ ابن ابی طالب
میرا چچا علی مرتضےٰ، شیر خدا غالب

ہے میرا نام مسلم، ہوں سخی شبیر کا بھائی
اکیلا ہوں جبھی تو دشمن بدخو کی بن آئی

دیا — کوفیوں نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ یہ مجھے ہلاکت خیز بلاؤں میں ڈال کر خود جانیں بچانے کی خاطر بھاگ گئے ہیں۔

روضۃ الشہداء میں ہے:

"طوعہ چوں دانست کہ ابن مسلم است و در دست و پائے وی افتاد و گفت جانم فدائے تو باد"۔[1]

بی بی طوعہ کو پتہ چلا کہ آپ مسلم بن عقیل ہیں "میری جان آپ پر فدا" یہ کہتی ہوئی آپ کے قدموں پر گر پڑی — اور کہنے لگی:

تمہارے پائے اقدس پر مری سو جان قرباں ہے
میرے ایمان کے وارث! میرا ایمان قرباں ہے[2]

بی بی طوعہ نے اپنے گھر کے ایک کمرے کو صاف کیا اور آپ کو وہاں لے گئی۔ اس کے گھر میں کھانے پینے کا جو سامان تھا۔ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

طوعہ کا بیٹا

حضرت مسلم نے کھانا کھایا اور گذشتہ نمازوں کی قضا ادا کرنے کے بعد لیٹ گئے۔ جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو طوعہ کا بیٹا گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی ماں ایک کمرے میں کبھی جاتی ہے، کبھی آتی ہے، کبھی روتی ہے، کبھی ہنستی ہے۔ چنانچہ اس نے کہا امی جان بات کیا ہے؟ آپ اس کمرے میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں اس نے بیٹے سے کہا! میں تجھے بتا تو دوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہیں تو اس راز کو افشا نہ

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۲۲ قلمی

[2] نام صابری۔

کر دے۔ بیٹے نے قسم اٹھائی کہ میں یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔

ماں نے کہا! حضرت مسلم بن عقیل ہماری پناہ میں آگئے ہیں۔ میں نے اس کمرے میں انہیں چھپا رکھا ہے اور ان کی خدمت و خاطر میں مصروف ہوں اور اس کے بدلے خدا تعالیٰ سے ثواب جزیل کی امید رکھتی ہوں — اور زبان حال سے پکار اٹھی

خدا کا شکر ہے جس نے
ہمیں موقع دیا ہے خدمتِ آلِ محمد کا
کرو تم شکر بیٹا! آج اس کے لطف بے حد کا

یہی شاہِ وفا ہیں جن سے دنیا نے جفا کی ہے
یہی مہماں ہیں جن سے میزبانوں نے دغا کی ہے [1]

خوابِ مسلمؑ

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت مسلمؑ سوئے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے ایک خواب پریشان دیکھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور اپنے عیال و اولاد کی جدائی میں رونے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ خواب میں اپنے چچا علی مرتضیٰ کو دیکھا جو فرما رہے تھے "جلدی کرو۔ فوراً آؤ۔ فوراً آؤ" [2]

جب صبح ہوئی تو بی بی طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا اور یہ بدبخت اس وقت پہنچا جب ابن زیاد حصین بن نمیر سے کہہ رہا تھا کہ کوفہ کے بازاروں اور محلوں میں منادی کرا دو کہ امیر کہتا ہے جو شخص میرے پاس مسلم بن عقیل کی خبر لے کر

---

[1] امام صابری۔

دے گا میں اسے ایک ہزار درہم انعام دوں گا اور اس شخص کی تمام مرادیں ضرورتیں پوری کروں گا اور اگر کسی شخص کے انہیں اپنے گھر میں چھپایا تو اس کے گھر کو برباد کر دیا جائے گا ــــــــ اور صاحب خانہ کو قتل کر دیا جائے گا ــــ بی بی طوعہ کے بیٹے نے جب دولت کا وعدہ اور قتل کی وعید سنی تو آگے بڑھ کر محمد بن اشعث کو تمام واقعہ سنا دیا۔

شجاعتِ مسلم

ابن اشعث نے یہ واقعہ ابن زیاد کو بتایا تو وہ بہت خوش ہوا اور عمرو بن حارث مخزومی سے کہنے لگا میرے خاص فوجیوں سے تین سو سپاہی ابن اشعث کی کمان میں دے تاکہ یہ اس گھر میں جا کر مسلم کو گرفتار کرے۔ ابن اشعث ان سواروں کو ساتھ لیا اور بی بی طوعہ کے گھر کا فوراً محاصرہ کر لیا حضرت مسلم اس وقت فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مصلے پر تشریف فرما تھے کہ ان کے کانوں میں گھوڑوں کے سموں کی آوازیں آئیں اور آپ سمجھ گئے کہ لوگ ان کی تلاش میں آئے ہیں۔

آپ نے کھڑے ہو کر اپنی برہنہ تلوار لہراتے ہوئے خود سے کہنے لگے ؎

اُٹھ اے دل! آج پابند رضا ہونے کا وقت آیا
محبت میں فنا ہو کر بقا ہونے کا وقت آیا
اُلٹ دے جام مستی کو کہ فطرت میں خمار آئے
تو بیہوش نہیں ہو جا کہ پھر تازہ بہار آئے [۱]

جب آپ باہر آئے تو اس لشکر نے یک دم مل کر آپ کی طرف

---

[۱] ناظم صابری

دعا وا بول دیا ـــ

مگر یہ ذوالفقاری نوجوان سہما نہ گھبرایا
مقابل ہو کے للکارا سنبھل جاؤ کہ میں آیا [1]

حضرت مسلم غضب ناک شیر کی طرح ان لوگوں پر پلٹ پلٹ کر جھپٹ رہے تھے اور آپ کی تلوار ـــ

اُٹھی جس پر اُٹھی ایسی کہ یک دم زیر کر ڈالا
پڑی جس پر، پڑی ایسی کہ فوراً ڈھیر کر ڈالا [2]

اس حملے میں کافی لوگ زخمی ہوئے اور کئی مارے گئے، کئی بھاگ گئے۔
جب یہ خبر ابن زیاد تک پہنچی تو اس نے ابن اشعث کو پیغام بھیجا کہ میں نے ایک شخص کو گرفتار کر کے لانے کے لیے تیرے ساتھ تین سو سواروں کو بھیجا تھا، یہ کیسی کمزوری ہے جو تو نے دکھائی ہے مسلم اگرچہ بہادر شخص ہے مگر ایک سے زیادہ تو نہیں ـــ
ابن اشعث نے جواب بھیجا کہ تیرا گمان و تصور یہ ہے کہ تو نے مجھے کسی حلاج (روئی دھننے والا) یا جولاہے کو گرفتار کرنے کیلیے بھیجا ہے ـــ "واللہ کہ این مرد کس بیشی اُو برابر سہ صد نبرد است" [3] ـــ خدا کی قسم یہ تین سو اشخاص اس کے سامنے تین سو بھیڑوں کے برابر ہیں۔ "اگر ہزار کس ہم باشد بجنگ مسلم بن عقیل ہم کم است" [4] ـــ "اگر ہزار شخص بھی ہوتے تب بھی مسلم بن عقیل کے ساتھ جنگ کرنے میں کم تھے"

---

[1] نادم صابری۔

[2] نادم صابری

[3] روضۃ الشہدا ص ۲۲۲

[4] روضۃ الشہدا ص ۲۲۳

یہ ایسا بہادر ہے کہ انتقام کی تلوار سے مد مقابل کے خون کو خاک میں ملا دیتا ہے ـــ اور ـــ ایسا صفدر ہے کہ خنجر کی ضرب سے میدان کی مٹی کو بہادروں کے مغز میں پہنچا دیتا ہے ـــ مسلم نے اس جنگ میں ۱۸۰ سواروں کو قتل کیا۔[۱] ـــ

بزدلوں کی امان بے اماں

ابن زیاد نے ابن اشعث کو پیغام بھیجا کہ مسلم کو امان دے کر میرے پاس لے آؤ۔ جب ابن اشعث کو ابن زیاد کا یہ پیغام پہنچا تو اس نے حضرت مسلم کو آواز دے کر کہا۔ اے مسلم خود کو ہلاکت میں نہ ڈال اور تلوار سے ہاتھ روک کر میرے پاس آجا! امیر تجھے امان دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا! مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہاری بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور کوفیوں سے وفا نہیں ملتی۔

ندیدم من از ہیچ کوفی وفا

زکوفی نیاید بغیر از جفا

نہیں دیکھا میں نے کوفیوں کو وفا کرتے ہوئے۔ کوفیوں سے بغیر جفا کے کچھ نہیں ملتا (کوفی سے مراد یزیدی کوفی ہے)[۲] حضرت مسلم نے یہ بات کہی اور ان پر دوبارہ حملہ کر دیا اور کئی کوفی قتل اور زخمی کر دیئے اہل لشکر گھبرا گئے اور کچھ لوگ پا پیادہ ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے اور مسلم پر پتھراؤ کرنے لگے۔ ان لوگوں نے آپ کے جسم نازنین کو پتھروں سے زخمی کر دیا۔ اچانک ایک شقی نے حضرت مسلم کی پیشانی

---

[۱] مقتل ابی مخنف و مترجم، ص ۲۳۔

[۲] ملا حسین کاشفی روضۃ الشہداء۔

پر پتھر مارا، جس سے آپ کا چہرۂ اقدس لہو لہان ہو گیا۔

بدن کا خون بہہ جانے سے غازی کے قدم لرزے
زمین و آسمان عرش بریں، لوح و قلم لرزے

(ناؔدم صابری)

حضرت مسلمؓ نے اپنا چہرۂ اقدس مکہ معظمہ کی طرف کر لیا ـــــ اور عرض کیا ـــــ اے رسول خدا کے بیٹے ـــــ آپ جانتے ہیں کہ آپ کا چچا زاد بھائی کہاں گیا ہے ـــــ مگر میں راہِ حق میں ان تمام امور سے خوف زدہ نہیں ہوں۔[1]

اچانک اسی شقی نے دوسرا پتھر حضرت مسلمؓ کی طرف پھینکا جو آپ کے ہونٹوں اور دندان مبارک پر لگا جس سے آپ کی داڑھی مبارک خون سے بھیگ گئی، اور اس سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اور آپ کا دامان پاک بھی خون آلو ہو گیا۔

بعد ازاں آپ کا جسم مبارک زخموں سے چُور ہو گیا تو آپ نے اپنی پشت مبارک بکیر بن حمران احمری کی دیوار سے لگا دی، طبری اور روضۃ الشہداء میں ہے۔ بکیر بن حمران کمینہ اپنے گھر سے باہر نکلا اور حضرت مسلم بن عقیل کے چہرۂ اقدس پر تلوار کا وار کیا، جس سے آپ کا اوپر والا ہونٹ کٹ کر گر گیا اور نیچے والا ہونٹ بھی زخمی ہوا، اور سامنے کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ حضرت مسلمؓ نے پلٹ کر زخمی شیر کی طرح حملہ کیا۔ بکیر پر تلوار چلائی تو اس کا سر دس قدم دور فاصلے پر جا گرا ـــــ طبری میں اس طرح ہے ـــــ کہ حضرت مسلم نے اس کے سر پر تلوار چلائی ـــــ جو گہرا زخم لگاتی ہوئی نکل گئی ـــــ اور دوسری مرتبہ اس کے کاندھے

---

[1] روضۃ الشہداء قلمی ص ۳۳۵

وار کیا ــــ کَادَتْ تَطْلَعُ عَلٰی جَوْفِہٖ[1] ــــ "تلوار اس زور سے چلائی کہ سینے کو چیرتی ہوئی پیٹ تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد پھر آپ نے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی ــــ اور کہا ــــ الٰہی اچھے پانی کے ایک گھونٹ کی آرزو ہے۔ کوفی یہ منظر دیکھ رہے اور آپ کی یہ باتیں سن رہے تھے، مگر کسی میں آپ کو پانی لا کر دینے کی ہمت نہ تھی۔

پانی کا پیالہ

بالآخر بوڑھی خاتون بی بی طوعہ پانی کا پیالہ لے کر باہر آئی اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ خون آلود ہو گیا۔ آپ نے وہ پانی گرا دیا تو خاتون نے دوبارہ پیالہ بھر کر پیش کیا۔ آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ بھی خون سے بھر گیا۔ آپ نے اسے بھی گرا دیا تو بی بی طوعہ نے تیسری مرتبہ بھی پانی کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے اُسے پینا چاہا تو وہ بھی آپ کے کٹے ہوئے ہونٹ سے بہنے والے خون سے پھر خون آلود ہو گیا۔ آپ نے پیالے کو ہاتھ میں تھام لیا اور فرمایا۔ مجھے اب قیامت کے روز پانی پینا ہے۔ آپ نے جب پیالہ جھک کر زمین پر رکھا۔ تو ایک مردود نے آپ کی جھکی ہوئی پشت پر نیزہ مارا۔

جھکی ہی رہ گئی ضربِ سناں سے پُشتِ مسلم کی
اسی حالت میں مشکیں باندھ لیں یک مشتِ مسلم کی

جب آپ کی پُشت پر نیزہ ملا تو آپ گر پڑے۔ آپ کا گرنا تھا، کہ لوگوں

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۱۰ (دار الفکر بیروت)

نے چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔

جب لوگ حضرت مسلم کو قصر امارت میں لائے تو آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ کسی سپاہی نے کہا۔ اے مسلم تو نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا؟

حضرت مسلم نے فرمایا۔ اس لیے کہ میں اس اسلام میں دنیا اور عقبیٰ کی سلامتی نہیں دیکھتا — جناب مسلم رضی اللہ عنہ کی آمد پر ابن زیاد کچھ دیر کے لیے سر جھکائے بیٹھا رہا — پھر اس نے سر اٹھا کر آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا — اے مسلم تو نے امام زمان پر خروج اس کا یہ اشارہ یزید لعین کی طرف تھا کر کے فتنہ انگیزی کیوں کی۔؟

آپ نے فرمایا امام زماں حسین بن علی ہیں اور میں اُن کے حکم پر اس شہر میں آیا ہوں۔ اور جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اس میں حق تعالیٰ کی رضا پاتا ہوں۔ مگر اپنی شقاوت نہیں چھوڑتے کہ حق دار کو حق مل جائے — اے ابن مرجانہ، مجھے یقین ہے کہ تو میرے قتل کا حکم دے گا۔ مگر اس سے پہلے قبیلہ قریش کے کسی شخص کو میرے پاس بھیج تاکہ وہ میری وصیت سن لے — پھر آپ نے عمرو بن سعد کو کھڑے دیکھ کر فرمایا — اے ابن سعد قریشی قربت و نسبت کی بنا پر تجھے تین وصیتیں کرتا ہوں اور ساتھ یہ گزارش بھی کہ تو میری وصیت کو قبول کرے۔

پہلی وصیت

یہ ہے کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں — میرا گھوڑا نعمان دربان کے پاس ہے۔ وہ اس سے لے لینا اور اس کے ساتھ میرا اسلحہ زرہ وغیرہ ملا کر فروخت کر دینا اور میرا قرض ادا کر دینا۔

یہ سن کر عمرو بن سعد نے اس وصیت کو قبول کر لیا — اور ابن زیاد

...ے کا گھوڑا اور اسلحہ جو اب ہے اُسے فروخت کر کے تمہارا قرض ادا کرنے سے کوئی شخص
...انع نہیں۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے شہید کر کے میرے سر کو شام
یزید کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بھیجا جائے گا — میرے جسم کو ابن زیاد جس
جگہ میں چاہے دفن کرا دے۔ ابن زیاد شقی نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔
جب ہم تمہیں قتل کر چکے ہوں گے اور تمہارے جسم کے ساتھ جو چاہے کریں گے۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک
خط لکھ دینا، جس میں یہ ہو کہ کوفیوں نے بے وفائی کی ہے اور آپ کے چچا کے بیٹے
کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ ہرگز کوفہ تشریف نہ لائیں اور نہ ہی ان لوگوں کے فریب میں
آئیں — ابن زیاد نے کہا اگر حسین ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے تو ہم ان پر چڑھائی
نہیں کریں گے اور اگر وہ امر خلافت پر خروش ہوئے تو ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

شہادتِ مسلم

امام حسین علیہ السلام کے سفیر چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل اور ابن زیاد مردود
کے درمیان کافی باتیں ہوئیں — اس کے بعد ابن زیاد بد نہاد نے آواز دی — اہل
مجلس میں سے وہ کون ہے جو مسلم بن عقیل کو محل کی چھت پر لے جا کر قتل کر دے
بکیر بن حمران احمری کے بیٹے نے کہا — اے امیر یہ میرا کام ہے، کیونکہ
آج اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے — پھر اس نے حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑا اور
محل کی چھت پر لے گیا — حضرت مسلم رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر درود پڑھتے جا رہے تھے — اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے تھے۔
اَللّٰهُمَّ احْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ كَذَّبُوْنَا وَغَرُّوْنَا وَ —

وَخَذَلُونَا وَقَتَلُونَا ـــــ الٰہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جس نے ہم سے جھوٹ بولا ـ ہمیں دھوکا دیا ـــــ اور ہمیں ذلیل کیا ـــــ اور قتل کیا

پیغامِ مُسلم

جب آپ دارالامارت کی چھت پر پہنچے تو اپنا چہرۂ اقدس کو مکۂ معظمہ کی طرف کرتے ہوئے کہا ـــــ اے ابنِ رسولِ خدا کیا آپ اپنے چچازاد بھائی کی حالت سے واقف ہیں ـــــ اور پھر آپ نے اشعار پڑھے جن کا ملا حسین کاشفی نے فارسی اشعار میں ترجمہ کیا ـــــ اردو میں ان کا مفہوم کچھ اس طرح ہے ـ ـ

صبا تو جا کے مرا اک پیام پہنچا دے ـــ حسین، شاہِ زمن کو سلام پہنچا دے

ادب سے راکبِ دوشِ رسول سے کہنا ـــ علی کے نورِ نظر، ابنِ بتول سے کہنا

لہو بدن سے بہے جاری زباں پہ نام تیرا ـــ پکارتا ہے، غریب الوطن غلام تیرا

مرے حبیب، نظر کو تلاش ہے تیری

دکھا دو چہرۂ انور، ہے آرزو میری

خیال ہے کہ محبت کی کائنات ـــــ تصور کی دنیا ـــــ اور اضطراب و تنہائی کے عالم میں ـــ بادِ صبا کو بطورِ قاصد خطاب کرنا عشاق و محبین اور اہلِ درد کا ہمیشہ سے وتیرہ رہا ہے ـــ مندرجہ ذیل شعر بھی کسی ایسے ہی صاحبِ سوز و گداز کی پکار ہے

صبا بگلشنِ احباب می گر گزری

زِ القلبِ حَبیبی فَقُل لَہٗ خَبَرِی

اے بادِ صبا اگر تو میرے دوستوں کے باغ سے گزرے اور جب میرے محبوب

ؔ طبری جلد ۴ ص ۳۰۲

ملاقات ہو تو اُسے کہنا کہ میری خبر ہے — کیونکہ میں فراق کی حالت میں ہے

(الخ) ۔

فردوس آسیہ میں ہے کہ جب حضرت مسلم قصرِ امارت کی چھت پر پہنچے تو آپ
(کی نظر) محل کے صحن میں پڑی تو دیکھا کہ نیچے تماشائیوں کا ایک جمِ غفیر ہے اور میرے قتل
(کے منتظر) ہیں۔ تو آپ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا — اے کوفیو! احباب تم میرا
سر تن سے جدا کر دو تو میری لاش دفن کر دینا — اور میرا یہ خون آلود کرتا میرے آقا حسین
کی طرف بھیج دینا تاکہ وہ دیکھ کر تمہاری فریب کاریوں سے دُور رہیں — اور ہاں!
اس شہر میں میرے دو بچے ہیں ان معصوموں کو میرے امام سیّدنا حسین کے پاس پہنچا دینا
اور جب ان کو تم میرے قتل کی خبر دو گے تو میرا اسلام کہنے کے بعد کہنا کہ تمہارے باپ نے
صبر کی تلقین و وصیّت کی ہے۔

کرامت

فردوس آسیہ کا تحفہ مرج البحرین فی ذکر شہادت الحسنین میں عالمِ حدیث
حضرت علامہ مولانا عبدالرب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلم بن عقیل
رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ تمام مراتب طے کر چکے تو ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھاتے، اور
درگاہِ خداوندی میں عرض کیا اے ربِ جہاں میری مدد فرما۔
بکیر بن حمران کے بیٹے نے تلوار کھینچی۔ گردن پر نظر جمائی۔ سانس روکی۔ سر اُڑانے
کا ارادہ تھا، ہاتھ اور بازو کو حرکت میں لانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ اس لیے
کہ ہاتھ خشک ہو چکا تھا — ابن زیاد نے اسے طلب کر کے دریافت کیا اور کہا
کہ تجھے کیا ہوا۔ اس نے کانپتے ہوئے بیان کیا کہ جب میں نے تلوار کھینچی تو ایک
شخص نہایت وحشت ناک طریقے سے میرے سامنے آیا۔ اپنے ہاتھ کی انگلی اور
دانت اپنے ہونٹوں میں دبائے ہوئے تھا۔ ایسی دہشت ناک صورت میں زندگی

مجبر نہیں دیکھی تھی میں کانپ گیا اور میرا ہاتھ خشک ہو گیا۔

○ ابن زیاد نے ایک اور آدمی کو بھیجا۔ وہ بھی قتل کے ارادے سے گیا، وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب مسلم کے پاس کھڑے ہیں۔ دیکھتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ پر مر گیا۔

شاعر نے اس منظر کو شاعری کی نظر اس طرح دیکھا۔

بوقت وار فوراً گر گئی تلوار ہاتھوں سے
کہ دونوں ہاتھ شل تھے کیا کرے بیکار ہاتھوں سے

ابن زیاد نے چلاتے ہوئے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے ــــ مسلم کے ہوتے تو خود ہی مر گیا ہے۔

پھر ابن زیاد نابکار نے تیسری بار ایک شامی کو بھیجا جس نے آپ کو شہید کیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کی شہادت ۹ ذوالحجہ بروز بدھ ۶۰ ہجری کو واقعہ ہوئی۔

خیال رہے کہ کبھی کبھی اقتدار کا نشہ قلبی شقاوتوں کا باعث ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں، نبیوں کے معجزے، خدا والوں کی کرامات دیکھنے کے باوجود، ظلم و جور اور شیطنت میں کمی نہیں آتی تاریخ عالم، اقتدار والوں کی ایسی ستم رانیوں سے بھری پڑی ہے ــــ خدائے بزرگ و برتر کا ارشاد پاک ہے ــــ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ

سلہ فردوس آسیہ ترجمہ مرج البحرین فی ذکر شہادت الحسنین ص ۹۹-۹۰
مطبوعہ مکتبہ تھانوی ، دفتر رسالہ الابقاء متصل مسافر خانہ۔
بندر روڈ کراچی نمبر ا

الشوریٰ ۵۰ ۵۱

زیادہ مضبوط قول یہی ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل کو بکیر بن حمران کے بیٹے نے شہید کیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کو پیش کر دیا اور آپ کا جسم محل سے نیچے گرا دیا۔

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد پہلے ہی شہید کر چکا تھا۔

یزید نے خوشی کا اظہار کیا

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت مسلم حضرت ہانی رضی اللہ عنہما کے جسموں کو بازار قصابان میں دوکانوں کے دروازہ پر لٹکا دو۔ پھر اُس نے ان دونوں حضرات کے سر مبارک یزید کے پاس دمشق بھیج دیئے اور اسے تمام احوال سے آگاہ کر دیا۔

یزید نے ابن زیاد کا خط پڑھ کر حکم دیا کہ حضرت مسلم اور حضرت ہانی کے سروں کو دمشق کے دروازہ پر لٹکا دیا اور ابن زیاد کو خط لکھا کہ تو مجھے بے حد پسند ہے۔ اور تیرا کوئی جواب نہیں اور جو تو نے کیا ہے یہ نہایت پسندیدہ اور مستحسن کام ہے جب اس مضمون کا خط ابن زیاد کو موصول ہوا تو وہ بے حد خوش ہوا۔[۲]

مسلمؓ کے بیٹوں کی تلاش

حضرت مسلمؓ بن عقیل کے دو بیٹے محمدؓ اور ابراہیمؓ آپ کے ساتھ کوفہ آئے

---

[۱] پارہ الم سورۃ بقرہ آیت ۷۴، ترجمہ: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ پتھروں کی طرح سخت بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔

[۲] روضۃ الشہداء کاشفی ۳۴۰

تھے۔ ایک کی عمر سات سال اور دوسرے کی آٹھ سال تھی۔[1] حضرت مسلم نے ان دونوں صاحبزادوں کو قاضی شریح کے گھر بھیج کر حفاظت کی سخت تاکید کی تھی —— ابن زیاد ملعون کے جاسوسوں نے اُسے بتایا کہ مُسلم کے دو بیٹے اس شہر میں چھپے ہوئے ہیں —— چوں صد ہزار نگار کہ نہ ماہ شعاع رُخسار ایشاں دارد، و نہ سنبل تاب گیسوئے ایشاں می آورد ۔۔۔ جیسے صد ہزار زیبا تشبیہ ہوں نہ تو چاند اُن کے چہرے کی سی چمک رکھتا ہے ۔۔۔ اور نہ سنبل ان کی زلفوں کی خوشبو کی تاب لا سکتی ہے۔

ابن زیاد نے کہا منادی کرادو کہ مسلم کے بیٹے جس شخص کے گھر میں پوشیدہ ہوں وہ انہیں لاکر میرے سپرد نہیں کرے گا تو میں اس شخص کا گھر لوٹ لوں گا اور اُسے ذلیل و خوار کرنے کے بعد قتل کر دوں گا۔

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد قاضی شریح نے جب یہ منادی سُنی تو بچوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر جب قاضی صاحب نے بچوں کے چہروں کی طرف دیکھا تو بے اختیار رونے لگے۔ جب کہ دونوں صاحبزادوں کو اپنے اپ کی شہادت کا کچھ علم نہ تھا۔ جب قاضی شریح نے رونا شروع کر دیا اور اپنی فریاد و فغاں سے غمزدوں کے دلوں میں حسرت کی آگ جلادی۔ قاضی صاحب نے اس راز کو چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے —— ملا حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ قاضی شریح نے چیخ مار کر کہا —— اے مخدوم زادو!

بنیاد دیں ز سنگ حوادث خراب شد
دل ہا ہمہ ز داغ جدائی کباب شد[2]

---

[1] فردوس آسیہ ص ۲۹۹۔

[2] روضۃ الشہداء ص ۳۴۰

دین کی بنیادیں زمانے کے حادثوں کے تھپیڑے سے خراب ہوگئی ہیں۔ اور کتنی دل درد اور جدائی کے آتشیں داغ سے کباب کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔

اور کہنے لگے کہ میں اس لیے روتا ہوں۔ کہ تمہارے والد گرامی، جو آسمان بلندی کے چمکتے ہوئے ستارے تھے ۔۔۔ اقبال کی بلندیوں سے ارتحال (رحلت کرنا) کی پستیوں کی طرف انتقال فرما چکے ہیں۔

وشہباز روح مقدس اش ببال شہادت

بجانب ریاض سعادت پرواز فرمود [1]

اور اُن کی روح مقدس کا شہباز شہادت کے پروں کے ساتھ، سعادت کے باغوں کی طرف پرواز کر چکا ہے۔

حق تعالیٰ تم دونوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے ۔۔۔ صاحبزادوں نے جب یہ خبر سنی تو دونوں بے ہوش ہو گئے ۔۔۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو روتے ہوئے ۔۔۔ یَا اَبَتَاہُ یَا اَبَتَاہُ ۔۔۔ ہائے ابا جان! ہائے ابا جان ۔ کہہ کر فریاد کرنے لگے۔

مشکل ہوا جو دہر میں جینا تو رو پڑے دیکھا جو اہل شہر کا کینہ تو رو پڑے

ہائے سروں سے باپ کا سایہ بھی اُٹھ گیا

آیا جو یاد شہر مدینہ تو رو پڑے

قاضی صاحب نے کہا ۔۔۔ یہ فریاد و فغاں کا وقت نہیں۔ کیونکہ ابن زیاد نے تمہاری گرفتاری کا اعلان کروا رکھا ہے ۔۔۔ اور ساتھ یہ بھی کہ تم جس کی پناہ میں ہو گے

---

[1] روضۃ الشہداء (قلمی) ص ۳۴۱۔

اس شخص کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ لہذا میں اپنی اور تمہاری جان کے بارے میں خوفزدہ ہوں، اور سوچ رہا ہوں کہ آپ دونوں کو کسی شخص کے سپرد کر دوں تاکہ وہ تمہیں مدینہ منورہ پہنچا دے۔ ۱

گرفتار ہوتے ہیں

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابن زیاد کے ڈر سے باپ کا غم بھول کر خاموش ہو گئے ـــــ قاضی صاحب نے دونوں کی کمر کے ساتھ پچاس پچاس سُرخ دینار باندھ دیئے اور اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ دروازۂ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان دونوں کو لے جا اور قافلے کے کسی ایسے شخص کے سپرد کر دے جس کی پیشانی میں نیکی کا نور نظر آئے تاکہ وہ اسے مدینہ شریف لے جائے ـــــ اسد نے اندھیری رات میں انہیں اپنے آگے آگے چلنے کے لیے کہا اور باب عراقین سے باہر لے گیا۔

تقدیر کی بات ہے کہ قافلہ والوں نے بھی اُسی وقت کوچ کیا تھا اور اندھیرے میں اُن کے ہیولے نظر آ رہے تھے ـــــ اسد نے کہا ـــــ اے شہزادو! ـــــ وہ قافلہ جا رہا ہے تیزی کے ساتھ چلو تاکہ قافلے تک پہنچ سکو ـــــ صاحبزادے قافلے کی طرف مُنہ کر کے بھاگنے لگے ـــــ اور اسد واپس چلا گیا ـــــ شہزادوں نے ابھی تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ قافلہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ـــــ اور سہمے ہوئے یتیم شہزادے راستہ گم کر بیٹھے ـــــ اچانک شہر کے گرد گشت کرنے والے سرکاری چوکیداروں نے انہیں دیکھ کر روک لیا ـــــ جب ان چوکیداروں کو

---

۱ روضۃ الشہداء فارسی ص ۲۰۴۔

چلا کہ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں تو انہیں اسی وقت گرفتار کر کے کوتوال سے
دیا ___ کوتوال شہر خاندان نبوت کا دشمن تھا۔ وہ ان بچوں کو گرفتار کر کے
زیاد کے پاس آیا ___ ابن زیاد نے حکم جاری کیا ___ کہ ان دونوں کو قید خانے
ڈال دو! ___ پھر اس نے یزید کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل کے سات، آٹھ سال کے
بیٹوں کو بھی مسلم کے قتل کے بعد گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور آپ کو اطلاع دی
گئی ہے کہ ان کے بارے میں مجھے حکم دیا جائے کہ انہیں قتل کر دوں یا آزاد کر دوں
آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ ابن زیاد نے یہ خط ایک آدمی کو دے کر دمشق بھیج

(روضۃ الشہداء)

داروغہ جیل

داروغہ جیل جس کا نام مشکور تھا ایک خوش عقیدہ اور محب آلِ رسول تھا جب
دونوں معصوموں کو جیل میں لا کر اس کے سپرد کیا گیا تو اس نے جان لیا کہ یہ کون ہیں
___ اس نے شہزادوں کے ہاتھ پاؤں چوم کر ان کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔
سارا دن ان کی خدمت گزاری اور غلامی میں حاضر رہا ___ جب رات کو لوگوں کا
شور و غل بند ہو گیا تو وہ ان دونوں صاحبزادوں کو جیل سے باہر لایا اور قادسیہ کی طرف
جانے والے رستے پر لا کر انہیں ایک انگوٹھی دی اور کہا ___ یہ رستہ پُر امن ہے۔ آپ
قادسیہ پہنچ کر وہاں میرے بھائی کو تلاش کریں ___ اور اس کا نام پتہ بتاتے ہوئے
کہا ___ یہ میری انگوٹھی ہے اُسے دے دینا وہ آپ کو مدینہ منورہ پہنچا دے گا ___
___ شہزادوں نے مشکور کو دعا دی اور قادسیہ کی طرف جانے والے راستے کی طرف
رخ کر لیا ___ وہ ساری رات چلتے رہے ___ کہاں قادسیہ کی طرف؟ ___ نہیں بلکہ
تقدیرِ خداوندی کی طرف ___ راستہ گم کر بیٹھے تھے ___ جب صبح روشن ہوئی تو انہوں

نے دیکھا کہ ابھی اسی شہر کوفہ میں ہیں — بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا — اے برادر! — ہم ابھی اسی شہر میں ہیں — کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کسی گروہ کے ہاتھوں دوبارہ گرفتار ہو جائیں — پھر کیا تھا؟ — انھوں نے اردگرد نظر دوڑائی تو اپنی بائیں جانب ایک نخلستان دیکھا۔ فوراً اس کی طرف چل پڑے — اور ایک چشمے کے کنارے ایک پرانا درخت تھا — وہ درخت اندر سے خالی تھا۔ نیچے اس جگہ بیٹھ گئے۔ نماز ظہر کے وقت وہاں پر ایک حبشی کنیز برتن لے کر آئی۔ اس نے چشمے میں نگاہ ڈالی تو دو ننھے منے بچوں کا عکس پانی میں دیکھ کر حیران رہ گئی — اس نے جو منظر دیکھا، وہ کچھ اس طرح تھا

غبار آلود ہیں رخسار اور چہروں پر غم رقصاں
پریشان بال اور بھیگا ہوا ہے ساحل مژگاں

اتر آئے زمیں پر آسمانی چاند کے ٹکڑے
کسی نوری صدف کے ہیں یہ دونوں گوہر تاباں

اس حبشی بوڑھی کنیز نے دونوں صاحبزادوں کو دیکھا تو اپنے ہاتھ آفتابہ جو پانی لے جانے کے لیے لائی تھی نیچے رکھا — بچوں کی طرف بڑھی — اور بڑے پیار سے بولی بچو! — تم کون ہو — کہاں سے آئے ہو — کس کے لخت جگر ہو — کہاں جانا ہے — یہاں کیوں چھپ کے بیٹھے ہو — تمہارے چہرے اداس ہیں — اور رو رو کے آنکھیں سرخی مائل ہیں — تم کو کس نے مارا ہے۔ —

تسیں کون ہو کیہڑا اے دیس وتو کتھوں آئے او تے کدھر جاونا ے
ایہہ ایں بیٹھ چھپ کے، والاں وچ مٹی، رکتوں چہرا اداس وکھاونا ے

جب اس بی بی نے محبت بھرے انداز میں سوالات کیے تو صاحبزادے الٹے قدموں سے پیچھے اتر آئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور سوچنے لگے کہ یہ بوڑھی عورت کہیں دشمنوں کے گروہ سے نہ ہو — اسی خیال کے پیش نظر اس

پرانے درخت کے کھوکھلے حصے سے نکل کر پانی کے چشمے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ ؎

ہچکیاں نظراں اک دوجے وِل ویکھ کے تے، دو پانی دے چشمے تو ہون لگ پئے

دُجی وار جد بی بی نے پچھیا تے، مُکر کے منہ مڑیئے دل رون لگ پئے

بچوں کو روتے دیکھ کر عورت کی ماتا جاگ اُٹھی ــ آب دیدہ ہو کر کہنے لگی۔ ڈرو نہیں مجھ پر اعتماد کرو ــ اور ساتھ ہی شفقت کا ہاتھ سروں پہ رکھ دیا ــ اور رو رو کر کہا بتاؤ تم کون ہو! ــ بچے بولے ــ ہم کون ہیں، کیا بتائیں ــ ہمارا مختصر سا تعارف یہ ہے ــ کہ ــ ؎

ہمارے گھر میں ہی جبریلؑ آیا کرتے تھے — ہماری چکی فرشتے چلایا کرتے تھے

ہمارا صحن ہمیں قدسیوں کی جائے نزول — ہمارا شہر مدینہ، نور شہر، شہیرِ رسولؐ

تباہی دیکھے ابنِ مسلمؓ کے نونہال ہیں ہم — وطن ہے شہر مدینہ نبیؐ کی آل ہیں ہم

کنیز نے جب یہ سنا تو کہنے لگی۔ اے شہزادو، ڈرنے کی ضرورت نہیں ہیں اور میری مالکہ دونوں آل رسولؐ کے جانثاروں میں سے ہیں۔ چلو میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلتی ہوں، کنیز انہیں لے کر گھر پہنچی تو اپنی مالکہ کو بشارت دی کہ میں تیرے پاس حضرت مسلم بن عقیلؓ کے دونوں لختِ جگر لے کر آئی ہوں ــ اُس مالکہ نے اس کارنامہ کے صلہ میں اپنا دوپٹہ اُتار کر کنیز کے سر پہ رکھتے ہوئے کہا، جا میں نے تجھے آزاد کیا، پھر ننگے سر پاؤں حضرت مسلمؓ کے صاحبزادوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ہاتھ، پاؤں چومنے لگی ــ اور حضرت مسلمؓ کی شہادت کو یاد کر کے اور بچوں کی حالتِ زار کو دیکھ کر رونے لگی۔ [1]

○ (شہادت نواسۂ سید الابرار میں الحیات المختفی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۸) کے حوالے

---

[1] روضۃ الشہداء اردو قلمی ص ۳۲۵

ت یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مسلم کے شہزادے رات کی تاریکی میں دشمنوں سے بچتے بچاتے کوفہ سے باہر کی جانب آ گئے۔ اندھیری رات تھی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا سوچوں میں گم تھے کہ اب کیا کریں۔ چند قدم پر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا عورت اپنے مکان کے باہر بیٹھی ہے ــــ اس کے قریب جا کر صاحبزادوں نے کہا۔

یَا عَجُوْزُ اِنَّا غُلَامَانِ صَغِیْرَانِ غَرِیْبَانِ حَدَثَانِ، غَیْرُ خَبِیْرَیْنِ بِالطَّرِیْقِ وَهٰذِهِ اللَّیْلُ قَدْ جَنَّنَا اَضِفِیْنَا بِسَوَادِ لَیْلَتِنَا هٰذِهِ اللَّیْلِ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اَلْزَمْنَا الطَّرِیْقَ۔	اے ضعیف بی بی۔ ہم دو چھوٹے چھوٹے مسافر بچے ہیں ــــ رات کی تاریکی نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا ہے ــــ ہم راستے سے ناواقف ــــ اس لیے تیرے پاس آئے ہیں ــــ ہمیں آج کی رات اپنے گھر میں پناہ دو جب صبح ہو گی تو چلے جائیں گے۔

اُس بوڑھی عورت نے جب ان مجبور بچوں کی بات سُنی تو کہنے لگے ــــ اے پیارے بچو! ــــ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ــــ کہ میں نے دُنیا کی ہر خوشبو کو سونگھا ہے۔

فَمَا شَمَمْتُ رَائِحَةً هِیَ اَطْیَبُ مِنْ رَائِحَتِکُمْ

"دُنیا کی ہر خوشبو سے تمہارے بدن کی خوشبو پاکیزہ تر اور بہتر ہے۔"

صاحبزادوں نے جواباً فرمایا ــــ یَا عَجُوْزُ نَحْنُ مِنْ عِتْرَةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ــــ اے بی بی ہم تیرے نبی محمد مصطفےٰ کی عترت ہیں۔

○ روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب کنیز صاحبزادوں کو لے کر اپنی مالکہ کے

پاس گئی تو اس کی مالکہ نے بچوں کو کہا کہ اپنی ایک کوٹھڑی میں لے گئی اور باہر سے تالا لگا دیا ـــــ بچے تھوڑی دیر کے لیے محفوظ ہو گئے۔

مشکور کی شہادت

جب مشکور داروغہ جیل نے رضائے خداوندی کے لیے مظلوم بچوں کو جیل سے رہا کیا تو صبح ہوتے ہی یہ خبر ابن زیاد کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے مشکور کو بلا کر پوچھا کہ تو نے فرزندانِ مسلم کا کیا کیا ہے؟

مشکور نے کہا: میں نے انہیں اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا ہے اور اس نیک اور پاکیزہ کردار سے اپنے دین کے گھر کو آباد کر لیا ہے ـــ ابن زیاد نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا ـــ تجھے میرا ڈر نہیں تھا؟ ـــ مشکور نے کہا: جو خدا سے ڈرتا ہے اسے غیر کا ڈر نہیں ہوتا ـــ اور میں نے ان بچوں کو حضور سید الکونین، السند الثقلین جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح مقدس کی حرمت کے لیے انہیں رہا کر دیا ہے اور جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر سرکار علیہ السلام کی شفاعت کا امیدوار ہوں ـــ اور تو اے ابن زیاد تو اس عظیم دولت سے محروم ہے۔ ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر کہا: میں تجھے ابھی اور اسی وقت سزا دوں گا ـــ مشکور نے کہا میری ہزار جانیں اُن پر فدا ہوں ـــ ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ اسے پہلے لکڑی کے ستونوں پر کھینچ کر پانچ سو کوڑے لگا اور پھر اس کا سر تن سے جدا کر دے ـــ

جلاد نے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پہلا کوڑا لگایا تو حضرت مشکورؓ نے کہا ـــ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَحَبَّۃِ اَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ـــ واللہ کے

؎ فردوس آسیہ مرج البحرین ص ۲۰۲

نام اور اہل بیت رسُول کی محبت پر) ــــ جب دوسرا کوڑا لگا تو کہا ــــ اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما ــــ جب تیسرا کوڑا لگا تو زبان سے نکلا ــــ اے اللہ مجھے بخش دے ــــ اور پھر خاموش ہو گئے ــــ جب کوڑے لگ چکے تو حضرت مشکور نے پانی مانگا، عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ اسے پانی نہ دینا ــ آخر عمرو بن حارث نے سفارش کی اور ساتھ ہی مشکور کو اٹھا کر ان کے گھر لایا ــ آپ نے آنکھیں کھولیں، پانی حاضر کیا، تو فرمایا ــــ مجھے حوضِ کوثر سے پانی دیا جا رہا ہے ــــ اور اسی جملہ کے ساتھ اپنی جان ــــ جان آفریں کے سپرد کر دی[1]

کاشفی رح لکھتے ہیں۔

جانش مقیم روضۂ دار السرور باد
گلشن سرائے مرقد او پُر ز نُور باد[2]

دار السرور یعنی جنت کے باغ میں اس کی جان مقیم ہے، اس کی قبر نُور سے بھری ہوئی گلشن سرا ہے۔

صاحبزادے تقدیر کی زد میں

آئیے تصور کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل کے صاحبزادے کن حالات میں کس طرح غریب الوطنی کے عالم میں سر پر آئے مسندِ شہادت ہوئے۔ جیش کثیر کی مالکہ جو محبتِ آلِ رسُول تھی" نے حضرت مسلم کے بچوں کو اپنے مکان کی ایک کوٹھڑی میں چھپا رکھا تھا۔ اور خود باہر چارپائی پر لیٹی ہوئی ان دونوں

---

[1] روضۃ الشہدا، فردوس آسیہ۔

[2] ۸ ۸ ۔ ۵ ۴

میں گم تھی کہ کس طرح ان حجازی شہزادوں کو مدینہ منورہ پہنچایا جائے اور ساتھ ساتھ یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ میرا شوہر حارث ! ابن زیاد کا آدمی ہے اور پیسے دولت کا لالچی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے عقیدت کے رستوں کی دیوار ثابت ہو۔ ابھی تفکرات میں تھی کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا ۔۔۔ یکایک اس کے کانوں میں اس نامراد شوہر کی آواز گونجی ۔۔۔ وہ دل پہ قہر کو تھام کر سیدھی ہو کر چارپائی پہ بیٹھ گئی، اور مختلف اندیشوں سے کانپنے لگی۔ تھوڑی سی سنبھل کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی ۔۔۔ آتی رات گئے تک کہاں رہے۔ اور پھر میں اس قدر تاخیر سے کیوں آئے ہو؟

حارث نے اپنی بیوی کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ میں صبح امیر کوفہ کے پاس گیا تو وہاں منادی ہو رہی تھی، کہ دو دفعہ جیل مشکور نے مسلم کے بیٹوں کو رہا کر دیا ہے، جو شخص ان بچوں کو یا ان کی خبر امیر تک پہنچائے گا اُسے خلعت (وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کارنامے کی بنا پر کسی شخص کو بطور عزت افزائی عطا کرتا ہے)۔ عطا کرے گا اور مال و زر بھی دے گا لوگ ان بچوں کی تلاش و جستجو میں نکلے تو میں بھی ان کی تلاش میں نکل پڑا۔ چنانچہ سارا دن انہیں مضافات شہر اور قرب و جوار میں تلاش کرتا رہا، اور میں نے ان کی تلاش میں اس قدر جدوجہد کی کہ اس کوشش میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا اور مجھے کچھ فاصلہ پیدل طے کرنا پڑا اور یہی وجہ ہے کہ گھر دیر سے پہنچا ہوں۔ مگر افسوس اس بات پر ہے کہ مقصود حاصل نہ کر سکا۔

بیوی نے یہ سن کر کہا! اے بندۂ خدا، خدا سے ڈر تجھے اللہ کے آخری رسولؐ کے قریبیوں سے کیا دشمنی ہے؟

حارث نے کہا! اے نادان عورت خاموش رہ۔ کیونکہ ابن زیاد

نے اس شخص کے لیے گھوڑے اور خلعت کے علاوہ بہت زیادہ مال و دولت دینے
کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جو اُس کے پاس مسلمؑ کے بیٹے پکڑ کر لائے گا خاتون نے
کہا! یہ جوانمردی نہیں کہ دو یتیم بچوں کو پکڑ کر دشمن کے سپرد کر دیا جائے، اور ان
کے بدلے اپنے دین کو ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے ___ حارث نے کہا
اے بیوی تجھے ان سیاسی امور سے کیا کام اگر کھانا ہے تو لے آ ___ تاکہ کچھ
کھاؤں ___ خاتون بے چارگی کے عالم میں اٹھی اور اس کے لیے کھانا لے
آئی۔ اس مردود و شقی نے کھانا کھایا اور سو گیا۔

شہزادوں کا خواب

رات کافی حصہ گزر چکا تھا مسلم کے شہزادے ستم و جور کی بادِ صرصر کے
تھپیڑوں سے نڈھال سوئے ہوئے تھے۔ اچانک حضرت مسلمؑ کے بڑے
بیٹے محمد نیند سے بیدار ہوئے اور چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہنے لگے۔ اے بھائی
اُٹھ جاؤ۔ کیونکہ ہمیں بھی شہید کر دیا جائے گا ___ میں نے ابھی ابھی خواب میں
اپنے باپ کو دیکھا ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت
علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ زہراؑ، امام حسن مجتبیٰ علیہم السلام کے ساتھ ہیں۔ میں
اُن سے دُور کھڑا تھا ___ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ اقدس ہمارے
باپ کی جانب کر کے فرمایا ___ اے مسلمؑ! ___ تیرے دل نے کیسے برداشت
کیا کہ اپنے دو مظلوم بچوں کو ظالموں کے درمیان چھوڑ دے؟ ہمارے باپ نے
نگاہیں اُٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور عرض کیا ___ یا رسول اللہ ___ وہ صبح
ہمارے پاس ہوں گے ___ چھوٹے بھائی نے کہا! ___ بھیا خدا کی قسم میں نے بھی یہی
خواب دیکھا ہے ___ پھر کیا تھا ___ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی

...ان باہیں ڈال دیں اور رونے لگے، ایک دوسرے کے چہرے پر چہرہ رکھ کر
...ریاد کرنے لگے ـــــ وَاَدْنَیَاهُ وَمُسْلِمَاهُ وَامُصِیْبَتَاهُ [1]

جب ان شہزادوں کے رونے اور فریاد وفغاں کی آواز اس خاتون کے شوہر
...ث بن عروہ کے کانوں میں پہنچی تو اس نے بیدار ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی کہ یہ چیخ
...کیسی ہے اور ہمارے گھر میں کون ہے؟

خاتون خاموش رہی۔ اس نے کہا، اٹھ کر چراغ جلا۔ عورت پھر بھی خاموش
...ں تو حارث نے خود اٹھ کر دیا جلایا اور اس کمرے کی طرف بڑھنے لگا جس میں دو
...ے بچے ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے ہائے ابا جان، وائے ابا جان،
...صدائیں دے رہے تھے۔ حارث خبیث نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا تم کون ہو؟
...زادوں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ـــــ فَنَحْنُ مِنْ عِتْرَتِ نَبِیِّكَ اَبْنَاءُ
...مسلم وَخَافَ اَنْ اَقْتُلُ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ زِیَادٍ [2] ـــــ ہم تیرے نبی کے
...اندان سے ہیں اور ابن زیاد کے قتل کے خوف سے یہاں آگئے ہیں ـــــ حارث
...کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ جن کو میں دن بھر اور رات گئے تک تلاش کرتا رہا
...و میرے ہی گھر میں سکونت پذیر ہیں ـــــ

سنا مسلمؑ کے بیٹے، جیسے شال اژدھا لپکا
پکڑ کر سر کے بالوں سے دیا اک زور سے جھٹکا
طمانچے زور سے مارے کہ بچے چیخ چیخ اٹھے
یہاں تک نرم رخساروں سے قطرے خون کے ٹپکے [3]

---

[1] روضۃ الشہداء

[2] الحیات الخلق جلد ا ص ۲۴۳ بحوالہ ارشاد۔ بحوالہ سید الابرار ص ۶۲۶

[3] ناظم صابری۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ ان کی حبل المتین سیاہ زلفیں ظالم اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر کھینچیں اور کھینچتا ہوا باہر لے آیا پھر انہیں دوسرے کمرے میں بند کر کے تالا لگا دیا۔

بچے ایک کوٹھری میں رو رہے تھے اور خاتون کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا ــــــ وہ عورت اپنے شوہر کے پاؤں پر سر رکھ کر اگر یہ زاری کرتی ہوئی بولی۔

ستم نہ کر یہ ہیں، آلِ رسولؐ، روتے ہیں
گلِ زہراؑ کے گلشن کے پھول روتے ہیں

نبیؐ کے لعل ہیں، ہدمِ منیر ہیں دونوں
گلی سے بڑھ کے یہ نازک سریر ہیں دونوں

حارث نے اپنی بیوی کو ڈانٹتے ہوئے کہا، ان باتوں کو چھوڑ اور اپنی زبان کو لگام دے۔ ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو ان بچوں کے ساتھ ہوا ہے۔

خاتون کو کوئی چارہ نظر نہ آیا تو خاموش ہو گئی۔

سنیں جو حارث بدخو پلید کی باتیں
لگے وہ کانپنے سن کر وعید کی باتیں

اندھیری رات میں رو رو کے یاد کرتے تھے
جناب حضرت مسلم شہید کی باتیں

صبح کا وقت ہوا ــ اذانِ فجر ہوئی ــــ تاریکی چھٹنے لگی ــ جب شہزادوں نے اذان کی پکار سنی تو اندھیری کوٹھری کے اندر سے لرزتی ہوئی آوازیں آئیں۔ کوئی ہے جو ہمارے ہاتھ پاؤں کھولے ــــ تا کہ وضو کر کے ہم مسافر بھی نماز ادا کر لیں۔

پڑھی گو شش اطاعت میں جو آوازِ اذاں بولے
کوئی ہے جو بنامِ حق ہمارے دست و پا کھولے

کہ ہم بھی ہاتھ منہ دھو کر نمازِ صبح ادا کر لیں
ہمارا باپ شاید ہم کو مل جائے دعا کر لیں[1]

سورج طلوع ہونے کے قریب تھا، جب حارث مردود اٹھا اور دونوں بچوں کی کاکلیں زلفوں کو کھینچا اور اپنے آگے لگا لیا[2] ــــ (بعض روایات میں ہے کہ کپڑے میں لپیٹ کر خچر پر باندھ کر فرات پہ لے گیا)۔

حارث کا غلام

حارث نے اپنے غلام سیاہ فام کو حکم دیا کہ ان بچوں کو نہر فرات کے کنارے پر لے جا کر قتل کر دو اور سر میرے پاس لے آؤ تاکہ یہ ابن زیاد کو دے کر انعام لیا جائے ــــ وہ غلام شہزادوں کو لے کر نہر فرات پر چلا گیا ــــ اور مسلم کے صاحبزادوں سے کہنے لگا مجھے میرے آقا نے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے ــــ بچوں نے فرمایا۔ اے شخص ایسا نہ کر کیا تو اپنے نبی کی عترت کے ساتھ یہ ظلم کرنا چاہتا ہے۔ جب غلام نے یہ سنا تو فوراً قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا۔ ــــ نَفْسِي نَفْسُكُمَا الْفِدَاءُ وَوَجْهِي لِوَجْهِكُمَا الْوِقَاءُ يَا عِتْرَتَ نَبِيِّ اللّٰهِ الْمُصْطَفٰى لَا يَكُونُ مُحَمَّدٌ خَصْمِي فِي الْقِيَامَةِ[3] ــــ میری جان آپ دونوں پر قربان ہو، اب میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا" اللہ کے نبی مصطفیٰ کی عترت کو دکھ دے۔ آپ کو قیامت کے دن کیا جواب دوں گا! ــــ حارث ملعون یہ منظر دیکھ رہا تھا ــــ تیور بگاڑتے ہوئے اپنا ناپاک دہن کھولا اور عناد کی زبان سے آگ اگلتے ہوئے

---

[1] نادم صابری۔ [2] روضۃ الشہداء آسی ص ۳۵۰۔

[3] الحیات الحقی بحوالہ شہادت نواسہ سید الابرار ص ۳۴۷۔

بولا — اے غلام تو میرا نمک خوار ہے اور میرا یہ کام بھی نہیں کر سکتا — جلدی کر دیر ہو رہی ہے — غلام نے کہا — خدا کی قسم میں اللہ پاک کی نافرمانی میں تمہاری فرمانبرداری نہیں کر سکتا، اور ہمیشہ کے لیے تم سے بیزار ہوں — حارث نے کہا اگر تو ان کے سر نہیں کاٹے گا تو میں تیرا سر تن سے جدا کر دوں گا — غلام نے کہا! اس سے پہلے کہ تو مجھے قتل کرے میں تجھے قتل کر دوں گا — پھر کیا تھا دونوں گتھم گتھا ہو گئے — حارث جنگ جو شخص تھا اس نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے غلام کو شہید کر دیا۔

بدبخت کا نیک بخت بیٹا

غلام کے قتل سے فارغ ہو کر حارث نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم ان دونوں کو قتل کر دو جو مال انعام میں ملے گا وہ سب تمہارا ہوگا۔ حارث کا بیٹا جو نوجوان تھا تلوار لے کر شہزادوں کے سامنے آیا اور ان کی سہمی ہوئی صورتیں دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ صاحبزادے بولے — یَا شَبَابُ مَا اَخْوَفَنِیْ عَلٰی شَبَابِکَ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ — اے نوجوان تمہاری جوانی کے لیے یہ خطرہ ہے کہ یہ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے یہ مختصر گفتگو حارث کے بیٹے کے دل پر اس طرح اثر انداز ہوئی کہ وہ شہزادوں کے قدموں پر گر پڑا اور تلوار ہاتھ سے پھینک دی — یہ دیکھ کر حارث ملعون آگ بگولا ہو کر تلوار پکڑ کر جب شہزادوں کو قتل کرنے لگا تو شہزادوں کو یقین ہو گیا کہ اب ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ حارث کے بیٹے نے جب یہ منظر دیکھا تو آگے بڑھ کر کہنے لگا اے سنگدل میں تجھے ایسا نہیں کرنے دوں گا — اور حارث کی بیوی نے روتے

لہ الحیات المختفی بحوالہ شہادت نواسہ سید الابرار ص ۲۰۰

وسے کہا ظالم یہ کام نہ کر ان بے گناہوں کا خون اپنے سر نہ لے بلکہ انہیں زندہ ہی ابن زیاد کے پاس لے جا تاکہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے ــــ حارث نے کہا کوفہ میں بہت سے لوگ ان کے چاہنے والے ہیں۔ اگر میں انہیں لے کر شہر سے گزرا تو عوام شور مچائیں گے اور انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی بس اس نے دونوں کو اٹھایا اور تلوار کھینچ لی ــــ شہزادوں نے فرمایا اے شخص! ہمیں بازار میں لے جا کر فروخت کر دے اور پیسے کما لے۔ ہمیں بردے بنا کر بیچ دے ہمیں قتل نہ کر۔ ہمارے بچپن کا خیال کر۔ ہماری یتیمی اور غریبی پر رحم کر اور ہماری بے کسی کو سامنے رکھ۔ حارث نے ان کی بات پر کان نہ دھرا ــــ ان کے پاس جا کر ایک کو پکڑ لیا اس کی بیوی درمیان میں حائل ہو گئی اور کہنے لگی کہ میں تجھے ایسا نہیں کرنے دوں گی ــــ حارث غصے میں تھا اس نے تلوار چلائی اور اپنی بیوی کو زخمی کر دیا ــــ حارث اس پر دوسرا وار کرنا چاہتا تھا کہ اس کے بیٹے نے اپنی ماں کو زخمی دیکھ کر چھلانگ لگا دی اور اپنے باپ کو پکڑ کر کہنے لگا اے باپ خود فراموشی کو چھوڑ اور غصے کو زمی کے پانی سے ٹھنڈا کر ــــ حارث نے اپنے بیٹے پر تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں اُسے بھی ختم کر دیا ــــ جب اس سنگدل نے اپنی بیوی کو زخمی اور بیٹے کو مرے ہوئے دیکھا تو چیخیں مارنے لگا۔

شہزادوں کی شہادت

پھر وہ سنگدل بچوں کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اے شخص ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے جا، تاکہ تو جو چاہتا ہے وہ تجھے مل جائے۔ حارث نے کہا! تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں شہر میں لے جاؤں اور عوام شور مچا کر تمہیں مجھ سے چھین لیں۔ اور جس مال و دولت کا ابن زیاد نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے نہ ملے۔ اور قرب سلطانی

سے محروم رہو ں ــــ شہزادوں نے کہا ــــ اگر تیری مراد مال ہے تو ہمارے سر کے بال تراش دے اور غلام بنا کر فروخت کر دے اور مال حاصل کر ــــ اس نامراد نے جہالت کے کنوئیں میں گرتے ہوئے کہا ــــ نہیں میں تمہیں قتل کروں گا ــــ انہوں نے کہا کہ ہمارے بچپن اور کمزوری پر رحم کر ــــ حارث نے کہا ــــ میرے دل میں رحم نہیں ہے [1] ــــ شہزادوں نے جان لیا کہ یہ دنیا کا کتا ہماری جان نہیں چھوڑے گا ــــ صاحبزادوں نے فرمایا ہمیں مہلت دے کر ہم آخری لمحوں میں خدا کے حضور میں سجدہ ریز ہو لیں۔ اس نے نماز نفل ادا کرنے کا موقعہ دے دیا ــــ شہزادوں نے نفلی نماز ادا فرمائی اور اونچی آواز سے ان الفاظ سے دعا مانگی ــــ یَا حَیُّ، یَا حَلِیْمُ، یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ، اُحْکُمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ بِالْحَقِّ [2] ــــ اے حی و حلیم، اے احکم الحاکمین ہمارے اور اس کے درمیان سچا فیصلہ فرما دے ــــ حارث ایک کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا، دوسرا کہنے لگا پہلے مجھے قتل کر ــــ کیونکہ میں اپنے بھائی کو قتل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا ــــ تصور میں مصطفےٰ کریم کو لا کر یوں گویا ہوئے۔ ــ

ہمیں غموں نے کیا چُور، چُور آتے ہیں
ہے ایک لمحے کا وقفہ حضور آتے ہیں
سروں کو رکھ کے ہتھیلی پہ یا رسول اللہ
تیری جناب میں ہم بے قصور آتے ہیں

القصہ حارث خبیث نے تلوار کے ایک ہی وار سے بڑے بھائی محمد

---

[1] روضۃ الشہداء قلمی ص ۳۵۲، ۳۵۳۔

[2] الحیات المحقق عبد اس ۱۲ بحوالہ شہادت نواسہ سید الابرار۔

کا سر کاٹ لیا اور اس کے جسم فرات کی لہروں کے سپرد کر دیا ــــ چھوٹے بھائی ابراہیم نے اپنے بڑے بھائی کا سر پکڑ لیا اور اُسے چہرے سے لگاتے ہوئے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے اور کہا ــــ اے میرے بھائی جلدی نہ کرو، میں بھی تمہارے ساتھ آتا ہوں ــــ حارث نے چھوٹے بھائی ابراہیم کا بھی سر کاٹ لیا اور اس کے جسم کو بھی پانی میں پھینک دیا۔ ــــ اس وقت زمین و زمان سے چیخیں بلند ہوئیں اور فریاد و فغاں کی صدائیں سمان کے منتظروں تک پہنچ گئیں [۱] اور عالم برزخ میں ــــ

صدائیں گونجیں کہ ابن رشید آتے ہیں

سعادتوں کے جلو میں سعید آتے ہیں

تڑپ کے کہتی تھی مسلم کی روح اور دیکھو

نہا کے اپنے لہو میں شہید آتے ہیں

سلام ہو اُن یتیم بچوں پر، جن کو اندھیری کوٹھریوں میں بند کیا گیا سلام ہو اُن ننھے مسافروں پر، جن پر ظلم کی انتہا کر دی گئی ــــ سلام ہو اُن پر انوار رخساروں پر، جنہیں حارث کے تھپیڑوں سے خراشیں آئیں ــــ سلام مسلم کے یتیموں پر، جن کی یاد میں ہر آنکھ اشکبار ہے ــــ نبی کے گھر کے یتیم بچو! تمہارے دکھوں پر ــــ

زمین روئے گی اور آسمان روئے گا

چمن بھی، پھول بھی، ہر باغبان روئے گا

تمہاری بے کسی جس وقت یاد آئے گی

دفور درد سے سارا جہان روئے گا

---

[۱] روضۃ الشہداء قلمی ص ۳۵۷

حارث کا انجام

جب حارث جفا کار و ملعون دونوں شہزادوں کے سر جسموں سے الگ کر چکا، تو اس نے سروں کو ایک تھیلے میں ڈال کر زین کے ساتھ باندھ لیا اور ابن زیاد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابھی سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اور دیوان مظالم قائم تھا کہ حارث قصر امارت میں پہنچ گیا اور ابن زیاد کے سامنے حاضر ہو کر وہ تھیلا جس میں شہزادوں کے سر تھے زمین پر رکھ دیا۔ ابن زیاد نے پوچھا — اس تھیلے میں کیا ہے؟ — حارث خبیث نے کہا، تیرے دشمنوں کے سر ہیں، جنہیں میں نے تیز تلوار کے ساتھ اُن کے جسموں سے الگ کر دیا ہے، تاکہ تمہیں یہ تحفہ پیش کر کے انعام حاصل کروں — ابن زیاد نے کہا — ان سروں کو صاف کر کے طشت میں سجا کر میرے سامنے لایا جائے تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کن لوگوں کے سر ہیں — جب اُن ننھے ننھے سروں کو صاف کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو اس نے شہزادوں کے چہروں کو دیکھا۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے طشتری میں دو ننھے منّے چاند اتر آئے ہوں — اور کالی زلفیں سیاہ کستوری کی مانند خوشبو بکھیر رہی تھیں — ابن زیاد نے پوچھا یہ کن لوگوں کے سر ہیں؟ — حارث بے ایمان نے کہا — مسلم بن عقیل کے بچوں کے سر ہیں — ابن زیاد را بے اختیار آب از دیدہ رواں شد و حضار مجلس نیز بگریستند[1] — ابن زیاد کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۴۳۰ مطبوعہ تہران خیابان ناصر خسرو۔ نوٹ: اس سے آگے تمام حوالہ جات روضۃ الشہداء مطبوعہ تہران (خیابان بوذر) ہوں گے یہ نسخہ علامہ صائم چشتی کے ذاتی کتب خانہ سے حاصل کیا گیا۔

اور حاضرین مجلس بھی رونے لگے — ابن زیاد نے پوچھا تو نے انہیں کہاں سے پایا؟
حارث نے کہا — اے امیر! کل میں انہیں سارا دن تلاش کرتا رہا اور اس
سلسلے میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا، اور یہ دونوں میرے گھر ہی میں تھے۔ جب مجھے ان
کے بارے میں معلوم ہوا تو صبح کو پکڑ کر فرات کے کنارے پر لے گیا۔ انہوں نے اگرچہ
بہت زیادہ منت سماجت کی اور روتے پیٹتے رہے، مگر میں نے ان پر رحم نہ کیا
آخر انہیں قتل کیا اور ان کے جسموں کو نہر فرات میں بہا دیا اور سر یہاں لے آیا ہوں۔
ابن زیاد نے اس کی گفتگو سن کر کہا — اے لعین — تو خدا تعالے
کے قہر و سزا اور گرفت سے خوف زدہ نہ ہوا — تجھے ان کے دل آویز رخساروں اور
عنبر فشاں زلفوں پر رحم نہ آیا — میں نے یزید کو خط لکھا ہے کہ میں نے ان بچوں
کو پکڑ لیا ہے اور یہ میرے قبضے میں ہیں، اگر تیرا حکم ہو تو میں انہیں تیرے پاس
بھیج دوں، اگر مجھے یزید کا حکم آ گیا کہ بچوں کو میرے پاس بھیج دو تو میں کیا کروں گا۔
— آخر تو انہیں میرے پاس زندہ کیوں نہیں لایا؟ — حارث نے کہا —
میں ڈرتا تھا کہ شہر کے لوگ حملہ کر کے انہیں مجھ سے چھین لیں گے اور میں انعام سے
محروم رہ جاتا — ابن زیاد نے کہا — تو نے یہ کیوں نہ کیا کہ انہیں کسی محفوظ
جگہ پر بند کر دیتا اور مجھے اطلاع کرتا میں کسی کو بھیج کر انہیں پوشیدہ طور پر منگوا لیتا
— حارث یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

مقاتل کا انتخاب

ابن زیاد نے حاضرین دربار کی طرف ایک نظر دوڑائی تو ایک شخص جس کا نام
مقاتل تھا اور وہ خاندانِ نبوت کا دل و جان سے محب تھا، پر جا کر رک گئی —
چونکہ ابن زیاد کو مقاتل کے ان محبت بھرے عقیدے کا علم تھا۔ اس لیے اس

نے مقاتل کا انتخاب کیا کہ وہ حارث کو قتل کرے — ابن زیاد نے کہا — اے مقاتل اس حارث کو فرات کے کنارے پرلے جا کر جہاں اس نے دو بچوں کو قتل کیا تھا وہیں پر اسے قتل کر دے، اور ان بچوں کے سر بھی ساتھ لیتا جا اور اس جگہ پر پانی میں بہا دے، جہاں اس نے ان دو بچوں کے جسموں کو ڈالا تھا۔ — مقاتل نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور حارث کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔

"بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد تمام بادشاہی خود مرا ارزانی داشتی مرا چنیں خوشی نیامدی کہ کشتن ایں مرد و درامن فرمود"

(روضۃ الشہدا، ص ۳۰)

اگر عبید اللہ بن زیاد مجھے تمام بادشاہی دے دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس مردود کو قتل کر کے ہوگی۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ کر ننگے سر کوفے کے بازار میں لے چلو۔ جب لوگوں نے بچوں کے سر دیکھے تو شور مچاتے ہوئے باہر نکل آئے اور حارث پر لعنت کرنے لگے اور اس کے منہ پر کوڑا کرکٹ پھینکنے لگے حارث کو اسی حالت میں مقاتل اس جگہ لے گیا، جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا تھا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا۔ ایک خاتون زخمی حالت میں پڑی ہوئی ہے اور ایک شخص نوجوان قتل کیا پڑا ہے۔ اور ایک غلام کے جسم کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں اور وہ زخمی خاتون فرزندان مسلم اور اپنے بیٹے کے لئے نوحہ خوانی کر رہی ہے — مقاتل نے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہے؟ — خاتون بولی کہ میں اس بدبخت حارث کی بیوی ہوں — میں نے اسے ظلم سے منع کیا تھا اور میرا بیٹا اور غلام اس سلسلے میں مجھ سے متفق تھے — بالآخر اس نے بیٹے اور غلام کو قتل

اور مجھے زخمی کر دیا ـــ خاتون نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ان دو بے قصور بچوں
اس کی گمک پہنچی ـــ پھر اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اسے لعنتی
دنیا کے لالچ کے لیے مسلم کے بچوں کو قتل کیا اور دین کو برباد کر دیا۔
حارث نے مقاتل سے کہا میرے ہاتھ کھول دو تاکہ میں اپنے گھر میں چھپ
ان میں اس کے عوض تجھے دس ہزار سُرخ دینار دینے کو تیار ہوں۔
مقاتل نے کہا ـ اگر تیرے پاس ساری دُنیا کا مال ہوتا اور وہ سارے کا
تو مجھے دیتا تب بھی میں تجھے قتل کرنے سے باز نہ آتا ـــ اب جب کہ
ان معصوموں پر رحم نہیں کیا تو میں بھی تجھ پر رحم نہیں کروں گا ـــ اور میں تجھے قتل
کے اس کا صلہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے عظیم ثواب کی صورت میں حاصل کروں گا۔
ـــ پھر مقاتل گھوڑے سے اُترا اور جب اس نے مسلم کے صاحبزادوں کا زمین
ہوا خون دیکھا ـ تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ اس نے روتے
ے شہزادوں کا خون اپنے چہرے پر ملا اور اللہ سے اپنی مغفرت کی دُعا مانگی۔ پھر
نے شہزادوں کے سروں کو فرات کے حوالے کر دیا۔

(روضۃ الشہداء - ۲۶۱)

شہزادوں کی کرامت

جب مقاتل نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے سروں کو فرات
کے سپرد کیا تو نہر کی تہ میں اپنے سروں کے منتظر جسم پانی کی سطح پر اُبھر آئے
سر مبارک اپنے اپنے جسم سے جُڑ گئے ۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کی گردن
میں انھیں حمائل کر دیں اور پانی کے بہاؤ پر بہنے لگے پھر دونوں کو پانی سے
باہر نکالا گیا اور فرات کے کنارے پر قبر تیار کر کے وہاں دفن کر دیا گیا ـــ اور آج

تک زائرین ان کی زیارت کرتے ہیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۱۲۴)

حارث انجام کو پہنچا

مقاتل نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس ملعون کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے قتل کر دو ــــ حارث بری طرح قتل ہوا اور اس مردود کی لاش کے ساتھ پتھر باندھ کر فرات میں پھینک دیا۔ اسی وقت نہر کی ایک موج نے اُسے کنارے پر اچھال دیا۔ ایسے ہی انہوں نے تین بار کیا اور ہر بار نہر فرات نے اسے قبول نہ کیا ــــ پھر انہوں نے اسے گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا اور اُوپر مٹی ڈال دی اور بڑے بڑے پتھروں سے ڈھانپ دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زمین لرزنے لگی اور اُسے گڑھے سے باہر پھینک دیا۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا۔ لیکن زمین نے بھی اُسے قبول نہ کیا۔ آخر کار جنگل سے لکڑیاں اکٹھے کر کے آگ جلائی اور آگ میں حارث ملعون کی لاش کو ڈال دیا یہاں تک کہ وہ جل گیا اور اس کی راکھ ہوا نے اڑا دی۔

لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہلبیت

شہزادۂ گلگلوں قبا سیدنا امام حسین علیہ السلام ایام حج کے دوران ہی ہیں مکہ معظمہ سے نکل جانے کا ارادہ فرمایا۔ جب اس امر کا علم امام کے احباب کو ہوا تو سب نے بارگاہ امام میں عرض کیا کہ آپ مکہ سے نہ جائیں ـــ جناب عمر بن عبدالرحمٰن بن حارث مخزومی نے بڑی لجاجت و عاجزی سے کہا، حضور! میں نے سُنا ہے کہ آپ سفر عراق کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ آپؑ نے فرمایا! کہو کیا کہنا چاہتے ہو ـــ فَوَاللہِ مَا أَظُنُّكَ بِسُوءِ الرَّأْيِ وَلَا هَوًى الْقَبِيحِ مِنَ الْأَمْرِ وَالْفِعْلِ[1] ـــ خدا کی قسم میں تمہاری رائے کو بُرا نہیں سمجھتا اور نہ ہی کسی قبیح فعل کا تم پر گمان ہے ـــ عمر بن عبدالرحمٰن نے عرض کیا ـــ کہ میں آپ کو ایسے شہر کی طرف جانے کا مشورہ نہیں دیتا جس میں ارباب اقتدار اور عہدہ دار و حکام امراء ہیں اور پھر ان کے پاس بیت المال خزانے اور دولت ہے ـــ وَإِنَّمَا النَّاسُ عَبِيدُ الدِّرْهَمِ وَالدِّينَارِ[2] ـــ "بندۂ پروز" لوگ درہم و دینار (یعنی مال و دولت) کے

---

[1] طبری جلد ۵ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] نور الابصار ص ۲۵۳ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی۔

بیٹے ہوتے ہیں ــ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ امداد و نصرت کا وعدہ کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہی لوگ آپ سے جنگ کریں گے ــ وہ آپ کے مقابلے میں یزید کا ساتھ دیں گے ــ وَذٰلِکَ عِنْدَ الْبَذْلِ وَطَمَعِ الدُّنْیَا [1] ــ وہ دنیادی طمع و لالچ اور حرص کی وجہ سے آپ کو چھوڑ جائیں گے ــ عمر بن عبدالرحمان کی یہ بات سن کر امام حسین نے فرمایا ــ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا [2] ــ خدا تعالے تجھے جزائے خیر عطا فرمائے ــ اے میرے چچا کے بیٹے تو نے اخلاص اور عقل کی بات کی ہے اور ذاتی خواہش کی بنا پر نہیں بولے۔

○ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سنا کہ امام کوفے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ بات بہت مشہور ہو چکی ہے کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امام نے فرمایا ــ انشاء اللہ ایک دو دن میں روانہ ہو جاؤں گا ــ ابن عباس نے کہا ــ فَاِنِّیْ اُعِیْذُکَ بِاللّٰہِ [3] ــ "میری دعا ہے کہ خدا آپ کو محفوظ رکھے" ــ آپ ایسا ہرگز نہ کریں ــ مجھے صرف اتنا بتائیں کہ جو لوگ آپ کو بلا رہے ہیں انہوں نے اپنے مقامی حاکم کو قتل کر دیا اور اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال چکے ہیں ــ اگر ایسا نہیں ہے تو انہوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے۔ اور حاکم ابھی تک اُن پر مسلط ہے اور اس کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کر رہے ہیں وہ آپ کو صرف جنگ و جدال کے لیے بلا رہے ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ

---

[1] نور الابصار ص ۲۵۲ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی

[2] نور الابصار ص ۲۵۲ " " " "

[3] طبری جلد ۴ ص ۲۸۶

آپ کو دھوکا دیں گے اور آپ کا ساتھ چھوڑ جائیں گے ــــ امام نے فرمایا ــــ
اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُ اللّٰهَ وَاَنْظُرُ مَا یَکُوْنُ[1] ــــ میں خدا سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے ؛ یعنی میں استخارہ کرتا ہوں۔

◉ حضرت عبداللہ ابن عباس چلے گئے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی مرضی تھی کہ آپ مکہ سے چلے جائیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ وجہ یہ تھی کہ امام حسین علیہ السلام کی موجودگی میں اہل حجاز کا رُخ ابن زبیر کی جانب نہیں ہو سکتا تھا ــــ
جب ابن زبیر نے امام سے اُن کے ارادہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت امام نے فرمایا ــــ دل تو یہی چاہتا ہے کہ کوفہ چلا جاؤں ــــ وَلَقَدْ کَتَبَ اِلَیَّ شِیْعَتِیْ بِهَا وَاَشْرَافُ اَهْلِهَا[2] ــــ کہ وہاں اشراف اور میرے شیعوں نے مجھے خط لکھے ہیں ــــ یہ سُن کر عبداللہ ابن زبیر نے کہا ــــ لَوْ کَانَ لِیْ بِهَا مِثْلُ شِیْعَتِکَ مَا عَدَلْتُ بِهَا[3] ــــ اگر آپ کے شیعوں کے مثل میرے لوگ وہاں ہوتے تو میں اس سے ہرگز انحراف نہ کرتا۔ یہ کہنے کے فوراً بعد حضرت ابن زبیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں حضرت امام مجھ سے بدگمان نہ ہو جائیں ــــ کہا ــــ اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو آپ کی کوئی مخالفت نہ کرے گا ــــ ابن زبیر اٹھ کر چلے گئے تو امام حسین نے فرمایا ــــ کہ اس شخص کو دنیا کی کسی چیز کی اتنی آرزو نہیں ہے جتنی اس بات کی ہے کہ میں حجاز سے عراق چلا جاؤں، یہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اسے ریاست نہیں

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۱۶۔
[2] ایضاً [3] ایضاً۔

مل سکتی۔ لوگ اسے میرے برابر نہیں سمجھتے۔ اس لیے چاہتا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور اس کے لیے میدان خالی ہو جائے۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۱۶)

ابن عباس پھر امام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میرے چچازاد بھائی عبداللہ کے والد عباس اور امام کے دادا ابُوطالب بھائی تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ صبر کر لوں۔ ——— مگر مجھے صبر نہیں آتا اس راہ میں مجھے آپ کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔ اہل عراق دغاباز ہیں۔ دغا شعار ہیں ہرگز اُن کے پاس نہ جانا ——— اور اگر مکہ سے نکلنے کا پختہ ارادہ ہے تو پھر یمن کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں قلعے، درے، پہاڑ، وادیاں ہیں اور وہ ایک طویل و عریض ملک ہے۔ وہاں آپ کے والد کے چاہنے والے کافی تعداد میں ہیں۔ آپ وہاں سے ہر قسم کی تحریک بآسانی چلا سکتے ہیں اہل عراق قابل اعتماد نہیں ——— فَاِنَّکَ سَیِّدُ اَھْلِ الْحِجَازِ[۱] ——— آپ اہل حجاز کے سردار ہیں ——— امام حسین نے ان کو جواب ارشاد فرمایا۔ کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ اور شفیق ہیں، لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔

◎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تیسری بار ایک اور بات کی وہ یہ کہ آپ کو جانا ہی ہے تو پھر خود چلے جائیں۔ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں۔ واللہ مجھے ڈر ہے۔ کہیں عثمان کی طرح آپ بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کیے جائیں[۲]۔

◎ سیدنا امام حسین نے فرمایا زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سب میرے ساتھ ہوں، میں اُن کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا جب تک میں شہید نہ ہو جاؤں ——— اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے کہ میرے بچے اور خاندان

---

[۱] طبری جلد ۶ ص ۲۱۷۔ [۲] ایضاً۔

ا ہے بھی اس ابتلا میں مبتلا ہوں ــــ اس گفتگو کو حضرت سیدہ زینب بنت علی سلام اللہ علیہا سن رہی تھیں ــــ آپ فوراً بولیں ــــ اے بزرگوار! بے شک آپ درست فرما رہے ہیں ــــ لیکن میں اپنے بھائی کو ایسے موقعہ پر جدا نہیں ہونے دوں گی۔[1]

◎ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے دوبارہ آکر امام کی بارگاہ میں عرض کیا ــــ اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو تشریف رکھیں، حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں، ہم آپ کے مددگار و شریک اور خیر خواہ رہیں گے ــــ آپ سے بیعت کریں گے ــــ امام نے فرمایا، میں نے اپنے باپ سے یہ حدیث سُنی ہے ــــ اِنَّ بِهَا كَبْشًا يُسْتَحَلُّ حُرْمَتُهَا فَمَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْكَبْشَ[2] ــــ کہ ایک مینڈھا "دنبہ" کی وجہ سے مکہ معظمہ، مسجد حرام کی حرمت باقی نہیں رہے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں ہوں۔

◎ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے امام طبری آگے چل کر لکھتے ہیں ــــ کہ بعض لوگوں نے دیکھا کہ امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں، جب امام حسینؓ ان لوگوں کی طرف مڑے تو فرمانے لگے تم لوگ سمجھے کہ ابن زبیرؓ کیا کہہ رہے تھے، لوگوں نے عرض کیا، ہم آپ پر فدا ہوں ہم کچھ نہیں سمجھے۔ امامؑ نے فرمایا یہ کہتے ہیں کہ آپ مسجد الحرام میں تشریف رکھیں، میں آپ کی مدد کے لیے لوگوں کو جمع کروں گا ــــ اور پھر فرمایا ــــ وَاللّٰهِ لَاَنْ اُقْتَلَ خَارِجًا مِنْهَا بِشِبْرٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُقْتَلَ دَاخِلًا مِنْهَا بِشِبْرٍ[3] ــــ اگر میں ایک بالشت

---

[1] الحیات المحتفی ج ۲ ص ۵۰ بحوالہ شہادت فواسہ سید الابرار
[2] طبری جلد ۳ ص ۲۹۰ مطبوعہ دار الفکر
[3] " " ص "

بجز مسجد حرام کے باہر قتل ہوں۔ خدا کی قسم میں اس چیز کو بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بجز مسجد کے اندر قتل ہوں ــــ یعنی میں مسجد کے اندر قتل نہیں ہونا چاہتا مسجد کے اندر قتل ہونے کی بجائے مسجد حرام کے باہر قتل کر دیا جاؤں تو یہ بہتر ہے آپ کا یہ ارشاد مسجد کی عزت و حرمت کے پیشِ نظر تھا ــــ آپ نے مزید فرمایا، خدا کی قسم ــــ لَوْ كُنْتُ فِيْ حُجْرِ هَامَّةٍ مِنْ هٰذِهِ الْهَوَامِّ لَاسْتَخْرَجُوْنِيْ حَتّٰى يَقْضُوْا فِيَّ حَاجَتَهُمْ ــــ وَاللّٰهِ لَيَعْتَدُنَّ عَلَيَّ كَمَا اعْتَدَتِ الْيَهُوْدُ فِي السَّبْتِ [1] اگر میں حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑوں کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا۔ تو یہ لوگ (دشمن) مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے، اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے اور خدا کی قسم مجھ پر یہ لوگ ایسا ظلم کریں گے جیسا یہودیوں نے ہفتہ کے دن کیا تھا۔

امام نے کیوں جلدی کی

امام حسین علیہ السلام آٹھ ذوالحجہ ۶۰ھ کو مکہ سے روانہ ہوئے۔ طواف و سعی کے بعد اپنے حج کو عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کر احرام اتارا، کیونکہ آپ حج کی تکمیل نہ کر سکتے تھے ــــ لِاَنَّ يَزِيْدَ اَرْسَلَ مَعَ الْحُجَّاجِ ثَلَاثِيْنَ رِجَالًا وَاَمَرَهُمْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ [2] اس لیے کہ یزید نے تیس آدمی حاجیوں کے لباس میں بھیجے تھے اور ان کو حکم دیا کہ ہر حال میں موقعہ پا کر حسینؓ کو قتل کر دیں۔

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر۔

[2] الحیات الحنفی جلد ص ۶۳ بحوالہ شہادت نواسہ سید الابرار ص ۲۳۵

مندرجہ بالا امر کی خبر امام حسینؑ کو بھی پہنچ چکی تھی۔ اگر سرکار امام حسین علیہ السلام مکہ سے نہ نکلتے تو پھر دشمنوں کا پُر فریب وار کارگر ہوتا اور بہت بڑی بدنامی سے بچنے کی کوشش آسانی کے ساتھ کر سکتے تھے۔ اور پھر جناب امام کو بھی یہ امر گوارہ نہ تھا کہ میری وجہ سے مسجد حرام اور مکہ معظمہ کی بے حرمتی ہو۔ آپ کا مدینہ منورہ چھوڑنا بھی اسی امر کے پیش نظر تھا ۔۔۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے نظریات میں یہ امر نمایاں ہے کہ ولایت کی دنیا میں کچھ ایسے اسرار بھی ہیں جو ولی کامل پر اس کی ذات کے متعلق حالات و واقعات منکشف ہوتے ہیں، اور ساتھ ہی اُن رازوں کو چھپائے رکھنے کا بھی حکم ہے، اور یہ چیز ناقابل تردید ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ کے آخری رسولؐ کی آغوش رحمت میسر رہی وہ باطنی علوم و امور میں دوسروں سے ممتاز حیثیت کا حامل ہوگا، لہٰذا امام حسین علیہ السلام کا ہر اقدام اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کے لیے تھا ۔۔۔ ذاتی اور دنیاوی منفعت کے لیے نہیں بلکہ اسلام کی آبیاری کے لیے تھا۔

امام کو زبردستی روکنے کی کوشش

امام طبری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ جب امام حسین مکہ سے نکلے تو عمرو بن سعید کے لوگ جن کا سردار یحییٰ بن سعید تھا، اس نے امام کو مکہ سے جانے سے روکا، اور کہا واپس جائیے، امام حسینؓ نے ان کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے، دونوں طرف کے گروہوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی تازیانے چلنے لگے، جناب امام حسین اور اُن کے انصار نے خوب مقابلہ کیا اور جس طرف جانے والے تھے، اسی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پُر زور انداز میں امام حسینؓ کے اس اقدام کی مخالفت کی۔ جناب امام حسینؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی

—— لِّیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ اَنْتُمْ بَرِیْئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ [1] —— ترجمہ —— میرا عمل میرے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے —— تم میرے اعمال سے بری ہو، اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں —— یہ کہہ کر آپ آگے نکل گئے ——

فرزدق سے ملاقات

امام حسین جب مقام تنعیم میں پہنچے تو ایک قافلہ ملا جو یمن سے آرہا تھا، بحیر بن ریسان عامل یمن نے یزید کے پاس اہل قافلہ کے ہاتھ ورس [2] اور ریشمی کُرتے روانہ کیے تھے۔ وہ امام نے لے لیے اور اونٹ والوں سے فرمایا میں کسی پر جبر نہیں کرتا، تم میں سے جو کوئی میرے ساتھ عراق چلے گا۔ میں اُسے پورا کرایہ دوں گا اور اچھی طرح پیش آؤں گا۔ جو الگ ہونا چاہے۔ اُسے اجازت ہے —— جن لوگوں نے وہاں سے جانا چاہا۔ ان کا حساب کر کے کرایہ ادا کر دیا اور جو لوگ آپ کے ساتھ ساتھ رہے انہیں کرایہ بھی دیا، اور لباس بھی —— آپ جب مقام صفاح تک پہنچے تو وہاں جناب فرزدق بن غالب شاعر نے آپ کو ٹھہرایا۔ یہ فرزدق شاعر اہل بیت کے نام سے مشہور ہے، یہ بہت اچھا شاعر اور محب اہل بیت تھا —— جب امام رکے تو عرض کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مرادیں پوری فرمائے

---

[1] پارہ ۱۱ سورۂ یونس آیت ۴۱۔ الطبری ج ۶ ص ۲۱۸۔

[2] "ورس" ایک پیلی پودا جو زرد رنگنے اور مرہم بنانے کے کام آتا ہے اور زعفران سے مشابہ ہوتا ہے اور خوشبودار بھی۔

امام حسینؑ نے فرمایا — بتاؤ کہ تم لوگوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ فرزدق نے عرض کیا — قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ — وَسُيُوْفُهُمْ مَعَ بَنِیْ اُمَیَّةَ — وَالْقَضَاءُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ — وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ [1] — لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں اُن کی بنو امیہ کے ساتھ ہیں — اور ہر حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے — اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے — امام نے فرزدق کا یہ کلام سُن کر فرمایا — صَدَقْتَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ [2] — تو نے سچ کہا ہر حکم خداوند عالم کی طرف سے ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے — اس کے بعد امام حسینؑ آگے بڑھے:

عون و محمد

علی المرتضیٰ کے نواسے جناب جعفر طیار کے پوتے۔ عبداللہ بن جعفر طیار کے بیٹے۔ امام حسینؑ کے بھانجے، سیدہ زینب بنت علی کے لخت جگر، حضرت عون اور جناب محمد اپنے باپ عبداللہ بن جعفر کا خط لے کر مکہ سے باہر امام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ امام زین العابدین سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں فرزندوں کو ایک خط میرے والد گرامی کے نام بھیجا، جس میں لکھا تھا — میں خدا کے نام پر آپ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی فوراً واپس لوٹ آئیں۔ آپ جہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ مجھے خوف آتا

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۱۸۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۱۸، مقتل الحسین ابی مخنف ص ۶۸۔

ہے کہ وہاں آپ شہید اور اہل بیت کا استیصال ہوگا۔ ـــ اِنْ هَلَكْتَ الْيَوْمَ طُفِئَ نُوْرُ الْأَرْضِ ـــ فَاِنَّكَ عَلَمُ الْمُهْتَدِيْنَ وَرَجَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ اگر آپ شہید ہوگئے تو دُنیا میں اندھیرا چھا جائے گا ـــ آپ اہل بیت کے سردار و رہنما اور ایمان والوں کا سہارا ہیں ـ اور لکھا کہ روانگی میں جلدی نہ کیجیے ـ اس خط کے پیچھے میں خود بھی آرہا ہوں۔

خواب میں رسول اللہ کا حکم

حضرت عبداللہ بن جعفر جو حضرت امام کے بہنوئی اور چچازاد بھائی بھی تھے سیدنا حسین کے پاس پہنچے اور ساتھ حاکم مدینہ عمرو بن سعید کا خط اور اس کے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھی ساتھ لائے، خط میں یہ تسلی تھی کہ میں (عمرو بن سعید گورنر مدینہ) آپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤں گا اور آپ کو پناہ دیتا ہوں حضرت امام نے اس خط کو پڑھا اور واپس ہونے کا انکار کر دیا ـــ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے بڑی لجاجت سے عرض کیا، کہ حضور آپ بتائیے کہ بات کیا ہے کہ آپ کوفہ جانے پر اس قدر بضد کیوں ہیں؟ ـــ امام نے فرمایا ـــ بات یہ ہے اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ اَمَرَنِيْ فِيْهَا بِاَمْرٍ وَّ اَنَا مَاضٍ لَهٗ ـــ میں نے خواب میں "اپنے نانا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضور نے مجھے اس خواب میں ایک حکم فرمایا ہے، جس کو میں ضرور پورا کروں گا، خواہ مجھے دکھ پہنچے ـــ فَقَالَا: وَمَا تِلْكَ الرُّؤْيَا؟ عبداللہ و یحییٰ نے عرض کیا" وہ خواب کیا ہے آپ نے فرمایا

مَا حَدَّثْتُ بِهَا اَحَدًا وَمَا اَنَا مُحَدِّثٌ بِهَا حَتّٰى اَلْقٰى

کری۔ سلے اس خواب کا معاملہ ابھی نے اب تک نہ کسی سے بیان کیا ہے۔ اور ذکروں گا یہاں تک کہ اپنے رب العزت سے جا ملوں۔

○ سند صحیح بالا روایت مبارکہ کی رو سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام حسین کے پیش نظر حکومت وسلطنت اور دنیاوی جاہ وحشم ہرگز نہ تھا اور نہ آپ اس امر کے آپ طالب تھے۔ امام کے پیش خیال ایک ہی بات تھی کہ اسلام کی عزت کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔ اُمّت رسول خدا کو ظلم واستبداد کے چنگل سے کس طرح نکالا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے آپ کی اپنے قریبی عزیزوں کی معروضات کی طرف توجہ نہ فرمانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اُن کے نانا جانؐ نے ایک کام اُن کے سپرد کر رکھا تھا جس کو ہر صورت انہوں نے نبھانا تھا۔ آپ نے اس راز سے پردہ نہیں اُٹھایا اگر وجدان کی زبان سے کچھ کہا جائے تو اس سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ سب کچھ لٹا کر دین کی عزت کو بچالے ۔۔۔ امام نے حضرت عبد اللہ بن عباس کو اصرار کرنے پر اشارۃً فرمایا تھا کہ نانا جان نے خواب میں مجھے ایک خاص حکم سے نوازا ہے ۔۔۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ بِاَمْرٍ وَاَنَا مَاضٍ فِیْہِ[1] یعنی میرے نانا نے جو مجھے حکم دیا ہے۔ میں اس کو ہر صورت میں پورا کروں گا خواہ مجھے اس میں نقصان اٹھانا پڑے ۔۔۔ اور جو امام نے

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۶۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت لبنان ومکتبۃ نصر الریاض
الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ج ۴ ص ۴۰ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت لبنان
تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری ۴ جلد صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ دار الفکر
مقتل الحسین مع التعالیق بقلم الحسن الغفاری مطبوعہ قم ایران۔
[2] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۲۰

مکۂ معظمہ سے روانگی کے وقت خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی اس قسم کے اشارے ملتے ہیں — آپ نے فرمایا — موت، اولادِ آدم کے لیے اس طرح لازم اور "باعثِ زینت" ہے، جس طرح نوجوان عورت کے گلے کے لیے ہار — فرماتے ہیں مجھے اپنے بزرگوں کے دیدار کا اس طرح اشتیاق ہے، جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو جناب یوسف علیہ السلام کے دیدار کا اشتیاق تھا — میرے لیے مقتل (قتل گاہ) تیار کیا گیا ہے، جسے میں ضرور دیکھوں گا — گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے (یزیدی فوج کی شکل) میرے جوڑوں کو جدا کر رہے ہیں — جو قضا کے قلم سے لکھ دیا گیا ہے، ہم اہلِ بیت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں — ہم اس آزمائش اور مصیبت و بلا پر صبر کریں گے — اور اللہ تعالیٰ ہمیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔[۱]

— گزشتہ اوراق میں امام ذی وقار، ابن حیدر کرار کی شہادت کی پیش گوئیاں بیان کی گئی ہیں، جو معتبر کتب میں مرقوم ہیں۔ اُن تمام پیش گوئیوں کا علم سرکار حسین علیہ السلام کو بھی تھا اور پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالمِ خواب میں حکم فرمانا بھی اِن تمام امور پر حضرت امام کی نظر تھی — اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے کسی کی بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور اپنے ارادہ پر قائم رہے اور مکہ شریف کو چھوڑ کر عراق کی طرف سفر اختیار کیا — اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی تھی کہ خاندانِ نبوت کا لہو، چہرۂ اسلام کا غازہ بنے — اور شاید یہ حق بھی انہیں کا تھا کہ گلشنِ اسلام میں گلہائے لالہ اُگائیں! — وراثتِ رسولؐ کا نعرہ بھی یہی ہے — کہ — ؎

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے!

---

[۱] کوکبات الحبی ج ۲ ص ۵۰، بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار ص ۱۰۱

لیکن بعض فرقہ پرست مولویوں نے اپنے خبثِ باطن کے ہاتھوں مجبور ہو کر
ایسے گل کھلائے کہ کانٹے بھی شرمندگی سے منہ چھپانے لگے، تحقیق و ریسرچ
کے نام پر ایسا فساد برپا کیا کہ اُمّتِ مسلمہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ کر
ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

اُنہوں نے اپنی تحریروں میں امام کے اس عظیم کردار پر نہایت بھونڈے
انداز میں نکتہ چینی کی اور سارا زورِ قلم اس بات پر صرف کیا کہ امامؑ نے یہ سفر
صرف حصولِ سلطنت، ذاتی منفعت و اقتدار وغیرہ کے لیے کیا ___ اصل میں یہ
لوگ شانِ رسالت کے منکر اور عظمتِ نبوت کے دشمن ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسولِ
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت داروں کے سخت ترین مخالف ہیں ___
اقتدار کو سنبھالے۔

منازلِ سفر

مکہ مکرمہ سے لے کر کربلا معلی تک حضرت امام حسینؑ جن منزلوں سے گزرے
ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے ___ پہلی منزل بستانِ ابن عامر ___ دوسری منزل
صفاح ___ جہاں فرزدق سے ملاقات ہوئی ___ اور تیسری منزل ذاتِ
عراق ہے ___ یہاں اس مقام پر جب آلِ رسولؐ کا قافلہ پہنچا تو کچھ دیر آرام کی
غرض سے خیمے نصب فرمائے ___ ایک شخص بشیر بن غالب نے اس بیابان
میں خیمے دیکھے تو وہ متعجب ہوا اور قریب آکر پوچھا کہ یہاں کون لوگ ٹھہرے
ہیں، جواب ملا کہ یہ اللہ کے آخری رسولؐ کے گھر والے ہیں اور تھوڑی دیر
آرام کی غرض سے قیام پذیر ہیں ___ اس نے اجازت مانگی اور حضرت کی بارگاہ
میں حاضر ہو کر عرض کیا ___ یا ابن رسول اللہ ___ آپ کو کس چیز نے اس صحرا

ہیں آنے پر مجبور کیا ہے ــــ آپ نے فرمایا ــــ میرے پاس اہلِ کوفہ کے ارسال کردہ خطوط ہیں، مجھے انہوں نے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے، پس اگر وہ لوگ ہمارے قتل میں شریک ہوئے تو اس جرم اور امانت کی پاداشت میں، اللہ تعالیٰ کی طرف اُن پر ایک ایسے شخص کا تسلط ہوگا ــــ مَنْ یَّقْتُلُهُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا اَذَلَّ مِنْ قَوْمِ الْاَمَۃِ[1] ــــ جو ان کو قتل کر دے گا۔ اور وہ ذلیل قوم ہوں گے۔

اس بیان میں امام حسین نے مستقبل میں رونما ہونے والے حالات کی طرف واضح طور پر اشارہ فرمایا ہے کہ مجھے بے دردی سے شہید کیا جائے گا اور اس کے بعد ان پر ایک شخص مسلط ہوگا۔ اشارہ ہے "مختار بن عبیدہ ثقفی" کی طرف جو ان کو قتل کرے گا اور وہ لوگ قیامت تک ذلت سے یاد کیے جائیں۔

بطنِ رُمّہ

چوتھی منزل بطنِ رُمّہ ہے، اُس کے مقام حاجر میں سیدنا امام حسین کے قافلے نے تھوڑی دیر آرام کیا۔ یہاں آپ نے اہلِ کوفہ کے نام ایک خط لکھا جو قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ کوفہ روانہ کیا۔ جس میں آپ نے مکہ سے روانہ ہو کر کوفہ آنے کی اطلاع تھی۔ جب یہ خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابنِ زیاد نے ان سے کہا کہ محل کی چھت پر چڑھ جا اور کذاب ابن کذاب[2] کو گالیاں دے

---

[1] الحیات ج ۳ ص ۲۰۰ بحوالہ شہادت نواسۂ سیدالابرار ص ۲۵۰۔

[2] کذاب ابن کذاب یہ امام حسین اور علی المرتضیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ ابن زیاد نے قیس کو کہا کہ جھوٹے کے بیٹے جھوٹے کو سب شتم کر۔ طبری جلد ۶ ص ۲۲۳

قیس قصر امارت کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور کہا ۔ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ هٰذَا الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ اِبْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ وَ اَنَا رَسُوْلُهٗ اِلَیْکُمْ[1] ۔ اے لوگو! حسین بن علی بہترین خلق اللہ اور فرزند فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں ۔ میں ان کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں ۔ میں نے حضرت امام کو بطن رُمّہ کے مقام حاجر میں چھوڑا ہے تم سب لوگ ان کی مدد کے لیے وہاں پہنچ جاؤ ۔ یہ کہہ کر قیس نے کہا ۔ ثُمَّ لَعَنَ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ زِیَادٍ وَ اَبَاهُ ۔ وَ اسْتَغْفَرَ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ۔ ۔ ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی ۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب کے لیے دعائے مغفرت کی ۔ یہ بات سن کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کو محل کی چھت سے نیچے گرا دیا جائے۔ چنانچہ جناب قیس کو چھت سے نیچے گرا دیا گیا۔ گرنے سے آپ کا جسم چور چور ہو گیا اور شہادت کا تاج سجائے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

بَعْضُ الْعُیُوْن

پانچویں منزل بعض العیون کے نام سے مشہور ہے اور عربوں کا یہاں پر ایک چشمہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام بعض العیون پڑ گیا۔ یہاں پر بھی کچھ لوگوں نے امام عالی مقام سے ملاقات کی اور ترک سفر کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت امام حسین نے انکار فرمایا۔

۷۵

[1] طبری ج ۶ ص ۲۲۷ -

خزیمیہ

چھٹی منزل خزیمیہ کے مقام پر امام نے خیمے نصب فرمائے۔ ایک دن ایک رات قیام فرمایا۔ سیدہ زینب نے رات گزارنے کے بعد صبح کو اٹھ کر فرمایا میں نے رات کو ہاتفِ غیبی سے ایک عجیب بات سُنی۔ آواز کچھ اس طرح آ رہی تھی۔

اَلَا یَا عَیْنُ فَاحْتَفِلِیْ بِجُهْدٍ ۔۔۔ مَنْ یَّبْکِیْ عَلَی الشُّهَدَاءِ بَعْدِیْ

اے آنکھ پوری کوشش سے آنسو بہا لے۔ بھلا میرے بعد شہیدوں پر کون روئے گا۔

امام پاک نے یہ سُن کر فرمایا ـــ یَا اُخْتَاهُ زَیْنَبُ ذَالِکَ الَّذِیْ قُضِیَ فَهُوَ کَائِنٌ [1] ـــ جو بات قضا و قدر میں ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی۔

زرود

ساتویں منزل زرود کے مقام پر جب آلِ پیغمبر کا قافلہ پہنچا تو حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم کے اقربا میں حضرت زہیر بن قین بھی حج کی ادائیگی کے بعد امام سے آملے۔ آپ سے ملاقات کی اور جب آپ کی جناب سے واپس لوٹے تو چہرہ خوش و خرم اور ہشاش بشاش تھا۔ اپنا خیمہ اکھاڑا، اپنا سارا زو سامان اور مال و متاع امام حسین کی طرف بھجوا دیا ـــ اور اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں تم کو اپنے نکاح سے آزاد کرتا ہوں۔ تم اپنی برادری میں چلی جاؤ ـــ میں نہیں چاہتا کہ میری

---

[1] الحیات الحسنی جلد ۲ ص ۱۷۵، خیال رہے کہ الحیات الحسنی کے جتنے حوالے آئیں گے وہ سب شاعت نواسہ سید الابرار سے لیے ہیں۔

سے نیکی کے سوا تجھے کوئی برائی پہنچے ــــ پھر اپنے ساتھیوں کو فرمایا۔ تم میں
جو چاہے میرے ساتھ چلا آئے ــ ورنہ یہ سمجھ لو کہ میری اور تمھاری آخری ملاقات
ہے ــ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں ایک حدیث تم لوگوں کے سامنے بیان
کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ــ غزوۂ بلنجر میں خدا تعالیٰ نے ہم کو فتح دی، بہت زیادہ
مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا۔ حضرت سلمان باہلی نے ہم سے پوچھا کیا؟ خدا نے تمہیں جو
فتح دی اور مال غنیمت جو تمہارے ہاتھ لگا تو تم اس سے خوش ہوگئے ہو۔ ہم نے کہا ہاں
بہت خوشی ہوئی ہے تو وہ کہنے لگے ــ اِذَا اَدْرَکْتُمْ شَبَابَ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَکُوْنُوْا اَشَدَّ فَرَحًا بِقِتَالِکُمْ مَعَهُمْ بِمَا اَصَبْتُمْ مِنَ الْغَنَائِمِ
جب تمہیں آلِ محمدؐ کے جوانوں کا زمانہ ملے گا اور ان کی مدد کے لیے تم جنگ کرو گے تو
اس مال غنیمت سے زیادہ تر تمہیں خوشی ملے گی ــ جناب زہیر نے دوستوں
کو خدا حافظ کہا اور امام عالی مقام کے ساتھ ہو لیے اور سب سے آگے آگے رہتے
یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔[1]

ثعلبیہ

آٹھویں منزل ثعلبیہ ہے آپ نے وہاں قیام فرمایا ــــ عبداللہ بن سلیم
اور مذری بن مشمعل کا بیان ہے کہ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو دل میں یہ بات
تھی کہ جلد از جلد امام حسینؑ سے جا ملیں ہم اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے زرود
تک پہنچ گئے جب ہم امام کے قریب پہنچنے والے تھے کہ ہم نے اہل کوفہ
میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ادھر آ رہا تھا جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو

---

[1] طبری ج ۱۵ ص ۲۲۵

راستہ بدل کر دوسری طرف ہو گیا، امام اسے دیکھ کر ٹھہر گئے گویا اس سے ملنا چاہتے تھے۔ پھر آپ روانہ ہو گئے۔ ہم نے اس شخص سے ملنے کا ارادہ کیا تاکہ کوفہ کی خبر پوچھیں۔ ہم اس کے پاس پہنچ گئے سلام کے بعد ہم نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا ہم دونوں بھی اسدی ہیں۔ ہم نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا بکیر بن مثعبہ۔ ہم نے اپنے نسب کو بیان کیا اور پوچھا کہ کوفے کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت مسلم اور حضرت ہانی شہید ہو چکے ہیں — فَرَاَیْتُھُمَا یُجَرَّ اِنِ بِاَرْجُلِھِمَا فِی السُّوْقِ — میں نے دیکھا کہ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے جا رہے ہیں — کہتے ہیں کہ یہ خبر سن کر ہم امام کے قافلے کے ساتھ آکر مل گئے۔ جب شام کو آپ منزل ثعلبہ میں اترے تو ہم نے آپ کو مسلمؓ و ہانیؓ کی شہادت کی خبر دی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپ نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا اور کہا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے — (طبری ایضاً)

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مسلم کے دو بچے ایک کی چھ اور دوسرے کی آٹھ سال عمر تھی ان کے ہمراہ گئے تھے وہ کہاں ہیں۔ عرض کیا حضور ان دونوں کو ایک ظالم کوفی نے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر امام حسینؓ رو دئے حضرت مسلم اور ان کے بچوں کو یاد کرتے جب خیموں کی طرف بڑھے تو سب گھر والے جمع ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ حضرت کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا ظالموں نے میرے بھائی مسلم اور ان کے دونوں بچوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ بس اس خبر کا سننا تھا کہ اہل بیت اور احباب نے رونا شروع کر دیا — وہ

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۲۵

...ت اہل بیت کے رونے سے کانپ رہا تھا[1]

...ضرت امام پاک — خواتین اہل بیت — حضرت مسلمؓ کی زوجہ جنابہ
...نے عظیم و وفادار شوہر اور اپنے بیٹوں محمد و ابراہیم کو یاد کرکے رو رہی تھیں
اور جناب حمیدہ شہید امیر مسلمؓ کی بڑی صاحبزادی اپنے شفیق والد اور دونوں
بھائیوں کو یاد کرکے رو رہی تھیں — حضرت امام نے ان کو صبر کی تلقین
...یا اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے بدلہ لے گا — فرمایا جو کچھ مسلم کے ذمہ
...کر چکے اور اب جو کچھ ہے وہ ہمارے ذمہ ہے — اہل بیت کے نوجوانوں
...میں ایک جوش و ولولہ اور راہ خدا میں شہادت کا شوق پیدا ہوا —

...زبالہ

...وری منزل زبالہ ہے یہاں حضرت امام نے کچھ دیر آرام فرمایا اور کچھ لوگوں
...ات کی اسی جگہ حضرت امام کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کی
...ت کی خبر ملی — سیدنا امام نے رستے ہی سے عبداللہ بن یقطر کو جناب
...کے پاس بھیجا تھا، آپ کو ابھی شہادت مسلم کی خبر نہ تھی — ابن یقطر
...ک پہنچے تھے کہ ابن نمیر کے سواروں نے انہیں گرفتار کر لیا اور ابن زیاد
...س بھیج دیا — ابن زیاد نے کہا — اِصْعَدْ فَوْقَ الْقَصْرِ — محل کی
...پر چڑھ جا — فَالْعَنِ الْكَذَّابَ ابْنَ الْكَذَّابِ — کذ
...ذاب پر لعنت کر — اور پھر نیچے اُتر آ، تو تیرے بارے میں حکم
— حضرت عبداللہ بن یقطر مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور جب

---

[1] شہادت نواسہ سید الابرار ص ۲۵۳ ۔

سامنا ہوا تو پکارے ـــــ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ الْحُسَیْنِ بْنِ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِتَنْصُرُوْہُ ـــــ میں حسین ابن فاطمہ زہرا، رسول کریم کی بیٹی کے بیٹے کا قاصد ہوں ـــــ فَتَنْصُرُوْہُ وَتُوَازِرُوْہُ عَلَی ابْنِ مَرْجَانَۃَ ابْنِ سُمَیَّۃَ الدَّعِیِّ ـــــ تم ابن مرجانہ سمیہ کے بیٹے ولدالحرام (حرامی) کے مقابلے میں (حسین) کی مدد کرو ـــــ عبداللہ کے اس نعرۂ حق کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو قصر کی چھت سے نیچے زمین پر گرا دو۔ چنانچہ آپ کو محل کی چھت سے زمین پر گرا دیا گیا ـــــ فَتَکَسَّرَتْ عِظَامُہٗ ـــــ ان کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں ـــــ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ ایک شخص نے آ کر ان کو ذبح کر دیا۔[1]

جب مذکورہ بالا خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس طرح خطاب فرمایا: اے میرے ساتھ چلنے والے لوگو! مجھے ایک بہت ہی ہولناک واقعہ کی اطلاع ملی ہے کہ مسلمؓ بن عقیلؓ، ہانی بن عروہ، عبداللہ بن یقطر شہید کر دیئے گئے ہیں ـــــ وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِیْعَتُنَا ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ـــــ تم میں سے جو جانا چاہے چلا جائے یہ سنتے ہی وہ لوگ (جو رستے میں آپ کے ساتھ ملے تھے) اِدھر اُدھر ہو کر نکل گئے۔ بس وہی لوگ آپ کے ساتھ رہ گئے جو لوگ مدینہ منورہ سے ساتھ آئے تھے ـــــ خیال رہے کہ آپ کا یہ فرمانا اس بناء پر تھا کہ یہ جو اعراب ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں ان کے ذہن میں جو بات سما چکی ہے وہ یہ ہے کہ امام حسین شہر

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۳۶۔

[2] طبری ج ۶ ص ۔

بھاگ رہے ہیں۔ وہاں کے سب لوگ آپ کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ نے
مناسب نہ سمجھا کہ یہ لوگ کسی غلط فہمی کی بنا پر مصائب کا شکار ہوں۔

بطن عقبہ

دسویں منزل بطن عقبہ ہے۔ جب آپ یہاں پہنچے تو بنو عکرمہ میں سے
ایک شخص نے امام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے
اس کو تمام حالات سے آگاہ فرمایا تو اس شخص نے بڑی لجاجت سے آپ کی خدمت
میں عرض کیا۔ بندہ پرور آپ واپس لوٹ جائیں۔ خدا کی قسم میں برچھیاں اور تلواریں آپ کی
خلاف کھنچی ہوئی دیکھ کر آرہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ جو تم نے رائے
دی ہے وہ بھی ٹھیک ہے ـــ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ لَا یُغْلَبُ عَلٰی اَمْرِہٖ[1] ـــ
لیکن مشیت خداوندی کے سامنے چارہ نہیں ـــ یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔

شراف

گیارہویں منزل شراف ہے۔ یہ قادسیہ سے چند میل کے فاصلے پر
ہے۔ حضرت امام نے اس جگہ رات کا قیام فرمایا۔ دوپہر تک اسی جگہ پر رہے۔
مشکیزوں وغیرہ میں پانی بھرا اور روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے آپ اور آپ کے
ساتھیوں کی نظر ایک لشکر پر پڑی جو حر بن یزید ریاحی کا لشکر تھا۔

ذو حُسُم

آپ نے جب لشکر حر کو دیکھا تو ساتھیوں کے مشورہ سے ذو حسم والی جگہ کا

---

[1] طبری جلد ۶ ص

کا نام (ذی حُسم) کی طرف مُڑ گئے" وہاں پانی دستیاب تھا۔ حُر کے سواروں نے بھی
رُخ موڑ لیا ــــ لیکن امام عالی مقام اُن سے پہلے ذُوحُسم کے مقام پر پہنچ گئے
اور خیمے نصب کر دیئے۔[1]

امام کا حُسنِ سلوک

سیدالشہداء امام عالی شان کا مشفقانہ انداز اور اخلاقِ کریمانہ دیکھیں
کہ ــــ حُر ہزار سواروں کا رسالہ لیے ہوئے اس آگ اُگلتی دوپہر میں آپ کے
مقابل آکر ٹھہرا ــــ سیدنا امام اور آپ کے ساتھی عمامے باندھے ہوئے تھے
ــــ امام حسینؓ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا ــــ (اِسْقُوا الْقَوْمَ وَاَرْوُوْهُمْ
مِنَ الْمَاءِ) ــــ سب لوگوں کو پانی پلا کر اُن کی پیاس بجھاؤ ــــ وَرَشِّفُوا
الْخَيْلَ تَرْشِيْفًا ــــ اور اُن کے گھوڑوں پر پانی چھڑکو! ــــ حضرت امام
پاک کا حکم سن کر جوان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ــــ وَسَقَوُا الْقَوْمَ مِنَ الْمَاءِ
حَتّٰى اَرْوَوْهُمْ[2] ــــ اور حُر کی فوج کے سواروں کو پانی پلایا یہاں تک کہ
ان کو سیراب کر دیا ــــ اور برتنوں کو بھر بھر کر گھوڑوں کے آگے رکھتے اور تمام
گھوڑے پانی پی کر سیراب ہو گئے۔

◎ حُر کی فوج کا ایک سپاہی جو پیچھے رہ گیا تھا اور پیاس کی شدت اور
موسم کی حدت سے نڈھال ہو چکا تھا ــــ امام نے اس کی حالت دیکھ کر اپنے
مبارک ہاتھوں سے اُسے پانی پلایا، کیونکہ اس کے ہاتھوں میں اتنی سکت بھی نہ

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۲۶۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۲۷۔

تھی کہ مشکیزہ اٹھا سکے۔

حُر کیوں آیا؟

حضرت امام حسین کی طرف حُر کے قادسیہ سے آنے کا سبب یہ تھا کہ ابن زیاد لعین کو جب یہ خبر ملی کہ حسین کوفہ آ رہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو اس کی پولیس کا اعلیٰ افسر تھا کو روانہ کیا ـــــ اور حکم دیا کہ وہ قادسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے خفان تک مورچہ بندی کرے ـــــ اور امام حسین سے مزاحمت کرے۔ چنانچہ حُر نے ایک ہزار سواروں کی فوج کے ساتھ امام کو روکے رکھا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا ـــــ آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کہنے کا حکم دیا۔

امام کی امامت

انھوں نے اذان کہی ـــــ اقامت سے قبل سیدنا امام حسین تہ بند چادر، اور نعلین پہنے ہوئے نکلے ـ حُر اور ان کے فوجیوں کو مختصر خطاب فرمایا ـــــ خطاب کے بعد مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا ـــــ اُس نے اقامت کہی ـــــ امام نے حُر سے پوچھا ـــــ اَتُرِيْدُ اَنْ تُصَلِّيَ بِاَصْحَابِكَ؟ ـــــ کیا تم اپنے اصحاب کے ساتھ الگ نماز پڑھو گے؟ ـــــ حُر نے عرض کیا ـــــ لَا بَلْ تُصَلِّيْ اَنْتَ وَنُصَلِّيْ بِصَلَاتِكَ[1] ـــــ نہیں ہم الگ نماز نہیں پڑھیں گے ـ بلکہ آپ کے ساتھ نماز ادا کریں گے ـــــ امام نے سب کو نماز پڑھائی اور

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۳۸۔

اپنے خیموں میں چلے گئے اور آپ کے انصار بھی سب آپ کے پاس جمع ہو گئے

امام کا خطاب

حضرت امام نے حُر کے لشکر کو اس وقت خطاب فرمایا جب وہ اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامیں ہوئے ان کے سایہ میں بیٹھے تھے امام نے نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد ان کی طرف رُخ کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا — اَیُّهَا النَّاسُ فَاِنَّکُمْ اِنْ تَتَّقُوْا وَتَعْرِفُوا الْحَقَّ لِاَهْلِهٖ یَکُنْ اَرْضٰی لِلّٰهِ وَنَحْنُ اَهْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِوِلَایَةِ هٰذَا الْاَمْرِ[1] — اے لوگو اگر تم خدا کا خوف کرو گے اور حق داروں کے حق کو پہچانو گے تو یہ امر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو گا اور ہم اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں اور اس امر کے لیے ان سے ہم اولیٰ ہیں — جو لوگ تم پر حکومت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اس کا انہیں کوئی حق نہیں اور وہ تمہارے ساتھ ظلم و جبر اور تعدی سے پیش آتے ہیں۔ اگر تم ہم سے بیزار ہو یا اس امر کی کرامت محسوس کرتے ہو اور ہمارے حق کی واقفیت نہیں رکھتے اور جو کچھ اپنے پیغامات میں تم نے مجھے کہلا بھیجا اگر اب وہ تمہاری رائے نہیں رہی تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاتا ہوں — حُر نے جواب میں عرض کیا۔ خدا کی قسم مجھے ان خطوط کا کوئی علم نہیں، جن کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں۔ یہ سُن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ دونوں تھیلے جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں لاؤ۔ عقبہ وہ دونوں تھیلے نکال لائے اور سب کے سامنے لا کر خطوں کو بکھیر دیا۔ حُر نے عرض کیا۔ جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے ہم ان لوگوں میں سے نہیں۔ اور

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۰۰

میں حکم ملا ہے کہ جہاں آپ کو پاؤں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے چلیں۔ حضرت امام حسین نے یہ سن کر حر سے فرمایا ــــ اَلْمَوْتُ اَدْنٰی اِلَیْکَ مِنْ ذٰلِکَ[1] ــــ اس مقصد کے حصول سے پہلے "موت تیرے قریب ہے" ــــ اور اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو اور سوار ہو جاؤ۔ سب سوار ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ ان کی مستورات بھی سوار ہو جائیں۔

حر کی مزاحمت

حضرت امام نے ساتھیوں کو حکم فرمایا کہ ہم سب کو واپس لے چلو۔ لوگ واپس ہونے لگے تو حر کے رسالہ والوں نے مزاحمت کی۔ اس پر امام نے حر سے فرمایا ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ مَا تُرِیْدُ[2] ــــ تیری ماں تجھے روئے آخر تو چاہتا کیا ہے؟ حر نے کہا خدا کی قسم اگر دنیائے عرب میں کسی اور نے یہ کلمہ کہا ہوتا اور خواہ کوئی بھی ہوتا میں اس کی ماں کے رونے کا ذکر ضرور کرتا ــــ وَاللّٰہِ مَا لِیْ اِلٰی ذِکْرِ اُمِّکَ مِنْ سَبِیْلٍ اِلَّا بِاَحْسَنِ مَا یُقْدَرُ عَلَیْہِ[3] ــــ مگر خدا کی قسم (اے حسین) تیری ماں (سیدہ فاطمہ) کا ذکر حد درجہ تعظیم و تکریم کے بغیر نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا پھر تیرا ارادہ کیا ہے۔ حر نے کہا، واللہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں ــــ آپ نے فرمایا واللہ! میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ حر نے کہا واللہ! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت امام اور حر نے یہ کلمہ تین

۱۔ طبری جلد ۶ ص ۲۲۶۔

۲۔ طبری جلد ۶ ص ۲۲۶۔

۳۔ طبری جلد ۶ ص ۲۲۶۔

باز کیا۔ جب تکرار بڑھ گئی تو حُر نے کہا اچھا پھر آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ کی راہ ہو نہ مدینہ کی تاکہ میں بھی آپ کے کسی امر میں مبتلا ہونے سے بچ جاؤں ۔ آپ عذیب اور قادسیہ کی راہ سے بائیں طرف مڑ جائیں۔ آپ اپنے انصار کے ساتھ روانہ ہوئے اور حُر بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

مقام بیضہ میں خطبہ

حضرت امام جب مقام بیضہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے اور حُر کے ساتھیوں میں اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا ۔ اے لوگو! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا فرمان ہے ۔ مَنْ رَأٰی سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرُمِ اللّٰہِ نَاکِثًا لِعَہْدِ اللّٰہِ مُخَالِفًا لِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْمَلُ فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ یُغَیِّرْ عَلَیْہِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُدْخِلَہٗ مُدْخَلَہٗ ۔ ۱؎

۔ کہ جو شخص ایسے حکمران کو دیکھے جو ظالم ہو، اور خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتا ہو جو عہدِ خداوندی کو توڑتا ہو اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتا ہو جو بندگانِ خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو ۔ اور پھر وہ شخص قولاً اور فعلاً اس پر اعتراض نہ کرے اور اسے نہ روکے تو خدا تعالیٰ اس شخص کو بھی "اس ظالم حکمران" کے اعمال میں شریک کرے گا ۔ آپ نے حدیثِ رسول ؐ بیان کرنے کے بعد فرمایا سنو! ان ظالم حکمرانوں نے ۔ قَدْ لَزِمُوْا طَاعَۃَ الشَّیْطٰنِ وَتَرَکُوْا طَاعَۃَ الرَّحْمٰنِ ۔ شیطان

۱؎ طبری جلد ۶ ص ۲۲۹ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۸۰

کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لی ہے اور خدا کی فرمانبرداری کو ترک کر دیا ہے ــــ اَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا الْحُدُوْدَ ــــ فساد کو ظاہر اور شرعی حدود کو معطل کر رکھا ہے ــــ وَاسْتَأْثَرُوْا بِالْفَیْءِ ــــ اور مالِ غنیمت کو اپنی ذات کے لیے پسند کیا ــــ وَاَحَلُّوْا حَرَامَ اللّٰهِ وَحَرَّمُوْا حَلَالَهٗ ــــ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رکھا ہے۔ یعنی حلال و حرام میں تمیز نہیں رہی ــــ وَاَنَا اَحَقُّ مَنْ غَیَّرَ ــــ ان پر اعتراض کرنے اور ان امور سے روکنے کا سب سے زیادہ حق مجھے پہنچتا ہے ــــ

تمہارے خط اور نامہ بر میرے پاس تمہاری طرف سے اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آتے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے، مجھے دشمن کے حوالے نہ کرو گے ــــ اے لوگو! ــــ اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو کامیابیوں سے ہم کنار ہو جاؤ گے ــــ فرمایا ــــ فَاَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ وَابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِیْ مَعَ اَنْفُسِكُمْ وَاَهْلِیْ مَعَ اَهْلِیْكُمْ فَلَكُمْ فِیَّ اُسْوَةٌ ــــ دیکھو! ــــ میں حسین بن علی سیدہ فاطمہ بنتِ رسول کا فرزند ہوں، میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ، میں تمہارا پیشوا ہوں

اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان کو توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردنوں سے نکال ڈالا تو قسم ہے اپنی جان کی کہ تمہارے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ــــ ایسا سلوک تم نے میرے باپ علی، میرے بھائی حسن اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو ــــ جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے دھوکا کھایا ــــ

لہ طبری جلد ۶ ص ۲۲۹

○ حضرت امام نے جو ذی حسم میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ اس طرح ہے۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا — تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ کیا حال ہو رہا ہے — دنیا بدل گئی جو پہچانی نہیں جاتی۔ نیکیاں مٹتی جا رہی ہیں، اب برتن کا دھوون باقی رہ گیا ہے — برائی چاروں طرف پھیلتی جا رہی ہے۔ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے پرہیز نہیں کیا جاتا — لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ اللّٰهِ مُحِقًّا فَإِنِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا شَهَادَةً وَلَا الْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا۔[1]
— مومن کے لیے یہی بہتر ہے کہ حق پر رہ کر خدا تعالیٰ سے ملاقات کرے میں دیکھتا ہوں کہ مر جانا شہادت ہے اور ظالموں میں زندگی بسر کرنا ناگوار اور باعث رسوائی ہے۔

○ آپ کا یہ خطبہ سن کر زہیر بن قین بجلی اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے ابن رسول ہم آپ کے اس ارشاد کو قبول کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ دنیا ہمارے لیے باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوتے اور پھر آپ کی نصرت و غم خواری میں ہمیں دنیا کو چھوڑنا پڑتا تو ہم اس دنیا میں رہنے سے اس کے چھوڑنے کو آپ کے ساتھ بہتر سمجھتے۔ حضرت امام نے ان کی اس بات کو سن کر اور جہاد کا جذبہ دیکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

○ حُر آپ کے ساتھ ساتھ چلا آرہا تھا اور آپ سے عرض کرتا تھا امام میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنی جان کا خیال کریں۔ آپ کا جواب تھا کہ مجھے موت سے ڈرانے کی ضرورت نہیں۔

○ روضۃ الشہداء میں ہے کہ ایک شتر سوار حُر کے نام ابن زیاد کا مکتوب

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۲۹

ے کر آیا جس میں لکھا تھا" تجھے جہاں بھی یہ خط ملے حسینؓ کو اس جگہ روک لے اور
انہیں گھیر کر کسی ویران اور بے آب و گیاہ مقام پر لے آ۔
حُر نے یہ خط پڑھ کر حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کی
کہ آپ دیکھ لیں ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے سلسلے میں کس قدر سخت حکم جاری
کیا ہے۔ اب میں حیران ہوں کہ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو ابن زیاد کا ڈر ہے اور اگر آپ
کے ساتھ جنگ کرتا ہوں تو خدا تعالیٰ اور اُس کے رسُول سے شرم آتی ہے۔ اور
پھر اُس نے اپنی فوج سے پوشیدہ ہو کر عرض کی ___ اے ابن رسُول اللہ (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ پر ہاتھ اُٹھاؤں تو حُر کے ہاتھ کٹ جائیں اور اگر آپ پر
نگاہِ خیانت اٹھاؤں تو میری آنکھیں پھوٹ جائیں ___ ابن زہرا! ___
جب میں اس راستے پر آ رہا تھا تو کوئی پتھر اور کوئی مٹی کا ڈھیلا ایسا نہیں تھا جس
سے یہ آواز میرے کان میں نہ آتی ہو کہ ___ اے حُر ___ تجھے جنت کی بشارت
ہو اور میں اپنے آپ سے کہتا تھا" اے حُر" ___ تجھ پر افسوس کہ تو رسُول
اللہ کے بیٹے سے جنگ کرنے کے لیے جا رہا ہے ___ تو پھر یہ بشارت کیسی ہے؟
___ یا امام! ___ اب میرے ساتھ مخالفین کا گروہ ہے اور میرا مقصد آپ
کو گرفتار کرنا نہیں، میں اس بہانے سے اپنے لشکر کو دُور رکھوں گا کہ آپ کے
ساتھ پردہ نشین خواتین ہیں۔ چنانچہ جب لوگ سو جائیں تو آپ سفر اختیار فرمائیں
اور جس طرف چاہیں تشریف لے جائیں۔ جب صبح کو لوگ بیدار ہوں گے تو پتہ
چل جائے گا کہ آپ کس طرف تشریف لے گئے ہیں، میں کچھ دیر اپنے لشکر کو
اس صحرا میں گھما پھرا کر آپ کے چلے جانے کا بہانہ بنا کر واپس چلا جاؤں گا ___
سیدنا امام حسین علیہ السلام اُسے دُعائے خیر دے کر سوار ہو گئے ___ اور دونوں
لشکر چلنے لگے۔ جب رات آئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ پر اُتر آئے

— پھر جب حُر کے سپاہی سو گئے تو امام نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر شروع کر دیا چونکہ رات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اس لیے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو گئی اور جہان میں روشنی پھیل گئی۔

صبح آمد و علامت خود آشکار کرد

آفاق را ز رنگ شفق لالہ زار کرد

"صبح نے نمودار ہو کر خود کو ظاہر کر دیا اور جہان کو سرخ رنگ دے کر لالہ زار بنا دیا"

مقام کربلا

چلتے چلتے امام عالی مقام کا گھوڑا ایک ہولناک زمین پر جا کر کھڑا ہو گیا اور آپ کے تازیانہ لگانے کے باوجود ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا — حضرت امام نے لوگوں سے پوچھا کوئی شخص جانتا ہے کہ اس جگہ کا نام کیا ہے — ایک آدمی نے عرض کیا حضور اس مقام کو ارض ماریہ کہتے ہیں — امام نے فرمایا! — ہو سکتا ہے اس کا کوئی اور نام بھی ہو؛ لوگوں نے کہا! جی ہاں! اسے مقام کربلا بھی کہتے ہیں — امام نے فرمایا — اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَرْضُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ وَّ سَفْکُ الدِّمَاءِ[1] — یہ زمین کربلا وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا — "این محط رجال آل عبا است" — یعنی — یہ آل عبا کے لوگوں کے مزارات کا احاطہ ہے

اگر ہے نام اسی کا ہی کربلا سن لو

تو پھر گرے گی یہاں ہم پہ ہر بلا سن لو

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۵۹

اسی جگہ پہ ہی بکھرے گا خونِ آلِ رسولؐ
کھنچے گا تیغ جفا سے یہیں پہ باغِ بتولؑ

حضرت امام کے صاحبزادے علی اکبر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ بابا جان یہ کیسی فال ہے جو آپ نے نکالی ہے اور یہ کیسی گفتگو ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ امام پاک نے فرمایا ـــــ اے جانِ پدر! ایک مرتبہ صفین کے سفر میں تمہارے دادا اور اپنے والد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ اس مقام پر پہنچا جسے کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علی سواری سے اُتر آئے اور میرے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کی آغوش میں سر رکھ کر استراحت فرمانے لگے اور میں آپ کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آپ بیدار ہو کر رونے لگے۔ امام حسن نے عرض کیا ابا جان! آپ کو کیا ہو گیا؟

ابا جان نے فرمایا بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس صحرا میں خون کا دریا بہہ رہا ہے اور میرا حسین اس دریا میں گر کر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہیں پہنچتا ـــــ پھر آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا ـــــ اے ابو عبداللہ! تجھے اس صحرا میں خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے ـــــ بیٹا اس وقت تو کیا کرے گا؟

میں نے عرض کیا ابا جان میں اس وقت صبر کروں گا ـــــ اور سوائے صبر و شکیبائی کے میں اور کیا کر سکتا ہوں ـــــ آپ نے فرمایا ـــــ ایسا ہی کرنا اس لیے کہ صبر کرنے والوں کا اجر شمار میں نہیں آ سکتا ـــــ فرمانِ خداوندی ہے

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ[1] ـــــ

---

[1] پارہ ۲۳ سورۃ الزمر آیت ۱۰ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

ــــــ ترجمہ ۔ صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بغیر حساب کے

حضرت امام نے حکم جاری فرمایا کہ اونٹوں کو بٹھا کر سامان اتار دو اور خیمے نصب کر دو۔

امام کا قدم خاکِ کربلا پر ــــ

امام عالی مقام علیہ السلام اس جگہ پر گھوڑے سے اُتر آئے جب آپ کا قدم مبارک کربلا کی مٹی پر لگا تو خاکِ کربلا کا رنگ زرد ہو گیا اور اس سے غبار اُٹھا جس سے آپ کے گیسو مبارک گرد آلود ہو گئے ــــ سیدہ اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہا نے کہا! بھائی جان میں نے عجیب حال دیکھا ہے ــــ اور صحرا سے میرے دل کو سخت ہول آتا ہے ــــ امام علیہ السلام نے اپنی بہن کو تسلی دی اور زوجہ محترمہ کو وصیت فرمائی۔

امام کی وصیت

فرمایا ــــ اے میری رفیق دلنواز اور غمگسار کارساز جب تو مجھے اس مقام پر

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ سے) مولا علی فرماتے ہیں ــ کہ ہر نیکی کرنے والے کی نیکیوں کا وزن کیا جائے گا سوائے صبر کرنے والوں کے کہ انہیں بے اندازہ اور بے حساب دیا جائے گا اور یہ بھی مروی ہے کہ اصحاب مصیبت و بلا حاضر کیے جائیں گے نہ ان کے لیے میزان قائم کی جائے گی نہ ان کے لیے دفتر کھولے جائیں گے ان پر اجر و ثواب کی بے شمار بارش ہو گی یہاں تک کہ دنیا میں عافیت کی زندگی بسر کرنے والے انہیں دیکھ کر آرزو کریں گے کاش وہ اہل مصیبت میں سے ہوتے اور ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے کہ آج یہ صبر کا اجر پاتے۔

(خزائن العرفان)

گھوڑے سے گرتا ہوا دیکھے اور میرے سر اور چہرے کو کٹا پھٹا پائے اور میں تیروں اور تلواروں سے گھائل ہو جاؤں تو اپنے چہرے اور سر کے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور نہ ہی سینہ کوبی کرنا اور نہ منہ پیٹنا کیونکہ دشمن کی شماتت[1] بہت بڑی مصیبت ہے[2]۔

جب اہل بیت کرام نے یہ بات سُنی تو سب نے فریاد و فغاں کرتے ہوئے عرض کیا۔ اے سید و سردار آپ نے ہمیں یہ کیسی جاں گداز و پُر سوز خبر دی ہے — پھر آپ کے بیٹوں اور اقربا نے اس قدر نالہ و فریاد اور آہ و زاری کی کہ زمین و آسمان والے ان کے رونے سے تنگ و پریشان ہو گئے اور پھر ان کے کانوں میں — اَلرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ[3] — کی آواز گونجی تو انہوں نے صبر اختیار کیا —

عقر

طبری میں ہے کہ جب امام کربلا میں پہنچے تو آپ نے پوچھا یہ جگہ کس نام سے پکاری جاتی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا — ھِیَ الْعَقْرُ — اس کا نام عقر ہے۔ (عقر زخم اور بانجھ پن کو کہتے ہیں) — امام نے کہا — اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَقْرِ[4] — اے اللہ عقر سے مجھے بچا اور آپ وہیں اتر پڑے

---

[1] شماتت کے معنی ہیں کسی کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہونا۔ امام کا مطلب یہ تھا کہ اپنی مصیبت پر دشمن کو خوش ہونے کا موقع نہ دینا۔

[2] روضۃ الشہداء ص ۲۶۰۔

[3] مشیئت خداوندی پر راضی رہنا۔

[4] طبری ج ۶ ص ۲۳۲

یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن تھا۔ امام نے نہر فرات سے ذرا ہٹ کر خیمے نصب کرا دیے۔

روضۃ الشہدا میں ہے کہ امام عالی مقام نے کربلا سے سلیمان بن صرد خزاعی کے نام خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر بلایا میں آ گیا ہوں۔ تم میرا ساتھ دے کر اپنا وعدہ پورا کرو گے تو یہ مروّت کا تقاضا ہے اور اگر بے وفائی کرو گے تو یہ امر اہلِ کوفہ کے لیے بعید نہیں۔ کیونکہ انہوں نے میرے والد علی، میرے بھائی امام حسن اور چچا زاد بھائی مُسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے ۔۔۔ اس وقت مخالفین کے لشکر نے میرے راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ تم اگر میرا ساتھ دو گے تو بھلائی حاصل کرو گے میں تو اپنا جسم اللہ تعالیٰ کی قضا کے سپرد کر کے ۔۔۔ اَلرِّضَآءُ بِالْقَضَآءِ بَابُ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ ۔۔۔ کی انتظار گاہ میں قدمِ اطاعت کے ساتھ کھڑا ہوں۔

آپ نے یہ مکتوبِ گرامی قیس بن مسہر صیداوی کے حوالے کیا اور قیس یہ خط لے کر کوفہ روانہ ہو گئے مگر راستوں کی ناکہ بندی کرنے والوں نے انہیں راستے میں ہی گرفتار کر لیا اور پھر ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔ قیس نے ابن زیاد کو دیکھا تو خط کو جیب سے نکال کر پھاڑ دیا ۔۔۔ ابن زیاد نے کہا یہ کاغذ کیسا تھا؟ ۔۔۔ قیس نے کہا یہ خط تھا جو میں لے کر آ رہا تھا ۔۔۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ خط کس کا ہے؟ ۔۔۔ قیس نے کہا امام حسین علیہ السلام کا ۔۔۔ ابن زیاد نے کہا تو نے اسے کیوں پھاڑ دیا؟ ۔۔۔ قیس نے کہا! ۔۔۔ دوستوں کے راز، دشمنوں پر ظاہر کرنا وفا کی دنیا میں روا نہیں ۔۔۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے رہا کر دیا جائے تو تجھے دو کام کرنا پڑیں گے ۔۔۔ اوّل اُن لوگوں کے نام بتا دو جن کے نام یہ خط لکھا ہوا تھا ۔۔۔ دوم ۔۔۔ حسین اور ان کے بھائی حسن

اور ان کے والد علی کو منبر پر چڑھ کر گالیاں دو ــــ میری اور یزید کی تعریف بیان کرو۔ جناب قیس نے کہا۔ جن لوگوں کے تام خط تھا ان کے ناموں کا اظہار تو ممکن نہیں البتہ دوسرا کام کر دوں گا ــــ تم لوگوں کے نام خط تھا اُن کے ناموں کا اظہار تو ممکن نہیں البتہ دوسرا کام کر دوں گا ــــ تم لوگوں کو مسجد میں جمع جمع کر کے منبر پر مجھے کھڑا کر، تاکہ جو کچھ میں چاہتا ہوں اُسے بیان کروں۔ ابن زیاد نے منادی کرا دی ــــ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے مسجد کے صحن میں منبر بچھا دیا گیا۔ قیس نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا و مشیت ابتلا و مصائب سے گزرنے والے انبیاء و اولیاء کے بارے میں چند باتیں کی اور لوگوں کو اپنے آنے کا مقصد بتایا اور امام کے خط کا مضمون بیان کیا اور لوگوں کو کہا کہ تمہارے بلانے پر امام حسین تشریف لائے ہیں تم ان کی بیعت کر کے ان کی مدد کرو اور ساتھ ہی ابن زیاد اور یزید کی مذمت کی۔ (روضۃ الشہداء)

○ طبری میں ہے کہ طرماح بن عدی تین اور ساتھیوں کے ساتھ کربلا معلی میں وارد ہوئے وہ کوفے سے آئے تھے۔ امام نے ان سے دریافت فرمایا، جہاں سے تم لوگ آرہے ہو وہاں کی کیا خبر ہے؟ مجھ سے بیان کرو ــــ مجمع بن عبداللہ عائذی نے جواباً عرض کیا، یا امام بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے ــــ فَقَدْ اُعْظِمَتْ رِشْوَتُهُمْ وَمُلِئَتْ غَرَائِرُهُمْ [1] کہ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں ــــ اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے ہیں ــــ اور ان کو بلا بلا کر اپنا خیر خواہ اور ہمراز بنا رہے ہیں ــــ وہ سب لوگ آپ کے خلاف متفق ہو رہے ہیں ــــ رہے اور

---

[1] طبری جلد ۲ ص ۲۲۰

لوگ تو ان کا خیال یہ ہے کہ دل سے وہ آپ ہی کی طرف ہیں، لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلوار کھینچے ہوئے آپڑیں گے ـــــ امام نے اس سے اپنے نامہ بر قیس بن مُسہر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ کے قاصد قیس کو حصین بن نمیر نے گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ ابن زیاد نے انہیں حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے باپ پر لعنت کرے ــــ تو قیس نے منبر پر کھڑے ہو کر ــــ فَصَلّٰی عَلَیْکَ وَعَلٰی اَبِیْکَ ــــ آپ پر اور آپ کے باپ پر صلوٰۃ بھیجی ــــ وَلَعَنَ ابْنَ زِیَادٍ وَاَبَاہُ[1] ــــ ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی ــــ وَدَعَا اِلٰی نُصْرَتِکَ ــــ وَاَخْبَرَھُمْ بِقُدُوْمِکَ ــــ اور آپ کی مدد کے لیے لوگوں کو پکارا ــــ اور آپ کے آنے کی سب کو خبر دی اس بات پر ابن زیاد نے اُن کو دارالامارت کی چھت پر سے جا کر نیچے گرا کر شہید کر دیا ــــ یہ بات سن کر امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ــــ اور آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی ــــ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا[2] ــــ (پ ۲۱ س احزاب ۲۳) ترجمہ۔ تو کوئی ان ان میں اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا اور وہ ذرا نہ بدلے۔

اور ساتھ ہی یہ دعا فرمائی ــــ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا وَلَھُمُ الْجَنَّۃَ نُزُلًا وَاجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ فِیْ مُسْتَقَرٍّ مِّنْ رَّحْمَتِکَ وَرَغَائِبِ مَذْخُوْرِ ثَوَابِکَ[3] ــــ اے اللہ تعالیٰ ہم کو اور اُن کو جنت میں مہمانی عطا فرما، ہم کو اور انکو

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۳۰

[2] طبری ر ر

[3] ایضاً

جا کر دے۔ اپنی رحمت سے اور ثواب کے پسندیدہ ذخیرے عطا فرما۔

ابن زیاد کا خط

ابن زیاد نے امام پاک کی طرف خط دے کر ایک قاصد بھیجا اور لکھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک تو حسین سے میری بیعت نہ لے تیرے لیے بستر پر لیٹنا اور پیٹ بھر کھانا پینا روا نہیں اگر وہ انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے — لہٰذا آپ یا یزید کی بیعت کریں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں — امام نے ابن زیاد کے خط کو پڑھ کر پھینک دیا اور فرمایا۔ افسوس ہے اس قوم کی بدحالی پر جو مخلوق کی رضا کو خالق کے غضب پر ترجیح دیتی ہے — ابن زیاد کے قاصد نے کہا آپ اس خط کا جواب لکھ دیں۔ آپ نے فرمایا — مَا لَهٗ عِنْدِیْ جَوَابٌ فَقَدْ حَقَّتْ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ[1] میرے پاس اس کا جواب نہیں اور اس کا بدلہ سوائے کلمہ عذاب کے کچھ نہیں۔

قتل حسین کا انعام

ابن زیاد کا قاصد واپس گیا اس نے آکر بتایا کہ امام حسین نے تیرا خط پھینک دیا تھا اور اس کا جواب نہیں لکھا یہ سن کر ابن زیاد غصے سے باؤلا ہو گیا۔ اور اس نے اہل مجلس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا — تم میں سے کون ہے جو حسین کے ساتھ جنگ کرنے سے پہل کرے۔ اس صلہ میں میں اسے عراق کے جس شہر کی چاہے گا گورنری دے دوں گا — اس کی اس بات کا کسی نے جواب نہ دیا — تو اس نے اپنی اس

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۷۱۔

پیش کش کو دوسری مرتبہ اور تیسری بار دہرایا۔ مگر پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا ــــ
اس نے کچھ سوچا اور پھر عمر بن سعد کو اپنے پاس بلایا اور کہا میں نے ایک عرصے سے سُن رکھا ہے کہ تو رے کی حکومت کی آرزو رکھتا ہے ــــ کہنے لگا۔ فی الواقع وہ علاقہ بہت وسیع ہے، وہاں کی آمدنی بہت زیادہ، بے پناہ دولت اور بے شمار اموال پر مشتمل ہے، میں چاہتا ہوں کہ رے اور طبرستان کا علاقہ تیرے نام کر دوں ــــ ابن سعد نے اس بات پر اس کی خوشامد کی تو ابن زیاد نے رے اور طبرستان کا علاقہ اس کے نام لکھنے کے بعد اُسے خلعتِ فاخرہ پہنا کر، اُس کے لیے گھوڑا مزین کر دیا اور پھر کہا ابن سعد میں تیری سپہ سالاری میں لشکر دیتا ہوں اور خزانے سے پچاس تھیلے مال و زر کے تجھے عطا کرتا ہوں اور یہ سب اس شرط پر ہے کہ تو کربلا میں جا کر حسین کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرے اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر میرے پاس لے آ۔ ابن سعد نے کہا اے امیر یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس کے شروع کرنے سے پہلے غور و فکر کرنا بہت ضروری ہے مجھے اجازت دے تاکہ میں اپنی اولاد اور ساتھیوں سے صلاح مشورہ کر لوں ــــ ابن زیاد نے کہا جا اور مجھے اس بارے میں جلد مطلع کر۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۲)

چھوٹے بیٹے کا جواب

ابن سعد، ابن زیاد کا دیا ہوا خلعت پہن کر اور اس کے عطا کردہ بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے ہاتھ میں رے کی حکومت کے بارے میں لکھا ہوا پروانہ لے کر اپنے گھر آ گیا، جب کہ بیٹوں نے اُسے اس صورت میں دیکھا تو پوچھا، بابا یہ خلعت اور گھوڑا تجھے کہاں سے ملا، اور تیرے ہاتھ میں یہ کاغذ کیسا ہے؟
ابن سعد نے کہا اے میرے بیٹو! مجھے وہ دولت حاصل ہوئی ہے جس کی

کوئی حد نہیں۔ اور میرے مقدر اس قدر بلند ہو گئے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں ——
تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ امیر ابن زیاد نے مجھے اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا ہے
اس خلعت اور عمدہ گھوڑے کے علاوہ اس نے میرے نام طبرستان کی حکومت کا فر
فرمان بھی لکھ دیا ہے اور ان تمام امور کی شرط یہ رکھی ہے کہ میں کربلا میں جا کر امام حسین
سے جنگ کروں۔

اس کے چھوٹے بیٹے نے کہا۔ بابا۔ تو جو گھاٹے کا سودا کر کے آیا ہے اس کی
کوئی حیثیت نہیں۔ یہ سودا تیرے دل پر سیاہ دھبے کی صورت میں نمایاں ہو گیا ہے
کیا تو نہیں جانتا کہ تو کس کے ساتھ جنگ کرنے جا رہا ہے اور کس خاندان کے خلاف
دشمنی کے لیے کمر باندھی ہے۔ امام حسین پتہ ہے کون ہے —— حسین اللہ کے آخری
رسول کے دل کا ٹکڑا ہے۔ علی المرتضیٰ کی آنکھوں کا نور اور سیدہ فاطمہ بتول کے دل
کا سرور ہے —— بابا —— تیرے والد اور میرے دادا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی
اللہ عنہ حسین علیہ السلام کے نانا جان پر اپنی جان نثار کرتے تھے اور تو ان کی جان
لینے کے درپے ہے۔

ایسا نہ کر، خدا کا خوف کر، قیامت کے دن حشر سامان ہی سے ڈر —— قیامت
کے دن اگر رسول خدا نے تجھ سے پوچھ لیا کہ میرے بیٹے پر غریب الوطنی میں تو نے ہی چلانے
والے بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو کیا جواب دو گے تو دوسری بات یہ ہے تو نے امام
پاک کو خط لکھ کر بھیجا تھا جسے آپ نے پڑھ کر تیری بات قبول کرتے ہوئے ادھر کا رخ
کیا۔ اب تو انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لوگ تجھے غدار اور بے وفا کہیں گے
اور اہل اسلام قیامت تک تجھے برائی سے یاد کریں گے —— ایسا مت کر ——

ابن سعد نے اپنے چھوٹے بیٹے کی یہ نصیحت سن کر اس کی طرف سے
منہ پھیر لیا۔

بیٹا اہل جنت

اور بڑے بیٹے سے پوچھا کہ تو اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا۔ اگرچہ میرے بھائی جو باتیں کی ہیں وہ درست ہیں۔ لیکن یہ اُدھار کا سودا ہے جو ابن زیاد نے دیا وہ نقد ہے اور کوئی عقل مند نقد کو ادھار کے عوض نہیں دیتا اور حاضر کو غائب پر اختیار نہیں کرتا۔

ابن سعد کی کربلا کی طرف روانگی

ابن سعد نے کہا اے بیٹے تو نے سچ کہا ہے۔ میں نے دنیا کے مال کو اختیار کرلیا ہے۔ رہا آخرت کا حال تو وہ دیکھا جائے گا۔ دوسرے روز ابن سعد قصر حکومت میں پہنچا اور ابن زیاد سے کہا میں حسینؓ سے جنگ کرنے پر تیار ہوں۔

ابن زیاد نے خوش ہو کر پانچ ہزار بعض نے چار ہزار لکھا ہے) لشکر اس کی کمان میں دیا اور اُسے کربلا کی طرف روانہ کردیا۔

حمزہ کی نصیحت

ابن سعد کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے دیکھا کہ اس کا ماموں امام کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کر چکا ہے تو اس نے کہا ماموں جان تو امام حسین کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کیوں جا رہا ہے جب کہ یہ گناہ کبیرہ ہے، بد عہدی اور بے وفائی بھی — ابن سعد نے کہا اے بیٹا! اگر میں ایسا نہ کروں تو حکومت و سرداری کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

حمزہ نے کہا! خدا کی قسم امارت و حکومت کو چھوڑ کر دنیا سے نکل جانا اس

ے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے کوئی اس طرح پیش ہو کہ اس کی گردن پر خونِ حسین علیہ السلام ہو۔

ابن سعد نے بھانجے کی بات پر غور کیا اور چاہا کہ اپنے ارادے کو بدل دے لیکن دنیا کی محبت نے اس کی نگاہِ بصیرت پر پردے ڈال کر ذلت کے کنویں میں گرا دیا اور وہ بدبخت دین پر دنیا کو ترجیح دے کر اپنے لشکر کو لے کر کربلا میں امام حسینؑ کے سامنے آگیا۔ (روضۃ الشہدا، ص ۲۶۳/۲۶۴)

امامؑ سے بات چیت

عمرو بن سعد نے کربلا میں پہنچ کر امام حسینؑ کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ آپ یہاں اس ملک میں کیوں آئے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے مجھے خط لکھے اور مسلسل قاصدوں کو بھیج کر مجھے یہاں بلایا اور اس بلانے میں بے حد مبالغے سے کام لیا اور دین کے واسطے دے کر آنے کے لیے اصرار کیا اور اب پوچھتے ہو کہ کیوں آئے ہو — اور تم نے اپنے عہد و پیمان کو توڑتے ہوئے میرے چچا زاد بھائی کا ساتھ نہ دیا اور اسے شہید کر دیا۔" — آپ نے ایک حکمتِ عملی کے تحت فرمایا۔ اگر کوئی شخص میرے لیے رکاوٹ بنے تو میں واپس چلا جاؤں۔

○ اس جواب سے ابن سعد خوش ہو گیا اور اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور ابن زیاد کے درمیان صلح ہو جائے اور امام واپس چلے جائیں اور جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔ چنانچہ اس نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں امام حسین کا ارادہ لکھ بھیجا۔

○ ابن زیاد نے اسے خط لکھا — کہ حسین پر یزید کی بیعت پیش کرو اگر وہ قبول کر لیں تو مجھے مطلع کر دے ورنہ میرے حکم کا انتظار کر — ابن سعد نے جان

لیا کہ ـــ ابن زیاد ـــ امام کی واپسی پر رضامند نہیں ہوگا ـــ چنانچہ اس نے ابن زیاد کا خط امام حسین کی خدمت میں پیش کر دیا ـــ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا میں ابن زیاد کی بات پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کا حکم مان سکتا ہوں۔

○ ابن زیاد کو جب امام حسینؓ کے انکار کی خبر پہنچی تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور پھر اس نے حصین بن نمیر ـــ شیث بن ربعی ـ اور شمر ذی الجوشن کو تمام سواروں اور پیادوں کا لشکر دے کر ابن سعد کی مدد کو بھیجا ـ اور اُسے پیغام بھیجا کہ امام حسین اور اس کے ساتھیوں کو اس وقت تک فرات کے پانی سے محروم کر دیا جائے جب تک وہ یزید کی بیعت نہ کر لیں۔

پانی بند

عمرو بن سعد، عمرو بن حجاج نے پانچ سو سواروں کو فرات پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا تو وہ فرات اور حسین کے درمیان حائل ہو گئے امام نے اپنے خیمے صحرا میں نصب فرمالیے اور یہ صورت امام عالی مقام کی شہادت سے تین روز قبل پیدا ہوئی ـــ امام کے ساتھیوں پہ پیاس کا غلبہ طاری ہوا تو آپ نے اپنے بھائی عباس علمدار کی سربراہی میں تیس سواروں اور بیس پیادوں کو پانی لینے کے لیے فرات کی جانب روانہ فرمایا۔ عباس جری نے ابن سعد کے ساتھ جنگ کی اور اس پر غلبہ حاصل کر کے پانی کے مشکیزے بھر کر اپنے خیموں کی طرف واپس آ گئے۔ (روضۃ الشہداء، ص ۳۹۴)

ابن سعد سے ملاقات

دوسرے دن امام عالی مقام نے ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں

ی رات تو مجھ سے ملاقات کرے۔
ابن سعد نے اپنے خاص خاص آدمیوں کو ساتھ لیا اور لشکر گاہ سے باہر
— امام نے اپنے بھائی عباس اور اپنے بیٹے علی اکبر کو ساتھ لیا اور سوار ہو
س کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا — اے عمرو! خدا سے ڈر
پس چلا جا — اور تو اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ میں کس کا بیٹا ہوں —
ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کے لیے نکل آیا ہے — اس نادرست
کو ترک کر دے اور اس غدار دُنیا کی ظاہر آرائش و زیبائش سے دھوکا نہ کھا
ر یہ کسی کے ساتھ وفاداری اور پائیداری کے ساتھ نباہ نہیں کرتی —
س بدنامی کو اپنے لیے پسند نہ کر — اور اپنے دل کو — عشوہ نماد دل رُبا
— عروس دُنیا میں نہ باندھ — کیونکہ اس بڑھی عروسہ کے ہزاروں شوہر

—

○ ابن سعد نے کہا آپ کا فرمان حق اور صحیح ہے۔ مگر میں ڈرتا ہوں
میں آپ کی خدمت میں آگیا تو میرے کوفے کے مکانوں کو برباد کر دیا جائے
ئے گا۔

○ امام نے فرمایا — اس دُنیا کی عمارات اس لیے محبت کے قابل
یں کہ یہ سب اپنے تعلق سے طاقت حاصل کرتی ہیں — اگر تیرے اونچے
نچے محل پست و مسمار کر دیئے جائیں گے تو تیرے لیے جنت میں بلند و
لا محل تعمیر کیا جائے گا۔

ابن سعد نے یہ تمام باتیں سن کر سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا —
— امام نے فرمایا — ابن سعد چلا جا، میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں
کہ تو میرے بعد اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکے گا — چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے

عرصہ بعد مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے اُسے اور اس کے بڑے بیٹے کو قتل کر دیا۔

ہمدانی کی نصیحت

امام عالی مقام ابن سعد سے ملاقات سے واپس آئے تو آپ کے ایک عابد و زاہد ساتھی حضرت بُریر بن حضیر ہمدانی نے عرض کیا! امام آپ کا معاملہ کیا رہا۔ آپ نے فرمایا میں نے ابن سعد کو نصیحت کی تھی جسے اس نے قبول نہیں کیا — بریر نے عرض کیا حضور میں جاتا ہوں شاید غفلت کی روئی اس کے کانوں سے نکال سکوں — امام نے اجازت فرمائی — تو حضرت بریر علی الصبح ابن سعد کے لشکر میں تشریف لے گئے — ابن سعد اپنے خیمہ میں تھا — بریر بغیر اجازت لیے اندر چلے گئے — اور بغیر سلام کیے بیٹھ گئے — ابن سعد نے غضب ناک ہو کر کہا — اے ہمدانی بھائی! مجھے سلام کرنے سے تجھے کس نے روکا ہے، کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟

بریر نے کہا! حضورؐ کی حدیث ہے — "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" — کہ مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں — جب کہ تو نے اہل بیت نبوت پر پانی بند کر دیا ہے۔ رسول اللہ کے بیٹے کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا ہے اور عترت پیغمبر کے سامنے لشکر لا کر کھڑا کیا ہے تو کس طرح مسلمان رہے گا۔

○ ابن سعد نے کچھ دیر گردن جھکائے رکھی، پھر سر اٹھا کر کہا۔ اے بریر یقیناً یہ بات صحیح ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے اور ان کے حقوق غصب کرنے

لہ روضۃ الشہداء ص ۲۰۶

رے کا ٹھکانا جہنم ہے اور اس کا بدلہ عذاب الیم ہے بہرحال میں ملک رے کو نہیں چھوڑ سکتا اور میرا دل وہاں کی حکومت کو ترک نہیں کر سکتا۔

حضرت بریر نا امید ہو کر امام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اس بدبخت نے نعیم مقیم پر عذاب عظیم کو اختیار کر لیا ہے۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۶۶)

شمر شریر کی شرارت

شمر ذوالجوشن خبیث کو جب پتہ چلا کہ ابن سعد نے رات کو امام حسین سے مذاکرات کیے ہیں تو اس نے فوراً کوفہ میں جا کر ابن زیاد کو اطلاع دی کہ ابن سعد نے امام سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور رات کو بھی اُن دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکی۔

○ ابن زیاد بد نہاد نے غضب ناک ہو کر ابن سعد کو خط لکھا کہ میں نے تمہیں حسین سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے نہ کہ ان سے مذاکرات کرنے۔ اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو اپنے لیے ملک رے کے بارے میں لکھا ہوا فرمان مجھے واپس کر دے اور لشکر کی سپہ سالاری شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دے۔ ابن سعد کو جب یہ خط ملا تو اس نے تذبذب کے بھنور سے نکل کر دل کو امام حسین کے ساتھ جنگ پر آمادہ کر لیا۔ (روضۃ الشہداء ص ۲۶۶)

پانی کا چشمہ

کراماتِ امام میں سے ایک یہ ہے کہ آٹھ محرم الحرام کو حضرت امام کے لشکر میں پانی موجود نہ تھا۔ چنانچہ آپ کے خدام و ساتھی پیاس میں مبتلا ہو گئے اور بچے

اَلْعَطَش، اَلْعَطَش پکارنے لگے ــــ امام عالی مقام اُٹھ کر ایک مقام پر تشریف لے گئے، اور فرمایا، اس جگہ زمین کی کھدائی کرو۔ چنانچہ جب اس جگہ کی کھدائی کی گئی تو وہاں سے ٹھنڈے، میٹھے، اور شفاف پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ کے ساتھیوں نے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو سیراب کیا اور مشکیزے بھر لیے تو وہ چشمہ از خود وہاں سے غائب ہو گیا۔ بعد ازاں اسے ہر چند تلاش کیا گیا، مگر اس کا نشان نہ مل سکا۔ (روضۃ الشہداء ایضاً)

یزیدی لشکر کی تعداد

جب اس چشمہ کے متعلق ابن زیاد کو خبر پہنچی تو اس نے ابن سعد کو خط لکھا کہ تو نے حسین کو چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ صحرا میں کنویں کھود لیں اُن کا سختی سے محاصرہ کر اور ان کے لیے مزید عرصہ حیات تنگ کر دے۔ میں تیرے پاس پے در پے افواج بھیج رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے ابن سعد کی مدد کے لیے شمر کی کمان میں چار ہزار افراد کا لشکر بھیج دیا ــــ دو ہزار کا لشکر یزید کلبی کو ــــ چار ہزار حصین بن نمیر سکونی کو دے کر روانہ کیا ــــ اس کے پیچھے دو ہزار کا لشکر عمرو بن قیس حمصی کی کمان میں ایک ہزار کا لشکر قیس بن حنظلہ کے زیر کمان روانہ کیا ــــ کعب بن طلحہ تین ہزار ــــ شیث بن ربعی ایک ہزار ــــ حجار بن ابجر ایک ہزار ــــ مغایر بن دھنہ تین ہزار ــــ نصر تین ہزار ــــ ایک ہزار کا لشکر حر پہلے لے کر آئے ــــ ان کے بعد عمرو بن سعد چار ہزار [1] ــــ یہ کل تعداد ۲۹ ہزار بنتی ہے ــــ امام زین العابدین کے فرمان کے مطابق ۳۰ ہزار ہے۔

---

[1] روضۃ الشہداء ۲۶۶۔ امہات المختفی جلد ۱ ص ۲۱۰۔

فرماتے ہیں۔ جو میرے کانوں نے سنا اور جو آنکھوں نے دیکھا ــــ اِنَّ ابنَ زیادٍ مازالَ یُرسِلُ الی ابنِ سَعدٍ بالعَساکرِ حتّٰی تکاملَ عِندہٗ ثَلاثونَ الفاً ــ کہ ابن زیاد نے ابن سعد کی طرف اس قدر لشکر روانہ کیے کہ ان کی تعداد تیس ہزار ہو گئی۔

حسینی لشکر کی تعداد

سیدنا علی بن حسین (امام زین العابدین) نے جو تعداد حسینی لشکر کی بتائی ہے وہ صرف ایک سو پینتالیس (۱۴۵) ہے آپ نے فرمایا ھِیَ رُفَقَاءُہٗ اَصْحَابُوْنَ وَ اَھْلُبَیْتٍ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ ؎۲ یعنی تمام رفقاء، اصحاب اور اہل بیت سمیت کل تعداد ایک سو پینتالیس تھی۔

اسمائے گرامی لشکرِ حسین

اصحابِ رسول

① حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی
② حضرت زاہر بن عمرو اسلمی کندی
③ حضرت شبیب بن عبداللہ
④ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری خزرجی
⑤ حضرت عمار بن ابی سلامہ
⑥ حضرت مسلم بن کثیر

؎۱ روضۃ الشہداء ۲۶۶۔

؎۲ روضۃ الشہداء ۲۶۲۔

(۷) حضرت حبیبؓ بن مظاہر اسدی (۸) حضرت انس بن حارث اسدی کا
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تابعین

(۹) جناب عبداللہ بن عمیر کلبی (۱۰) جناب مجمع بن عبداللہ عائذی
(۱۱) جناب جنادہ بن حارث انصاری (۱۲) جناب جندب بن حجیر خولانی
(۱۳) جناب اُمیہ بن سعد طائی (۱۴) جناب جبلہ بن علی الشیبانی
(۱۵) جناب حارث بن نبہان (۱۶) جناب حلاس بن عمرو ازدی
(۱۷) شبیب بن عبداللہ نہشلی (۱۸) جناب قاسط بن زہیر تغلبی
(۱۹) جناب نعمان بن عمرو ازدی (۲۰) جناب نعیم بن عجلان انصاری خزرجی
(۲۱) جناب ابو ثمامہ صائدی (۲۲) جناب شوذب بن عبداللہ
(۲۳) جناب جون (غلام ابوذر غفاری) (۲۴) جناب حجاج بن مسروق
(۲۵) جناب سعد بن حارث (۲۶) جناب یزید بن معقل عامری
(۲۷) جناب عمر بن جندب
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حفاظ و قُراء

(۲۸) حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ (۲۹) حضرت حنظلہ بن اسعد شبامی ہمدانی
(۳۰) حضرت امام کے ترکی غلام (ملقب با اسلم) (۳۱) حضرت کنانہ بن عتیق انصاری
(۳۲) حضرت نافع بن ہلال جملی، مرادی
(۳۳) حضرت بریر بن خضیر ہمدانی (زینت القراء)

دیگر علماء و رفقاء و شہداء

- جناب حُر بن یزید ریاحی
- (۳۵) جناب زہیر بن حسان محمدی
- جناب وہب بن عبداللہ کلبی
- (۳۷) جناب اسد بن حنظلہ تمیمی
- حضرت عمرو بن قرظہ انصاری
- (۳۹) حضرت شبیب بن عبداللہ نہشلی
- حضرت ابو شعثاء کندی
- (۴۱) حضرت سعید بن عبداللہ حنفی
- حضرت سوید بن عمرو
- (۴۳) حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی علیمی
- حضرت زہیر بن قین بجلی
- (۴۵) حضرت زیاد معائدی ہمدانی
- حضرت یحیی بن کثیر انصاری
- (۴۷) حضرت سالم بن عمرو
- حضرت عمرو بن جندب حضرمی
- (۴۹) حضرت حبشہ بن قیس
- حضرت شبیب بن جراد
- (۵۱) حضرت رافع بن عبداللہ
- (۵۲) حضرت عمرو بن عبداللہ جندعی ہمدانی
- (۵۳) حضرت حباب بن عامر تمیمی
- (۵۴) حضرت جلمان بن حارث انصاری
- (۵۵) حضرت مرقع اسدی
- (۵۶) حضرت سعد بن حارث انصاری
- (۵۷) حضرت ابوالحتوف بن حارث
- (۵۸) حضرت خیر عامر بن غالب تغلبی
- (۵۹) حضرت معلی بن علی
- (۶۰) حضرت نصر بن ابی نیزر
- (۶۱) حضرت جابر بن حجاج
- (۶۲) حضرت جنباف الراسی
- (۶۳) حضرت یزید بن حصین مشرقی ہمدانی
- (۶۴) حضرت قاسم بن حبیب الکندی
- (۶۵) حضرت منجح سہمی
- (۶۶) حضرت یحیی بن انی
- (۶۷) حضرت عمرو بن مطاع جعفی
- (۶۸) حضرت مالک بن عبد
- (۶۹) حضرت ابو عمرو حنظلی
- (۷۰) حضرت عمرو بن خالد صیداوی
- (۷۱) حضرت حجاج بن زید سعدی

(۷۲) حضرت عباد جُہنی
(۷۳) حضرت سیف بن حارث
(۷۴) حضرت قعنب النمری بن عمرو النمری
(۷۵) حضرت مجمع بن زیاد جُہنی
(۷۶) حضرت مالک بن داؤد دودانی
(۷۷) حضرت بشر الحضرمی کِندی
(۷۸) حضرت عبداللہ بن عروہ غفاری
(۷۹) حضرت عبدالرحمن بن عروہ غفاری
(۸۰) حضرت انیس بن معقل الصبحی
(۸۱) حضرت ابراہیم بن حصین
(۸۲) حضرت عمرو بن ابی عروہ غفاری
(۸۳) حضرت شریح بن عُبید سبحی
(۸۴) حضرت رماحس بن مالک احمری
(۸۵) حضرت ہاشم بن عتبہ سبحی
(۸۶) حضرت عمران بن کعب اشجعی
(۸۷) حضرت مقسط بن زہیر تغلبی
(۸۸) حضرت کردوس بن زہیر تغلبی
(۸۹) حضرت عمرو بن ضبیعہ تمیمی
(۹۰) حضرت بحر بن حی ثعلبی
(۹۱) حضرت حارث بن امرءالقیس کندی
(۹۲) حضرت جنادہ بن کعب انصاری
(۹۳) حضرت منیع بن زیاد
(۹۴) حضرت عمیر بن عبداللہ مذحجی
(۹۵) حضرت عبداللہ بن بشیر خثعمی
(۹۶) حضرت عابس بن شبیب ہمدانی
(۹۷) ایک گیارہ سالہ لڑکا (نام صحیح نہیں)
(۹۸) حضرت عبداللہ بن عبداللہ ارحبی
(۹۹) حضرت عابس بن حبیب شاکری
(۱۰۰) حضرت طاہر (آزاد شدہ غلام)
(۱۰۱) حضرت مقداد انصاری
(۱۰۲) حضرت سعد (مولا علی کے غلام)
(۱۰۳) حضرت امام حسین کے آٹھ غلام تا (۱۱۱)
(۱۱۲) حضرت زہیر بجلی
(۱۱۳) حضرت عائذ بن مجمع عائذی
(۱۱۴) حضرت عبداللہ عروسی
(۱۱۵) حضرت ربیعہ بن خطوط
(۱۱۶) حضرت عمیر بن کناد
(۱۱۷) حضرت منذر بن سلیمان
(۱۱۸) حضرت مصعب (برادر حُر)
(۱۱۹) حضرت علی بن حُر
(۱۲۰) حضرت محمد بن انس انصاری
(۱۲۱) حضرت عروہ غلام حضرت حُر

(۱۴۲) حضرت حسان بن حارث اسدیؓ (۱۴۴) حضرت مسعود بن حجاج انصاریؓ
(۱۴۳) حضرت رمیث بن عمرو (۱۴۵) حضرت عبیداللہ بن یزید بن شبیط
(۱۴۶) حضرت عمار بن حسان بن شریح الطائی

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

خاندانِ نبوت

(۱۴۷) حضرت عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب
(۱۴۸) حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب
(۱۴۹) حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب
(۱۳۰) حضرت محمد بن سعد بن عقیل بن ابی طالب
(۱۳۱) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب
(۱۳۲) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب
(۱۳۳) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب
(سیدہ زینب کے بیٹے)
(۱۳۴) حضرت ابوبکر بن امام حسن بن علی
(۱۳۵) حضرت عمرو بن امام حسن بن علی
(۱۳۶) حضرت عبداللہ بن امام حسن بن علی
(۱۳۷) حضرت قاسم بن امام حسن بن علی
(۱۳۸) حضرت محمد بن علی بن ابی طالب
(۱۳۹) حضرت عثمان بن علی المرتضیٰ
(۱۴۰) حضرت عبداللہ بن علی المرتضیٰ

(۱۴۱) حضرت جعفر بن علی المرتضیٰ بن ابی طالب

(۱۴۲) حضرت سیدنا عباس بن علی المرتضیٰ (علمدار کربلا)

(۱۴۳) حضرت علی اکبر بن امام حسین بن علی المرتضیٰ

(۱۴۴) (عظیم المرتبت لشکری) حضرت علی اصغر بن امام حسین بن علی المرتضیٰ

(۱۴۵) (سپہ سالار اعظم) سید الشہدا سیدنا امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ (علیہم السلام)

(ماخوذ از۔ الحیات الحقی بحوالہ الشہادت فوائے سید الابرار۔ فردوس آسیہ ص ۲۹۴ روضتہ الشہداء)

ناظرین! ذرا دونوں لشکروں کو تصور کی آنکھ سے دیکھیں۔ ایک طرف صرف ایک سو پینتالیس (۱۴۵) اور دوسری طرف تیس ہزار کا ایک بہت بڑا لشکر یزیدی لشکر میں ہر طرح کی سہولتیں تھیں، آلات حرب و ضرب، سواریاں، پینے کے لیے حلال و حرام مشروبات، کھانے کے لیے عمدہ کھانے، دنیوی مال و متاع اور ساتھ ساتھ سرکاری سرپرستی، زر و جواہر کی بارش، الغرض ہر قسم کی آسائش اور سہولت موجود تھی پھر بھی سارا نظام لرز رہا ہے۔

سپاہ حسینی میں پیاس کی حدت، گرمی کی شدت، بے سر و سامانی، معصوم بچے، عصمت مآب خواتین، گلشن رسول و بتول کے نرم و نازک پھول اور کلیاں، مرجھائے ہوئے چہرے، مسافرت کا غم، مدینے سے دور، باد صرصر کے تھپیڑے تپتی ہوئی ریت کے ٹیلے، گرم لو کی آوارگی، پیاس کی شدت سے حلقوم خشک، تنہائی کا اندوہ، زہرا و بتول کی بیٹیوں کی عصمتوں کا خیال، پھٹے ہوئے خیمے، عابد کی بیماری کا غم، بے وفاؤں کی بے وفائی کا افسوس، دلبروں کی جدائی کا صدمہ، سیدہ زینب کی چادر کا تصور، سکینہ کی بالیوں کا خیال، صغرا کی فرقت کا ملال

علی اکبر کے چہرۂ پرنور کی آشکست آنکھوں کے سامنے، علی اصغر کی پتھرائی ہوئی نگاہوں کا پیغام — پھر بھی حوصلہ آسمانوں سے بلند — آسمان پہ تو رزہ طاری ہے — لیکن امام کا سینہ تنا ہوا ہے اور قدم ریت پہ جمے ہوئے ہیں۔ سب خیالات پہ ایک ہی تصور غالب ہے کہ نانا سے ملاقات کا وقت قریب آرہا ہے — بابا علی المرتضیٰ کی زیارت نصیب ہوگی — ماں زہرا بتول کی آغوش میسر آئے گی — دنیا والو! — کبھی ایسا منظر آنکھوں کے سامنے آیا — کہ تیس ہزار کے مقابلے میں صرف ایک سو پینتالیس (۱۴۵) وہ بھی تشدد اور سختیوں سے کچلے ہوئے ایک بہت بڑی اور تازہ دم فوج کے مقابلے میں تھکے ہوئے چند درجن افراد

چشمِ فلک نے بھی ایسا نظارہ نہ کیا ہوگا کہ ایک باپ اپنے شیر خوار بچے کو جیش الشعدین بھرتی کر کے — فوج اشقیا کی طرف خود اٹھا کر لے جا رہا ہو۔ کس میں اتنی جرأت ہے؟ — یہ حوصلہ، یہ بہادری یہ ولولہ، یہ جذبہ یہ شوق صرف خاتونِ قیامت کی آغوشِ رحمت اور نوری شیر سے ہی پیدا ہو سکتا ہے — دین اسلام کی آبرو کی اس طرح حفاظت کرنا صرف خاندانِ نبوت ہی کا کام ہے۔

مذہبِ اسلام کا نام ہے کر اپنی معاشی اور معاشرتی ضرورتیں پوری کرنے والے — فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کر کے مالی بدحالی کو سدھارنے والے — علمی مباحث کو مجادلوں کا رنگ دینے والے کیا جانیں کہ گلشنِ اسلام کے پھولوں کی رنگت کیسی ہے — اس گلشن کی آبیاری کرنے کے لیے کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

دینِ اسلام کی حقیقی خدمت کا نظارہ کرنا ہو تو بینوائی ریگستان کے ٹیلوں پہ بکھرے ہوئے ایک مسافر کو تصور کی آنکھ سے دیکھ لو — ریت میں ملے ہوئے جسم کے ٹکڑوں کو اٹھا کر ایک جگہ اکٹھے کرنے والے مجاہد سے پوچھو کہ اسلام

کی آبرو کو بچانے کے لیے کون طریقہ اپنانا چاہیے۔ خیموں میں پیاس کی شدت سے تڑپتی ہوئی بچیوں کو دلاسے دے کر مقتل کی طرف روانہ ہونے والے اُس بے وطن شہزادے کو دیکھو جو قرآن کی حفاظت کی خاطر نیزے کی نوک پر تلاوت کرنے جا رہا ہے۔

حبیب ابن مظاہر کی گزارش

گزشتہ صفحات پر یہ بات گزر چکی کہ کوفے کا جلاد گورنر ابن زیاد میدان کربلا لشکر پر لشکر بھیج رہا تھا جن کی کل تعداد تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی ——— اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابی حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ نے امام کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول کے بیٹے، یہاں سے نزدیک ہی قبیلہ بنو اسد آباد ہے آپ اجازت فرمائیں تو ان لوگوں کو مدد کے لیے بلاؤں! آپ نے اجازت عطا فرمائی تو انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا ——— اے لوگو! سیدہ فاطمۃ الزہراء کے بیٹے اور رسول خدا کے لخت جگر کے مقابلے میں تیس ہزار کا لشکر جمع ہے۔ آپ لوگ میرے قریبی ہیں میں اعلان کرتا ہوں کہ جو رسول کریم کی شفاعت کا طلب گار ہو وہ کربلا کے میدان میں امام حسین کا دامن تھام لے ——— عبداللہ بن بشیر اور دیگر نوے اشخاص نے امام کی دعوت قبول کرتے ہوئے بیعت کی اور پورے طور پر مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور امام حسینؓ کے لشکر گاہ کی طرف چل پڑے۔ اس قبیلے کے ایک شخص "فضالا" نے ابن سعد کو یہ خبر پہنچا دی۔

ابن سعد نے ارزق شامی پہلوان کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا اور اس مخبر کو لشکر کے آگے رکھا، وہ بدنصیب مخبر لشکر کو ان لوگوں کے سر پر لے گیا اور رات

کنارے جنگ چھڑ گئی ـــــ بنو اسد کے لوگوں کو شکست ہوگئی بہت لوگ قتل ہوگئے، باقی ماندہ اس خیال سے واپس چلے گئے کہ اس لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت امام کو دے دی تو اہل بیت کے حزن و ملال میں مزید اضافہ ہوگیا۔

ابن زیاد کا ایک اور خط

ابن زیاد کو جب یہ معلوم ہوا کہ جناب امام نے قبائل کو مدد کے لیے بلایا ہے تو اس کی آتش غضب مشتعل ہوگئی ـــــ اس نے عمر بن سعد کو خط لکھا کہ اگر تو نے آج ہی امام حسین سے جنگ شروع نہ کی تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو سزا دی جائے گی۔

ابن سعد کو ابن زیاد کا خط ملا تو وہ ڈر گیا اور باوجود شام کا وقت قریب ہونے کے گھوڑے پر سوار ہوا اور تمام لشکر کا رُخ امام حسین علیہ السلام کی طرف کر دیا ـــــ یہ محرم الحرام کی نویں تاریخ تھی، جمعرات کا دن تھا۔

نانا کی زیارت

ادھر امام عالی مقام تلوار باندھے ہوئے اپنے خیمہ کے پاس سر کو گھٹنوں پر رکھ کر محو خواب تھے ـــــ ادھر ابن سعد نے اپنے لشکر کو حملے کی تیاری کا حکم دیا ـــــ فوج اشقیا کی طرف سے اُٹھنے والے غبار، سواروں کے نعرے اور اسلحے کی جھنکار سن کر ـــــ امام حسین کی ہمشیرہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے قریب آکر آپ کو جگایا ـــــ حضرت امام نے اپنے گھٹنوں سے سر اُٹھا کر فرمایا

اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ ___ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے ___ فَقَالَ لِیْ ___ آپ نے مجھ کو فرمایا ہے ___ اِنَّکَ تَرُوْحُ اِلَیْنَا ___ کہ تم ہمارے پاس آنے والے ہو ___ بہن نے یہ سن کر روتے ہوئے کہا ___ یَا وَیْلَتَاہُ[1] ___ (ہائے مصیبت) امام نے فرمایا! نہیں بہن تمہارے لیے مصیبت نہیں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، صبر و شکیبائی کا دامن تھام کر خاموش رہو۔

اُمّ بنین کے بیٹوں کو امان

شمر کی پھوپھی ام البنین بنت حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہا علی المرتضیٰ کی زوجہ محترمہ اور عباس و عبداللہ اور جعفر و عثمان کی والدہ تھیں ___ عبداللہ بن ابی محل بن حزام اور شمر نے حضرت عباس اور ان کے بھائیوں کے لیے امان کا فرمان ابن زیاد سے لکھوا لیا تھا ___ نو محرم بروز جمعرات شام کے قریب شمر لعین امام حسین کے ساتھیوں کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ___ اور کہنے لگا ___ اَیْنَ بَنُوْ اُخْتِنَا ___ ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔ یہ سن کر حضرت عباس علمدار کربلا اور ان کے دوسرے بھائی جعفر و عثمان اس کے سامنے آئے اور فرمایا ___ مَالَکَ وَمَا تُرِیْدُ ___ تجھے ہم سے کیا کام ہے اور کیا چاہتا ہے، اس نے کہا ___ اَنْتُمْ یَا بَنِیْ اُخْتِیْ اٰمِنُوْنَ ___ اے میری بہن کے فرزندو! تمہارے لیے امان ہے ___ علی المرتضیٰ اور ام البنین کے ان بیٹوں نے شمر کو ان الفاظ میں جواب دیا ___ لَعَنَکَ اللّٰہُ وَلَعَنَ اَمَانَکَ ___ تجھ پر خدا کی لعنت اور تیری امان

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۳۷۔

پر لعنت — لَئِنْ كُنْتَ خَالَنَا آتُؤْمِنُنَا — تو جو ہمارا ماموں ہے[1] تو ہم کو امان دیتا ہے — وَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا اَمَانَ لَہٗ[2] — اور رسول اللہ کے بیٹے کو امان نہیں — اب فوج اشقیا ابن سعد کے حکم سے امام کے خیمہ کی طرف چل پڑی — حضرت عباس نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لوگ حملہ کرنے کے لیے آگئے ہیں — امام نے فرمایا — یَا عَبَّاسُ اِرْكَبْ بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَا اَخِیْ[3] — اے عباس میرے بھائی میری جان تجھ پر قربان ہو گھوڑے پر سوار ہو جاؤ — اور جا کر ان سے پوچھو کہ یہ کیا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے حضرت عباس صورت حال پر مطلع ہو کر واپس آئے اور عرض کی اے ابن سعد اپنا لشکر لے کر جنگ پر آمادہ ہے — امام نے فرمایا۔ ان لوگوں کے پاس واپس جا کر کہو کہ اب شام ہو چکی — اور یہ عاشورہ اور جمعۃ المبارک کی رات ہے ہمیں آج کی رات مہلت دے دو۔ تاکہ ہمارے مراسم اطاعت اور لوازم اوراد اس رات برقرار رہیں۔ حضرت عباس نے ان لوگوں کے پاس جا کر فرمایا۔ اے لوگو! جگر گوشۂ رسول آج کی رات مہلت طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو۔ یہ رات ان کی آخری رات ہے اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ اسے اطاعت و عبادت میں بسر کریں اور ان کے اوراد و وظائف میں خلل نہ آئے۔

ابن سعد نے لشکر کے امراء سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ہم تنگ آ چکے ہیں اور امیر ابن زیاد کے غضب سے ڈرتے ہیں۔ شمر لعین نے نعرہ لگایا کہ

---

[1] اہل عرب اپنے ننھیال والوں کو ماموں کہتے ہیں۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۳۷، کامل جلد ۳ ص ۲۸۲۔

[3] طبری ایضاً۔

کہ تم لوگوں کو امان نہیں اور بے مقصد مہلت دینے کا موقع نہیں۔ اس وقت ابوشہاب کندی، عمرو بن حجاج زبیدی اور قیس بن اشعث وغیرہ نے اس بات سے شرم محسوس کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ اے لوگو! اگر یہ لوگ کفار دیلم سے ہوتے اہل روم یا اہل چین سے ہوتے اور تم سے مہلت مانگتے تو تم انہیں مہلت دے دیتے۔ آخر یہ لوگ تمہارے رسول کے اہل بیت ہیں اور تم ان کے نانا کی امت ہو۔ خالق سے ڈرو یا مخلوق سے شرم کرو ــــ لوگوں نے یہ باتیں سنیں تو جنگ سے ہاتھ روک لیے اور واپس اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے اور چوکیدار پہرہ دینے لگے۔ [۱]

خیموں کی حفاظت

حضرت امام خیموں کے عقب اور ایک سمت میں خندق کھودنے کا حکم دے چکے تھے تاکہ جنگ ایک طرف سے لڑی جائے اور خواتین اہلبیت دوسری طرف سے محفوظ ہو جائیں، چونکہ اس خندق کو لکڑیوں سے بھرا جا چکا تھا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ خندق کی لکڑیوں کو آگ لگا دی جائے تاکہ دشمن شب خون نہ مار سکیں۔

دوزخی دوزخ میں

جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو مالک بن عروہ گھوڑے پر سوار ہو کر امام کے پاس آیا اور اپنی ناپاک زبان دراز کرتے ہوئے کہنے لگا ــــ اے حسین! دوزخ کی آگ سے پہلے ہی تو نے اپنے لیے آگ جلائی ــــ حضرت امام نے

---

[۱] روضۃ الشہداء ص ۴۰۰ مطبوعہ خیابان مجوزہ تہران، ایران۔ طبری ایضاً۔

کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ ۔۔۔ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بکتا
ہے میں دوزخ میں جاؤں گا اور تو بہشت میں جائے گا ۔۔۔ صحابی رسول
حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ۔۔۔ اے ابن رسول اللہ! مجھے
اجازت دیں تاکہ میں تیر کو اس کے حلق سے پار کر دوں ۔۔۔ امام نے فرمایا
جنگ میں پہل کرنا نہیں چاہتا مگر آپ دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا
مشاہدہ کریں۔ پھر آپ نے قبلہ رُو ہو کر ان الفاظ میں دُعا فرمائی ۔۔۔ اَللّٰھُمَّ
۔۔۔ہٗ اِلَی النَّارِ[1] ۔۔۔ اے اللہ اس کو آگ میں ڈال دے ۔۔۔ اس سے
پہلے کہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنے اسے دُنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا دے ۔۔۔
دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَۃٌ[2] ۔۔۔ کہ مظلوم کی دُعا قبول ہوتی ہے ۔۔۔
۔۔۔ گیا تھا مالک بن عروہ کے گھوڑے کا پاؤں ایک گڑھے پڑ گیا اور وہ بد بخت
گھوڑے پر پیچھے کی طرف اُلٹ پڑا، لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی، اور پاؤں رکاب
میں اُلجھ گیا اور گھوڑا چاروں طرف سے سرپٹ دوڑنے لگا یہاں تک کہ خندق
کے قریب جا کر اُسے اپنی پشت سے آگ میں گرا کر واپس بھاگ گیا اور اس بات
سے لوگوں میں شور مچ گیا اور امام نے اس سجدۂ شکر ادا کیا اور بلند آواز سے جسے
دونوں لشکر سُن سکیں، دُعا کی الٰہی ہم تیرے رسول کے اہل بیت اور ذرّیت ہیں
ہم پر ظلم کرنے والوں کے ساتھ انصاف فرما۔[3]

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۱۶۸۔

[2] روضۃ الشہداء ص ۱۶۸۔

[3] روضۃ الشہداء ص ۱۶۸۔

نسب میں طعن کرنے والے کا انجام

ابن اشعث نے کہا اے حسین تیری پیغمبر کے ساتھ کیا رشتہ داری ہے کہ تو ہر وقت لاف زنی کرتا رہتا ہے۔ اس کی یہ بے ہودہ بات سن کر امام پاک پریشان ہو گئے اور بارگاہ خداوندی میں سر نیاز رکھ کر عرض کرنے لگے۔ الٰہی! ابن اشعث نے میرے نسب پر اعتراض کیا ہے اور یہ مجھے تیرے پیغمبر کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا ——— فَارِهِ فِي الْيَوْمِ ذُلًّا عَاجِلًا [1] ——— پس آج ہی اسے ذلت و خواری کا غلام بنا دے ——— اور اس کی رگ و جان کو قطع کر دے۔ امام عالی مقام کی دعا کا تیر ابھی ہدف آسمان پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ شہباز قضا، قضائے عالم تقدیر سے آ پہنچا اور اسی وقت اس ناپاک کے ناپاک پیٹ میں تکلیف ہوئی وہ گھوڑے سے اتر کر رفع حاجت کے لیے بیٹھ گیا۔ اچانک سیاہ بچھو نے اس کی شرمگاہ پر ڈنگ مارا، اور وہ برہنہ حالت میں نجاست پر گرا، اور اس کے آلودہ جسم سے اس کی ناپاک جان نکل گئی۔

ایک اور کرامت

عبداللہ بن ابی حصین ازدی حضرت امام حسین کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا اے حسین ذرا پانی کی طرف دیکھ کر اس کا آسمانی رنگ کیسا بھلا اور دلکش معلوم ہوتا ہے، خدا کی قسم تم پیاسے مر جاؤ گے اور تمہیں ایک قطرہ تک نہیں ملے گا امام نے اس کی یہ گفتگو سن کر خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا ——— اَللّٰهُمَّ

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۶۹۔

عطشاً وَلَا تَغْفِرْ لَہٗ اَبَدًا ۔ اے اللہ اس شخص کو پیاس کی سزا
قتل کر اور کبھی بھی اس کی مغفرت نہ ہو ــــ حمید بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں اس
کی بیماری میں اس کی عیادت کو گیا تھا ــــ فواللہ لا الٰہ الّا ھو ــــ قسم ہے
اللہ وحدہٗ لاشریک کی ــــ کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ پانی پیتا ہے اور
پیاس کہہ جاتا ہے لیکن پیاس نہیں بجھتی ، اور اسی حالت میں مر گیا

امام کا ساتھیوں سے خطاب

علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ ، صاحب مقتل نور الائمہ کے حوالے سے
رقم طراز ہیں کہ ــ نویں کا دن گزر گیا ، اور شب عاشورہ آگئی ــــ سیّارہ دن
عالم (مشرق) تعزیت خانہ غروب میں چلا گیا ــــ سیاہ فام رات ــــ
سیاہ لباس اوڑھ کر خاندان نبوت کے سوگ میں چھپ گئی ــــ بلاؤں کے گھر
انین ، شہیدان کربلا کے نظارے کے لیے آگئیں ــــ شفق نے آنکھوں کا
آسمان کے دامن پر چھڑک دیا ــــ عرصۂ زمین او بار و منزیت کی گرد ،
رخسارش اور سر سے چھانے لگا۔[۳]

امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے اس رات صحرا کے فرش پر سیاہ لکڑی
کرسی بچھانے کا حکم دیا جو آپ کے ساتھ تھی ــــ اور اس کرسی پر جلوہ افروز
اپنے تمام ساتھیوں کو بلا کر ایک انتہائی جزیل و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا

---

۱ طبری ج ۶ ص ۲۳۲۔

۲ طبری ج ۶ ص ۲۳۲۔

۳ روضۃ الشہداء ص ۱۲۹۔

جس کا خلاصہ اس طرح ہے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُکَ ــــ اے اللہ میں تیری حمد بیان کرتا ہوں۔

عَلٰی اَکْرَمْتَنَا بِالنُّبُوَّۃِ ــــ اس بات پر کہ تو نے ہمیں نبوت کے ساتھ عزت بخشی

وَجَعَلْتَ لَنَا اَسْمَاعًا ــــ اور سننے والے کان۔

وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَۃً ــــ اور دیکھنے والی آنکھیں۔ اور دل عطا فرمایا۔

وَعَلَّمْتَنَا الْقُرْاٰنَ ــــ اور ہمیں قرآن سکھایا۔

وَفَقَّھْتَنَا فِی الدِّیْنِ ــــ اور دین میں سمجھ عطا فرمائی۔

فَاجْعَلْنَا لَکَ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ ــــ اور ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں سے کر دے

(اَمَّا بَعْدُ)

فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی ــــ میں نہیں جانتا کسی کے ساتھیوں کو

وَلَا خَیْرٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ ــــ اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور زیادہ بہتر

وَلَا اَھْلَ بَیْتٍ ــــ اور نہ کسی کے گھر والے

اَبَرَّ وَلَا اَوْصَلَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ ــــ میرے گھر والوں سے زیادہ نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا عَنِّیْ خَیْرًا ــــ اللہ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے

اَلَا وَاِنِّیْ ــــ سن لو! بے شک میں

لَاَظُنُّ یَوْمَنَا ــــ گمان کرتا ہوں اپنے اس دن کو

مِنْ ھٰؤُلَاءِ الْاَعْدَاءِ غَدًا ــــ دشمنوں کے مقابلے کے لیے کل کا دن

وَاِنِّیْ قَدْ اَذِنْتُ لَکُمْ جَمِیْعًا	اور بے شک میں نے اجازت دے دی ہے
فَانْطَلِقُوْا فِیْ حِلٍّ لَیْسَ عَلَیْکُمْ	تم سب کو پس چلو زمین میں نہیں ہے تم پر میری
مِنِّیْ ذِمَامٌ هٰذَا اللَّیْلُ قَدْ	طرف سے کوئی ملامت اس رات نے بے شک
غَشِیَکُمْ	ڈھانپ لیا اُس نے تم کو
فَاتَّخِذُوْهُ جَمَلًا وَّلْیَاْخُذْ	پکڑ لو ایک ایک اونٹ چاہیے کہ
کُلُّ رَجُلٍ مِّنْکُمْ بِیَدِ	ہر مرد تم میں سے پکڑ لے میرے اہل
رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ	بیت ایک ایک مرد کا ہاتھ میں جزاء دے
فَجَزَاکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا	اللہ تعالیٰ تم سب کو اور پھر پھیل جاؤ
ثُمَّ تَفَرَّقُوْا فِی الْبِلَادِ	تم شہروں میں اپنے دیہاتوں اور شہروں
فِیْ سَوَادِکُمْ وَمَدَائِنِکُمْ	میں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
حَتّٰی یُفَرِّجَ اللّٰهُ فَاِنَّ	مصیبت دور کر دے کیونکہ دشمن
الْقَوْمَ یَطْلُبُوْنِیْ	قوم مجھے طلب کرتی ہے
وَلَوْ اَصَابُوْنِیْ	اور اگر وہ مجھے پا لیتے ہیں
لَهَوْا عَنْ طَلَبِ	تو پھر بے نیاز ہو جائیں گے میرے
غَیْرِیْ۔	غیر کی طلب سے۔

الکامل فی التاریخ" لابن الاثیر ج ۳ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت لبنان

تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری ج ۶ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الفکر البدایہ والنہایہ

ابو الفدا الحافظ ابن کثیر الدمشقی ، جلد ۸ ص ۱۷۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت ، روضۃ الشہداء

مفسر قرآن علامہ ملا حسین کاشفی ص ۳۰۲ مطبوعہ خیابان ناصر خسرو تہران ،

ساتھیوں کا جواب

جب امام عالی مقام نے اپنے ساتھیوں سے مندرجہ بالا خطبہ ارشاد فرمایا

تو جواب کے ساتھیوں، بھائیوں، سوالیوں اور خویش و اقارب نے جواب دیا
اے ابنِ رسول! بات یہ ہے کہ نہ تو ہم میں آپ کی جدائی برداشت کرنے کی طاقت
ہے اور نہ ہی ہمیں آپ کے بعد زندہ رہنے کی خواہش ہے۔ جب تک ہم جسم
میں جان رکھتے ہیں اور ہمارے جسم میں خون کا ایک بھی قطرہ باقی ہے دین اور
خاندانِ رسولِ خدا کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرتے رہیں گے۔ آپ نے ان
کے لیے دعا فرمائی۔

فرزندانِ مسلم کو امام کا مشورہ

حضرت امام نے فرزندانِ مسلم کی طرف رُخ کر کے فرمایا۔ اے میرے
چچا زاد بھائی کے بیٹو! میں نے کوفیوں کے جھوٹے وعدوں اور اکاذیب باطلہ پر
اعتماد کرتے ہوئے تمہارے والد گرامی کو بھیجا تو ان لوگوں نے دل کا رُخ کوچۂ
مہر و وفا سے پھیر لیا، اور اقدامِ انتقام کے ساتھ تباہی و بربادی کی تحریک
کے راستے پر آگ کے شعلے کی طرف دوڑ پڑے۔ اور تمہارے باپ کی حفاظت
کی طرف لوٹنے کی بجائے اعراض کے تیروں کا نشانہ بنا کر اہلِ بیتِ نبوت کے
حق کو نہ پہچانا ـــــ اور فرمایا ـــــ اَلَا لَعَنَ الرَّحْمٰنُ مَنْ اَكْفَرَ
النِّعَمَ [1] ـــــ خبردار! رحمٰن اس پر لعنت فرماتا ہے۔ جو نعمتوں کا انکار
کرے ـــــ اور فرمایا تمہارے باپ نے شہادت کا شربت نوش کیا اور
سعادت کا خلعت پہنا اب تم مسلم بن عقیل کی یادگار رہو اور تمہاری والدہ رقیہ
خاتون بھی غمزدہ ہے، اٹھو اور اپنی والدہ کو ساتھ لے کر یہاں سے قبیلہ بنی طے

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۷۰ تا ۲۷۱۔

چلے جاؤ اور وہاں سے مدینہ منورہ پہنچ جانا۔

کون؟ انتقام لے گا

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا دل اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید میں بندھا
قاصد کا منتظر ہے کہ ایک شخص و سید بنو امیہ سے ہمارا انتقام لے گا اور یہ
بات میں اپنے والدگرامی اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے
اس طرح کہ جنگ صفین کے ایام میں ایک روز میرے والدگرامی (علی المرتضیٰ)
نے فرمایا ابو مسلم کہاں ہے؟ ___ حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کیا ابا جان وہ
دوسری صف میں ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا، میری مراد ابو مسلم خولانی
نہیں، بلکہ میرا مقصود اس لشکر والے سے ہے، جو مشرق کی طرف سے سیاہ پرچم
کے ساتھ نمودار ہوگا اور اس قدر جنگ لڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلے سے حق
کو مرکز میں قائم فرمائے گا۔ ان لوگوں کے لیے کیا اچھا وقت ہوگا جو دشمنان دین کو
ہلاک کرنے اور ظالموں کے سر جھکانے کے لیے اس کی موافقت میں جد و جہد کریں
گے ___ اس صاحب دعوت شخص سے مراد ابو مسلم مروزی ہے جس نے مرو کے
جہاں سے سیاہ جھنڈوں کے ساتھ نکل کر بنو امیہ کے ساتھ جنگ کی اور
دنیا کو مروانیوں کی مصیبت سے نجات دلائی۔

بہر کیف امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم کی اولاد کو فرمایا کہ آپ لوگ
چلے جائیں تمہارے لیے تمہارے باپ اور بھائیوں کی مصیبت ہی کافی ہے۔[1]

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۴۰۰، ۴۰۱

فرزندانِ مسلم کا جواب

فرزندانِ مسلم نے جب آپ کا ارشاد سُنا تو عرض کیا اے امامِ زمان جان کی کیا قیمت ہے۔ اگر آپ پر قربان نہ کریں اور سر کی کیا قدر ہے۔ اگر آپ کے قدموں کی خاک پر نثار نہ کریں۔ ہمارے باپ نے آپ کی وفاداری میں اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا ——— اور ہم بھی اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں گے۔

ایضاً

طبری میں ہے کہ جب امام نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو۔ اور نکل جاؤ ——— تو مسلم بن عوسجہ اسدی صحابی رسول نے کھڑے ہو کر عرض کیا ——— وَاللّٰهِ حَتّٰى اَكْسِرَ فِي صُدُوْرِهِمْ رُمْحِيْ وَاَضْرِبَهُمْ بِسَيْفِيْ مَا ثَبَتَ قَائِمُهُ فِيْ يَدِيْ۔ اور خدا کی قسم جب تک میرا نیزہ ان لوگوں کے سینوں میں ٹوٹ کر نہ رہ جائے جب تک قبضۂ تلوار میرے ہاتھ میں ہے ان کو مار نہ لوں۔ وَلَا اُفَارِقُكَ۔ میں آپ سے جدا نہ ہوں گا عرض کرتے ہیں اگر ان سے لڑنے کے لیے میرے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوتا ——— لَقَذَفْتُهُمْ بِالْحِجَارَةِ دُوْنَكَ حَتّٰى اَمُوْتَ مَعَكَ[1] ——— (تو آپ کی نصرت میں) انہیں پتھر مار مار کر آپ کے ساتھ مر جاتا۔

○ جناب سعد بن عبد اللہ نے عرض کیا خدا کی قسم ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ خدا تعالیٰ یہ تو دیکھ لے کہ رسول اللہ کی غیبت میں ہم نے آپ کی کیسی

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۳۹

حفاظت کی یہ عرض کرتے ہیں ۔۔۔ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ میں قتل ہو جاؤں گا،
پھر زندہ کیا جاؤں گا، پھر جلا دیا جاؤں گا پھر میری خاکستر (راکھ) اڑا دی جائے
گی اور ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گزرے گی تو جب بھی آپ کی مدد میں جب تک
مجھے موت نہ آ جاتی آپ سے جدا نہ ہوتا۔

⑤ زہیر بن قین نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں
پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اسی طرح ہزار دفعہ
قتل ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت اور ان نوجوانوں کو بچا لے[1]

سیدنا سجاد کا بیان

حضرت امام علی اوسط، زین العابدین، سیدنا سجاد بن حسین رضی اللہ عنہما
بیان فرماتے ہیں کہ اس رات کا ذکر ہے، جس کی صبح میرے والد شہید ہوئے تھے
میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی زینب سلام اللہ علیہا میری تیمارداری میں
مصروف تھیں، جب میرے بابا نے اپنے انصار کے ساتھ اپنے خیمہ میں تخلیہ کیا تھا
اس وقت حضرت ابو ذر غفاری کے آزاد کردہ غلام حُوَیّ آپ کے پاس بیٹھے
تلوار درست کر رہے تھے تو آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

يَا دَهْرُ أُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِيلِ ... كَمْ لَكَ بِالْإِشْرَاقِ وَالْأَصِيلِ

اے دنیائے ناپائیدار تجھ پر افسوس ہے کہ تو کیسی دوست ہے کبھی زمانہ کی صبح و شام تونے

مِنْ صَاحِبٍ أَوْ طَالِبٍ قَتِيلِ ... وَالدَّهْرُ لَا يَقْنَعُ بِالْبَدِيلِ

کیسے کیسے اولو العزم لوگوں کو قتل کیا اور یہ زمانہ ناہنجار عوض پر قناعت نہیں کرتا

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۳۹۔

وَ اِنَّمَا الْاَمْرُ اِلَی الْجَلِیْلِ   وَ کُلُّ حَیٍّ سَالِکُ السَّبِیْلِ[1]

اور یہ سب کچھ حکم خدا سے ہوتا ہے اور جو زندہ ہے اُسے اس راستے پر چلنا ہے
امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ آپ نے ان اشعار کو بار بار پڑھا، اور میں آپ کے عزم اور ارادے کو سمجھ گیا اور یہ بھی جان لیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی ہے مجھے بے اختیار رونا آگیا، تاہم میں نے آنسوؤں کو ضبط کر لیا، مگر میری پھوپھی جان حضرت زینب نے بھی یہ اشعار سنے چونکہ عورت کی طبیعت میں رقت زیادہ ہوتی ہے، وہ خود کو سنبھال نہ سکیں۔

صدائے درد

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں — کہ میرے والد گرامی کا کلام جب میری پھوپھی جان سیدہ زینب نے سنا — تَجُرُّ ثَوْبَهَا فَرْتِيًا الْحَاسِرَةُ حَتّٰى اِنْتَهَتْ اِلَيْهِ — انہوں نے اپنی چادر کو کھینچا — یہاں تک کہ وہ برہنہ سر اپنے بھائی امام حسین تک پہنچ گئیں — اور بھرائی ہوئی آواز میں بولیں وَاثُكْلَاهُ — لَيْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِيَ الْحَيَاةَ الْيَوْمَ — اے افسوس — کاش کہ آج موت میری حیاتی کو ختم کر دیتی ہے — مَاتَتْ فَاطِمَةُ اُمِّيْ وَ عَلِيٌّ اَبِيْ وَ حَسَنٌ اَخِيْ — يَا خَلِيْفَةَ الْمَاضِيْ ہائے میری ماں فاطمہ اور میرے باپ علی اور میرے بھائی حسن وفات پا چکے ہیں — "اے میرے بھائی! ان گزرے ہوؤں کے جانشین — وَ ثِمَالَ الْبَاقِيْ[2] — اور اے باقی رہ جانے والوں کے فریاد رس۔

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۳۹ و کامل جلد ۴ ص ۲۸۵۔

[2] ثِمَالَ الْقَوْمِ غِيَاثُهُمُ الَّذِيْ يَقُوْمُوْا بِاَمْرِهِمْ (المنجد) ثمال: قوم کے (بقیہ صفحہ پر)

سیدہ زینب کا یہ دردناک کلام سن کر سرزمین کربلا کے ذرات بھی تڑپ اُٹھے
ں گے اور پتھروں کے سینوں میں بھی شگاف پڑ گئے ہوں گے۔

سنی حسینؑ سے زینب نے جب صدائے الم
پکاریں اے غریب الوطن حسینؑ میرا
نہ نانا پاس، نہ بابا علیؑ نہ ماں زہراؑ
حسنؑ بھی سر پہ نہیں لُٹ گیا چین میرا

اور امام عالی مقام کی طرف رُخ کر کے جس درد بھرے انداز میں بولیں۔
س کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ کہ

رسولِ پاک کے حیدر کے جانشیں تم ہو
یقین والوں کا سرمایۂ یقیں تم ہو

سیدہ زینب کی اس آہ و زاری کو سن کر امام عالی مقام نے سیدہ کی طرف
دیکھا اور فرمایا — يَا اُخَيَّةُ لَا يَذْهَبَنَّ حِلْمَكِ الشَّيْطَانُ —
اے میری چھوٹی بہن، دیکھو! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے حلم کو زائل کر دے
جواباً سیدہ نے کہا — بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ — اِسْتَقْتَلْتَ
نَفْسِيْ لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ — اے ابوعبداللہ الحسینؑ، میرے ماں باپ
تم پر قربان — میری جان آپ کی جان پر قربان۔ — آپ نے قتل ہونا گوارا کر
لیا — بہن کی اس درد میں ڈوبی ہوئی صدا سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو
جاری ہو گئے — آپ نے فرمایا — لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَيْلًا لَنَامَ —
اگر کونج آواز نکالنا ترک کر دے تو رات کو نیند آ جائے" مطلب یہ کہ موت چین

(بقیہ ص سے) فریاد رس کر سکتے ہیں جو اُن کے مجبوا مور انجام دے۔

سے بیٹھنے نہیں دیتی ۔ یہ سنا تھا کہ سیدہ زینب کے اضطراب میں اضافہ ہو گیا اور زبان سے یہ الفاظ نکلے ۔۔۔ یَا وَیْلَتَاہ أَفَتَغْتَصِبُ نَفْسُكَ اِغْتِصَابًا ۔۔۔ ہائے افسوس ! اے میرے بھائی کیا تمہیں مجبور کر کے قتل کریں گے ؟ ۔۔۔ فَذَالِكَ أَقْرَحُ لِقَلْبِیْ وَأَشَدُّ عَلٰی نَفْسِیْ ۔۔۔ پس یہ امر میرے دل کو چیر دے گا ۔۔۔ اور یہ سخت ہے میری جان پر ۔۔۔ وَلَطَمَتْ وَجْهَهَا اور افسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ کو ماتھے پر مارا ۔۔۔ وَخَرَّتْ مَغْشِیًّا عَلَیْهَا ۔۔۔ اور غش کھا کر گر پڑیں بہن کا یہ حال دیکھ کر ۔ امام عالی مقام کھڑے ہو گئے ۔۔۔ فَصَبَّ عَلٰی وَجْهِهَا الْمَاءَ ۔۔۔ اور ان کے چہرے پر پانی چھڑکا اور فرمایا اے میری پیاری بہن ! خدا کا خوف دل میں لاؤ ۔ اور خدا کے لیے صبر کرو اور اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں ۔۔۔ اور آسمان والے باقی نہ رہیں گے ۔ وَاِنَّ كُلَّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ بِقُدْرَتِهٖ وَیَبْعَثُ الْخَلْقَ ۔۔۔ اور ہر ایک چیز مٹ جائے گی سوائے رب العزت کی ذات کے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو پیدا فرمایا اور جو پھر مخلوق کو زندہ کرے گا ۔۔۔ اور سب کے سب واپس آجائیں گے میرے باپ مجھ سے بہتر تھے اور میری ماں مجھ سے بہتر تھیں ، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے ، مجھے اور ان سب کو اور ہر مسلمان کو رسول کریم کے حال سے تسکین ہونی چاہیے اسی طرح کے کلمات کہہ کر آپ نے انہیں سمجھایا ۔ اور پھر فرمایا ۔۔۔ یَا اُخَیَّةُ اِنِّیْ اُقْسِمُ عَلَیْكِ فَاَبِرِّیْ قَسَمِیْ لَا تَشُقِّیْ عَلَیَّ جَیْبًا وَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْهًا وَلَا تَدْعِیْ عَلَیَّ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ اِذَا اَنَا هَلَكْتُ ۔[۱]

۱؎ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت (امام ابن جریر طبری) (بقیہ برصفحہ آئندہ)

اے میری چھوٹی بہن میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری اس قسم کو پورا کرنا۔ جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا، منہ کو نہ پیٹنا، ہلاکت و موت کو نہ پکارنا ـــــ یہ فرما کر آپ انہیں ساتھ لاتے اور میرے پاس لا کر بٹھا دیا۔ پھر آپ خیمہ سے باہر چلے گئے، اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خیموں کو قریب قریب اس طرح نصب کریں کہ طنابوں کے اندر طنابیں آ جائیں (یعنی خیموں کا ایک حلقہ سا بنا لیں)، اور سب لوگ اس حلقہ کے درمیان رہیں۔ اور ایک طرف جدھر سے دشمن آنے والے ہیں کھلا رہنے دیں۔

صَفْ بَنْدی

امام عالی مقام اور آپ کے اصحاب ساری رات عبادت میں مشغول رہے اور جب صبح ہوئی تو ابن سعد نے اپنے لشکر کو لے کر نکلا امام بھی اپنے ساتھیوں کی صف بجائی اور ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی۔ طبری کے مطابق آپ کے ساتھ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے آپ نے میمنہ (دائیں بازو کی فوج) پر زہیر بن قین اور میسرہ (بائیں بازو کی فوج) پر حبیب بن مظاہر کو حضرت امام نے مقرر فرمایا اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علی (علمدار کربلا) کو عطا فرمایا۔ خیموں کو پشت پر رکھا ـــــ اور خیموں کے پیچھے آپ کے حکم کے مطابق ایک چھوٹی سی خندق میں لکڑیاں اور بانس جمع کر کے آگ لگا دی گئی ـــــ امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی ـــــ جب دشمن کا لشکر آپ کی طرف

(الطبری ج ۶، تاریخ کامل ج ۴ ص ۰۰، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ (علامہ ابن اثیر)، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۰۰، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت (علامہ ابن کثیر دمشقی)

بڑھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا ــــ

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ فِیْ کُلِّ کَرْبٍ وَّرَجَآئِیْ فِیْ کُلِّ شِدَّۃٍ [1]

ــــ اے خداوندِ عالم ہر مصیبت میں مجھے تیری ذات پر بھروسہ ہے اور ہر طرح کی شدت و سختی میں تیری ذات ہی سے مجھ کو امید ہے ــــ کافی لمبی دعا مانگی۔

شمر کی بے ہودگی

ابھی آپ دعا سے فارغ ہونے ہی تھے کہ ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا امام کے خیموں کی طرف آیا اُسے آگ کے شعلوں میں خیمے نظر نہ آئے تو وہاں پلٹا اور پکار کر کہنے لگا ــــ یَا حُسَیْنُ اِسْتَعْجَلْتَ النَّارَ فِی الدُّنْیَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ [2] ــــ اے حسین تو نے قیامت سے پہلے، دنیا ہی میں آگ میں جلنے کی جلدی کی ــــ آپ نے فرمایا شاید یہ شمر ذی الجوشن ہے، لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں یہ شمر ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ــــ یَا ابْنَ رَاعِیَۃِ الْمِعْزٰی اَنْتَ اَوْلٰی بِھَا صِلِیًّا [3] ــــ او بکریاں چرانے والی کے بچے، آگ میں جلنے کا سزاوار تو ہے۔

پہل کرنا امام کو گوارا نہ ہوا

حضرت مسلم بن عوسجہ نے عرض کی اے رسولِ خدا کے بیٹے میں آپ پر قربان ہو جاؤں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے تیر ماروں۔ کیونکہ یہ میری زد میں

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۱

[2] طبری ج ۶ ص ۲۴۰

[3] طبری ج ۶ ص ۲۴۱

ے اور میرا تیر خطا نہ کرے گا، یا امام یہ بہت بڑا فاسق اور ظالم ہے، امام نے
فرمایا — لَا تَرْمِہٖ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اَبْدَأَ ھُمْ — اے مسلم بن
عوسجہ! تیر نہ چلانا کہ ادھر سے ابتدا کرنا مجھے گوارا نہیں۔

شمر ذی الجوشن

شمر ذی الجوشن کا اصل نام شرجیل بن اعور بن عمرو بن معاویہ تھا جو وحضباب
بن کلاب میں سے تھا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۸۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب سر الشہادتین کے
صفحہ نمبر ۲۸ پر ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے۔ — کہ حضرت محمد بن عمرو بن حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کربلا میں امام حسین کے ساتھ تھے۔ امام پاک
نے جب شمر ذی الجوشن کو دیکھا تو فرمایا — صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ —
اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں — اور پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے — کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی کَلْبٍ اَبْقَعَ یَلِغُ فِیْ دَمِ اَھْلِ
بَیْتِیْ — وَکَانَ شِمْرٌ اَبْرَصَ — کہ میں ایک ابلق (چتکبرا دورنگا) کتے
کو دیکھتا ہوں کہ وہ میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتا ہے۔ اور شمر سفید داغوں
والا تھا۔ (سر الشہادتین ص ۲۸، ۲۹ مطبوعہ مطبع کاشی رام لاہور)

سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکورہ بالا فرمان اس بات پر شاہد ہے
کہ حضرت امام کا قاتل شمر لعین ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کی نظر آنے

لے طبری جلد ۶ ص ۲۴۱ و سیرۃ ۲۴۲

عہ امام حسن کے پوتے۔

والے حالات کا مشاہدہ فرمالیتی ہے۔

امام کا خطبہ

جب افواج کی صف بندی ہوگئی تو حضرت امام نے اپنے گھوڑے پر اپنے صاحبزادے سیدنا امام زین العابدین کو سوار کر لیا۔ حالانکہ آپ سخت بیمار اور لاغر تھے، آپ نے جس گھوڑے پر امام زین العابدین کو بٹھایا اس کا نام "لاحق" ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس کا نام "الاحق" بتایا ہے۔ اور پھر آپ نے اپنی اونٹنی کو طلب کیا۔ اس پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے پکار کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لوگو! میرے ساتھ جلدی نہ کرو جو باتیں میں کہنا چاہتا ہوں انہیں سنو! تاکہ اتمام حجت پورا ہو۔ آپ اس قسم کی باتیں کر رہے تھے کہ خیموں کے اندر سے مستورات کے رونے کی آواز آئی آپ نے حضرت عباس علمدار کو خیموں کی طرف بھیجا کہ وہ جا کر سیدہ بتول کی شہزادیوں کو چپ کرائیں اور ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی کہ انہوں نے کہا تھا کہ مستورات کو مکہ ہی چھوڑ جائیں۔

جب اہل حرم کے رونے کی آواز موقوف ہوگئی تو آپ نے حمد و ثنائے خداوندی کے بعد فرمایا:

فَانْسُبُوْنِیْ فَانْظُرُوْا مَنْ اَنَا — میرے خاندان نسب کا خیال کرو میں کون ہوں!

ثُمَّ ارْجِعُوْا اِلٰی اَنْفُسِکُمْ — پھر اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو۔

وَعَاتِبُوْهَا وَانْظُرُوْا — اور ان کو عتاب و سرزنش کرو اور دیکھو

هَلْ یَحِلُّ لَکُمْ قَتْلِیْ — کیا تمہارے لیے میرا قتل حلال ہے؟

وَانْتِهَاکُ حُرْمَتِیْ — اور کیا میری عزت آبرو کو پامال کرنا جائز ہے

اَلَسْتُ ابْنَ بِنْتِ نَبِیِّکُمْ — کیا میں تمہارے نبی کی شہزادی کا لخت جگر نہیں؟

وَابْنِ عَمِّهٖ وَ ابْنِ عَمِّہٖ — اور کیا میں رسول اللہ کے وصی اور انکے چچا زاد بھائی

وَاَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاللّٰهِ — اور سب سے پہلے ایمان لانے والے

وَالْمُصَدِّقِ لِرَسُوْلِهٖ — اور اللہ کے رسول کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں

اَوَلَیْسَ حَمْزَةُ سَیِّدُ الشُّهَدَاءِ عَمَّ اَبِیْ — کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کا

چچا نہیں ہے؟

اَوَلَیْسَ جَعْفَرُ الشَّهِیْدُ الطَّیَّارُ — کیا جعفر طیار، شہید

ذُوالْجَنَاحَیْنِ عَمِّیْ — دو پروں والے میرا چچا نہیں ہے۔

اَوَلَمْ یَبْلُغْكُمْ — کیا نہیں پہنچا تم کو

قَوْلٌ مُسْتَفِیْضٌ فِیْكُمْ — یہ قول مستفیض یعنی حدیث مصطفےٰ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ — یہ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ لِیْ وَلِاَخِیْ هٰذَانِ — میرے اور میرے بھائی حسن کے بارے میں

سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ — کہ یہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار۔

وَقُرَّةُ عَیْنِ اَهْلِ السُّنَّةِ [عہ] — اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں۔

فَاِنْ صَدَّقْتُمُوْنِیْ بِمَا اَقُوْلُ — اگر تم میری تصدیق کرو تو یقین جانو جو کچھ

وَهُوَ الْحَقُّ — میں نے کہا ہے، حق ہے۔

اے لوگو! جو کچھ میں نے کہا حق وصداقت پر مبنی ہے، کیونکہ جب سے میں نے سنا ہے کہ جھوٹ بولنے والے سے اللہ بیزار ہوتا ہے اور جھوٹ بنانے والے کو اس کے جھوٹ سے نقصان ہوتا ہے، واللہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے ہو بلکہ مجھے جھوٹا تصور کرتے ہو، تو اصحاب رسول

عہ یہ عبارت ابن اثیر میں ہے طبری میں نہیں۔

جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد، زید بن ارقم سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے اور اس امر کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے۔

اَفَمَا فِیْ هٰذَا حَاجِزٌ لَّكُمْ عَنْ سَفْكِ دَمِیْ	کیا یہ تمام باتیں نہیں روک سکتیں تم کو میرا خون بہانے سے۔

حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سن کر شمر لعین بکواس بکنے لگا اور کہنے لگا ــــ اِنْ كَانَ يَدْرِیْ مَا تَقُوْلُ ــــ خدا جانے یہ کیا کہہ رہے ہیں ــــ حضرت حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ نے شمر کی بکواسات کا دندان شکن جواب دے کر فرمایا ــــ قَدْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ ــــ بے شک خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے ــــ اس لیے تو نہیں سمجھ سکتا کہ امام کیا فرما رہے ہیں ــــ امام نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا ــــ اے لوگو! اگر تمہیں اس بات میں شک ہے کہ میں جنتی جوانوں کا سردار ہوں تو اس میں بھی کوئی شک کرتے ہو کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں۔

فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ ابْنُ بِنْتِ نَبِیٍّ غَيْرِیْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْ غَيْرِكُمْ۔	خدا کی قسم مشرق سے لے کر مغرب تک سوائے میرے تم میں سے کوئی رسول کی بیٹی کا بیٹا نہیں اور نہ تمہارے غیر میں سے کوئی نواسۂ رسول ہے!
اَنَا ابْنُ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ خَاصَّةً اَخْبِرُوْنِیْ اَتَطْلُبُوْنِیْ	میں تو خاص کر تمہارے رسول کا نواسہ ہوں مجھے بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو۔
بِقَتِيْلٍ مِّنْكُمْ قَتَلْتُهٗ اَوْ مَالٍ لَّكُمْ اسْتَهْلَكْتُهٗ	کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے تم میں سے یا تمہارا مال برباد کیا ہے

أَوْ بِقِصَاصٍ مِنْ جِرَاحَةٍ[1] یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے طلب کرتے ہو۔

آپ کا خطبہ سن کر سب خاموش ہو گئے کیونکہ آپ کی باتوں کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ پھر آپ نے پکار کر کہا ۔۔۔ اے شبث بن ربعی، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث، تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے، باغ سرسبز ہو رہے ہیں، تالاب چھلک رہے ہیں اور آپ کی مدد کے لیے یہاں لشکر آراستہ ہیں۔ تشریف لے آئیے۔

ان لوگوں نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے نہیں لکھا تھا ۔۔۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم نے لکھا تھا ۔۔۔ پھر آپ نے فرمایا۔

اے لوگو! میرا آنا اگر تمہیں ناگوار گزرا ہو تو مجھے دنیا میں کسی گوشۂ امن کی طرف نکل جانے دو۔ قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے قرابت داروں کے حکم پر سر کیوں نہیں جھکا دیتے " مطلب یہ تھا کہ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے "۔

پھر یہ اس طرح پیش آئیں گے جس طرح آپ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آخر تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے[2] ۔ کیا تو چاہتا ہے کہ مسلم بن عقیل کے خون کے علاوہ بنو ہاشم کسی دوسرے خون کے بدلے کا بھی مطالبہ کریں ۔۔۔ آپ نے فرمایا ۔۔۔ لَا وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيهِمْ بِيَدِي إِعْطَاءَ الذَّلِيلِ ۔۔۔ وَلَا أُقِرُّ إِقْرَارَ الْعَبِيدِ[3] ۔۔۔ نہیں خدا کی قسم میں کسی ذلیل کی طرح ان لوگوں

---

[1] طبری ایضاً ۔ کامل ابن اثیر ایضاً

[2] محمد بن اشعث نے حضرت مسلمؓ کو دھوکے سے گرفتار کر کے شہید کروایا تھا۔

[3] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۰۔ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸۷۔ طبری ج ۶ ص ۲۴۲۔

کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دوں گا ــــ اور نہ کسی غلام کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا
آپ نے فرمایا ــ اے خدا کے بندو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں ــ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ[1] ــــ ہر مغرور و متکبر سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

یہ فرما کر آپ نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا اور اس سے اتر پڑے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اونٹنی کو باندھ دے۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ تو حضرت زہیر بن قین گھوڑے پر سوار ہتھیار سجائے آگے بڑھے اور پرجوش انداز میں کہا ــ اے اہل کوفہ خدا کے عذاب سے ڈرو ــ ایک مسلمان پر واجب ہے کہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے ــ جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلواریں نہیں چلتیں اس وقت تک ہمیں تم کو نصیحت کرنے کا حق ہے اور جب تلواریں چلیں گی تو ہمارا اور تمہارا یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا ــــ پھر ہم ایک الگ جماعت ہونگے اور تم ایک الگ گروہ ــــ فرمایا سنو ــ إِنَّ اللّٰهَ قَدِ ابْتَلَانَا وَإِيَّاكُمْ بِذُرِّيَّةِ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں امتحان و آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے ــــ تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں ــ " اے اہل کوفہ" ــــ ہم تمہیں اولاد رسول کی مدد کرنے کے لیے بلاتے ہیں ــــ وَخِذْلَانِ الطَّاغِيَةِ ابْنِ الطَّاغِيَةِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ ــــ اور سرکش ابن سرکش عبید اللہ ابن زیاد" اور یزید لعین کا ساتھ چھوڑنے

---

[1] طبری ایضاً کامل ابن اثیر ایضاً۔

دعوت دیتے ہیں اس لیے کہ تمہیں ان دونوں سے بُرائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وَيَسْمُلَانِ اَعْيُنَكُمْ وَ	یہ تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں
يُقَطِّعَانِ اَيْدِيَكُمْ وَ	پھیریں گے۔ اور تمہارے ہاتھ پاؤں
اَرْجُلَكُمْ۔	کاٹیں گے۔
وَيُمَثِّلَانِ بِكُمْ	اور تمہارا مثلہ کریں گے
وَيَرْفَعَانِكُمْ عَلٰى	تمہاری لاشوں کو کھجور کی شاخوں پر
جُذُوْعِ النَّخْلِ	لٹائیں گے

گفتگو سن کر کوفیوں نے زہیر بن قین رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہنے لگے۔ خدا کی قسم ہم ایک قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ جب تک تیرے صاحب (حسین علیہ السلام) اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کر دیں، یا اُن کو قیدیوں کی حیثیت میں ابن زیاد کے سپرد نہ کر دیں۔ زہیر نے کہا خدا کے بندو! اِنَّ وُلْدَ فَاطِمَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَحَقُّ بِالْوُدِّ وَالنَّصْرِ مِنِ ابْنِ سُمَيَّةَ فَاِنْ لَمْ تَنْصُرُوْهُمْ فَاُعِيْذُكُمْ بِاللّٰهِ اَنْ تَقْتُلُوْهُمْ۔[1] حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہا کی اولاد، سمیہ کے بیٹے کے مقابلے میں زیادہ محبت و نصرت کی حق دار ہے۔ اگر تم ان کی امداد نہیں کر سکتے ہو تو خدا کے لیے اُن کو قتل نہ کرو۔

یہ سن کر شمر نے جناب زہیر کو ایک تیر مارا اور کہا: بس خاموش رہ خدا تیرا منہ بند کرے تو نے اپنی بک بک سے ہمارا دماغ چاٹ لیا ہے۔ جناب

---

[1] الکامل ج ۴ ص ۲۳۳۔

زہیرؓ نے جواب دیا ـــــ یَا ابنَ البَوَّالِ عَلٰی عَقِبَیْہِ مَا اِیَّاکَ اُخَاطِبُ، اِنَّمَا اَنْتَ بَہِیْمَۃٌ[1] ـــــ او بوال کے بیٹے! (یعنی اُس باپ کے بیٹے جس کا پیشاب ایڑیوں تک بہہ کر آتا ہے) میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں تو تو جانور ہے خدا کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ تجھ میں قرآن کی دو آیتوں کو بھی سمجھنے کی لیاقت نہیں ـــــ فَاَبْشِرْ بِالْخِزْیِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ـــــ جا تجھے قیامت کے دن کی ذلت و رسوائی اور عذاب الیم مبارک ہو ـــــ شمر نے غصے میں چیخ کر کہا ـ خدا تجھے اور تیرے صاحب (حسینؑ) کو اسی وقت قتل کرنے والا ہے ـــــ جناب زہیر نے فرمایا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ خدا کی قسم! حسینؑ کے ساتھ جان قربان کرنا مجھے تمہارے ساتھ ہمیشہ کی زندگی سے زیادہ پسند ہے ـــــ پھر آپ نے با آوازِ بلند یزید کے لشکریوں سے خطاب فرمایا کہ اے لوگو! ان سنگ دل ظالموں کے فریب میں آکر اپنا دین برباد نہ کرو۔ جو لوگ حضرت رسول کریم کی اولاد اور آپ کی اہل بیت کا خون بہائیں گے اور ان کے مددگاروں اور ان کے حرم کی طرف سے لڑنے والوں کو قتل کریں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے زہیر کو پکار کر کہا کہ امام حسینؑ تمہیں واپس بلاتے ہیں۔

حُر اور ابنِ سعد

جب ابن سعد حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا، تو حُر نے پوچھا تو ان سے لڑنے لگا ہے۔ ابن سعد نے کہا "ہاں" واللہ لڑائی بھی ایسی کہ جس سے سر اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہوں گے ـــــ حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو ایک طرف

---

[1] الکامل ج ۳ ص ۲۸۸۔

ڑے ہو گئے اور اپنی برادری کے ایک شخص قرۃ بن قیس جوان کے قریب کھڑے تھے
ؤ اپنے گھوڑے کو پانی پلا لاؤ۔ جب قرہ وہاں سے ہٹے تو حُر نے لشکرِ حسین
ں آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔

حُر امام کے لشکر کی طرف

حُر کی برادری کا ایک شخص جس کا نام مہاجر بن اوس تھا۔ حُر کی یہ حالت
چھنے لگا اے حُر تیرا ارادہ کیا ہے؟ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو؟ حُر یہ سُن کر
ش ہے اور ساتھ ہی ہاتھوں اور پاؤں میں تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی۔
ابن اوس نے کہا۔ اے حُر تمہارا یہ حال دیکھ کر خدا کی قسم مجھے کچھ شبہ ہو رہا ہے۔
قسم میں نے کسی مقام پر تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں
اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہلِ کوفہ میں سب سے بڑھ کر بہادر کون ہے، تو
ارا ہی نام لوں گا ــــ حُر نے جواب دیا ــــ وَاللّٰهِ اُخَیِّرُ نَفْسِیْ بَیْنَ
نَّةِ وَالنَّارِ ــــ خدا کی قسم اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ جنت میں جانا چاہتا
دوزخ میں ــــ وَاللّٰهِ لَا اَخْتَارُ عَلَی الْجَنَّةِ شَیْئًا وَّلَوْ قُطِّعْتُ
رِّقْتُ ــــ خدا کی قسم، میں کسی چیز کے لیے جنت کو نہیں چھوڑ
خواہ میرے جسم کے ٹکڑے اڑا دیے جائیں یا پھر زندہ جلا دیا جاؤں۔
یہ کہہ کر گھوڑے کو تازیانہ مارا اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو
اور عرض کیا ــــ فِدَاكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ــــ اے رسولِ خدا کے
میں آپ پر قربان ہو جاؤں، میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپس نہ

طبری جلد ۶ ص ۲۴۴۔

جانے دیا اور گھیر کر اس میدان میں لے آیا اور یہاں ٹھہرنے پر مجبور کیا ــــ خدائے وحدۂ لاشریک کی قسم میں ہرگز یہ نہ سمجھا تھا کہ یہ لوگ آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے اور نہ کسی امر کو تسلیم کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی ــــ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ یہ لوگ آپ کی کوئی بات نہ مانیں گے تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا مجھ سے جو قصور سرزد ہو گیا ہے۔ میں اُس کی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنے اور اپنی جان آپ پر فدا کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور میں آپ کی آنکھوں کے سامنے مرنے کا ارادہ کر کے حاضر ہوا ہوں اور یہ فرمایئے کہ اس طرح کی توبہ قبول ہوگی ــــ امام نے فرمایا "ہاں" ــــ خدا تیری توبہ قبول کرے گا اور تجھے بخش دے گا۔ آپ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے۔ عرض کیا ــــ اَنَا الحُرُّ بْنُ یَزِیْد ــــ میرا نام حُر بن یزید (ریاحی) ہے۔

خیال رہے حُر کا معنی آزاد ہے ــــ امام نے فرمایا ــــ اَنْتَ حُرٌّ کَمَا سَمَّتْکَ اُمُّکَ ــــ اَنْتَ الحُرُّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ــــ تو آزاد ہے، تیری ماں نے جس طرح تیرا نام آزاد رکھا ہے ــــ ان شاء اللہ تو دنیا و آخرت میں آزاد ہے ــــ اب ــــ اُتر۔ حُر نے عرض کیا یا امام میرا گھوڑے پر رہنا اُترنے سے بہتر ہے۔ آپ کے ان دشمنوں سے لڑوں گا جب مروں گا تو گھوڑے سے اتروں گا۔ آپ نے حُر کے لیے دعا فرمائی۔

حُر کا خطاب

حُر اپنے اصحاب اور اپنے قبیلے کی طرف بڑھے اور جو اُن سے خطاب کیا

لہ طبری جلد ۶ ص ۲۴۴ ۔ الاستشہاد الحسین ص ۱۱۹ امام ابن جریر طبری۔

اس کا خلاصہ یہ ہے — اے لوگو! امام نے جو باتیں تمہارے سامنے بیان کی ہیں تم ان میں سے کسی کو نہیں مانتے — خدا تم کو تباہ و برباد کرے — تم نے انہیں بلایا جب وہ تشریف لائے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا — تم کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جان قربان کر دیں گے اور اب آپ پر آپ کو قتل کرنے کے لیے حملے کر رہے ہو — اب تم نے اُن کو گرفتار کر لیا — اُن کو چار جانب سے گھیر لیا — اُن کو خدا کی بنائی وسیع و عریض زمین میں کس طرف نکل جانے نہ دیا۔ تاکہ آپ اور آپ کے اہل بیت امن سے رہتے۔ اب وہ ایک قیدی کی طرح تمہارے قابو میں آ گئے ہیں۔

وَحَلَأْتُمُوهُ وَنِسَاءَهُ وَاَصْبِيَتَهُ وَاَصْحَابَهُ عَنْ مَاءِ الْفُرَاتِ الْجَارِيْ الَّذِيْ يَشْرَبُهُ الْيَهُوْدِيُّ وَالْمَجُوْسِيُّ وَالنَّصْرَانِيُّ — وَتَمَرَّغُ فِيْهِ خَنَازِيْرُ السَّوَادِ وَكِلَابُهُ وَهَا هُمْ — قَدْ صَرَعَهُمُ الْعَطَشُ بِئْسَمَا خَلَفْتُمْ مُحَمَّدًا فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ لَا اَسْقَاكُمُ يَوْمَ الظَّمَاءِ۔[1]

تم نے اُن کو اور اُن کے اہل بیت کو — ان کے بچوں کو رفیقوں کو فرات کے بہتے ہوئے پانی سے روکا جسے یہودی، مجوسی، اور عیسائی پیا کرتے ہیں اور اس میدان کے خنزیر اور کتے اس میں لوٹا اور لیٹا کرتے ہیں اب پیاس کی شدت نے ان سب کو پریشان کر رکھا ہے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد سے ان کے بعد تم نے کتنا برا سلوک کیا۔

---

[1] استشہاد الحسین ص ۱۰۱ مطبوعہ بیروت لبنان

اگر آج کے دن اس وقت تم اپنے ناپاک ارادے سے باز نہ آؤ گے اور توبہ نہ
کرو گے تو خدا تمہیں محشر کی پیاس میں سیراب نہ کرے ــــ یہ سن کر پیادوں کی
فوج نے حرؒ پر تیر برسائے۔ جناب حرؒ وہاں سے پلٹ کر امام کی خدمت میں حاضر
ہوئے ــــ عمرو بن سعد لڑنے کے لیے نکلا اور کہنے لگا سب لوگ گواہ رہو سب سے
پہلے تیر میں پھینک رہا ہوں۔

عبداللہ بن عمیر پہلا مجاہد

جناب عبداللہ بن عمیر جو بنو علیم میں سے تھے کوفہ میں آئے ہوئے تھے اور
قبیلہ ہمدان میں جعد کے کنویں کے پاس مکان لے کر رہائش پذیر تھے، اُن کی
بیوی اُم وہب جو نمر بن قاسط کے خاندان سے تھی اُن کے ساتھ تھی ــــ جناب
عبداللہ نے مقام نخیلہ میں دیکھا کہ کسی پر لشکر کشی کرنے کی غرض سے آلات حرب و
ضرب اور لشکروں پر لشکر جمع کیے جا رہے ہیں۔ جناب نے لوگوں سے دریافت
کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے لوگوں نے کہا ــــ يُسَرِّحُوْنَ اِلٰى حُسَيْنِ بْنِ
فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــ حسین بن
فاطمہ بنت رسول خدا پر لشکر کی چڑھائی ہے۔

جناب عبداللہ کی مدت سے خواہش تھی کہ وہ مشرکین سے جہاد کریں۔
اور پھر ان کا خیال آیا کہ اپنے پیغمبر کے نواسے سے یہ لوگ لشکر کشی کر رہے
ہیں۔ ان سے جہاد کرنا کسی صورت کم نہیں ہے ــــ عبداللہ یہ سوچ کر اپنی بیوی
اُم وہب کے پاس آئے اور سب کچھ بیان کیا اور اپنے ارادے سے بھی آگاہ کیا۔
ــــ بیوی نے کہا ــ تم نے بہت اچھی بات کہی ہے میری دعا ہے کہ خدا
تعالیٰ تمہاری اس بہترین تمنا کو پورا کرے۔ چلو اور مجھے بھی ساتھ لیتے چلو ــــ

اس کے بعد عبداللہ راتوں رات اپنی بیوی کو ساتھ لیے ہوئے امام کے لشکر
گئے — جب عمرو بن سعد نے قریب آکر تیر پھینکا تو زیاد بن ابی سفیان
ادکردہ غلام یسار اور عبیداللہ بن زیاد کا آزاد کردہ غلام سالم دونوں صف سے
اور کہنے لگے ہے کوئی تم میں سے جو ہمارے مقابلے میں آئے۔ یہ سن کر
ی رسول حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ اور بریر بن حضیر اُٹھ کھڑے ہوئے
امام نے ان دونوں صاحبوں کو بیٹھ جانے کا حکم دیا — یہ دیکھ کر عبداللہ بن
کلبی اُٹھے اور بارگاہِ امام میں عرض کی یا امام اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے
مجھ اکیلے کو ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیئے — امام نے نظر اُٹھا کے
یا تو ایک گندمی رنگ، دراز قامت، مضبوط بازو والا قوی ہیکل سامنے کھڑا ہے
پ نے عبداللہ کو اجازت فرمائی وہ میدان میں آئے۔ ان دونوں نے پوچھا تم
ان ہو۔ حضرت عبداللہ نے اُن دونوں کے سامنے اپنا نسب بیان کیا۔ ان دونوں
نے کہا ہم تمہیں نہیں جانتے۔ ہمارے مقابلے میں زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر
بریر بن حضیر کو آنا چاہیئے۔ یسار اُسی وقت سالم سے آگے تھا۔ عبداللہ کلبی نے
جواب دیا۔ او فاحشہ عورت کے بیٹے کسی شخص سے مقابلہ کرنے میں تجھے بھی عار ہے
تیرے مقابلے میں وہی شخص آئے گا جو تجھ سے بہتر ہو، یہ کہتے ہی یسار پر حملہ کیا
ور ایک ہی وار سے اُسے ٹھنڈا کر دیا۔ عبداللہ یسار پر حملہ میں مصروف تھے۔ کہ
پیچھے سے سالم نے آپ پر حملہ کیا کلبی نے جب اُدھر توجہ کی تو سالم کی تلوار آرہی
تھی۔ آپ نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا تو اس کے ہاتھ کی انگلیاں تلوار سے
اُڑ گئیں۔ پھر آپ نے پلٹ کر اُس پر وار کیا اور ایک ہی وار میں اُسے بھی جہنم رسید
کیا۔ دونوں کو قتل کر کے اس مضمون کے شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے — تم
لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو سنو، میں خاندان بنی کلب سے ہوں۔ یہ فخر میرے لیے

کافی ہے کہ میرا گھر قبیلۂ کلبیہ میں ہے۔ میں صاحب قوت و نصرت ہوں مصیبت پڑے تو گھبرانا نہیں ہوں — اے اُمّ وہب میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ بڑھ بڑھ کر تلواروں اور برچھیوں کے وار اُن لوگوں پر کروں گا۔[۱]

اُمّ وہب کی بہادری

جناب عبداللہ بن عمیر کلبی کی بیوی جناب اُمّ وہب نے جب اپنے شوہر کی آواز سُنی تو ایک خیمہ کی چوب ہاتھ میں لیے ہوئے اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی دوڑیں — فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَاتِلْ دُونَ الطَّيِّبِينَ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ[۲] — میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں، رسول اللہ کی اولاد کی طرف سے لڑتے جاؤ۔ عبداللہ کلبی اپنی زوجہ کی آواز سُن کر پلٹ پڑے، تاکہ اُنھیں عورتوں میں لے جا کر بٹھائیں — اُمّ وہب اُن کے دامن سے لپٹ گئیں، اور کہنے لگیں میں جب تک تمہارے سامنے جان نہ دے دوں واپس نہ جاؤں گی یہ دیکھ کر امام حسین نے پکار کر کہا — جُزِيتُمْ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ خَيْرًا ارْجِعِي رَحِمَكِ اللّٰهُ إِلَى النِّسَاءِ — اہلِ بیت کی طرف سے تم دونوں کو جزائے خیر عطا ہو، بی بی عورتوں کی طرف واپس چلی آ — اور عورتوں کے پاس بیٹھی رہ کیونکہ عورتوں کے لیے اس طرح قتال روا نہیں۔ اُمّ وہب امام پاک کے اس حکم کو سُن کر واپس عورتوں کی طرف آگئیں۔

۱ے استشہاد الحسین ص ۱۱۹ مطبوعہ بیروت لبنان۔

۲ے طبری جلد ۶ ص ۲۴۲۔

۳ے طبری جلد ۶ ص ۲۴۷۔

حُر کا بھائی

حُر اپنے دل کو امام حسین علیہ السلام کی محبت سے فراوانی دے کر میدان میں پہنچا
گھوڑے کی جولانیاں دکھانے لگا۔ جب اس کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حُر
آخرت کو دُنیا پر ترجیح دے دی ہے اور ہاتھ سے آلِ عبا کا دامن تھام لیا ہے
اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور امام کے لشکر کی طرف مڑ گیا۔
ابنِ سعد کے لشکر نے گمان کیا کہ مصعب اپنے بھائی کے ساتھ جنگ کرنے
کے لیے گیا ہے۔ پھر اس نے میدان میں پہنچ کر کہا! اے برادر آپ نے خضرِ راہ
بن کر مجھے عذاب کی ظلمت سے نکالا اور آبِ حیات کی معرفت کے چشمہ پر پہنچا دیا
میں نے آپ کی موافقت اختیار کر لی ہے اور مخالفین سے بیزار ہو گیا ہوں اور کل
قیامت کو ہم ایک دوسرے کے گواہ ہوں ہوں — اور امام علیہ السلام کی شفاعت
سے مل کر حاصل کریں گے۔ حُر اسے ساتھ لے کر امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
تمام صورتِ حال آپ کی خدمت میں پیش کی۔ امام عالی مقام نے اُسے گلے لگایا
اور حُر کے ساتھ اُس کے لیے بھی دعائے خیر فرمائی۔ [1]

حُر کا ایک خواب

علامہ حسین کاشفی روضۃ الشہداء میں رقم طراز ہیں کہ امام اسماعیل کے مقتل
میں یہ روایت موجود ہے کہ حُر جب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو
اس نے عرض کی! اے ابنِ رسولِ خدا میں نے رات کو خواب میں اپنے باپ کی

[1] روضۃ الشہداء ۲۲۸

زیارت کی تو اس نے میرے پاس آ کر کہا۔ اے حُر تو ان دنوں کہاں جا رہا ہے؟
میں نے کہا امام حسین کے راستے کی ناکہ بندی کے لیے جا رہا ہوں۔ میرے باپ
نے چیختے ہوئے کہا۔ اے بیٹا! مجھ پر افسوس ہے، تجھے رسولِ خدا کے بیٹے سے کیا
کام؟ اگر تو دوزخ کی آگ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو جا ان کے ساتھ
جنگ کر اور اگر رسولِ کریم کی شفاعت اور خدائے رحیم کی رضا کا خواہاں ہے اور
جنت کے باغات و محلات جاوداں کی طلب رکھتا ہے تو جا اُن کے دشمنوں سے
جنگ کر۔ یا امام اب مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں آپ کے دشمنوں سے
جنگ کروں۔

امام نے فرمایا تو ہمارا مہمان ہے صبر کر تاکہ دوسرا آدمی میدان میں جائے۔
حُر نے عرض کیا۔ اے ابنِ رسول اللہ۔ پہلا شخص جو آپ کے ساتھ جھگڑنے آیا تھا
وہ میں تھا۔ آپ مجھے اجازت بخشیں تاکہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے
کی پہل بھی میرے حصے میں آئے۔

امام عالی مقام نے اُسے اجازت فرمائی۔ حُر دلاور اور بہادر شخص تھا میدانِ
جنگ میں اُسے ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا اور وہ ابن زیاد کی فوج کے
ایک حصے کا سالار تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان میں آیا اور رجز کہتے
ہوئے اپنے مقابلے کی دعوت دی۔

جب حُر کو ابن سعد نے میدان میں دیکھا تو اس کے دل پر لرزہ طاری ہو گیا
پھر اُس نے ایک مشہور حربی جوان صفوان بن حنظلہ کو بلا کر کہا۔ حُر کے پاس
جا کر اُسے نرمی و نصیحت کے ساتھ میری طرف واپس لے آ۔ اگر وہ تمہاری بات
نہ مانے تو تلوار سے اُس کا سر قلم کر دو۔ صفوان جناب حُر کے سامنے آیا اور کہا تو ایک
عقلمند اور بہادر شخص ہے، ایک بہادر اور جنگجو شخص کے لیے مناسب نہیں کہ یزید

طرف سے رُخ موڑ کر حسینؑ کی طرف کرے۔

حضرت حُرؒ نے فرمایا: اے صفوان! تیری عقلمندی اور دانائی اور فرزانگی کو سامنے رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تو نے نہایت گھٹیا اور عجیب بات کی ہے۔" او ناداں! یزید ناپاک، ظالم اور فاسق شخص ہے اور امام حسین علیہ السلام پاکیزہ اور پاکوں کی اولاد ہیں۔ ان کی والدہ (سیدہ زہراءؑ) کی تزویج بہشت میں ہوئی تھی۔ حسینؑ وہ ہستی ہے جبرئیل امین جن کا جھولا جھولاتے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے باغ کی خوشبو کہتے تھے۔

حریم حیدرؑ و زہراؑ کا وہ اُجالا ہیں
اوصاف آپ کے شرح و بیاں سے بالا ہیں

صفوان نے کہا: میں یہ سب کچھ جانتا ہوں، بلکہ اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں مال و زر اور جاہ و حشم یزید کے ساتھ ہیں اور ہم سیاسی لوگ ہیں ہمیں منصب و مرتبہ چاہیے، تقویٰ و طہارت ہمارے کس کام آئے گا۔

حُرؒ نے کہا! او ذلیل! تو حق و صداقت کو جانتے ہوئے بھی چھپاتا ہے۔ بظاہر میٹھا مگر فریب کا جان لیوا شربت پیتا ہے۔

صفوان نے غضبناک ہو کر حُرؒ کے سینے پر نیزہ مارا تو جناب حُرؒ نے اس نیزے کے وار کو اپنے نیزے پر روکا اور اس کے نیزے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور غصے میں آ کر اپنے نیزے کی نوک اس کے سینے میں اتار دی نیزہ اس کی پشت سے ایک گز پار ہو گیا، پھر اسی نیزے پر زور دیتے ہوئے صفوان کو گھوڑے کی زین سے نیچے گرا دیا اور اس کی ہڈی پسلی ایک کر دی۔

حُرؒ کی بے مثال بہادری

جب لشکریوں نے صفوان کو ریزہ ریزہ ہوتے دیکھا تو شور مچانے لگے۔

صفوان کے تین بھائی لشکر یزید میں شامل تھے وہ اپنے بھائی کے قتل ہونے پر غضب ناک ہو گئے اور یک وقت تینوں نے جناب حُر پر حملہ کر دیا حُر نے نعرہ لگایا اور اللہ کی عظمت و قدرت کو یاد کرتے ہوئے ان کے سامنے ہوئے ان میں سے ایک کو کمر سے پکڑا اور گھوڑے کی زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا جس سے اُس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور دوسرے کے سر پر تلوار ماری جو سینے تک اُتر گئی، تیسرا بھاگ نکلا، جناب حُر نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے قریب پہنچ کر اُس کی پشت پر نیزہ مارا، جس کی نوک اُس کے سینے سے پار نکل گئی۔

حُر امام کی خدمت میں

اس کے بعد حضرت حُر سیدنا امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابن رسول اللہ، کیا آپ نے مجھے معاف فرما دیا اور آپ مجھ سے خوش ہو گئے — امام علیہ السلام نے فرمایا — نَعَمْ اَنْتَ حُرٌّ کَمَا سَمَّتْکَ اُمُّکَ — ہاں تو حُر ہے، جیسا کہ تیرا نام تیری ماں نے رکھا — میں تجھ سے خوش ہوں اور تو آزاد ہے، یعنی کل قیامت کے دن تو آتش دوزخ سے آزاد ہوگا۔

حُر نے یہ بشارت سنی تو انتہائی خوشی کے ساتھ میدان کی طرف لوٹ گئے اور یزیدی لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی، حضرت حُر جس طرف حملہ کرتے کشتوں کے پشتے لگا دیتے اور جس طرف رُخ کرتے سواروں کو سواریوں سمیت گرا دیتے، اسی حال میں یزید کے پیادہ سپاہی حُر کے سامنے آئے اور انہوں نے جناب حُر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔

(روضۃ الشہداء ص ۲۸۰)

ایوب بن مشرح الخیوانی کہتا تھا خدا کی قسم میں نے حرؑ کے گھوڑے کے حق میں
[illegible] ردیا جس سے وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اور پھر کیا تھا حرؑ اس پر سے اس طرح کود پڑا
[illegible] کَانَّہٗ لَیْثٌ وَالسَّیْفُ فِیْ یَدِہٖ[1] جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ
[illegible] دان میں آگیا ہو۔ اس وقت حرؑ کی زبان پر یہ شعر تھا۔

اِنْ تَعْقِرُوْا بِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحُرِّ

اَشْجَعُ مِنْ ذِیْ لِبَدٍ ھِزَبْرٍ

یعنی میرے گھوڑے کو زخمی کر دیا تو کیا ہوا۔ میں شیر سے بڑھ کر بہادر

اور شریف ہوں۔

ابن مشرح کہتا تھا کہ حرؑ کی طرح تیغ زنی کرتے ہوئے میں نے آج تک کسی کو

[illegible] دیکھا

[illegible] لی جس کی نظر ان کی نظر سے	زمین پر گر پڑا اس کے مُنھ سے
جسے کہتے ہیں سب شمشیر کا حشر	فزوں تر تھا وہ ہر شیر ببر سے

امام کی نظر حرؑ کی طرف

حضرت حرؑ پا پیادہ جنگ میں اس طرح مصروف تھے کہ ان کے جہاں منھ
[illegible] سے کا شعلہ لپک رہا تھا۔ اور تیر و غضب کی آگ مشتعل ہو چکی تھی —
[illegible] یزیدی فوج نے جناب حرؑ کی جنگ کا یہ انداز دیکھا تو پیادہ اور سوار
[illegible] کے سامنے سے ہٹنے لگے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ حرؑ پا پیادہ جنگ

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۵۰

[2] استشہاد الحسین ص ۲۱

کرتے ہیں تو آپ نے اُن کے لیے ایک بہترین گھوڑا بھیج دیا۔ جب پر سوار ہو کر حضرت حُر اس کی جولانیاں دکھانے لگے۔ یزیدی لشکری جھتوں کی صُورت میں آپ کے سامنے آتے اور بہادری کا طوفان دیکھ کر منتشر ہو جاتے۔

حضرت حُر نے چاہا کہ دوبارہ واپس جا کر امام کی بارگاہ میں حاضری دے لیں۔ کہ ہاتف کی آواز آئی! اے حُر واپس نہ جانا کیونکہ حوران بہشتی تیری آمد کی منتظر ہیں۔ پس حضرت حُر نے امام حسینؑ کی طرف رُخ کیا اور ساتھ ہی عرض کی۔ اے ابن رسُول خدا! میں آپ کے نانا کی خدمت اقدس میں جا رہا ہوں اگر کوئی پیغام ہو تو دے دیں۔

امام نے روتے ہوئے فرمایا اے حُر شاد باش کہ ہم بھی تیرے پیچھے آ رہے ہیں۔

حُر جنت میں

امام حسین علیہ السّلام کے لشکر میں شور مچ گیا اور حضرت حُر دشمن کے لشکر سے جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ اُن کا نیزہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے تیغ آبدار کھینچ لی اور جس کمینے کے سر پہ وار کرتے اُسے سینے تک چیر دیتے اور جس کی کمر پہ وار کرتے اُسے دو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیتے۔ آپ کبھی میمنہ پر حملہ کر کے یزیدیوں کے لشکر میں گھس جاتے اور کبھی میسرہ پر حملہ کر کے تتر بتر کر دیتے اسی طرح بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے آپ قلب لشکر میں گھس کر ابن سعد کے پرچم بردار تک پہنچ گئے تاکہ اُسے پرچم سمیت دو ٹکڑے کر دے کہ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لو اور اپنے گھیرے سے نہ نکلنے دو، چنانچہ یزیدی لشکر نے اُن پر یک لخت حملہ کر دیا اور چاروں طرف سے وار کرنے لگے۔

حضرت حرؓ اس گروہ کے درمیان نہایت جوش و خروش اور بہادری سے
رہے تھے کہ اچانک قسورہ بن کنانہ نے ان کے سینے پر نیزہ مارا جو ان کے
میں گھس گیا۔ جناب حرؓ سرگرمی سے جنگ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنا
دیکھا اور قسورہ کو دیکھا کہ اس نے نیزہ مارا ہے اور اس کے سر سے خود الگ
چکا ہے تو انہوں نے اس کے سر پر تلوار کا وار کیا جس نے قسورہ کو سینے تک
دیا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔

حضرت حر رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے گر پڑے اور نعرہ لگایا۔ — یَابْنَ
رَسُوْلِ اللّٰہِ اَدْرِکْنِیْ ؎ اے رسول خدا کے بیٹے میری مدد کو پہنچو! —
امام نے گھوڑا دوڑایا اور دشمنوں کے سامنے پہنچ گئے پھر آپ نے گھوڑا
چھوڑ دیا اور زمین پر بیٹھ کر حضرت حرؓ کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنے دامن
سے ان کے رخساروں کو صاف کرنے لگے۔ حضرت حرؓ میں جان کی تھوڑی سی رمق باقی
تھی، انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ ان کا سر حضرت امام حسینؓ کی آغوش میں ہے
مسکراتے ہوئے عرض کی، اے ابن رسول اللہ! آپ مجھ سے راضی ہو گئے! امام
حسین علیہ السلام نے فرمایا میں تجھ سے خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو۔
حضرت حرؓ نے یہ بشارت سنی تو بقیہ جان کو جانان پر نثار کر دیا۔ — حضرت
امام عالم مقام علیہ السلام نے جناب حرؓ کا مرثیہ کہا۔

بقول حاکم نخشی امام نے تین شعر کہے ان میں ایک یہ ہے۔

لَنِعْمَ الْحُرُّ حُرُّ بَنِیْ رِیَاحٍ
صَبُوْرٌ عِنْدَ مُخْتَلِفِ الرِّیَاحِ ؎

؎ روضۃ الشہداء ص ۳۶۱۔

"حُر! خود یا حُر کا حُر بہت خوب ہے، ہر قسم کی آندھیوں کے تحت یہ بہت بڑا حصار ہے۔"

خوشا کہ خود کو ترا نے میں آند کیا — کہ جان کو جان محمد پہ تھا نثار کیا

نثار جاؤں میں تجھ پر اے حُر کرب بلا

تمہاری یاد نے ہر دل کو بے قرار کیا

حُر کے بھائی کی شہادت

حضرت حُر رضی اللہ عنہ کے بھائی جناب مصعب نے دیکھا کہ حضرت حُر شہادت کے پروں سے گلستان قدس کو پرواز کر چکے ہیں تو وہ بارگاہِ امام میں اجازت کے لیے حاضر ہوئے حضرت امام سے اجازت کے بعد میدان جنگ میں شیر ببر کی طرح اُترے جناب مصعبؓ مردانہ وار بہادری کے ساتھ دشمن سے لڑتے رہے اور کئی دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر شربتِ شہادت نوش کر کے اپنے بھائی سے جا ملے۔

حُر کے بیٹے کی شہادت

حضرت حُر کا بیٹا علیؓ کوفہ کے لشکر میں تھا جب اس نے اپنے باپ اور چچا کو شہید ہوتے دیکھا تو خود پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے غلام سے کہنے لگا۔ آؤ گھوڑوں کو پانی پلا لائیں۔ چنانچہ دونوں امام عالی مقام کے لشکر کی طرف چل دیئے۔ جب علی بن حُر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو گھوڑے سے اُتر کر آپ کے قدموں کو بوسہ دیا اور اپنے باپ کی لاش پر بیٹھ کر ان کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا ۔۔۔۔[۱]

---

[۱] روضۃ الشہداء ص ۱۸۱۔

نے فرمایا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے عرض کی حضور میں آپ پر قربان ہونے والے حُر کا بیٹا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ تاکہ آپ پر اپنی جان قربان کروں ـــ اور ـــ اَلْوَلَدُ الْحُرُّ یَقْتَدِیْ بِآبَائِہٖ[1] ـــ (یعنی حُر کے بیٹے نے اپنے آبا کی پیروی کی) کے نکتے کا اظہار کروں ـــ اور گویا ہوئے ـــ

میں لختِ دلِ فاطمہ زہرا پہ مروں گا
حُر جیسے جری بابا کی تقلید کروں گا

امام نے اس کے لیے دُعا فرمائی اور وہ آپ سے اجازت لے کر میدان جنگ میں آگیا۔ لشکرِ شام سے ایک مسلح شخص اس کے سامنے آیا تو علی بن حُر نے بغیر کوئی بات کیے اس کے سینے میں نیزہ اتار کر زمین پر گرا دیا۔

ظالم و بے داد کو نیچے گرا سکتا ہوں میں
سرکشوں کے سر قلم کر کے اڑا سکتا ہوں میں

ابنِ حُر ہوں اور ریاحی نسل کا ہوں نوجواں
دشمنِ آلِ محمّد کو مٹا سکتا ہوں میں

بعد ازاں دشمن کے لشکر سے ایک اور شخص آیا تو ابن حُر نے اُسے بھی قتل کر دیا امام علیہ السلام نے بلند آواز سے اُسے آفرین کہا اور ساتھ ہی اُسے دُعا دی کہ اُس کے باپ پر خدا کی آفرین ہو جس نے تیری پرورش کی اور اُس ماں پر جس نے تجھے جنا۔ آخر سپاہ یزید نے اُسے گھیرے میں لے لیا اور وہ لڑتا لڑتا جامِ شہادت نوش کر کے اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جا ملا۔

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۸۱۔

حُر کے غلام کی شہادت

حُر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کا نام عُزرہ تھا، وہ اپنے آقا کے لیے رو رہا تھا اور اس کے دل کو جدائی کی آگ نے بھون دیا تھا۔ اُس نے گھوڑے کو دوڑایا اور میدان کارزار میں پہنچ کر زبردست جنگ شروع کر دی اور متعدد دشمنوں کو قتل کر کے امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا — اور عرض کی۔ اے ابن رسول اللہ! میں نے گستاخی کی کہ آپ کی اجازت کے بغیر میدان جنگ میں کود پڑا، آپ اپنے کرم سے میرا عذر قبول فرمائیں کہ میں جنگ کے طور طریقوں سے نا واقف ہوں مگر اپنے آقا زادے کے فراق میں جل رہا ہوں — میں چاہتا ہوں کہ آج آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کر دوں اور کل میدان محشر میں اپنے آقاؤں پر فخر کروں۔ امام نے اُسے شاباش دی اور وہ پورے سرور انبساط کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنے آقا حُر کے پاس پہنچ گیا اور قصرِ شہادت سے متاعِ سعادتِ جاودانی خرید لی۔[1]

زہیر بن حسان اسدی

زہیر بن حسان اسدی قبیلہ بنی اسد سے تھے اُن کا قبیلہ کربلا معلیٰ سے زیادہ دُور نہ تھا آپ نے اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کو چھوڑا اور امام پاک کی خدمت میں آ گئے تھے یہ نہایت بہادر اور جنگی مہارت رکھنے والے عقلمند انسان تھے اور جنگ میں فتحیاب ہوتے تھے۔

---

[1] روضۃ الشہدا ص ۲۸۲۔

ابن سعد نے سامر ازدی نامی ایک بہادر اور جنگ جو شخص کو میدان میں بھیجا۔ سامر
تیز طرار گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکلا اور اپنا نام ظاہر کر کے مبارزت طلب
کی۔ اس موقع پر جناب زہیر بن حسان اسدی "جن کا پیچھے تعارف لکھا ہے" نے
امام کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر ادب سے عرض کی۔ اے رسول خدا کے بیٹے میدان میں آنے والا
شخص نہایت دلیر، بہادر، جنگ جو اور صف شکن ہے۔ اس کے مقابلے کے لیے
مجھے اجازت فرمائیں۔ تاکہ اس کی لاف و گزاف کا پرچم قہر کی تیز ہواؤں کے ساتھ
سرِ میدان ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔

امام نے اجازت فرمائی جناب زہیرؓ غضبناک ہو نکلے اور سامر ازدی کو روک
کر اس کے سامنے آ گئے۔ سامر نے جب حضرت زہیرؓ کو دیکھا تو تھر تھر کانپنے لگا اور انہیں
نصیحت کے انداز میں کہنے لگا۔ اے میدان جنگ کے شہسوار، تجھے شرم نہیں آتی کہ
اپنے مال و منال اور اہل و عیال کو چھوڑ کر حسینؑ کو تقویت پہنچانے کے لیے میدان میں
نکل آیا ہے۔

جناب زہیرؓ نے فرمایا۔ او بزدل کمینے شرم تجھے آنی چاہیے تھی کہ تو اللہ کے
آخری رسول کی آل پر تلوار اٹھاتا ہے اور فانی دنیا کی خاطر آخرت کو برباد کر رہا ہے۔
سامر کوئی اور بات کرنا چاہتا تھا کہ زہیرؓ نے اس کے منہ پر نیزہ مارا جس کی نوک اس کی
گدی سے پار ہو گئی اور وہ اسی وقت جہنم رسید ہو گیا۔

بعد ازاں جناب زہیر نے ابن سعد کے سامنے آ کر بلند آواز سے کہا۔ اے اہل
عراق جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں زہیر بن حسان
اسدی ہوں۔ تم میں کون ہے جو باہر آ کر میرے ساتھ مقابلہ کرے۔ اہل شام و عراق
نے جناب زہیر کا شہرہ آفاق نام سن رکھا تھا اور تھوڑی دیر پہلے اس کی بہادری اور دبدبے
کا مظاہرہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ اسی لیے انہوں نے سر جھکا دیئے اس پر

ابن سعد نے اپنی فوج کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔ یہ کیسی بزدلی اور بے ہمتی ہے جو تم لوگوں نے اختیار کی۔ بالآخر ایک شخص میدان میں آیا جس کا نام نصر بن کعب خثعمی تھا۔ وہ رؤسائے کوفہ اور سرداران عرب میں سے ایک بہادر شخص تھا اور اُسے ایک سو بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور زہیر کے پاس آکر کہنے لگا۔ اے شجاع عرب! تو نے خود کو نعمتوں سے الگ کر لیا۔ اپنے قبیلے اور چچازاد بھائیوں کو چھوڑ دیا ہے۔ آ میرے ساتھ میں تجھے ابن زیاد کے پاس لے چلتا ہوں تاکہ تو مصیبتوں کے خارزار سے راحت و بہجت کے گلزار میں پہنچ جائے۔

حضرت زہیرؓ نے فرمایا۔ او لعین۔ ابن زیاد خبیث کی غلامی میں بدعت کے کانٹے دین کے دامن میں اُلجھ جاتے ہیں۔ اور امام پاک کی غلامی کے گلستان میں ہر وقت، حقیقت کی نہر کی گود سے معرفت کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور میں اس وقت امام کی محبت کے گلشن سے مرادوں کے پھول چن رہا ہوں۔

نصر، جناب زہیر کو باتوں میں اُلجھا کر حملہ کرنے کی کوشش میں تھا کہ آپ اس کے ارادے کو بھانپ گئے اور اس کی دوسری بات کا جواب دینے کی بجائے نیزے کے ایک ہی وار سے اُسے صحرائے عدم میں پہنچا دیا۔

نصر کا بھائی صالح بن کعب میدان میں آیا جناب زہیر نے اس کی طرف نیزہ چلایا! جس سے اس کا گھوڑا زخمی ہو گیا اور بھاگتے ہوئے اُسے اپنی پشت سے گرا دیا۔ گھوڑے سے گرتے وقت صالح کا پاؤں رکاب میں اُلجھ گیا اور گھوڑا دوڑنے لگا اور گھوڑے نے دوڑتے دوڑتے ایک ایسی دولتی جھاڑی جس سے وہ دشمن آل رسول جہنم رسید ہو گیا

پھر نصر کا بیٹا کعب بن نصر جو اپنے باپ سے زیادہ بہادر اور طاقت ور تھا وہ اپنے باپ اور چچا کا انتقام لینے کے لیے گھوڑے پر نعرے لگاتا ہوا آیا حضرت زہیرؓ کے مقابلے کے لیے سامنے آیا۔ ابھی وہ اپنی سانسیں ہی درست کر رہا تھا کہ زہیر نے

اس کی ناف پر نیزہ مارا جو اس کی پشت سے پار ہو گیا۔
بس پھر کیا تھا جو بھی سامنے آیا خون میں ڈوبتا چلا گیا اور آپ نے ایک
ہی ساعت میں ستائیس سواروں کو خاک میں ملا دیا۔
مفسر قرآن ملا حسین کاشفیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت زہیر نے پچاس سواروں کو گرا دیا
اور آپ کے جسم پر نوے زخم لگے۔
آخر کار ابن سعد اور حجر بن حجار کی ایک بزدلانہ چال سے تین سو سواروں کے گھیرے
میں آ گئے اور شیث بن ربعی نے پیچھے سے نیزے کا وار کیا۔ جس سے آپ کی زرہ
کی کڑیاں ٹوٹ گئیں اور نیزہ آپ کے کندھے پار ہو گیا۔ آپ نے نیزہ پھینک دیا
اور تلوار کھینچ کر دائیں بائیں دشمنوں پر وار کرتے رہے۔

شہادت کا جام۔ ساقی کے قدموں میں

امام عالی مقام علیہ السلام نے اس حال کا مشاہدہ فرمایا تو اپنے خدام کو حکم دیا کہ
زہیرؓ کو یہاں لایا جائے۔ چنانچہ امیر المومنین علیؓ کے غلام سعد دس سواروں کے ساتھ میدان
میں گئے اور زہیرؓ کو گھیرنے والے سواروں پر حملہ کر دیا اور جناب زہیر کو ان کے درمیان سے نکال
لائے۔ جناب کے جسم سے بارش کے قطروں کی طرح خون ٹپک رہا تھا۔ امام اس کی
یہ حالت دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور زہیر کے سرہانے کھڑے ہو گئے کچھ
دیر کے بعد زہیرؓ نے آنکھ کھولی تو تمام قوت کو جمع کر کے اپنا چہرہ امام کے قدموں میں
رکھ دیا۔
امام نے فرمایا اے زہیر بات کر اور جو تیرے دل میں ہے اُسے ظاہر کر تاکہ
اس کے مطابق تیرے حق خدمت ادا کروں۔ زہیر نے عرض کیا۔ اے ابن رسولؐ میرے لیے
مصفی اور شیریں پانی کا ایک جام لایا گیا ہے۔ آپ تھوڑی دیر توقف فرمائیں تاکہ میں

پانی پی لوں۔

امام نے فرمایا۔ جنت کے لوگ زہیر پر فخر و ناز ہوتے ہیں اور بہشت کی شراب طہور اس کے سامنے ظاہر کی گئی ہے۔

پھر کیا تھا۔ جناب زہیر نے منہ کھولا اور کسی نے کوئی چیز اس کے منہ میں ڈال دی اور اسی وقت اُن کی روح کا طائر فلدبریں کی طرف پرواز کر گیا اور امام حسین یہ منظر دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا کہ زہیر کو مبارک ہو کہ وہ اُس جہاں میں میرا ہمسایہ ہوگا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(روضۃ الشہداء ص ۳۰۳ تا ۳۰۴)

حضرت بریر بن حضیر کی شہادت

حضرت بریر بن حضیر ہمدانی جو ایک عمر رسیدہ زاہد اور پاکیزہ طبیعت کے مالک بزرگ تھے۔ حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو کے اجازت طلب کرنے کے بعد میدان جنگ میں تشریف لے گئے رجز پڑھتے ہوئے نہایت کر و فر اور رعب دار آواز میں فرمانے لگے۔ اے مسلمانوں کو قتل کرنے والے! اور پیغمبر آخر الزماں کی اولاد کا خون بہانے والو آگے بڑھو تا کہ میں تمہیں تمہارے کیے کی سزا دوں چنانچہ جو بھی اُن کے سامنے آتا اپنا سر کٹوا بیٹھتا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۲)

مباہلہ

دوران کارزار جب یزیدی ان سے تنگ آ گئے تو انہوں نے یزید بن معقل کو آپ کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ کیا۔ یزید بن معقل اسلحے سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا اور حضرت بریر کے پاس آ کر کہنے لگا۔ اے بریر میرا گمان ہے کہ تو جملہ گمراہوں میں سے ایک ہے۔ آپ نے فرمایا: آ تا کہ مباہلہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تاکہ

تا ہے وہ حق والے کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ ابن معقل اس بات پر رضامند ہو
دونوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ الہٰی ہم دونوں میں سے جو حق پر ہے اُسے فتح سے ہمکنا
ن کے ساتھ ہی یزید بن معقل نے حضرت بریر پر تلوار کا وار کیا جسے خالی دیکھ حضرت
نے اس کے سر پر تلوار ماری جو اسے سینے تک چیرتی چلی گئی۔ یزید بن معقل کو
رنے کے بعد بریرؓ امام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ حضرت امامؑ نے اُسے جنّت کی
رت دی اور وہ پاک اعتقاد بزرگ اس بشارت سے خوش ہو کر میدان میں آگئے
ابن اوس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت امام نے اُن کے لیے مغفرت طلب
تے ہوئے فرمایا "اِنَّ بُرَیْرًا مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ"[1] یقیناً
اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے ہے۔ حضرت بریرؓ کو شہید کرنے والے بجیر
وس کا چچازاد بھائی عبداللہ بن جابر اس کے پاس آیا اور کہا اے بجیر تو نے بریرؓ کو
کر دیا۔ خدا کی قسم وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب متقی اور پاکباز بندے تھے کہ ابن اوس
ان ہو کر لشکر گاہ سے باہر نکل آیا اور اس پر خوف طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ
ورکرتا ہوا مر گیا۔ اور خونِ ناحق عرصہ گاہ قیامت میں اپنے ساتھ لے گیا۔

وہب کی شہادت

وہب نہایت حسین نوجوان تھے کہ ان کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے تھے
ان کی والدہ نے کہا کہ جاؤ نواسۂ رسولؐ پر جان نچھاور کرو۔ وہب نے جب اپنی
یا بتا دلہن سے بات کی کہ میں چاہتا ہوں کہ شہزادۂ کونین پر اپنی جان قربان کر دل
اشعار بیوی نے جواب دیا۔ کاش شریعت میں عورتوں کو جنگ کرنے کی اجازت

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۳

ہوتی تو میں بھی شہزادۂ رسول پر اپنی جان نثار کرتی۔ مجھے یقین ہے کہ جو بھی آج امام پر اپنی جان قربان کرے گا۔ اُسے بہشت بریں میں داخل کیا جائے گا۔ آج میرے ساتھ چل کر نواسۂ رسول کے روبرو میرے ساتھ عہد کرو کہ میرے بغیر بہشت میں قدم نہیں رکھو گے اور وہاں میرے رفیق زندگی رشوہر کی حیثیت سے میرے ساتھ رہو گے۔ دونوں میاں بیوی مل کر امام پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہب کی دلہن نے زاری کرتے ہوئے امام کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے رسول خدا کے بیٹے۔ میں نے سُنا ہے کہ فردوس کی حوریں اپنی آغوش کو شہیدوں کے سروں کا تکیہ بناتی ہیں اور قیامت کے دن اُن کی نوکریاں ہوتی ہیں، میرا شوہر آپ پر فدا ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ غریب پرور میرا اس کے سوا کوئی نہیں، میں چاہتی ہوں کہ میرا شوہر عرصۂ محشر میں مجھے تلاش کرے اور میرے بغیر بہشت میں نہ جائے۔ اور مجھ غربت زدہ کو آپ کے سپرد کر دے اور آپ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے سپرد کر دیں تاکہ آلِ محمدؐ کی کنیزوں میں جگہ پاؤں اور میں یقین رکھتی ہوں کہ میرا پردۂ عصمت میں میرے دامن عفت تک کسی نامحرم کا ہاتھ نہیں پہنچے گا۔ امام علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اُس خاتون کی باتیں سن کر رونے لگے۔

حضرت وہب ابن عبداللہ کلبی نے امام کے روبرو اپنی اس دلہن سے عہد کیا اور پھول کی طرح شگفتہ اور چاند کی طرح چمکتے چہرے کے ساتھ یہ رجز کرتے ہوئے میدان کا رُخ کیا

أَمِيرِي حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيرُ   لَهُ لَمْعَةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِيرِ

میدانِ کارزار میں وہب نے تیغ بے دریغ کے ایسے جوہر دکھائے کہ آسمان دنیا کی نگاہیں حیرت میں ڈوب گئیں لڑتے لڑتے شہادت کا جام نوش فرمایا وہب کی دلہن نے اپنے شوہر کی شہادت کے بعد اُن کا سر اپنی گود میں رکھا اور اپنی جان کو بھی جلیل

…کے سپرد کر دیا۔ (روضۃ الشہدا ص ۲۹۱)
حضرت وہب بہت زیادہ حسین تھے اور شیر سے زیادہ جواں ہمت تھے غالباً
…ت عبداللہ بن عمیر کلبی کے فرزند تھے جن کا گذشتہ صفحات میں ذکرِ شہادت گزر چکا
… (واللہ اعلم)

مسلم بن عوسجہؓ

صحابی رسول حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ اس وقت زخمی ہو کر گرے جب عمرو
…حجاج نے امام علیہ السلام کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ امام نے دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ اسدی
…ین پر پڑے ہیں تو آپ اُن کے پاس آ گئے اور فرمایا: "رَحِمَكَ رَبُّكَ يَا
…مُسْلِمُ"[1] اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحم کرے۔ پھر حضرت حبیب ابن مظاہر صحابی
…ول رضی اللہ عنہ حضرت مسلم اسدی کے پاس آئے اور کہا، اے مسلمؓ! مجھے تمہارے قتل
…نے کا بہت دکھ ہے۔ "اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ"[2] تمہیں جنت کی بشارت ہو۔
…حضرت مسلمؓ نے نحیف آواز میں جواب دیا — "بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ"[3] خدا
…تعالیٰ تجھے بھی خیر کی بشارت عطا کرے۔ حضرت حبیب نے کہا کہ میں جانتا ہوں
…کہ میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ ورنہ میں آپ سے کہتا کہ مجھے کوئی وصیت کرو
…جس کو میں پورا کروں۔ حضرت مسلمؓ نے یہ بات سن کر — "اُوْصِيْكَ بِهٰذَا اِلَى
الْحُسَيْنِ، اَنْ تَمُوْتَ دُوْنَهٗ"[4] امام حسین کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا
…ان پر اپنی جان قربان کر دینا۔" یہی میری وصیت ہے۔ حبیبؓ بن مظاہر نے کہا
"اَفْعَلُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ"[5] خدا کی قسم میں ایسا کروں گا۔ آخری بات پر آپ

---

[1] تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۴۶۔

کی رُوح جسمِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ مسلم بن عوسجہ کے قاتل کے نام مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمان بجلی ہیں۔

امام کے خیموں پر حملہ

ابن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ داہنی اور بائیں طرف سے خیموں پر حملہ کر کے خیموں کو اکھاڑ دو تاکہ وہ گر جائیں۔ امام کے تین یا چار سپاہی خیموں کے درمیان آ گئے اور جسے دیکھتے کہ خیمے اکھاڑ رہا ہے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیتے۔ اُن کو ہلاک ہوتے دیکھ ابن سعد نے کہا کہ خیموں کے اندر جا کر اکھاڑنے کا قصد نہ کرو۔ اَحْرِقُوْهَا بِالنَّارِ[1] اُن سب خیموں کو آگ لگا دو۔ فَجَاءُوْا بِالنَّارِ۔ فَاَخَذُوْا يُحْرِقُوْنَ[2] خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ خیمے جلنے لگے۔

خیال رہے کہ امام وہب کی شہادت کے بعد شمر لعین نے بھی ان الفاظ میں اعلان کیا تھا وَنَادٰى عَلَيَّ بِالنَّارِ حَتّٰى اُحْرِقَ هٰذَا الْبَيْتَ عَلٰى اَهْلِهٖ[3] آگ لاؤ کہ میں اس خیمہ اور ان لوگوں کو جو اس خیمے میں ہیں جلا ڈالوں شمر کے اس اعلان کو سن کر۔ فَصَاحَ النِّسَاءُ وَخَرَجْنَ مِنَ الْفُسْطَاطِ مستورات چیختی ہوئی خیموں سے باہر نکل آئیں۔ امام علیہ السلام نے آواز دے کر شمر سے کہا۔ او ذی الجوشن کے بیٹے تو آگ منگوا رہا ہے کہ میرے گھر اور اہلِ بیت کو جلا ڈالے فرمایا۔ حَرَقَكَ اللّٰهُ بِالنَّارِ[4] خدا تجھے آگ میں جلائے۔ حمید بن مسلم کے شرم دلانے پر شمر واپس لوٹ آیا۔

۱؎ طبری ج۶ ص ۲۴۹۔ ۲؎ طبری ج ۶ ص ۲۵۱

۳؎ طبری ج۶ ص ۲۵۱ ۴؎ طبری ج۶ ص ۲۵۱

[حب]یب ابن مظاہر کی شہادت

[ا]نہی لمحوں میں جناب ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صاعدی نے عرض کیا۔ یا امام!
[م]یری جان فدا ہو، میرا دل چاہتا ہے کہ نماز کا وقت قریب ہے، نماز ادا کر کے
[موت] کا جام نوش کروں۔ امام نے فرمایا، ہاں نماز کا اول وقت ہے۔ ان لوگوں سے
[کہو] اگر وہ ہمیں اتنی مہلت دیں کہ ہم نماز ادا کر لیں، یہ بات سن کر حصین بن تمیم
[نے کہا ن]ماز قبول نہ ہو گی حضرت حبیب بن مظاہر نے جواب دیا ـــ لَا تُقْبَلُ زَعَمْتَ
[الصَّلٰوۃُ] مِنْ آلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا تُقْبَلُ وَتُقْبَلُ مِنْكَ يَا حِمَارُ۔[1]
[تی]رے گمان میں آلِ رسول کی نماز تو قبول نہ ہو گی اور تیری نماز قبول ہو گی او گدھے!
[حصین] نے یہ سن کر حبیب پر حملہ کر دیا آپ نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار
[ماری جس] سے وہ الف ہوا اور ابن تمیم گھوڑے سے گر پڑا، اس کے ساتھی دوڑتے
[ہوئ]ے اور اس کو بچا کر لے گئے۔ حبیب رجز پڑھتے جاتے تھے اور شمشیر براں سے
[دشمنوں کی] فصل کاٹتے جاتے تھے۔ کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے بڑھ کر برچھی کا وار کیا جس سے
[آپ گ]ر پڑے اور اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار ماری جس سے
[آپ ب]ے ہوش ہو گئے اور برچھی کا وار کرنے والے تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر

[ز]ہیر بن قین کی شہادت

حبیب بن مظاہر کی شہادت کے بعد امام عالی مقام کے دل میں بہت صدمہ

---

[1] [ا]لطبری ج ۶ ص ۲۵۱۔

پہنچا۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو اور اپنے اصحاب کو خدا کے حوالے کیا اور جم کیا تھا گھمسان کا رَن پڑا۔ لشکریوں نے ایک دوسرے پر بھرپور حملہ کیا، ابو ثمامہ صائدی نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر دیا جو امام کے دشمنوں کے ساتھ تھا۔ زہیر بن قین نے بڑی شدت اور طوفانی انداز میں شمشیر زنی کی۔ اور ان الفاظ میں رجز پڑھتے جاتے تھے۔

آنَا زُهَيْرٌ وَاَنَا ابْنُ الْقَيْنِ   اَذُوْدُهُمْ بِالسَّيْفِ عَنْ حُسَيْنٍ[1]

میں زہیر ہوں قین کا بیٹا۔ میں تم کو تلوار کے ساتھ حسین سے پرے ہٹاتا ہوں۔

امام حسینؑ کے شانہ اقدس پر تھپکی دے کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اَقْدِمْ هُدِيْتَ هَادِيًا مَهْدِيًّا   فَالْيَوْمَ تَلْقٰى جَدَّكَ النَّبِيَّا

وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضٰى عَلِيًّا   وَذَا الْجَنَاحَيْنِ الْفَتَى الْكَمِيَّا

وَاَسَدَ اللّٰهِ الشَّهِيْدَ الْحَيَّا[2]

اے ہادی و مہدی آگے بڑھیئے۔ اپنے نانا رسول خدا، حسن مجتبیٰ، علی المرتضیٰ، اپنے چچا جعفر طیار، اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے ملاقات کیجیے۔"

اسی دوران کثیر بن عبد اللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔

نافع بن ہلال

حضرت نافع بن ہلال جملی نے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھا تھا، زہر میں بجھے ہوئے تیر چلاتے جاتے تھے۔ اور ساتھ یہ کہتے جاتے تھے۔

"آنَا الْجَمَلِيُّ آنَا عَلٰى دِيْنِ عَلِيٍّ[3]" میں جملی ہوں اور علی کے دین پر ہوں۔

---

[1] وکتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۴۔

[2] طبری ج ۶ ص ۲۴۹۔

بن حریث اُن سے مقابلہ کرنے کے لیے یہ کہتا ہوا آیا۔ اَنَا عَلٰی دِیْنِ عُثْمَانَ۔
ت نافع نے فرمایا "نہیں ہرگز نہیں" بلکہ اَنْتَ عَلٰی دِیْنِ شَیْطَانٍ[1] تو شیطان
ین پر ہے اور ساتھ ہی فوراً حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ حضرت نافع لڑتے لڑتے
زخمی ہو گئے اور آپ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور آپ زندہ گرفتار ہوئے
ین اور اس کے لعنتی ساتھی نافع کو دھکیلتے ہوئے ابن سعد کے پاس لائے۔ ابن
نے پوچھا۔ نافع تو نے یہ کیا؟ آپ نے جواب دیا میں نے جو کچھ کیا خدا اُسے
جانتا ہے۔ اور اس وقت آپ کی داڑھی مبارک پر خون بہتا جاتا تھا اور آپ
ہے تھے اے ابن سعد میں نے زخمیوں کے علاوہ تمہارے بارہ شخصوں کو قتل کیا ہے اور
ذرا بھر بھی پشیمانی نہیں ہے۔ اگر میرے بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو تم مجھے اسیر
شمر نے ابن سعد کو کہا اس کو قتل کر دیں۔ ابن سعد نے کہا تو ہی ان کو لے کر آیا ہے
ب قتل بھی تو ہی کر۔ شمر تلوار سونت کر اُٹھا۔ حضرت نافع نے فرمایا — اَمَا
ـهِ یَا شِمْرُ — لَوْ کُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَعَظُمَ عَلَیْكَ۔ اَنْ
ی اللّٰهَ بِدِمَائِنَا — فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مَنَایَانَا عَلٰی یَدَیْ
لِ خَلْقِهٖ[2] اے شمر خدا کی قسم۔ اگر تو مسلمانوں میں سے ہوتا تو ہمارے خون کے
اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا تجھے گوارا نہ ہوتا۔ اس خدائے ذوالجلال کا شکر ہے جس
ری موتیں اپنی مخلوق کے بدترین لوگوں کے ہاتھوں مقدر کی ہیں۔ پھر آپ کو
نے شہید کر دیا۔

شدید حملہ

پھر شمر لعین نے بہت سی فوج لے کر امام علیہ السلام کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا یہاں

---

[1] طبری ج ۶ ص ۲۴۹۔

[2] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۴۔ طبری ج ۶ ص ۲۵۳۔

تک کہ وہ امام کے قریب پہنچ گئے۔ جب امام کے اصحاب نے دیکھا کہ اُن پر شدید دباؤ ہے اور یہ کہ اب نہ وہ اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں نہ امام علیہ السلام کی حفاظت تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب کے سب نواسۂ رسُول کی حفاظت میں لڑتے لڑتے اُن کے سامنے شہید ہو جائیں۔ چنانچہ عزرہ غفاری کے دو بیٹے عبدالرحمان اور عبداللہ امام کی خدمت میں پیش ہُوئے عرض کیا۔ اے ابُو عبداللہ آپ پر سلام ہو، دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ آپ کا دفاع کرتے ہُوئے آپ کے سامنے شہید ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا مرحبا میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ دونوں آپ کے قریب ہو گئے اور برسرِ پیکار ہو گئے اور اس مضمون کے شعر پڑھنے لگے۔

بنُو غفار نے واقعی جان لیا ہے۔ اور بنی نزار کے بعد بنی خندف نے بھی کہ ہم فاسق و فاجر گروہ کو شمشیرِ براں کے ساتھ ضرور قتل کریں گے۔ اے لوگو! پاک لوگوں کی اولاد کا مشرقی تلواروں اور لہراتے ہُوئے نیزوں کے ساتھ دفاع کرو۔

اس کے بعد آپ کے جان نثار ایک ایک دو دو کر کے آپ کے پاس آتے آپ کو سلام کرتے اور جنگ میں کُود پڑتے۔ یہاں تک کہ قتل ہو جاتے۔

○ پھر عابس بن ابی شبیب آئے اور عرض کیا یا امام! خدا کی قسم اس رُوئے زمین پر کوئی قریب و دُور کا رشتہ دار مجھے آپ سے بڑھ کر پیارا نہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللهِ اِشْهَدْ لِيْ اَنِّيْ عَلٰى هَدْيِكَ[1] اے ابُو عبداللہ آپ پر سلام ہو۔ گواہ رہنا کہ میں آپ کی ہدایت پر قائم ہوں۔ پھر تلوار سونت کر میدان میں چلے گئے۔ اُن کی پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔ وہ ایک بہادر شخص تھے انہوں نے میدان میں جا کر للکارا ہے۔ کہ کوئی آدمی جو میرے مقابلے میں آئے؟ ہے کوئی مبارز

---

[1] البدایہ، ص ۱۰۵۔

قبول کرنے والا۔ لیکن انہوں نے آپ کو پہچان لیا۔ اس لیے کوئی اُن کے مقابلے میں نہ نکلا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ اس پر پتھر برساؤ۔ چنانچہ ہر جانب سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ جب جناب عابس نے یہ حالت دیکھی تو اپنی زرہ خود ہی اتار کر پھینک دی اور یزیدی فوج پر حملہ کر دیا اور دو سو سے زائد آدمیوں کو اپنے سامنے سے پیچھے دھکیل دیا۔ پھر ہر طرف سے لوگ اُن پر ٹوٹ پڑے اور آپ شہید ہوگئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۵)

جابری جوان

جناب سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع دونوں آپس میں چچا زاد تھے اور ماں دونوں کی ایک تھی۔ یہ دونوں جابری نوجوان روتے ہوئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے بچو! کیوں روتے ہو۔ واللہ میں جانتا ہوں کہ اب سے تھوڑی دیر بعد تم بہت خوش ہو جاؤ گے انہوں نے جواب دیا۔ ہم آپ پر قربان ہو جائیں، ہم اپنے لیے نہیں روتے۔ آپ کے حال پر رونا آتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ گھیرے میں ہیں اور ہم آپ کو بچا نہیں سکتے آپ نے فرمایا جَزَاكُمَا اللّٰهُ يَا بَنِي أَخِي بِوَجْدِكُمَا مِنْ ذٰلِكَ وَمُوَاسَاتِكُمَا إِيَّايَ بِأَنْفُسِكُمَا أَحْسَنَ جَزَاءِ الْمُتَّقِينَ (طبری ج ۶ ص ۲۴۷) اے فرزندو! میری حالت پر مغموم ہونے کی ——— اور میرے ساتھ ہمدردی کرنے کی اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ایسا ثواب عطا فرمائے جو نیک بندوں کو عطا کرتا ہے۔ دونوں نوجوان جابری آگے بڑھے اور مڑ مڑ کر آپ کی طرف دیکھتے اور کہتے جاتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ——— اے رسول اللہ کے بیٹے آپ پر سلام ہو۔ امام جواباً فرماتے ——— وَعَلَيْكُمَا السَّلَامُ ک

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ (طبری ج ۵ ص ۴۵۲) تم دونوں پر سلام اور خدا کی رحمت ہو۔ دونوں نے سخت جنگ کی اور امام کے حق لڑتے ہوئے دونوں شہید ہو گئے۔

گیارہ سال کا بچہ

ایک خاتون اپنا گیارہ سالہ اکلوتا بیٹا لے کر کربلا کے میدان میں حاضر ہوئی وہ اپنی ماں کے ساتھ امام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا! اے رسول خدا کے فرزند یہ میری ماں ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم آلِ رسول کے نام پر اپنی جان قربان کر دو۔ یا امام مجھے بھی جامِ شہادت نوش کرنے کی اجازت فرمائیں۔ امام علیہ السلام ان ماں بیٹے کے جوشِ عقیدت اور جذبہ محبت سے بہت خوش ہوئے۔

پھر ماں نے عرض کیا! اے نواسۂ رسول! میرا یہ ایک ہی بیٹا ہے اور باپ اس کا فوت ہو چکا ہے، میں یہ چاہتی ہوں کہ میرا یہ بیٹا آپ پر جان قربان کر دے۔ تاکہ میرے بھی دونوں جہان سنور جائیں۔ میرا بچہ آپ پر فدا ہو جائے تو میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں، ماں، بیٹے کے جذبہ جہاد، شوقِ شہادت آلِ رسول کے ساتھ نیازمندی اور بار بار اصرار کو دیکھ امام علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔ اور ساتھ ہی اس بچے کی نو عمری دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ آپ نے بچے کو پیار کیا اجازت فرمائی اور میدانِ کارزار میں بھیج دیا۔ یہ گیارہ سالہ بچہ امام سے اجازت لے کر آپ کو اور ماں کو سلام کر کے ہاتھ میں خنجر لے کر میدان کارزار میں وارد ہوا۔ اور ظالموں سے خوب مقابلہ کیا، چند شریروں کو مار ڈالا اور خود سر کٹا کر سرفراز ہوا! اس کی ماں نے اپنے بچے کا سر اٹھایا اور چوم کر کہنے لگی ـــ اَحْسَنْتَ یَا سُرُوْرَ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ۔

لہ حیات الحق ج ۲ ص ۷۷ بحوالہ شہادت سید الابرار ص ۴۴۹۔

بالش اے میرے دل کے سرور اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اور پھر امام کے بلانے پر خیموں میں آگئی۔

عبداللہ بن مسلمؓ

حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے حضرت عبداللہ نے بارگاہِ امام میں حاضر ہو کر میدان میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا بیٹا ابھی تو تیرا باپ مسلمؓ کی جدائی کا داغ آسودہ نہیں ہوا اور تیرے ننھے بھائیوں کا غم بھی مندمل ہے۔ اس وقت تو اپنی جدائی کے سوز سے مجھے آتشِ ہجراں میں نہ ڈال کہ تو مسلم بن عقیل کی یادگار ہے۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! آپ کو اس معبودِ برحق کی ذات کی قسم جس نے آپؐ کے نانا کو حق کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ مجھے میدان میں جانے دیں تاکہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کروں اور اپنے باپ کے پاس پہنچ کر آپ کا سلام پیش کروں جنہوں نے سب سے پہلے آپ پر اپنی جان قربان کی۔

حضرت امام عالی مقام نے عبداللہ کو اپنی آغوش میں لے کر فرمایا۔ اے میرے چچا کے بیٹے کی یادگار! دنیا سے ہماری مصاحبت ختم ہو چکی ہے، جاؤ اجازت ہے۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔ حضرت عبداللہ نے میدان میں جا کر جب مبارزت طلب کی تو ابن سعد نے قدامہ بن اسد فزاری کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ قدامہ فنِ حرب میں بہت ماہر تھا اور بہادری میں نام رکھتا تھا۔ اس نے عبداللہ بن مسلم کے سامنے آ کر چالبازی سے کام لیا اور آپ کے آگے اپنا گھوڑا دوڑانے لگا۔ چونکہ آپ کا گھوڑا پیاسا تھا اس لیے آپ نے نیزہ پھینک دیا اور تلوار سونت کر ایک طرف کھڑے ہو گئے

قدامہ نے دیکھا کہ مسلمؓ کے بیٹے کے ہاتھ میں نیزہ نہیں ہے تو وہ خوش ہو کر اپنے گھوڑے کو چھیڑتا ہوا ہاشمی نوجوان کے سامنے آ کر آپ کو نیزہ مارا۔ آپ نے اس کا وار

خالی کر دیا۔ قدامہ نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا لیکن آپ نے اس کے چہرے پر تلوار ماری
جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کمربند سے پکڑ کر اٹھایا
اور زمین پر دے مارا جس سے وہ ظالم مر گیا اور آپ نے اپنا گھوڑا غلام کے سپرد کیا
اور قدامہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور زمین پر سے اپنا نیزہ اٹھا لیا۔ علامہ کاشفی کہتے
ہیں کہ قدامہ نے جب عبداللہ بن مسلم کی شجاعت دیکھی تو ابن سعد سے کہنے لگا۔ اے سالار
فوج یزید! میں نے بڑے بڑے بہادروں کو دیکھا ہے لیکن اس ہاشمی لڑکے جیسا بہادر
کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اس کی زبان سے نکلنے والے آخری الفاظ تھے، پھر وہ مارا گیا۔

آپ نے قدامہ، نہروان کے غارس قمیر حمیری اور اس کے بیٹے کامل بن حمیر کے
ساتھ دشمنوں کے کئی سواروں کو قتل کیا اور زخمی کیا۔

آپ کے قاتلوں میں دو کا نام آتا ہے۔ بعض نے نوفل بن مزاحم حمیری اور عمرو بن
صبیح اودی کو عبداللہ بن مسلم کے قاتل قرار دیا ہے۔[1]

جعفر بن عقیل

حضرت جعفر بن عقیل جو امام حسینؓ کے چچا زاد بھائی تھے، نے اپنے بھتیجے کو جام
شہادت نوش کرتے دیکھا تو امام کی بارگاہ میں اجازت کے لیے حاضر ہوئے۔ اجازت ملنے
پر رجز پڑھتے ہوئے میدان میں وارد ہوئے، جو بھی آپ کے مقابلے میں آتا قتل ہو جاتا یا
زخمی ہو کر میدان سے بھاگ جاتا۔ جب وہ دنیا کے کتے میدانِ جنگ میں بے بس ہو گئے
تو ایک دم آپ کو گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے تیر برسانے لگے، پھر ایسا ہوا کہ
فرزند عقیل اپنے ہی خون سے نہا کر عبداللہ بن عزرہ خثعمی کے تیر سے جام شہادت نوش فرما
گئے۔[2]

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۱۲، فردوس آسیہ ص [2] ایضاً

عبدالرحمٰن بن عقیل

مولا علی کے بھائی عقیل کے ایک اور فرزند حضرت عبدالرحمان بن عقیل نے جب اپنے بھائی کو میدان جنگ میں بسمل کی صورت میں تڑپتے دیکھا تو بے تاب ہو کر شیر ببر کی طرح میدان جنگ میں کود پڑے اور ایسے ایسے بہادری و شجاعت کے جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے خون سے میدان کو سرخ کر دیا اور آخر کو عثمان ابن خالد اور بشر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (روضۃ الشہداء ص ۴۱۳، فردوس آسیہ ص

عونؓ و محمدؓ

حضرت محمد اور حضرت عون رضی اللہ عنہما، امام حسین کی — ہمشیرہ حضرت سیدہ زینب کے فرزند ہیں جناب امام کے بھانجے، علی المرتضیٰ کے نواسے، حضرت علی کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے لخت جگر ہیں۔

جب حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت ہوئی تو حضرت محمدؓ بن عبداللہ، حضرت زینب کے بیٹے اپنے ماموں جان امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اوج ولایت کے شہباز بلند پرواز مجھے بھی جنگ کی اجازت عطا فرمائیں۔ تاکہ اپنے دل کا مدعا اور آرزو حاصل کر سکوں اور اپنے دادا جان جناب جعفر طیار کے ساتھ بہشتی فضاؤں میں پرواز کروں اور شہادت کے پروں پر سوار ہو کر آشیانہ سعادت میں پہنچوں۔

؎ بعض لوگوں نے ان دونوں کی عمریں آٹھ نو سال لکھی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ پندرہ اور اٹھارہ کے درمیان تھے۔

خیال رہے کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ دونوں صاحبزادے اکٹھے میدان کارزار
میں نکلے تھے اور سیدہ زینب نے امام سے سفارش کی تھی کہ میرے بچوں کو میدان میں
جا کر جام شہادت نوش کرنے کی اجازت عطا کی جائے۔ اس منظر کو [illegible]
اور کچھ دوسری کتب میں اس طرح بیان کیا ہے کہ سیدہ زینب نے اپنے بچوں کو اپنے قریب
بلا کر فرمایا۔ ؎

اے میری آنکھ کے تارو! میرے جگر پارو! — تم اپنی جانوں کو ابن رسولؐ پہ وارو!
تمہاری جانوں سے پسر رسول پیارا ہے — ہر ایک چیز سے دین رسول پیارا ہے

عزیز تر ہے جہاں سے مجھے مرا بھائی
رلاتی خون کے آنسو ہے اس کی تنہائی

بچوں نے گردنوں کو جھکا کر عرض کی امی جان ہم اپنے ماموں جان اور دین اسلام
پر اپنی جانیں نثار کرنے کے لیے بہت بے تاب ہیں۔ لیکن ماموں جان امام زمن
سے اجازت لے کر آپ دیں اور ہماری سفارش فرمائیں۔

امام عالی مقام اپنی بہن زینبؑ کے خیمہ کے سامنے کھڑے تھے۔ بہن نے بھائی
کو اپنے پاس بلایا اور تمام آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرتی ہیں۔ اے بھائی میرے
مظلوم کربلا۔ ؎

ہمیشہ اپنی بہنوں کا برادر مان رکھتے ہیں — بہن کی ہر تمنا کو عزیز از جان رکھتے ہیں!
سخی ماں کے سخی بیٹے مرا دامان دل بھر دے — مجھے بھی اس جہاں میں جان خواہر سرخرو کر دے

بھائی جان! میری اک التجا ہے اسے شرف قبولیت عطا ہو۔ امام نے فرمایا بہن کھل کر بات
کرو کیا چاہتی ہو۔ عرض کیا۔ میرے بچوں کی طرف دیکھو! ؎

ذرا دیکھو تو کیسے باندھ کر ہتھیار پھرتے ہیں — صبح سے بس یونہی ان کے لیے تیار پھرتے ہیں
بنام مصطفےٰ! ان پر بھی اپنا ہاتھ رکھ لیجے — اجازت دیجیے بچے ہیں ان کی بات رکھ لیجے

بھائی جان، ماں زہراؑ ہوتی تو ان سے سفارش کراتی۔ میرے مسافر بھائی! ؎

ری اس آرزو کو آرزوئے بے نیا سمجھو — میرے بچوں کو بچا صدقۂ آلِ عبا سمجھو

امام علیہ السلام نے بہن کی بات سُنی تو بچوں کی طرف دیکھا تو وہ اپنے ماموں کے چہرے
طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح کوئی سوال کرنے کے بعد سخی کے مُنہ کی طرف
بھری نظروں سے دیکھتا ہے۔ امام نے فرمایا: بہن آج میرے ایک دل پر سینکڑوں زخم
بہن سے ان ہاتھوں سے پیاروں کے لاشے اٹھا رہا ہوں۔ اب تم کہتی ہو کہ تیرے بچوں
میدان میں بھیجوں، نہیں نہیں بہن نہیں۔ ؎

نہیں ہرگز نہیں زینب یہ دل پتھر نہیں، دل ہے — خدارا لائقِ نشتر نہیں، مرہم کے قابل ہے
ری بربادیوں کا آج خود ساماں کروں کیسے — بہن کی گود اپنے ہاتھ سے ویراں کروں کیسے

حضرت سیدہ زینب نے اصرار کیا اور کچھ روٹھ جانے کے انداز میں دوبارہ التجا
کی جس پر امام خاموش ہو گئے۔

امام کی خاموشی کو رضا سے تعبیر کرتے ہوئے جنابِ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے
صاحبزادوں کو خیمہ میں لے جا کر نئے کپڑے پہنائے اور ہتھیار سجائے اور میدانِ کارزار میں
روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ بیٹو! جاؤ جانوں کے نذرانے پیش کرو۔ خدا تمہارا حامی
و ناصر ہو۔ ؎

مگر واری ذرا ہمت سے لینا کام میداں میں — کہیں بھولے سے پانی کا نہ لینا نام میداں میں

اگر سالارِ لشکر تم سے تمہارا نام و نسب پوچھے ؎

تو تم کہنا ہماری ماں کنیزِ بنتِ سرور ہے — ہمارا باپ بچپن سے غلامِ سبطِ اصغر ہے[1]
نہ کرنا بھول کر بھی تذکرہ اپنی نجابت کا — کہ تم ہو فی الحقیقت آج سر صدقہ امامت کا

---

[1] مندرجہ اشعار ناظم صابری کے ہیں۔ مختصر

ان کو آخری سلام کر کے دونو عمر مجاہد خیمہ سے نکل کر میدان میں آئے اور پھر فوج اشقیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت محمد بن عبداللہ نے دس اور عون بن عبداللہ نے تین دشمنوں کو قتل کیا اور پھر ان کے گرد دشمن فوج کا ایک بڑا ہجوم ہو گیا تو دونوں شہزادے آسمانِ شہادت پر ستاروں کی طرح چمکنے لگے۔

عامر بن نہشل نے حضرت محمد کو اور عبداللہ بن قطبہ طائی نے جناب عون کو شہید کیا۔

باغِ زہرا کے گرے پھول زمیں پر جس دم
عالمِ کون پہ طاری ہوا ہو کا عالم

حسن کے بیٹوں کی شہادت کا تھا زینب کو گلہ
ربِ عالم سے سُنی میری تمنا کی صدا

سُن کے شبیر نے فرمایا اے کرب و بلا سُن لے
دیکھ لے تو بھی فلک تو بھی اے مقتل سُن لے

اب کے پھر اٹھتا ہوں لاشوں کو اٹھانے کیلئے
آبروئے دینِ محمد کی بچانے کے لیے
(مظفر)

وہ کیسا منظر ہو گا، جب امام حسین علیہ السلام اپنے عزیز ترین بھانجوں کے لاشے اٹھانے کے لیے میدان میں گئے ہوں گے۔ زمین کانپ اٹھی ہو گی۔ فلک پر لرزا طاری ہو گیا ہو گا۔ کربلا کے ریتلے ٹیلوں کے تپتے ہوئے ذرے بھی چیخ اٹھے ہوں گے۔ جب امام نے نو عمر خوبصورت بچوں کے لاشے دیکھ کر فرمایا ہو گا۔ اے میری بہن کے فرزند! اے جعفر طیار کے دل بندو! اٹھو! تمہیں ماں خیمے میں بلاتی ہے اٹھو!

اٹھو شہزادو! عالم کے نواسو اٹھو
اٹھو اے مالکِ کوثر کے پیاسو اٹھو

کون آیا ہے ذرا دیکھو اٹھانے تم کو
خیمۂ ثانیٔ زہرا میں لے جانے تم کو

گلشنِ دینِ محمد کا نکھار آیا ہے
دوشِ مختارِ دو عالم کا سوار آیا ہے
(مظفر)

امام حسینؑ اپنے پیارے بھانجوں کے لاشے اٹھا کر خیموں کے پاس لاتے ہیں۔ وہ منظر کس قدر المناک ہو گا کہ ایک بھائی اپنی وفا شعار اور شب زندہ دار بہن کا سرمایۂ افتخار لاشوں کی صورت میں اپنے کندھوں پر اٹھائے چلا آ رہا ہے۔ سیدہ زینبؑ کے ان پاک باز بچوں کے مزاروں پر تا قیامت انوار کا مینہ برسے۔ ج۔ م۔

...ن پیدل، دوش پر ہو کر سوار آئے	قبا پہنے لہو کی، ہو کے ماموں پر نثار آئے
...قصہ عون و محمد کی شہادت کا	خضر کی پُر خطا آنکھوں میں آنسو بار بار آئے

(خضر)

...عبداللہ بن حسنؑ

...امام حسینؑ کی بھانجوں کی شہادت کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے جواں سال ...علوم کربلا کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن حسنؑ اپنے بزرگ چچا کی خدمت میں حاضر ہوتے ...حضرت عبداللہ نہایت خوبصورت جوان تھے، ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا زمین ...یا ہو۔ آپ نے حضرت امام کی بارگاہ میں عرض کی، اے خلاصۂ خاندان رسالت، ...دودمانِ ولایت، مجھے میدان جا میں جانے کی اجازت عطا فرمائیں کیونکہ اب ...پیاروں کی جدائی برداشت نہیں۔ امام نے فرمایا، اے میرے بھائی کی یادگار! تو میرے ...میری جان کے برابر ہے، مجھے میدان میں جانے کی اجازت کیسے دوں۔ حضرت ...بن حسن نے امام حسین کو قسم دی اور اجازت لے کر میدان جنگ میں پہنچ گئے۔

...یوں فرمایا۔

اِنْ تُنْكِرُونِيْ وَ اَنَا فَرْعُ الْحَسَنْ
سِبْطِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَ الْمُؤْتَمَنْ

...نہیں مانتا پڑے گا کہ میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام حسنؑ کا بیٹا ہوں۔

جب حضرت عبداللہ میدان میں پہنچے تو مبارزت طلبی کے لیے آپ نے توقف ...یا اور تیزی کے ساتھ ابن سعد کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے اور بائیس تیر بدوں ...کو موت کے گھاٹ اتار کر فنا کے حوالے کر دیں اور ابن سعد کے قریب پہنچ گئے۔ ابن سعد نے ...شہزادہ حسن کی تیغ براں سے ڈرتے ہوئے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ دی اور بھاگ کر اپنی

فوج کے سواروں کے درمیان پہنچ گیا۔ حضرت عبداللہ میدان میں واپس آ گئے اور کچھ دیر
خود کو آسودہ کرنے کے بعد مقابلے کی دعوت دی۔

ابن سعد نے جب دیکھا کہ عبداللہ واپس میدان میں چلے گئے ہیں تو اپنے لشکر
کی پہلی صف میں آ کر لوگوں کو اس ہاشمی جوان کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے
انعام و دولت کا وعدہ کرنے لگا۔ بحتری ابن عمرو شامی نے اس کے سامنے آ کر کہا، اے
ابن سعد تو لشکر کی سپہ سالاری کس منہ سے دعویٰ کرتا ہے، جب کہ تو اس ہاشمی جوان کی
تلوار سے ڈر کر بھاگتا پھرتا ہے۔ ابن سعد نے نادم ہو کر کہا، اے بحتری جان پیاری ہے
اگر نہ بھاگتا تو عمر عزیز کو رخصت کر دیتا۔

اگر تو چاہتا ہے کہ سچی بات کہوں، تو دیکھ وہ نوجوان ابھی میدان میں کھڑا ہے اور اس
کی چشم انتظار مقابل کا راستہ دیکھ رہی ہے۔ اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے چلا جا تاکہ
تو بھی ہاشمیوں کی ضرب و گرفت کو دیکھ سکے۔

بحتری ابن سعد کی بات سن کر شرمندہ ہو گیا اور اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔
چنانچہ وہ اپنے پانچ سو سواروں کو ساتھ لے کر حضرت عبداللہ بن حسن کے سامنے آ گیا۔ امام
علیہ السلام کی صفوں سے امام حسن علیہ السلام کے غلام پیروزان اور جناب محمد بن انس جناب
اسد بن ابی دجانہ حضرت عبداللہ کی امداد کے لیے نکل آئے۔ گھمسان کا رن پڑا، شہزادہ حسن پیروزان
اور محمد و اسد کے حملے اس قدر تیز و شدید تھے کہ بحتری کے پانچ سو سواروں کو مار بھگایا، یہ اتنگ
کہ دشمنوں کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے۔

شیث بن ربعی پانچ سو سواروں کے ساتھ صف لشکر سے نکلا اور بحتری پر آواز
کستے ہوئے کہنے لگا تجھے شرم آنی چاہیے کہ تیرے یہ پانچ سو جنگجو چار آدمیوں کے سامنے
نہیں ٹھہر سکے۔

پیروزان نے دوسری بار بحتری پر حملہ کیا اور اس کے لشکر کو زیر و زبر کر دیا ابن سعد

ریں نے اُس روز حبیب و منان کی جنگ کو دیکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر اُسے پانی کا
ل جاتا تو وہ ہمارے پورے لشکر کے لیے کافی تھا۔ اُس نے ایک سو اسی افراد
اور بیس کو تلوار کے ساتھ ہلاک کر دیا۔
چاروں سوار لڑتے لڑتے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔[1]

قاسمؓ بن حسنؓ

ام حسنؓ کے دوسرے صاحبزادے جناب قاسم رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبداللہ
رت کے بعد میدانِ جنگ میں اترنے کا ارادہ کیا، لیکن بار بار عرض کرنے کے باوجود
کی اجازت نہ ملی۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے خیمہ کے دروازے تک آ کر
ب قاسم کا ہاتھ تھام کر عرض کرتی ہیں، اے وارثِ آلِ نبی! آپ کے بڑے بھائی
کا بیٹا قاسم یہ تصویرِ حسنؓ ہے۔ جنگ کرنے کی اجازت مانگتا ہے اور اجازت
لیے خیمہ میں آ کر مجھے بار بار کہتا ہے۔

خیمہ میں اُنہیں بھی بہت پُرجوش ہو اٹھی   مگر اپنی یتیمی دیکھ کر خاموش ہو اٹھی[2]

لیکن اجازت پھر بھی نہ ملی۔ حضرت قاسم خیمہ میں تشریف لائے اور پریشانی کے
الم میں زانو پر سر رکھ کر سوچنے لگے کہ اچانک انہیں یاد آیا کہ اُن کے والدِ محترم نے
ن کے بازو پر ایک تعویذ باندھ کر فرمایا تھا کہ جس مقام پر تجھے بہت زیادہ پریشانیوں
سامنا کرنا پڑے اور مصائب و آلام کی آندھیوں میں گھر جائے تو اس تعویذ کو
کھول کر پڑھنا اور جو اس پر لکھا ہو اس پر عمل کرنا۔

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۹۶ تا ۳۰۰ مطبوعہ تہران، خیابان بوذر جمہری ایران۔

[2] ناظم صابری۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس سے زیادہ مصائب کبھی نہیں دیکھے۔ چلو تعویذ کو پڑھ کر دیکھیں اُس میں کیا لکھا ہے۔

پھر آپ نے اس تعویذ کو بازو سے الگ کیا، دیکھا تو اُس پر امام حسن نے قاسم کے نام ایک حکم لکھا تھا۔ کہ جب تو میرے بھائی اور اپنے چچا حسین کو دھو کے بازشامیوں اور بے دفا کوفیوں کے درمیان صحرائے کربلا میں گھرا ہوا پائے تو فوراً اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھ دینا اور اپنی جان اُن پر نثار کر دینا۔ وہ ہر چند تجھے جنگ سے باز رکھیں گے مگر تو مسلسل گزارشات اور منت وسماجت کرتے رہنا، کیونکہ حسین پر جان قربان کر دینا شہادت کے دروازے کی کنجی اور ادراک اقبال کا وسیلہ اور سعادت ہے۔

جناب قاسم نے جب اس وصیت نامہ کو پڑھا، تو نہیں جانتے تھے کہ وہ خوشی میں کیا کر بیٹھے ہیں، تیزی سے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بوسیدہ خط کو امام کے سامنے پیش کر دیا۔ جب شاہ شہیداں نے اُس مکتوب گرامی کو دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ [1]

جو دیکھی سرورِ مجبور نے تحریر بھائی کی | تو آنکھوں میں یکایک پھر گئی تصویر بھائی کی

امام بے تابی کے عالم میں اُٹھے اور جناب قاسم کو بانہوں میں لے لیا اور زبان حال سے نکلا ہے۔

میرے رنجور دل کو اور بھی رنجور کر ڈالا | حسن تیری وصیت نے مجھے مجبور کر ڈالا
رگر نہ حشر تک پاتا نہ دشمن رنگ قاسم کو | میں اپنی جان دے دیتا نہ دیتا مگر قاسم کو

فرمایا بیٹا! اگر کیا پتہ کہ تجھے اجازت کیوں نہ ملتی تھی۔ اے تیرے جمال میں جمال حسن کا عکس ہے۔ تجھے دیکھ کر گویا امام حسن کی زیارت کر لیتا۔ تجھے دیکھتا تو چلتے ہوئے بھائی کی ٹھنڈک محسوس کرتا۔ اب نہ رو جان عم۔ جا۔ اور باپ کی وصیت کی تکمیل کر۔ اور ساتھ ہی فرمایا

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۲۱۔

زینب اٹھو! العبد رخصت ہونے والا ہے — حسنؑ کا لاڈلا فرزند رخصت ہونے والا ہے
اٹھو جلدی کہ سورج ڈھل چکا ہے کام باقی ہے؟ — کرو ہمت ابھی کچھ خدمت اسلام باقی ہے

امام جعفر محمد بن جریر الطبری نے حمید بن مسلم کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہا

خَرَجَ اِلَیْنَا غُلَامٌ کَاَنَّ وَجْهَهٗ شِقَّةُ قَمَرٍ — جب وہ نوجوان میدان میں نکلا تو اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

فِیْ یَدِهِ السَّیْفُ۔ ہاتھ میں تلوار تھی۔

عَلَیْهِ قَمِیْصٌ وَّ اِزَارٌ وَّ نَعْلَانِ۔ قمیص اور تہبند اور جوتے پہنے ہوئے تھا۔

قَدِ انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِهِمَا مَا اَنْسٰی اَنَّهَا الْیُسْرٰی۔ مجھے ابھی طرح یاد ہے کہ اس کے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔

حضرت قاسم نے میدان میں پہنچ کر رجز کے اشعار پڑھے۔ جن کا اردو زبان میں مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

خدا کے باغیو میں آگیا! ہوشیار ہو جاؤ — اجل سے جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ
جسے ہر ایک پڑھ سکتا ہے وہ حرف جلی ہوں میں — اے اندھو! جگر بند حسنؑ ابن علی ہوں میں
میں اک ادنیٰ سپاہی ہوں محمدؐ کے گھرانے کا — طریقہ مجھ کو آتا ہے سر باطل اڑانے کا
ارے قاسمؑ ہوں میں تم کو ابھی تقسیم کر دوں گا! — جو سالم ہو کے روبرو آئے گا میں دو نیم کر دوں گا

اور پھر مبارزت طلب کی جنگ چھڑنے پر آپ نے بہت سے سر تن سے جدا کر دیئے اور نامور بہادروں کے چھکے چھڑا دیئے اور لشکر اعدا میں کھلبلی مچادی۔ تھوڑی دیر پیچھے ہٹ کر دم آراستہ کیا۔ پھر آگے بڑھے۔ اور فرمایا او یزیدو! میں ہاشمی ہوں اور ہاشمی جوانوں کی یہ شان ہے۔

خدا کا قہر بن جاتے ہیں جب میدان میں آکر — در خیبر الٹ دیتے ہیں یہ نان جویں کھا کر
نہ یہ مغلوب ہوتے ہیں نہ یہ مقہور ہوتے ہیں — خدا کا حکم آجائے تو پھر مجبور ہوتے ہیں

یہ کہہ کر آپ نے مبارزت طلب کی جب کوئی مقابل نہ آیا تو آپ نے قلب لشکر حملہ کر دیا۔ حملہ اس قدر شدید تھا جس کو لفظوں میں بیان کرنا آسان نہیں۔

غرض اک برق سی لہرا کے کوندی جا بجا رن میں — سوا اس کے نہیں دیکھا کسی نے کیا ہوا رن میں

بہادر بزدلی کی داستاں کہتے ہوئے بھاگے — ستمگر الحفیظ والاماں کہتے ہوئے بھاگے

نہ اب تھا میمنہ[1]، نہ میسرہ ہی اپنی جا پر تھا — سپہ کے ساتھ، خود سالار بھی وحشی ہوا پر تھا

آپ نے سنبھل کر ابن سعد کو آواز دی۔ اور فرمایا اے سالار لشکر تیرے لشکر کو کیا ہوا۔ یہ مرد میدان کس طاقت سے خوف زدہ ہو کر بھاگے ہیں، وہ کون سی چیز ہے جس نے تیری فوج کو ہراساں کر دیا ہے۔ اے کم نظر بتا کہ تو اس کا کیا سبب ہے؟ اے ناداں تو کار قدرت کیا سمجھے گا۔ سن میں بتاتا ہوں ؎

تو سمجھا ہے جسے شاید مری شمشیر کے جلوے — وہ جلوے تھے حقیقت میں غم شبیر کے جلوے

یہ تھی بس اک ذرا سی بندۂ رحمان کی قوت — بدی کے بالمقابل نیکی و ایمان کی قوت

مگر غافل نہ ہو اے بے خبر ہم جانے والے ہیں — نہ گھبرا ہم کوئی دم میں شہادت پانے والے ہیں

غرض المختصر جلدی کسی کو بھیج دے رن میں — تمنا ہو تو خود آ کر تماشا دیکھ لے رن میں

الغرض ابن سعد نے شامی لشکر کے ایک سپہ سالار ارزق نامی پہلوان سے کہا اے ارزق تو یزید سے سالانہ دس ہزار لیتا ہے اور اپنی شجاعت کی آواز شام و عراق کے بہادروں تک پہنچاتا ہے، کیا تو میدان میں جا کر اس جوان کا کام تمام نہیں کر سکتا۔

ارزق نے کہا اے ابن سعد تو یہ بات اس شخص سے کہہ رہا ہے جو مصر و شام کی ولایت میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا ہے، نہیں ہرگز نہیں، میرے لیے اس لڑکے کے ساتھ جنگ کرنا باعث ننگ و عار ہے۔ ابن سعد نے اس پر آوازہ کستے ہوئے کہا۔ او بدبخت تیری

---

[1] میمنہ دائیں طرف کی فوج، میسرہ بائیں طرف کی فوج۔

ان پہ ضد ہو جائے، یہ شیرِ خدا کا پوتا حسن مجتبےٰ کا بیٹا اور نبیرۂ رسول ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ
سا نہ ہوتا تو اُسے ہمارے ساتھ بات کرتے ہوئے بھی عار محسوس ہوتی۔ جا اس کے ساتھ
کے جنگ کر۔ ارزق نے کہا اگر تو میرے جسم کے ٹکڑے بھی اڑا دے تو بھی میں اس کے
ساتھ جنگ نہ کروں۔ اگر تو ضد کرتا ہے تو میرے چار بیٹے ہیں، جو سب کے سب شجاعت
کے پیکر ہیں، میں ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ اس لڑکے کا سر لے آئے اور تیرا
دل اس فکر سے آزاد ہو جائے پھر اس نے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور اپنے گھوڑے سے اتر
کر اسے سوار کیا۔ ارزق کا بیٹا تنگ حلقے کی زرہ اور فولادی خود پہنے ہوئے میدان کی
طرف نکلا۔ اس نے سونے کا کمر بند باندھا ہوا تھا بہت مضبوط اور بہت لمبا نیزہ ہاتھ میں
تھامے ہوئے میدان کی طرف نکلا۔ تیر و کمان اور ترکش، خنجر اور تلوار حمائل کیے ہوئے
دیو کی طرح جھومتا ہوا چودہ سالہ نوجوان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

دوسری طرف ابن حسن کے پاس کیا تھا تہبند باندھے ہوئے گریبان پھٹا ہوا
نعلین کا تسمہ ٹوٹا ہوا سر پہ عمامہ پیوند لگا ہوا ہاتھ میں آپ کے پاس نہ توسن تھا نہ
جوشن تھا، نہ بکتر تھا، نہ خنجر تھا، نہ برچھی تھی نہ بھالا بقول شاعر ہے

نہ کاندھے پر کوئی ترکش نہ کوئی تیر ہاتھوں میں
اگر کچھ تھا تو بس دو ہاتھ کی شمشیر ہاتھوں میں

ارزق کے بیٹے نے آتے ہی نظروں نظروں میں سید قاسم کو تولا۔

مقابل آنے والے نے مقابل پر نظر ڈالی
وہیں شبیر کی آئی صدا قاسم! خدا والی

دشمن نے نیزے کا وار کیا آپ نے وار خالی دیا۔ اس نے نیزہ پھینک کر تلوار تھام
لی۔ تلوار کا وار کیا۔ قاسم نے ڈھال آگے کر دی۔ ارزق کے بیٹے کے وار نے ڈھال کے
دو ٹکڑے کر دیئے اور آپ کے ہاتھ کی پشت پر زخم آ گیا۔ آپ نے دستار پھاڑ کر
زخم پر پٹی باندھی اور اپنے مد مقابل کو آواز دی۔ ارزق کے بیٹے نے دوسری مرتبہ تلوار کا
وار کرنا چاہا تو اس کا گھوڑا سیخ پا ہو گیا اور وہ گھوڑے کی پشت سے نیچے گر پڑا اس

کا خود سر سے اُتر گیا۔ جس سے اُس کے لمبے لمبے بال بکھر گئے۔ جناب قاسم نے گھوڑے کی پشت سے جھک کر ہاتھ بڑھایا اور اس کے بالوں کو پکڑ کر ہاتھوں پر لپیٹ لیا۔ آپ کا گھوڑا بھڑک اٹھا اور اُسے میدان میں دُور تک گھسیٹتا چلا گیا۔ پھر آپ نے اس کے بال چھوڑ دیئے تو اُسے گھوڑے نے روند ڈالا جس سے اس کا بند بند ٹوٹ گیا جناب قاسم نے اس کی قیمتی تلوار اور نیزے پر قبضہ کر لیا اور کھڑے ہو کر مقابلے کی دعوت دی۔ ارزق نے جب اپنے بیٹے کو ذلت سے قتل ہوتے دیکھا تو زار و قطار رونے لگا۔ اس کے دوسرے بیٹے نے اپنے باپ کو روتے ہوئے دیکھا تو بغیر اجازت لیے میدان میں پہنچ گیا اور حضرت قاسم سے کہا او لڑکے تو نے ایسے جوان کو قتل کیا ہے جس کی نظیر پوری ولایت شام میں نہ تھی۔ جناب قاسم نے فرمایا، اے اللہ کے دشمن تجھے بھی تیرے بھائی کے ساتھ ابھی پہنچا دیتا ہوں۔ آپ نے اس کے پہلو پر نیزہ مارا جو اس کے دوسرے پہلو کے پاس نکل گیا۔ یہ نیزہ ارزق کے بڑے بیٹے کا تھا۔ اور بہت لمبا تھا۔ جس پر جناب قاسم نے قبضہ کر لیا تھا۔

پھر آپ نے تیسری بار مبارزت طلب کی تو اس کا تیسرا بیٹا کپڑے پھاڑ کر اور شور مچاتا ہوا اپنے باپ کے پاس جنگ کی اجازت مانگنے آیا۔ ارزق اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس لیے اس کو جنگ کی اجازت نہ دی، اس نے اپنے باپ کی بات نہ مانی اور گھوڑے کو تازیانہ لگا کر گالیاں دیتا ہوا حضرت قاسم کے سامنے آ گیا۔ آپ نے اس کی بے ہودہ باتیں سنیں تو اس کے پیٹ پر نیزہ مارا جو اس کی پشت سے پار ہو گیا۔

ارزق کا تیسرا بیٹا بھی جب قتل ہو گیا تو اس نے گھوڑے سے اتر کر سر پر مٹی ڈال اور اسلحہ پہن کر حضرت قاسم سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے چوتھے بیٹے نے باپ کو اس حال میں دیکھا تو باپ سے پوچھے بغیر گھوڑے کو ایڑی لگائی اور

قاسم کے سامنے پہنچ کر گالیاں بکنے لگا۔ آپ نے گالیاں دینے کی بجائے اُسے جنگ کی دعوت دی۔ ارزق کے بیٹے نے آپ پر نیزے کا وار کیا تو آپ نے تلوار کا وار کر کے نیزے سمیت اُس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ شکست کھا کر خون سے لت پت اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا، جب وہ لشکر کے قریب پہنچا تو گھوڑے سے گر کر جہنم رسید ہو گیا۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۳۵، ۳۳۶)

قاسم اور ارزق پہلوان

جب شہزادہ قاسم ارزق کے چاروں بیٹوں کا خاتمہ کر چکے تو سینہ تان کر پھر مبارزت طلب کی۔ تو ارزق جس کا جہانِ زندگی تاریک ہو چکا تھا۔ انتہائی غصے سے میدان کی طرف دیکھا اسلحہ سے مالا مال تازی نژاد گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا ہوا منہ سے کف اڑاتا ہوا اور ہذیان بکتا ہوا غصے سے لال پیلا اور غضب ناک ہو کر میدان میں نکلا۔

غرض بدست ہو کر رن میں فیل بدخرام آیا — عدو کی فوج کا رستم برائے انتقام آیا

ارزق کیا تھا؟ ایک دیو قامت پہلوان و ہزار جنگ جو بہادروں کے برابر مانا جاتا، ایک ہیبت ناک ہیکل تن، مہیب اور بھیانک شکل و صورت کا مالک، جسیم و جسیم، موٹا تازہ، ضخیم اندام، طاقت ور اور جنگ آزمودہ پہلوان تھا۔ کہتے ہیں کہ ؎

غرور و غصہ سے جس دم تھرتھراتا رن میں آتا تھا — زمیں کے ساتھ ہل کر آسماں بھی کانپ جاتا تھا

امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ چودہ سالہ نوجوان کے مقابلے کے لیے آنے والا دیو پیکر، مشہور زمانہ ارزق پہلوان آ رہا ہے، تو سجدے میں سر رکھ کر دعا مانگی الٰہی یہ ارزق شامی بڑا مغرور اور خود سر، توانا، جری، بہت ستم گر اور ظالم ہے اور اس کے بالمقابل قاسم کیا ہے نو عمر جوان، نازک اندام، بھوکا پیاسا، غریب الوطن، مسافر بے سرو سامان، یتیم کھڑا ہے۔ خدایا مدینے کے اس مسافر کو جام شہادت عطا فرمانے سے پہلے

اس کے مدِمقابل پہلوان کے غرور کو خاک میں ملا دے۔ اے ربّ ذوالجلال! اے خالق موت و حیات میری دُعا ہے کہ ؎

مجھ سے میداں میں تیغ علی کی آبرو رکھ لے خدائے لم یزل! اپنے نبی کی آبرو رکھ لے

ازرق میدان میں پہنچ کر قاسم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا او دنگ دل لڑکے تو نے میرے چاروں بیٹوں کو قتل کر دیا ہے، جن کی مثال پورے عراق و شام میں نہ تھی۔ آپ نے فرمایا غم نہ کر تجھے بھی اُن کے پاس پہنچا دیتا ہوں۔ ازرق نے جناب قاسم پر نیزے سے حملہ کیا۔ وہ وار پر وار کرتا گیا۔ آپ اس کا ہر وار رد کرتے گئے، یہاں تک کہ ازرق کے بارہ وار خالی گئے۔ پھر اس پلید نے غضبناک ہو کر جناب قاسم کے گھوڑے کے پیٹ پر نیزہ مار کر گھوڑا گرا دیا، تو جناب قاسم پیادہ ہو گئے۔ امام حسینؑ نے یہ دیکھ کر اپنا گھوڑا قاسم کے لیے میدان میں فوراً پہنچا دیا۔ سیّد زادہ اپنے چچا کے بھیجے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور ازرق پر حملہ کے لیے سینہ تان لیا۔ ازرق جس گھوڑے پر سوار تھا اُس پر سونے اور چاندی سے آراستہ مغربی زین رکھی ہوئی تھی۔ ازرق نے پھر قاسم پر وار کیا۔ آپ نے اُس کے پے درپے تین وار خالی کر دیئے اور پھر برقِ سوزاں کی مانند تلوار میان سے باہر نکالی اور بجلی کی طرح کڑکتے ہوئے نعرہ لگایا۔ کہ اب سنبھل جا۔ ازرق نے اپنی تلوار جب قاسم کے ہاتھ میں دیکھی تو کہنے لگا اے قاسم! میں نے یہ تلوار ہزار دینار میں خریدی اور ہزار دے کر اس پر زہر کی پان چڑھائی، اب اسے تیرے ہاتھ سے کیسے گراؤں گا۔ جناب قاسم نے فرمایا۔ یہ تلوار تیرے بیٹے کی یادگار ہے۔ میں چاہتا ہوں تجھے اسی تلوار سے موت کا شربت پلا کر تجھے تیرے بیٹوں کے پاس پہنچا دوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ازرق تو ایک سپاہی شخص ہے۔ کیا تیرے لیے یہ جائز تھا کہ سوار ہوتے وقت گھوڑے کے تنگ کی احتیاط نہ کرتا یہاں تک کہ تو اس کی وجہ سے سست ہو گیا ہے اور عنقریب گھوڑے کی زین اُس کی کی پشت سے گرنے والی ہے۔ ازرق نے جُھک کر گھوڑے کے تنگ کو دیکھنا چاہا تو

زادہ قاسم نے اس کے جسم کے درمیان تلوار سے پوری طاقت کے ساتھ ایک شدید ترین
ب لگائی جس نے اُسے کاٹ کر دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ امام پاک کی دعا اپنا کام کرگئی
جانے لب تشنہ سے نکلی تھی دعا پہلے کہ باب عرش سے نکلی تھی مولا کی رضا پہلے
اک آن میں وہ دشمن ایمان دو ٹکڑے تن باطل گرا ہو کر سر میدان دو ٹکڑے[1]
جناب قاسم نے ازرق کا کام تمام کرنے کے بعد قلب لشکر میں گھس گئے اور تقریباً
پیادوں اور پچاس سواروں کو قتل کرتے ہوئے لشکر شام و عراق کو درہم برہم کر دیا۔ پھر
پ گھیرا توڑ کر باہر نکلنا چاہتے تھے کہ عمرو بن سعید ازدی نے چھپ کر آپ کے سر پر وار کیا
سے آپ شہید ہو گئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ شیث بن سعد نے آپ پر نیزے کا وار کیا۔
پ کی پشت سے پار ہو گیا، جس سے آپ شہید ہو گئے۔ بعض نے لکھا ہے، جب آپ زخم
منہ کے بل گرے اور منہ سے نکلا۔ یَا عَمَّاہُ۔ اے میرے چچا جان!۔ یہ آواز سن کر
جَلَّی الْحُسَیْنُ کَمَا یُجَلِّی الصَّقْرُ۔ (امام حسین اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے
ین آتا ہے۔ ثُمَّ شَدَّ شِدَّۃَ لَیْثٍ اُغْضِبَ[2] اور آپ نے شیر غضب ناک
طرح حملہ کیا۔ عمرو بن سعید ازدی پر تلوار سے حملہ کیا۔ اُس نے تلوار کو ہاتھ سے روکا۔ اُس کا
کہنی کے پاس سے کٹ گیا۔ وہ چلاتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔ کوفے کے سواروں نے اُس
امام کے ہاتھوں سے بچا کر لے جانے کے لیے اپنے اپنے گھوڑے دوڑاتے کوفے کے سوار
گھوڑے اُس دشمن رسول کی طرف پلٹ پڑے اور وہ بدبخت اپنی ہی فوج کے گھوڑوں کے
وں کے نیچے کچل کر مر گیا۔ حمید بن مسلم کا قول ہے کہ جب غبار چھٹا تو میں نے دیکھا کہ حسین
ں لڑکے کے سرہانے کھڑے ہیں وہ نوعمر لڑکا تڑپ رہا ہے اور آپ فرما رہے ہیں۔ بیٹا!

---

[1] مندرجہ بالا اشعار جناب امام صابری مرحوم (خدا اس کی قبر کو انوار سے بھر دے) کے ہیں۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۵۶۔

جن لوگوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ قیامت کے دن اُن پر تیرے جدِ امجد تیرے خون کا دعویٰ کریں گے "قاسم تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں اور دوست بہت کم رہ گئے ہیں۔ پھر امام قاسم کو اُٹھا لیا اور سینے کے ساتھ چمٹا کر لے جا رہے تھے۔" فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رِجْلَیِ الْغُلَامِ یَخُطَّانِ فِی الْاَرْضِ "حمید کہتا ہے۔ میں نے دیکھا حسین اس کو سینے سے لگائے ہوئے اور لڑکے کے دونوں پاؤں زمین گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے۔

علی کے بیٹے

مولا علی کے دوسرے فرزندوں نے جو دوسری ازواج کے بطنوں سے تھے" نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا اور اپنے عظیم بھائی کے عظیم نظریات پر قربان ہو کر جانوں کے نذرانے پیش کیے۔

ابوبکر بن علی

حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کے بھائی تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں۔ اے نواسہ رسولؐ ایک عرصہ سے چاہتا تھا کہ آپ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کروں لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کونسا ایسا تحفہ ہے جو آپ کی شان کے لائق ہو جو آپ کی خدمت اقدس میں پیش کروں۔ حضور آج میں دیکھ رہا ہوں کہ کوئی تحفہ جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں یہ تحفہ اللہ کے رسول کے بیٹے کی بارگاہ میں پیش کردوں۔ امام نے اجازت کے ساتھ اُن کے لیے دعا فرمائی۔ وہ میدان میں پہنچے اور شیرِ غرّاں کی طرح میدان کو بزدلوں سے خالی کر رہے تھے۔ کہ قدامہ موصلی کے نیزے اور زجر بن بدر جعفی، عبداللہ بن عقبہ غنوی کے تیروں کا نشانہ بن کر بازار شہادت میں نقدِ جاں کو زحمت کر گئے۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۳۰)

عمر بن علیؑ

حضرت ابوبکرؑ کے بعد حضرت عمر بن علی میدان جنگ میں اپنے بھائی حسینؑ سے
ت لے کر آئے اور معرکۂ قتال میں ہاتھ سے تلوار چلاتے اور زبان سے مناقب
یت رسولؐ بیان فرماتے جاتے۔ زبردست جنگ کرنے کے بعد عالم ناپائیدار
خت سفر باندھ کر گلشن رضائے خدائے لم یزال میں قیام فرمایا۔[1]
وٹ: بعض مورخین کے نزدیک عمر بن علی اس جنگ میں موجود نہ تھے۔[2]

عثمانؑ بن علیؑ

بعد ازاں حضرت عثمان بن علی سبط پیغمبرؐ کی اجازت سے میدان میں وارد ہوئے
ے نے مردانہ وار جنگ لڑی اور دشمنوں کو شوکت و مردانگی سے ٹھنڈا کیا۔ بہت زیادہ
ھائے اور یزید الطبحی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔[3]

عون بن علی

حضرت عثمان کے بعد عون بن علی جو نہایت خوبصورت، پاک سیرت، پاکیزہ
یعت کے مالک نوجوان تھے۔ امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، بھائی جان
ے پاس مبارز طلبی کا وقت نہیں ہے۔ میں دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جلدی
ں ہوں۔ اجازت عطا فرمائیں ——— امام نے فرمایا برادر دشمنوں کا لشکر بہت زیادہ ہے
جناب عون نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ، شیر کو لومڑیوں کے ہجوم سے اندیشہ نہیں

۱، ۲، ۳ روضۃ الشہداء ص ۳۳۰، ۳۳۱

ہوتا۔ یہ عرض کرنے کے بعد گھوڑے کو ایڑی لگا کر سپاہِ دشمن کے قلب پر حملہ آور ہو
حرب و ضرب میں طاقت ور بازوؤں کے ساتھ شمشیر زن ہو گئے۔ ابن الحجار نے دو
سوار و پیادہ کو اُن کے اردگرد پھیلا دیا۔ حضرت عون نے شمشیر سے ان کے ساتھ اُن کو
روند ڈالا اور فوج کا گھیرا توڑ کر خیمۂ امام کی طرف عنان موڑ دی۔ امام نے انکو شاباش دی
فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت زیادہ زخمی ہو گئے ہو۔ خیمہ میں جا کر زخموں کی مرہم پٹی

حضرت عون نے عرض کیا اے نواسۂ رسول، اپنے نانا جان احمدِ مختار صلی
وآلہٖ وسلم کے لیے مجھے جنگ سے نہ روکیں کیونکہ میں پیاس کی شدت سے ہلاکت کے نزدیک
ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ساقیٔ کوثر جنت کے شربت کا بھرا ہوا جام اپنے ہاتھوں میں
لیے ہوئے مجھے بلا رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، تیرے بابا علی امیر المومنین نے اپنے عین حیات میں
ادھم گھوڑا تمہارے سپرد کیا تھا، اُسے آراستہ کریں اور اُس کے گلے میں گانی ڈال کر سوار
جائیں۔ حضرت عون نے اس گھوڑے کو تیار کیا، سوار ہوئے، زرہ پہنی، اُس کے اوپر
کپڑا ڈالا، تیغِ یمانی حمائل کی، رومی نیزہ ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچ گئے۔ پھر
کی زبان سے صدا نکلی۔

یہ آفتاب کی صورت نکل کے کون آیا   کہ گرم ریت کو جس نے ہے اور گرما
یہ شیر زور ہے، شیرِ خدا کے بازو کا   کہ جس کے آنے سے ہر اک جری ہے تھرا

صالح بن لبار نے آپ کی طرف دیکھا تو کانپنے لگا اور اُس کا دیرینہ کینہ جاگ
اُس کی دشمنی کا باعث یہ تھا کہ حضرت امیر المومنین علی کی خلافت کے زمانے میں صالح
کی حالت میں جناب مولا علی کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے بیٹے عون کو دیا
اسے اسّی کوڑے لگاؤ، تاکہ حق تعالیٰ اسے صاف کر دے۔ حضرت عون نے اپنے والد
حکم شرع کے مطابق اُسے اسّی کوڑے لگائے جس کی وجہ سے اس شقی کے سینے میں آ

ر چھپا رہا۔

اب حضرت عونؓ میدان میں آئے تو صالح بن انجام نے انتقام کے لیے تلوار نیام سے کھینچ لی اور گالیاں بکتے ہوئے حضرت عون پر حملہ کر دیا۔ حضرت عون نے ایک ہی وار میں اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ اس کا بھائی بدر بن انبار اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے جناب عون پر حملہ آور ہوا اور بدکلامی کے لیے منہ کھول ہی رہا تھا کہ آپ نے اس کے منہ پر نیزہ مارا جس کی نوک اس کی گردن کے پار نکل گئی۔ بالآخر ہزاروں سواروں نے آپ پر یک بارگی حملہ کر دیا اور خالد بن طلحہ کے نیزے کے وار سے آپ کے گھوڑے سے نیچے گر گئے اور زبان سے نکلا۔ "بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ"۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۳۲)

○ حضرت عون بن علی کے بعد حضرت جعفر بن علی جرأت و بہادری اور شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہوئے۔

○ اور حضرت جعفر کے بعد حضرت عبداللہ بن علی ایک سو ستر یزیدیوں کو جہنم رسید کرنے کے بعد ہانی بن ثُویب حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

علمدارِ کربلا

سقائے آلِ عبا، علمدارِ کربلا، حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوبصورت، بہت جری، بہادر، شجاعت کا کوہِ گراں، کشورِ وفا کا تاجدار، سلطانِ سلاطینِ محبت، زورِ بازوئے حیدر، فدائے آلِ پیغمبر اور طاقت ور ہاشمی جوان تھے۔ جس پر سلطانِ کربلا کو فخر و ناز تھا۔ آپ نے تپتے ہوئے صحرائے کربلا میں جس طرح جواں مردی کا مظاہرہ فرمایا۔ وہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ آپ نے حسینی علم جو درحقیقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت و طریقت اور اسلامی و قرآنی

احکام کا علم تھا کی جس طرح حفاظت کی اور سر بلند رکھا۔ اس کائنات ارضی میں نظیر تلاش کرنا آسان نہیں۔

نام و نسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی "عبّاس" ہے۔ اور عباس کا معنی ترش رو شیر کے ہیں
اَلْعَبُوْسُ وَالْعَبَّاسُ ۔ اَلْکَثِیْرُ الْعُبُوْسُ ۔ وَھُمَا مِنْ اَسْمَاءِ الْاَسَدِ ۔ (المنجد) بہت زیادہ ترش رو۔ اور شیر کے ناموں میں سے ایک نام
اس سے معلوم ہوا کہ عباس خطرناک تیور والے شیر کو کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ شیر کا بچہ بھی شیر ہوتا ہے۔ عباس علی کا شیر اور علی خدا اور مصطفٰے کا شیر ہے۔

کنیت:۔ آپ کی کنیت ابو الفضل۔ اور۔ ابو القاسم ہے۔

والد:۔ علی المرتضیٰ، شیر خدا۔ اسد اللہ الغالب۔

والدہ:۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی کنیت اُمّ البنین (بیٹوں کی ماں) اور نام فاطمہ کلابیہ ہے۔ آپ کی اہلیہ کا نام۔ لبابہ۔ ہے۔ اُمّ البنین کے بطن سے آپ کے سگے بھائیوں کے نام۔ عبداللہ، جعفر، عثمان۔ اور آپ کے بیٹوں کے نام فضل، قاسم، عبیداللہ ہیں۔[1]

القاب:۔ سقا۔ (ماشکی) اور قمر بنی ہاشم۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ ام البنین (فاطمہ) بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن لوئی بن غالب بن کعب بن عامر بن کلاب۔ آپ کی نانی کا نام لیلیٰ

---

[1] میرے شیخ طریقت، شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ الاولیاء ہیں۔ حضرت عبیداللہ بن عباس بن علی رضی اللہ عنہم کی اولاد سے ہیں۔ عباس علمدار کربلا کے ساتھ عقیدتوں کا سینے میں ایک جہاں آباد ہے۔ اس سبب یہ ایک نسبت بھی ہے۔

ہے۔ اور دادی کا نام فاطمہ بنت اسد، اور دادا ابوطالب ہیں۔

وت :- آپ کی ولادت ۴ شعبان ۲۶ھ - بروز منگل - مدینہ منورہ میں

ن عباس - وہ عباس -

ں پہ شبیر کی تھی نگاہِ کرم — جس کے ہاتھوں میں تھا کربلا کا علم
تھا عباس، عباس مولا علی — اس کو ہر جاند کہتا تھا ماہِ حرم
ن زینب کا، تھا فخر سجاد کا ○ جس نے توڑا تھا ہر دام صیاد کا
ں نے دشمن کے چھکے چھڑا کے کہا — مانگی ہوں محمد کی اولاد کا

ت

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کافی دفعہ میدان کارزار میں گئے - کبھی کسی مجاہد
کے لیے، کبھی امام کا پیغام لے کر کبھی مجاہدین اسلام کو بے وفا اور دغا باز کوفیوں
ں سے چھڑانے کے لیے اور آخری بار آل رسولؐ کے لیے پانی کا مشکیزہ لانے کیلئے

امامؑ سے اجازت طلبی

حضرت عباس نے امام کی بارگاہ میں کئی مرتبہ جنگ کرنے کی اجازت چاہی
امام نے انکار فرمایا، جب آپ کے بھائی جعفر کی شہادت ہوئی تو پھر آپ امام
ں کی خدمت میں علم اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے - اور علم کو آپ کے سرہانے کھڑا
ہوئے عرض کی اے نواسۂ رسول! میری علم داری کو قیامت تک اٹھا رکھیں اور
نظر کرم عنایت فرمائیں اور میدان میں جانے کی اجازت فرمائیں۔
امامؑ نے فرمایا اے برادر تو میرے لشکر کا نشان ہے اگر تو چلا گیا تو ہر چیز بکھر
ے گی۔ حضرت عباس نے عرض کیا۔ اے ابن رسول اللہ! میری جان آپ پر قربان
میرا دل اس دنیا سے تنگ آچکا ہے، اور اغیار کی ریشہ دوانیوں کے غبار سے میرے

خیموں سے فریاد و فغاں کی آواز اور پانی، پانی کی صدائیں بلند ہوئیں۔

کوئی کہتا تھا نواسۂ پیغمبرؐ پانی — رو کے کہتا تھا کوئی ساقیٔ کوثر پانی
تھام کر دامن عباس سکینہ نے کہا — چچا اک گھونٹ ہی دے دو مجھے لا کر پانی

حضرت عباس نے اہل بیت کی چیخ و پکار اور فریاد و فغاں کو سنا تو نڈھال ہو کر امام حسین کی جناب میں کچھ اس طرح کی عرض کناں ہوئے۔ یا امام ـــ

مجھ میں قوت نہیں بچوں کو تڑپتے دیکھوں — پیاس کی حدت و شدت میں سلگتے دیکھوں
ہوں تو حیدر کا پسر پر نہیں ہمت مجھ میں — جا کے خیمے میں سکینہ کو بلکتے دیکھوں
ابن زہراؑ مجھے اب دے دو اجازت تاکہ
خود پہ تیروں کی سنانوں کو برستے دیکھوں

پھر حضرت عباسؑ نے ایک مشکیزہ اور دو لوٹے اُٹھاتے اور نیزہ تان کر دریائے فرات کی طرف رُخ کر لیا۔ خیموں کے پاسبان اور اپنے علمدار بھائی کو مقتل کی طرف جاتے دیکھ کر امام حسین نے فرمایا ہو گا۔

رک جا اے آل پیمبرؐ کے سکندر رک جا — آگ سے مانگ نہ پانی اے برادر رک جا
وعدہ کرتا ہوں نہ مانگے گی سکینہ پانی
واپس آ جا مرے بھائی مرے دلبر رک جا

مفسر قرآن، ہرات کے حنفی بادشاہوں کے خطیب ملا حسین کاشفی روضۃ الشہداء کے صفحہ ۳۴۴ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عباس نے جواباً عرض کیا۔

"گفت میروم تا آب بیرون آرم یا در دریائے خون غرقہ گردم و از تشنہ بودن و تشنہ دیدن و افغان تشنگان شنیدن باز رہم" یعنی ـــ

"میں جاتا ہوں یا تو پانی لے کر واپس آؤں گا یا دریائے خون میں غرق ہو جاؤں گا تاکہ پیاسوں کی فریاد و فغاں سننے سے بچ جاؤں۔"

اب پانی سکینہ کے لیے لاؤں گا　　　یا پھر اس خون کے دریا میں اُتر جاؤں گا

جب آپ فرات کے قریب پہنچے تو نہر فرات پر چار ہزار افراد کا پہرہ تھا اور ان لشکریوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ اے لوگو! تم مسلمان ہو ان لوگوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا مسلمانی میں یہ کہاں جائز کہ کتے، سؤر، درندے اور چرند، پرند تمام پانی پیئیں اور تم لوگ اولادِ رسول اور ان کے جگر کے ٹکڑوں کو پانی سے محروم کر دو۔ مدینے کے مسافروں کو پانی سے روکنے والو۔ قیامت کی پیاس سے ڈرو۔

فرات کے محافظوں نے آپ کے یہ کلمات سنے تو ان میں سے پانچ سو سواروں اور پیادوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اس پر جناب عباس نے مُنہ کے سامنے ڈھال کر لی اور نیزے کو گھوڑے کی کوتیوں پہ سیدھا کر لیا اور فوج یزید پر حملہ کر دیا۔ اور پہلے ہی حملے میں اسّی افراد کو ڈھیر کر دیا اور باقی ماندہ لشکر کو مار بھگایا اور اپنا گھوڑا پانی میں اُتار دیا۔ اسی اثنا میں یزیدی لشکر کے سواروں نے واپس آ کر آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے گھوڑا پانی سے باہر نکالا اور رجز خوانی کرتے ہوئے اُن پر بھرپور حملہ کر دیا۔

لوگ آپ کے نیزے سے ڈرنے لگے اور آپ کی تلوار سے خوف زدہ ہو گئے آپ نے دوسری مرتبہ گھوڑے کو ایڑی لگائی اور فرات کی طرف مُنہ کر لیا۔ یزیدیوں نے دوسری مرتبہ ایک ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مگر کیا تھا۔ آپ جس طرف رُخ کرتے یزیدی اُدھر سے ادھر بھاگ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ فرات کے کنارے پہنچ کر رک گئے اور گھوڑے سے اُتر کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور پھر آپ نے پانی پینا چاہا تو آپ کو والا مقام کے بچوں اور عورتوں کی پیاس یاد آ گئی اور آپ پانی پیئے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور مشک کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ یزیدی سوارو

نے آپ کا راستہ روکا۔ آپ نے اُن سے جنگ شروع کر دی اور مشک کی حفاظت بھی۔ اچانک نوفل بن ازرق چھپ چھپا کر بے خبری میں آپ تک پہنچ گیا۔ آپ اس وقت دوسروں کے ساتھ معروفِ کارزار تھے کہ اس بدبخت نے آپ پر وار کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت عباس نے انتہائی جرأت و مردانگی سے کام لیتے ہوئے بائیں کاندھے پر مشک ڈال لی آپ پر لاتعداد تیر برس رہے تھے کہ عبداللہ بن شہاب کلبی مقتول بعض حکیم بن طفیل نے حملہ کر کے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ ابی مخنف نے عبداللہ بن یزید شیبانی کا نام لکھا ہے۔ جب آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے مشک دانتوں میں تھام لی۔ اچانک مشک پر ایک تیر آ لگا اور مشک میں سوراخ ہونے کی وجہ سے تمام پانی زمین پر بہہ گیا۔ حضرت عباس نے زبانِ حال سے کہا۔ کیا حکمت ہے کہ پانی ہمارے پیاسوں کے حلق تک نہیں پہنچ سکا۔ منادی نے غیب سے آواز دی۔ کہ آپ لوگوں کے لیے جنت کا شربت تیار کیا گیا ہے۔ مناسب نہ تھا کہ آپ پانی سے ہونٹ تر کرتے۔

◎ ادھر سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا یہ دعا مانگتی ہوں گی ؎

سدا زندہ رہے مولا مرا چچا علم والا
سلامت لوٹ کر خیموں میں آ جائے حرم والا[1]

لیکن میدانِ کارزار میں یہ تھا کہ ؎

صراحی بین کی ضربِ قضا نے توڑ کر رکھ دی
کمر ابن علیؓ کی ماتمکی نے توڑ کر رکھ دی[2]

وہ کیسا المناک تھا کہ ہاتھ کٹ چکے ہیں۔ مدافعت کر نہیں سکتے۔ خیمہ گاہ کی طرف بھاگنا بھی نہیں چاہتے۔ حسینی علم کو سینے سے چمٹا لیا اور میدان میں ٹھہرے

---

[1] نادم صابری۔

[2] دائم اقبال۔

جب زخم پہ زخم کھا کر زمین پر گرے۔ تو کہا۔ یَا اَخَاہُ اَدْرِکْ اَخَاکَ[1]
بھائی "حسینؑ" اپنے بھائی کی امداد کو پہنچو۔ حضرت عباسؑ کی آواز جب امام کے
کانوں تک پہنچی تو آپ جان گئے کہ عباسؑ شہادت کا جام پینے والے ہیں۔ امام حسینؑ
نے یہ سن کر ایک آہ کھینچی کہ اس کی ہیبت سے زمین کربلا کانپ اٹھی۔ اور فرمایا!
اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَہْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ[2]۔ اب میری کمر ٹوٹ گئی اور چارہ
سازی میں کمی آ گئی۔

جب امام حسینؑ اپنے بھائی کی طرف چلے تو دیکھتے ہیں بھائی کے کٹے ہوئے
بازوؤں پر نظر پڑی تو آپ نے اُن کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ جب زخموں سے چُور
بھائی کے قریب پہنچے تو فرمایا — وَا اَخَاہُ — اے بھائی — وَا عَبَّاسَاہُ۔ اے
میرے عباس۔ اے میرے دل کے سکون — اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک — اے
میرے یار و مددگار — یَعِزُّ عَلَیَّ فِرَاقُکَ — ارے تیری جدائی میرے لیے سب
کی جدائی سے زیادہ شاق ہے — کَسَرُوْا بِقَتْلِکَ ظَہْرَ سِبْطِ مُحَمَّدٍ[3]
اے عباس! دشمنوں نے تجھے قتل کر کے سبط محمدؐ "حسینؑ" کی کمر توڑ دی۔ اس کے
بعد آپ نے ارادہ فرمایا کہ عباس کو اٹھا کر خیمے میں لے جاؤں۔ پھر جناب عباسؑ کو
محسوس ہوا کہ مجھے اٹھایا جا رہا ہے۔ آپ نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور ادب سے
پوچھا میرے سرور، میرے بھائی یہ آپ کیا کرنے لگے ہیں۔ امام نے فرمایا۔

ارادہ ہے مرے بھائی اٹھا کر لے چلوں تجھ کو ۔۔۔ طرف خیموں کی کندھوں پر بٹھا کر لے چلوں تجھ کو

تاکہ مدینے کے تاجدار کی بیٹیاں، اور حرم رسول کی مخدرات بھی تجھے اس حالت

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۳۲ [2] ایضاً
[3] ذکر العباس ص ۲۹۳/۲۹۵۔

بین دیکھ — کیا بتاؤں اے عباس کہ

براد و حبیب سکینہؑ رو کے تیرا نام لیتی ہے — تو خیمے میں کھڑی ہو کر کٹورا تھام لیتی ہے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امام کی خدمت میں عرض کیا۔ اے میرے عظیم بھائی۔ میں آپ کو آپ کے نانا جان رسولِ خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے خیمہ میں نہ لے جائیں۔ امام حسینؑ نے پوچھا بھائی وہ کیوں۔ جناب عباس نے عرض کی — لِاَنِّیْ مُسْتَحْیٍ مِنْ اِبْنَتِکَ سَکِیْنَۃَ [1] اس لیے کہ مجھے آپ کی بیٹی سکینہ سے حیا آتی ہے۔ کیونکہ میں اس سے وعدہ کر کے آیا تھا۔ کہ تیرے لیے پانی لاؤں گا۔ چونکہ میں وعدہ پورا نہیں کر سکا۔ اس لیے میں اس کے سامنے جانا نہیں چاہتا — اسی دوران عباس نے دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے فَبَکَی الْحُسَیْنُ لِقَتْلِہٖ الْعَبَّاسِ بُکَاءً شَدِیْدًا [2] پس امام حسین شہادت عباس پر پھوٹ پھوٹ کر رو دیے — اور آپ کے ساتھ ساتھ کربلا کی زمین بھی روئی — حضرت امام حسین نے اپنے جانباز اور وفادار بھائی کی نعش نہر فرات کے کنارے چھوڑ کر اور کمر پر ہاتھ رکھ کر واپس آ گئے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام حضرت عباس کے جسمِ اطہر کو جس کا بند بند جدا تھا کو میدان میں چھوڑ کر آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے خیمہ میں واپس آئے۔ جیسے ہی آپ خیمہ کے قریب پہنچے تو جناب سکینہ دوڑ کر آئیں اور قریب آ کر کہنے لگیں۔ بابا جان! ھَلْ لَکَ عِلْمٌ بِعَمِّیَ الْعَبَّاسِ [3] آپ کو میرے چچا عباس کا علم ہے کہ وہ کہاں

---

[1] ذکر العباس ص ۲۹۴، ۲۹۵۔

[2] حیات الکفی بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار ص ۲۰۸۔

[3] ذکر العباس ص ۲۹۹

ہیں: ابا جان میں نے ان کو پانی لانے کو کہا تھا وہ اب تک پلٹ کر نہیں آئے
ابا۔ وہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر امام حسین بے ساختہ رو پڑے
اور فرمایا۔ ؎

اے سکینہؓ دیکھ مقتل کی طرف رُخ موڑ کر — چل بسا عباس بھی مسجد کو اکیلا چھوڑ کر
تجھے تیرے چچا کے بیٹی منتظر شبیرؑ فدا
جانب جنت گیا میری کمر کو توڑ کر
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

علی اکبرؓ کی شہادت

خیال رہے کہ بعض مورخین نے حضرت علی اکبر بن حسین کی شہادت سب سے پہلے لکھی ہے۔ لیکن میں نے علامہ حسین کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ترتیب کے مطابق حضرت عباس کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبر کی شہادت لکھ رہا ہوں۔

علی اکبرؓ

حضرت علی اکبر امام حسین علیہ السلام کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اُم لیلیٰ بنت مرہ ہے (یا صرف لیلیٰ بنت مرہ ہے) آپ نہایت خوبرو، اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک اور ہم شکل رسول، شبیہ مصطفےٰ کے القاب سے مشہور تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت عباس کی شہادت کے بعد امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ دوستوں، بھائیوں اور اقربا میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا تو آپ نے مسلح ہو کر

؎ بوقت شہادت حضرت عباس کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔

میدان میں جانا چاہا تو علیؑ آگے بڑھ کر آگے بڑھ کر آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور عرض کی ابا جان آپ مقتل کی طرف ہرگز نہ جائیں۔ کیونکہ میں آپ کے بغیر ایک دن اور ایک ساعت بھی اس دُنیا ئے ناپائیدار میں رہنا گوارا نہیں کرتا اور میری موجودگی میں آپ میدان میں جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بھی شہادت کی تمنا رکھتا ہوں کہ دین رسولؐ کی سربلندی کے لیے، اسلام کی آبرو، قرآن کی عظمت و صداقت کا علم بلند رکھنے کے لیے جان کا نذرانہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں مجھے پیش کرنے کی اجازت فرمائیں۔ ے

مری یہ حسرتیں ہونے نہ دو پامال رُک جاؤ تمہیں ناموسِ حیدر کی قسم فی الحال رُک جاؤ

بابا جان! آج آپ کا منصب جام شہادت کے ساقی کا ہے۔ بندہ پرور! ے

مئے پُرکیف عنبر بھر کے پلانا کار ساقی ہے جو گر جائے اُسے بڑھ کے اُٹھانا کار ساقی ہے

اے ساقی کوثر کے ساقی بیٹے! پہلے ہمیں جام شہادت پینے کی اجازت دو۔ ے

ابھی جب تک فدا ہوں آپ کا جینا مناسب ہے پلا کر سب کو پھر سرکار کا پینا مناسب ہے

آپ تھوڑی دیر کے لیے رُک جائیں تاکہ میں اپنی جان آپ کے قدموں پر قربان کر دوں۔ علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ جب باپ بیٹے کے درمیان یہ بات ہو رہی تھی تو آپ کی ہمشیرگان اور بیٹیاں خیموں سے باہر نکل آئیں اور علی اکبر سے لپٹ کر جنگ سے روکنے کے لیے منت سماجت کرنے لگیں۔ امام حسینؑ نے جب مخدرات عصمت و طہارت کا یہ حال دیکھا تو اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؑ نے جب یہ دیکھا تو زار و قطار روتے ہُوئے اپنے والدِ محترم کو بہت بڑی قسم دی۔

کہا روتے ہُوئے بابا! اجازت دو اجازت دو بنام احمدِ مُرسل مجھے اذنِ شہادت دو

میں رَن کی سختیوں سے ڈر کے اپنا منہ نہ موڑوں گا
رضا و صبر کا دامن قیامت تک نہ چھوڑوں گا

ا؎ ناوم صابری ۲؎ ایضاً

سیدنا امام عالی مقام نے اپنے بیٹے کا حد سے بڑھ کر اصرار دیکھا تو اپنے ہاتھوں سے انہیں مسلح کیا اور اپنے گھوڑے عقاب پر سوار فرمایا۔ جناب علی اکبر کی والدہ محترمہ اور پھپھیاں ان کی رکاب اور عنان سے لپٹ کر رونے لگیں۔ بہرحال امام علیہ السلام نے فرمایا اس سے اپنے ہاتھ ہٹا لو کیونکہ یہ سفر آخرت کا عزم کر چکا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر تیار ہو کر میدان کی طرف چلے تو امام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے میرے خدائے لم یزل میں اپنے اس بیٹے کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ جو رفتار و گفتار اور سیرت و صورت میں تیرے رسول کے مشابہ ہے۔ وَکُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی زِیَارَۃِ نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلَیْہِ وَآتِی وَجْہِہٖ [1] جب ہم تیرے رسول کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس کے رخ انور کی طرف دیکھ لیتے ہیں۔

سیدنا علی اکبر سب کو الوداع کہا اور میدان جنگ کی طرف تشریف لے گئے۔ علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ آپ اٹھارہ سالہ نوجوان تھے۔ آپ کا رخ انور آفتاب کی مانند اور زلفیں مشک ناب کی طرح تھی۔ خلق و خُلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان سے زیادہ مشابہ کوئی نہ تھا۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تو مقام معرکہ آپ کے رخساروں کی شعاعوں سے منور ہو گیا۔

ابن سعد کے لشکر نے علی اکبر کے حسن و جمال سے حیران ہو کر ابن سعد سے پوچھا یہ پیکر حسین جمال نوجوان کون ہے؟ جس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تو ہمیں یہاں لے کر آیا ہے [2]۔

یہ آ رہا ہے ، جو بن سنور کے
یہ کون میدان میں آ رہا ہے

---

[1] حیات الحسنی جلد ۲ ص ۲۹۳

[2] روضۃ الشہداء ص ۳۳۷

یہ چاند کس کا ہے دیکھ کر جس کو چاند چہرہ چھپا رہا ہے

جبینِ اقدس دمک رہی ہے

سنانِ نیزہ چمک رہی ہے

لرز رہی ہے زمینِ کربل یہ کون نعرے لگا رہا ہے

یہ کون مردِ مدینہ آیا؟

یہ رخ قضاء پہ پسینہ آیا!

یہ کون صفدر ہے سامنے میرا؟ جلالِ حیدر دکھا رہا ہے

عمر و بن سعد نے اپنے بعض لشکریوں کے بار بار پوچھنے پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ کہا، یہ حسین کا بیٹا ہے، جو شکل و شمائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہے۔ کاشفی رحمہ ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہلِ مدینہ پر حضور رسالت مآب کی زیارت کا شوق غالب آتا تو وہ شہزادہ علی اکبر کو دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بجھا لیتے اور جب سرکار علیہ السلام کی گفتگو کا شوق ہوتا تو علی اکبر کی میٹھی میٹھی باتیں سن لیا کرتے تھے۔[1]

ہاں! تو بات یہ چل رہی تھی کہ عمر ابن سعد نے اُن کو بتایا کہ یہ نوجوان امام کا لختِ جگر تو میدان میں سناٹا چھا گیا۔ کئی نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔

کربلا کی فضاؤں نے نورِ حسین کو دیکھ کر اس طرح کا نغمہ سنایا ہوگا۔

اے جمالِ رسولؐ کہیے

علیؓ کے گلشن کا پھول کہیے

چراغِ حرمِ بتولؓ کہیے جو رن میں برچھی ہلا رہا ہے

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۳۷۔

جوان و دلبر، دلیر ہے یہ

علیؓ کے جنگل کا شیر ہے یہ

اجل کی آنکھوں میں آنکھ ڈالے — نبیؐ کا پرچم اٹھا رہا ہے

جو وار ہوگا شدید ہوگا

وہ اپنے رنگ میں مدید ہوگا

زباں پہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد ہوگا — اٹھا کے نیزہ وہ آ رہا ہے

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر جولانیاں دکھاتے ہوئے میدان میں وارد ہوئے تو آپ کی زبان پر یہ رجزیہ اشعار تھے۔

○ أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِي — نَحْنُ وَبَيْتِ اللهِ أَوْلٰى بِالنَّبِي

لوگو! سن لو! میں علی (اکبر) بن حسین بن علی المرتضیٰ ہوں، بیت اللہ شریف کی قسم ہم لوگ رسولِ دوجہاں کے بہت زیادہ قریبی ہیں۔

○ تَاللهِ لَا يَحْكُمُ فِيْنَا ابْنُ الدَّعِي — كَيْفَ تَرَوْنَ الْيَوْمَ سَتْرِي عَنْ أَبِي[1]

خدا کی قسم! حرامی کا بیٹا ہم پر حکومت نہ کرے گا، تم دیکھو گے آج میں اپنے باپ کا دفاع کیسے کرتا ہوں۔

مفسرِ قرآن علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب سوانح کربلا کے صفحہ نمبر ۱۲۵ پر رجز کا پہلا شعر اس طرح لکھا ہے۔

أَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِي — نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ أَوْلٰى بِالنَّبِي

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ ہم اہل بیت نبی کے زیادہ قریب ہیں۔

طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۶ پر رجز کے پہلے شعر مصرعہ ثانی اس طرح ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۸ ص ۲۰۵۔

نَحْنُ وَرَبِّ الْبَيْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ۔ رب کعبہ کی قسم ہم ہی نبی علیہ السلام کے قریب تر ہیں۔ اس رجز میں ایک شعر جو تمام کتب موجود ہے۔

تَاللّٰہِ لَا یَحْکُمُ فِیْنَا ابْنُ الدَّعِیِّ۔ خدا کی قسم! ہمارے بارے میں اجول حرام زادے کی اولاد ہرگز نہیں کر سکتی۔ یعنی ہم پر حرامی لوگ حکومت نہیں کر سکتے۔

الدَّعِی کا معنیٰ

اَلدَّعِیُّ۔ اَلْمُتَّھَمُ فِیْ نَسَبِہٖ۔ اَلَّذِیْ یَنْتَمِیْ۔ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ ...... الدعی۔ جس کے نسب میں تہمت لگائی گئی ہو۔ باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہونے کے معنوں میں آتا ہے۔ سیدنا علی اکبر کا یہ انداز رجز دوسرے شہدائے کربلا سے ذرا الگ ہے۔ دوسرے شہداء کے رجز میں عرب کے بہادروں کے معمول کے مطابق اپنی شجاعت کا اظہار اور امام علیہ السلام سے اپنے پیمان وفا کی تجدید اور اقرار پر قائم رہنے کا اعلان کیا تھا لیکن علی اکبر کے اشعار رجز میں ایک خاص قسم کا پیغام اور امام حسین علیہ السلام کے جنگی مقاصد کی حقیقتوں کا اظہار وا علان تھا جسکو کوفیوں کے دل ودماغ جو دنیا مردار کی بدبو سے مفلوج ہو چکے نہ سمجھ سکے۔ بات اتنی تھی کہ مجہول النسب لوگ دین اسلام کی شوکت کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ اور روایت میں آتا ہے کہ آپ یہ رجز بار بار پڑھتے تھے۔ جب بھی حملہ کرتے آپ کی زبان یہی رجز کے اشعار ہوتے۔ اور الدعی سے مراد عبید اللہ بن زیاد ہے اور اُس کی طرف اشارہ ہے۔

مفسر قرآن مراد آبادی سید فرماتے ہیں۔ عالی وقار شہزادے نے جب مبارز طلبی

لے المنجد ص ۲۱۶ مطبوعہ بیروت لبنان۔

فرمایا تو دشمنوں کی صف میں کسی کو جنبش نہ ہوئی اور نہ کسی بہادر کا قدم آگے بڑھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا گلہ ہے۔ جو دم بخود اور ساکت ہے۔ حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا اے ظالمانِ جفا کش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اُسے میدان میں بھیجو، زورِ بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔ مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا۔ کس کے دل میں تاب و تواں تھی شیر ژیاں کے سامنے آتا۔[1]

پہلا حملہ

علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ شہزادے نے ہر چند مقابلے کی دعوت دی، لیکن کوئی شخص مقابلے کے لیے نہ آیا تو آپ نے دشمنوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور پھر ایسے تابڑ توڑ حملے کیے کہ دشمنوں کے لشکر میں شور برپا ہو گیا اور یزیدی فوج کو تھکا کر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے آپ اپنے والدِ ذی وقار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

یَا اَبَتَاہُ ذَبَحَنِی الْعَطَشُ وَاَثْقَلَنِی الْحَدِیْدُ۔ فَھَلْ اِلٰی شَرْبَۃِ مَاءٍ مِّنْ سَبِیْلٍ۔[2] اے ابا جان مجھے پیاس نے ہلاک کر دیا۔ اور آہنی اسلحہ مجھ پر بوجھ بن گیا ہے۔ آپ کسی طرح مجھے پانی پلا سکتے ہیں؟ اگر پانی کا ایک قطرہ میرے حلق میں پہنچ جائے تو میں اس فوج کو ہلاک کر دوں۔ امام نے شہزادے کو اپنے قریب کر کے ہونٹوں اور چہرے کا غبار صاف کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی مبارک اُن کے منہ میں رکھ دی، جسے چوسنے سے اُن کی پیاس بجھ گئی اور سکون حاصل ہو گیا۔

دوسرا حملہ

آپ جب دوسری مرتبہ حملہ آور ہوئے تو عمرو ابن سعد نے طارق بن شیث

---

[1] سوانح کربلا ص ۱۲۶، ۱۲۷

[2] روضۃ الشہداء ص ۳۳۸

نے کہا۔ جا کر ابنِ حسین کا کام تمام کر دے۔ میں ابنِ زیاد سے تجھے رقہ اور موصل کی حکومت دے دوں گا۔ طارق نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ میں رسولِ خدا کے بیٹے کو قتل کر دوں اور تُو اپنا وعدہ پورا نہ کرے؟ ابنِ سعد نے کہا! میں قسم کھاتا ہوں کہ اس قول سے نہیں پھروں گا۔ اور یہ میری انگوٹھی لے کر پہن لے۔ طارق نے انگوٹھی پہنی اور رقہ اور موصل کی حکومت کی امید پر مسلح ہو کر علی اکبر سے جنگ کے لیے میدان میں آ گیا اور آتے ہی علی اکبر پر نیزے کا وار کیا۔ آپ نے وار خالی دیا اور اپنا نیزہ اس کے سینے میں مارا جس کی نوک دوبالشت اُس کی پشت سے پار نکل گئی وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا عمر بن طارق میدان میں آیا اور علی اکبر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے بھائی اور باپ کے غم میں جلا ہوا میدان میں آیا اور علی اکبر کے سامنے پہنچ گیا۔ آپ نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو وہ گھوڑے سے الٹ گیا۔ شہزادے نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن کو پکڑ کر اس طرح مروڑ دیا کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔

○ علی اکبر کی شجاعت دیکھ کر ابنِ سعد کے لشکر میں شور مچ گیا۔ ابنِ سعد نے خوف زدہ ہو کر ایک بہت بڑے پہلوان مصراع بن غالب کی منت کی کہ اس ہاشمی جوان کو روک۔ مصراع لعین آپ کے سامنے آیا اور گرما گرم آپ پر نیزے کے ساتھ حملہ کیا۔ علی اکبر نے اپنے آباء سے میراث میں ملنے والی شجاعت سے نعرہ لگایا تو یزیدی فوج آپ کے ہولناک نعرے سے ڈر گئی۔ آپ نے مصراع کے نیزے پر تلوار کا وار کر کے اُسے قلم کر دیا مصراع نے چاہا کہ آپ پر تلوار کا وار کرے اتنے میں آپ نے خدا کو یاد کیا اور رسولِ خدا پر درود بھیجا اور اُس کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی جو اُسے زین سمیت دو حصوں میں تقسیم کر گئی۔ (روضۃ الشہداء ایضاً)

○ طبری، البدایہ، تاریخ کامل میں یہ روایت آئی ہے کہ مرہ بن منقذ عبدی

شہزادہ علی اکبر کی طرف دیکھ کر کہا کہ جوان میری طرف اسی طرح لڑتا ہوا اور یہی رجز پڑھتا ہوا گزرے اور میں اس کے باپ کو اس کے غم میں نہ رلاؤں تو سارے عرب کی مجھ پر پھٹکار ہو۔ علی اکبر اسی طرح شمشیر زنی کرتے ہوئے اس کے قریب سے گزرے تو مرہ نے سامنے آکر (بعض نے پیچھے سے لکھا ہے) برچھی ماری جس سے آپ گر پڑے۔ فَقَطَّعُوْهُ بِاَسْيَافِهِمْ[1] دشمنوں نے آپ کو گھیر کر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

○ حمید بن مسلم ازدی کہتا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسینؑ کہہ رہے تھے۔ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ یہ لوگ اللہ اور رسول کی حدود کو توڑنے اور اس کی حرمتوں کو پامال کرنے میں کتنے بے باک ہیں۔ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ[2] بس تیرے بعد دنیا پر خاک ہے۔ بقول حمید بن مسلم۔ کہ ایک نورانی چہرے والی بی بی دوڑ کر خیمے سے باہر نکل آئیں۔ اور وہ روتی ہوئی یہ کہہ رہی تھیں۔ يَا اُخَيَّاهُ وَيَا ابْنَ اَخَاهُ[3] ہائے میرے بھائی ہائے میرے بھتیجے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا یہ پاک بی بی زینب بنت فاطمہ بنت رسول خدا ہیں۔ فَجَاءَتْ حَتّٰى اَكَبَّتْ عَلَيْهِ[4] وہ آئیں اور علی اکبر کی لاش پر گر پڑیں یہ دیکھ کر امام حسینؑ اُن کے ہاتھ تھام کر خیمہ میں لے گئے۔

○ علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ جب آپ گرے تو امام نے اُن کا سر اپنی گود میں لے کر فرمایا۔ بیٹے اپنے باپ سے کوئی بات کرو۔ علی اکبر نے آنکھیں کھول کر اپنے سر کو باپ کی آغوش میں دیکھا تو کہا۔ ابا جان میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور حوریں شربت کے جام ہاتھوں میں لیے مجھے بلا رہی ہیں۔

---

[1] تا [4] طبری جلد ۶ ص ۲۵۶۔

[5] روضۃ الشہداء ص ۳۶۰۔

○ کاشفیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام حسینؑ اپنے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے۔ جب علی اکبر دشمن کے درمیان گھر گئے اور امامؑ کی نظروں سے غائب ہوگئے تو امام حسینؑ اُن کے حال جاننے کے لیے اُن کے پیچھے آئے اور علی اکبر کو آواز دی۔ علی اکبر نے کہا: "یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ"[1] اے بابا جان میری امداد کو پہنچیں۔ امام حسینؑ نے اپنا گھوڑا اس آواز کے پیچھے دوڑایا۔ اور علی اکبر کو آواز دی۔ علی اکبر نے پھر یہی کہا۔ اے ابا جان۔ اَدْرِکْنِیْ۔ امام حسینؑ جدھر سے آواز آتی تھی اُدھر گئے، لیکن حضرت علی اکبر نظر نہ آئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے سر پر زخم لگا تھا جس کی وجہ سے آپ گھوڑے پر اوندھے ہوگئے تھے اور زین کو تھام کر لگام چھوڑ دی تھی۔ گھوڑا آپ کو ایسی جگہ پر لے گیا تھا جو امامؑ کے لشکرگاہ سے ہٹ کر تھی۔ جب گھوڑا تھوڑی دور گیا تو جناب علی اکبر نیچے گر پڑے اور گھوڑا میدان کی طرف چلا گیا۔ اُدھر امامؑ نے علی اکبر کو آواز دی جواب نہ آیا تو نڈھال ہوگئے۔ پھر آپ نے صف لشکر کو چیر ڈالا مگر علی اکبر نظر نہ آئے۔ امامؑ کے گھوڑے نے ابن سعد کے لشکر سے ہٹ کر صحرا کی طرف رُخ کر لیا۔ امامؑ نے اُسے ہر چند اس کی لگام کھینچ کر روکا مگر گھوڑا نہ رکا۔ یہاں تک میدان سے تھوڑی دور جا کر آپ نے علی اکبر کو پھر آواز دے کر پکارا۔ اور زبان حال سے فرمایا ؎

مرے پسر، مرے لختِ جگر علی اکبر ۔۔۔ کہاں گرے ہو پڑے ہو کدھر علی اکبر

پکار دو بابا کو پھر سے یہ کہہ کے اَدْرِکْنِیْ

میں آ گیا ہوں اے نورِ نظر علی اکبر

اسی اثناء میں امام علیہ السلام کی نظر علی اکبر کے گھوڑے پر پڑ گئی مگر حضرت علی اکبر نظر نہ آئے۔ آپ نے گھوڑے کو پکڑنا چاہا تو اس نے صحرا کی طرف رُخ کر لیا۔

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۹۰۔

ں کے پیچھے چل پڑے۔ گھوڑا ایک مقام پر جا کر رک گیا۔ امام عالی مقام نے نگاہ
لی اکبر کو گرے ہوئے پایا۔ امام اسی وقت گھوڑے سے اترے اور علی اکبر کے
بیٹھ کر اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھ دیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو
والد محترم کو اپنے قریب بیٹھا ہوا پایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا کیا چیز دیکھ رہے
ض کی ابا جان مبارک ہو میں نے دیکھا کہ میرے جد امجد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
وسلم نے اپنے ہاتھ میں شراب جنت کے دو پیالے لیے ہوئے ہیں۔ ان میں
یک پیالہ آپ نے مجھے عطا کر کے فرمایا پی لے۔ میں نے عرض کی کہ دونوں پیالے
عطا فرما دیں میں بہت پیاسا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے علی تو یہ پیالہ پی لے کیونکہ
تیرے ابا جان کے لیے ہے۔ وہ بھی تشنگی کے عالم میں میرے پاس آ رہا ہے۔ علی
نے یہ بات مکمل کی اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ امام حسین نے انہیں عقاب
وڑے پر باندھا اور خیموں کی طرف چل پڑے۔ امام کو اس حالت میں آتا دیکھ کر مخدرات
ت عصمت و طہارت پر کیا گزری ہوگی۔

ماں اُمّ لیلیٰ نے شبیہ مصطفےٰ آیا
کہا زینبؑ نے سر پہ سرخ سہرے کو سجا آیا

ینہ کہہ رہی ہوگی میرے بھائی علی اکبر
تری دادی کی کیا کشتی نے گزر یاری تیرے سر پہ

نے میں تیری ہمشیرہ صغریٰ رو رہی ہوگی
وہ دامن، پاک دامن آنسوؤں سے بھگو رہی ہوگی

تری اکبر جدائی کا ابھی تک ہے گلہ اس کو
اب تک یا علی اکبر ہے تری انتظار اس کو

جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے حسین تریں صاحبزادے کا لاشہ گھوڑے سے اتار کر
خیموں کے سامنے رکھا تو کھڑے ہو کر بارگاہ خداوندی میں زبان حال سے یوں عرض کیا۔ پروردگار
"الٰہی یہ علی اکبر ہم شکل پیغمبر، آل محمد میں سب سے زیادہ حسین، بہادر،
سخی اور دلاور دوانا تھا۔ یہ تیری جناب میں حاضر ہے۔ میری اک عرض ہے صدا کو

قبول فرما۔
خدایا گر قبول افتد زہے عزو شرف

فدایا کر قبول اک التجا درویش کرتا ہے
علی اکبر کا نذرانہ مسافر پیش کرتا ہے
تیری مرضی کے آگے یا خدایا یہ سر بھی حاضر ہے
علی اکبر بھی حاضر ہے، علی اصغر بھی حاضر ہے

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب علی اکبر کی نعش کو دیکھا تو تمام بیبیوں نے رونا شروع کر دیا سسکیاں چیخوں میں تبدیل ہوگئیں۔ اس وقت امام نے فرمایا۔ اے پردہ نشینان حرم نبوت صبر سے کام لو، خاموش ہو جاؤ، صبر و شکیبائی کو اپنا شعار بناؤ، کیونکہ مصیبت کے وقت جزع، فزع کرنا ثواب سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔ جب کہ صبر کا ثواب حق تعالیٰ کے نزدیک بے حد و حساب ہے۔ امام کا ارشاد سن کر فراق زدگان اہلبیت نے زبانِ نیاز سے یہ سخن ادا کیا ہے

دل نہ دارد طاقتِ بارِ فراق
ایں دل ماست اے شاہ سنگ خارا نیست

"اے شاہِ رنجیدہ دل! جدائی کا بوجھ اٹھانے کی طاقت دل میں نہیں ہے۔ یہ دل ہے سنگِ خارا نہیں۔

◎ پھر امام علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی جناب سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کو گود میں بٹھا کر اپنی ہمشیرگان کو فرمایا۔ میری سکینہ آج یتیم ہو جائے گی، میرے بعد اس کا خیال رکھنا، اور اس کے ساتھ بے التفاتی نہ کرنا، کیونکہ یتیموں کا دل بہت نازک ہوتا ہے۔ اور میری شہادت کے بعد ننگے سر نہ کرنا چہروں پر طمانچے نہ مارنا اور سینہ کوبی نہ کرنا اور کپڑے نہ پھاڑنا کہ یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ ہاں، میں تمہیں رونے سے منع نہیں کرتا کیونکہ تم غریب الوطن، بے کس، مظلوم اور بے چارگان ہو۔ یہ سن کر مستورات نے بد حال

۱۔ روضۃ الشہداء ص

...ردنا شروع کر دیا۔

شہادتِ علی اصغر

امام علیہ السلام نے ان سب کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف
...جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کے کانوں تک پہنچا۔ اس کا سبب
...چا تو اہل بیت نے عرض کیا اے سید و سردار، شیر خوار بچہ علی اصغر پیاس کی شدت سے
...ب المرگ ہے۔ امام نے فرمایا اسے اُٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔ سیدہ زینب سلام اللہ
...انہیں اُٹھا کر امام کی خدمت میں لے آئیں۔ سید الشہداء نے اپنے ننھے معصوم کو آغوش میں
...اور فوج اشقیاء کی طرف چل پڑے۔

منظر بقول حضرت صائم چشتی کچھ ایسا تھا۔

...اصغر نوں چا کے گود وچ مولا حسین آئے — تے دیکھن حوصلہ وہ بیٹے دا شاہ مشرقین آئے

سی اودھر تیر صائم گردنِ معصوم وچ وجیا
فرشتے گود وچ ایدھر علی اصغر نوں لین آئے

حضرت امام علیہ السلام کو یزیدیوں کے کردار بد کی وجہ سے علم تھا کہ اس چھ ماہ کے بچے
...پانی نہیں دے گا اور علی اصغر کو اٹھا کر کوفیوں کے سامنے لے جاتے وقت بھی امام کے
...اں خانۂ دل میں یہ امر موجود تھا کہ الٰہی یہ چھ ماہ کا بچہ بھی تیری بارگاہ میں پیش ہے اسے
...اپنی رحمتوں کے صدقے قبول فرما۔

آپ جب معصوم علی اصغر کو ملاعین کی فوج کے نزدیک لے کر پہنچے تو آپ نے فرمایا!
...ے لوگو! اگر تمہارے گمان میں میں نے کوئی جرم کیا ہے تو اس بچے نے ہرگز کوئی جرم نہیں
...یا، اسے ایک گھونٹ پانی دے دو، کیونکہ شدت پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو
...چکا ہے۔ اُن سنگ دل جفاکاروں نے کہا یہ محال ہے۔ ہم ابن زیاد کے حکم کے بغیر تمہیں اور تمہارے

بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا نہیں دے سکتے، اس کے ساتھ ہی قبیلہ اسد کے ایک بدبخت شخص حرملہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسینؑ کی طرف چلا دیا، وہ تیر سیدنا علی اصغر علیہ السلام کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام نے معصوم علی اصغر کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے گلے سے جاری ہونے والا خون اپنے دامن پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۴۳)

○ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ امام کا یہ معصوم بچہ شہید ہوا۔ فتلقی حسینٌ دمه فی یدہ و القاہ نحو السماء وقال — امام حسین نے اس بچے کے خون کو اپنے ہاتھوں میں ڈالا، چلّو میں لیا" اور اُسے آسمان کی طرف اُچھال کر فرمایا — رب ان تک قد حبست عنا النصر من السماء فاجعله لما هو خیر و انتقم لنا من الظالمین (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

اے میرے رب اگر تو نے (کسی وجہ سے) ہم سے آسمانی مدد کو روک لیا ہے، تو وہی کر جو تیری مصلحت ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

ذبح عظیم کے مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر علامہ سبط ابن جوزی کے حوالے سے لکھا ہے اور حیات الحسنین میں بھی مرقوم ہے۔ کہ آپ کے دعا فرمانے کے بعد ہاتف نے ندا دی۔

دعه یا حسین فان له مرضعة فی الجنة — اے حسین اس بچے کو رخصت کر دو اس کے لیے ایک دایہ جنت میں مقرر کر دی گئی ہے۔

○ علامہ عبد السلام رضوی نے حیات حسنین کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام نے اپنے شیر خوار بچے کو لے کر اشقیاء کے سامنے گئے تو فرمایا اے لوگو! تم نے میرے اہل خانہ، رفقا و احباب کو قتل کر دیا ہے اور یہ شیر خوار بچہ باقی ہے، اسے پانی کا ایک گھونٹ لے دو دیکھو! شدت پیاس سے یہ بے حس و حرکت ہے — اور فرمایا۔ ان لم ترحموا

ترحموا هذا الطفل[1] ۔ اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو ۔ فوج
تھا کہ بعض لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر اس بچے کو پانی دے
دیا جائے تو کیا حرج ہے ۔ ابن سعد نے اس حالت میں فوج کو دیکھا تو ایک شخص حرملہ بن کاہل کو حکم
دیا ۔ یَا حَرْمَلَةُ اقْطَعْ كَلَامَ الْحُسَيْنِ[2] ۔ اے حرملہ حسین کے اس کلام کو قطع
کر دے ۔ حرملہ نے سہ شعبہ (تین شاخوں والا) تیر اس زور سے مارا کہ وہ علی اصغر کے نازک
گلے سے ہوتا ہوا کان پر آ کر لگا ۔ فَذَبَحَهُ مِنْ أُذُنٍ إِلَى أُذُنٍ[3] کہ ایک کان کو چیرتا ہوا دوسرے
کان سے پار ہو گیا ۔ امام علیہ السلام نے اس تیر کو بچے کے جسدِ نازک سے کھینچا اور خونِ اصغر
کو چلو میں لے کر آسمانوں کی طرف اچھال دیا ۔

بچہ چھ ماہ کا ہو اور پیاس کی شدت سے جسم زردی مائل ہو گیا ہو اور اس کے حلقوم
میں تیر پھنس جائے ۔ تیر بھی سہ شعبہ جس کی ایک ایک میں تین نوکیں ہوں ایسے تیر کو ایسے بچے کے
گلے سے باہر کھینچنا ہو جو پھول کی طرح نازک ہو ۔ تو اتنا مشکل کام بھلا نواسۂ رسول کے سوا
اور کون کر سکتا تھا ۔ یہ اس کا حصہ تھا جس نے شہزادیٔ کونین کا دودھ پیا تھا ۔ یہ ملک ملکِ
ولایت کے دودھ کی تاثیر تھی کہ شبیرِ عالم نے ، عالم کون و فساد کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ۔
بچے کو اٹھا کر چلنے کا منظر تصور کی آنکھوں کو وا کر کے دیکھیں تو امام کی سماعت سے ٹکرانے والی
آوازیں کچھ اس طرح کی ہی ہو سکتی ہیں ۔

تیر بولا کہ مجھے تیرِ جفا کہتے ہیں ۔۔۔ ارض کہتی تھی ، مجھے کرب و بلا کہتے ہیں
دیکھ معصوم کے حلقوم کو اور صورت کو ۔۔۔ موت کہتی ہیں اسے ضربِ قضا کہتے ہیں
بولے شبیر کہ لبیک مصیبت ! آ جا ! ۔۔۔ ابنِ حیدر ہوں ، مجھے کوہِ وفا کہتے ہیں

عرش والوں کا یہ نعرہ تھا حسین ابن علی
ہم تجھے پیکرِ تسلیم و رضا کہتے ہیں

---

[1] حیات الحسین ج ۲ ص ۱۰۱ بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار ص ۸ ، ۲ ، ۳

امام علیہ السلام ننھے علی اصغر کے لاشے کو اٹھا کر خیموں کی طرف تشریف لائے تو اہل بیت والوں اور اُن کی والدہ محترمہ کے دل میں یہ گمان گزرا کہ بچے میں پہلی سی بے تابانہ حرکتیں نہیں اور نہ ہی وہ اضطراب و بے قراری ہے ہو سکتا ہے پانی مل گیا ہو۔ لیکن جب امام قریب آئے تو علی اصغر کی والدہ سے فرمایا تو اپنا بیٹا اصغر، دُنیائے فانی اور نہر فرات کا پانی تو میسر نہیں آسکا، لیکن تیرا بچہ، میرے نانا ساقی کوثر کے ہاتھوں آپ کوثر سے سیراب ہو گیا۔ والدہ کا دل پاش پاش ہو گیا اور مُنہ سے ایک بے ساختہ چیخ نکل گئی۔[۱]

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ امام علی اصغر پر نماز جنازہ پڑھی اور اور خیموں کے قریب تھوڑی سی زمین کھود کر آپ کو دفن فرما دیا۔ شاعر اہل سُنت نے علی اصغر علیہ السلام کی یاد میں مندرجہ ذیل رُباعی کہی ہے:۔

دفا کا نور کا پیکر حسین علی اصغر ‌ ‌ حسینی کان کا دُرِ ثمین علی اصغر
نثار تیری شہادت پہ پیاس پر ماتم ‌ ‌ مثال تیری کہیں بھی نہیں علی اصغر

عبداللہ بن حسین کی شہادت

حضرت عبداللہ بن حسین علیہما السلام چند سال عمر اتنے کم سن کہ خیمہ کی ایک چوب ہی اٹھا سکتے تھے — بعض کتابوں میں ہے کہ ایک کم سن بچہ خیمہ سے گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اس کے کانوں میں دو گوشوارے تھے، وہ بچہ اس ہولناک عالم سے اس قدر متاثر ہو رہا تھا کہ اس کا تمام بدن بید کی طرح لرزاں تھا۔ وہ دہشت زدہ اور حواس باختہ ہو کر ایک تناب سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ ہانی بن ثبیت حضرمی نے جھپٹ کر اس کو ایک حملہ میں قتل کر دیا۔ بعض مورخین نے اس بچے کا نام عبداللہ بن حسین لکھا ہے۔ کتب کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام عالی مقام

---

[۱] سیاست الحسنی جلد دوم ص ۱۲۱، شہادت نواسہ سید الابرار ص ۳۸۱، روضۃ الشہداء ص ۳۴۲۔

ایک صغیر السن بچہ عبداللہ تھا ــــ اور بعض علماء کا یہ قیاس ہے کہ علی اصغر کا نام عبداللہ لیکن میرے خیال میں یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اب مختلف کتابوں کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔

○ کتاب "الحسین" میں عمر ابوالنصر مصری نے صرف دو سطروں میں اس طرح لکھا ہے۔ اہل بیت کے خیموں میں سے ایک ننھا بچہ نکلا اور خوف زدہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ہانی بن ثبیت حضرمی نے آگے بڑھ کر اُسے شہید کر دیا[1]

○ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ ہانی حضرمی کہتا ہے۔ قتل حسین کے روز میں بھی موجود تھا اور دس سواروں میں سے میں ایک سوار تھا۔ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ واللہ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ خیمہ کی ایک لکڑی ہاتھ میں لیے ہوئے نکل آیا۔ وہ کرتا اور تہبند پہنے ہوئے تھا۔ يَتَلَفَّتُ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا ــــ وہ سہما ہوا کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف دیکھتا تھا۔ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى دُرَّتَيْنِ فِيْ اُذُنَيْهِ تَذَبْذَبَانِ كُلَّمَا اِلْتَفَتَ ــــ اُس کے کانوں میں بندے تھے۔ جب وہ ادھر اُدھر دیکھتا تو بندے ہلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ وہ نقشہ ابھی تک میری آنکھوں میں پھرتا ہے۔ ایک شخص گھوڑے کو ایڑی لگاتا ہوا آگے بڑھا۔ جب اس لڑکے کے قریب پہنچا تو گھوڑے پر سے جھکا ثُمَّ اَخَذَ الْغُلَامَ فَقَطَعَهٗ بِالسَّيْفِ[2] ــــ پھر اس لڑکے کو پکڑ کر تلوار سے کاٹ کر رکھ دیا ــــ ہشام سکونی کہتا ہے اس لڑکے کو ہانی بن ثبیت حضرمی نے خود قتل کیا تھا۔ لیکن لوگوں کی لعنت و ملامت کے خوف سے اُس نے اپنا نام نہیں لیا۔

---

[1] الحسین مترجم ص ۱۲۵۔

[2] الطبری جلد ۶ ص ۲۵۰، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۲۔

استشہاد الحسین ص ۱۳۰۔

بُندوں والا ایک اور بچہ

ایک اور بچہ جس کی شہادت کا تذکرہ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر اور تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری نے کیا ہے۔ مگر اس بچے کا نام نہیں لکھا۔ لکھتے ہیں جب میدان میں امام علیہ السلام کو دشمنوں نے گھیر لیا تو یہ دیکھ کر ایک لڑکا خیمے سے باہر نکلا اور آپ کے پاس آنے لگا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کَاَنَّهُ الْبَدْرُ وَفِیْ اُذُنَیْهِ دُرَّتَانِ[1] "چودھویں کے چاند کی طرح تھا اور اس کے کانوں میں بُندے تھے۔ جب وہ دوڑتا ہوا خیمہ سے باہر نکلا تو حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اسے واپس خیمہ میں لے جانے کے لیے اس کے پیچھے دوڑیں امام نے آواز دے کر فرمایا — اِحْبِسِیْهِ[2] "زینب! اسے روکو" لیکن اُس نے واپس خیموں میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور دوڑتا ہوا پہنچا اور امام کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا بحر بن کعب بن عبد اللہ نے حضرت امام علیہ السلام پر تلوار اٹھائی تو اس بچے نے کہا یَا ابْنَ الْخَبِیْثَةِ اَتَقْتُلُ عَمِّیْ[3] — اور خبیث (ناپاک) عورت کے بیٹے تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بحر بن کعب نے حضرت پر وار کیا۔ بچے نے اس خبیث کی تلوار کا وار روکنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ بچے کا ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا۔ صرف کھال باقی رہ گئی فَنَادَی الْغُلَامُ یَا اُمَّتَاهُ[4] — تو بچہ ہائے اماں ہائے اماں کہہ کر چلایا۔ اور البدایہ میں ہے — یَا اَبَتَاهُ[5] — ہائے ابا جان کہہ کر چلایا فَاَخَذَ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۷۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۵۹۔

[3] ، [4] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۹۔

[5] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۷۔

حُسَیۡنُ فَضَمَّهٗ اِلٰی صَدۡرِہٖ[1] امام حسین علیہ السلام نے اُسے سینے سے
[لگا] لیا۔ اور فرمایا۔ یَا ابۡنَ اَخِیۡ اِصۡبِرۡ[2] اے میرے بھائی کے بیٹے
صبر کر۔ اور اپنے حق میں بہتر سمجھ۔ اللہ تعالیٰ اب مجھے تیرے بزرگوں سے ملا دے گا۔ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم، علی مرتضیٰ، حمزہ سید الشہداء، جعفر طیار، حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہم کے
پاس پہنچا دے گا۔

بعض نے اس لڑکے کو عبد اللہ بن حسن کا نام دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۹

[2] استشہاد حسین ص ۱۲۱۔

اب مہمانِ کربلا، سید الشہداء، راکبِ دوشِ مصطفیٰ، نورِ جانِ خیر النساء، ابنِ خیبر شکن، برادرِ امام حسن، محسنِ باغِ زمن، امام ذو المنن، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر ہوگا۔

کون حسین؟

حسینؓ گلشنِ رحمت کی دل نواز کلی — حسینؓ، جانِ پیمبرؐ، حسینؓ نورِ علیؓ
حسینؓ راحتِ زہراؓ، حسینؓ شیرِ جلی — حسینؓ حسنِ ولایت، حسینؓ حق کا ولی

حسینؓ چہرۂ کرامت کے چاند کا ہالہ
حسینؓ مہرِ نبوت پہ کھیلنے والا

حسینؓ راکبِ دوشِ رسولِ اکرمؐ ہے — حسینؓ حسنِ شہادت، شہیدِ اعظم ہے
حسینؓ ارفع و اعلیٰ ہے فخرِ آدم ہے — حسینؓ خلقِ کرامت، پناہِ عالم ہے

حسینؓ نام ہے زہراؓ کے گھر کی خوشبو کا
حسینؓ نام ہے حیدرؓ کے زورِ بازو کا

حسینؓ! جس نے زمانے کو زندگی بخشی — حسینؓ! جس نے محبت کو تازگی بخشی
حسینؓ! جس نے ہے ہر آنکھ کو نمی بخشی — حسینؓ! جس نے خضر کو بھی روشنی بخشی

رضائے حق ہی ہے سب کچھ لٹا دیا جس نے
حسینؑ وہ ہے کہ دیں کو بچا لیا جس نے

سید شہیداں امام عالی مقام عزیز و اقربا، دیگر تمام احباب و انصار کی شہادت کے بعد اکیلے رہ گئے۔ سوائے امام علی اوسط زین العابدین رضی اللہ عنہ کے جو سخت بیمار تھے اور خیمہ میں بخار کی حدت اور پیاس کی شدت بنا برین بے ہوشی کی حالت میں اچھڑے کے ایک پھٹے ہوئے بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ امام ابھی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ دشمنوں کی طرف سے مبارزہ طلبی کی آواز آئی تو آپ فوراً مقابلے اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے ہر طرح کے مصائب و آلام کو گلے لگانے والا، صبر و استقامت اور عزم و استقلال کا کوہ گراں اُٹھا اور زبان پاک پر یہ شعر تھا ؎

اِنْ کَانَ دِیْنُ مُحَمَّدٍ لَمْ یَسْتَقِمْ ‎ ‎ ‎ ‎ اِلَّا بِقَتْلِیْ یَا سُیُوْفُ خُذِیْنِیْ

اگر میرے نانا محمد مصطفےٰ کا دین میرے قتل کے بغیر برقرار نہیں رہ سکتا تو میں خود تلواروں کو دعوت دیتا ہوں کہ مجھے پکڑ لو۔

جب امام زین العابدین نے اپنے والد گرامی کو تنہائی کے عالم میں تیاری کرتے دیکھا تو نیزہ لے کر خیمہ سے باہر تشریف لائے مگر شدید بیمار تھے۔ انتہائی کمزوری کی وجہ سے آپ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور رنج و الم کی وجہ سے آپ کا بدن مبارک کانپ رہا تھا اور اسی حال میں آپ نے میدان کا رُخ کر لیا۔ امام حسینؑ نے جب انہیں میدان میں جاتے دیکھا تو تیزی کے ساتھ اُن کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور آواز دے کر فرمایا، بیٹا واپس آ جا اور یاد رکھ میری نسل تجھ سے باقی بچے گی اور تو اہل بیت رسول کے اماموں کا باپ ہوگا اور تیری نسل قیامت تک منقطع نہیں ہوگی۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں۔ خواتین کو تیری نگرانی میں چھوڑتا ہوں۔ اور آبا و اجداد کی امانتیں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ پہلی چیز قرآن مجید ہے جو کلام الٰہی اور مجمع حقائق لاانتہا ہی ہے۔ اور دوسری چیز مصحف سیدہ فاطمہ زہرا ہے۔ علاوہ ازیں جفر

جفر، جامعہ، جفر احمر، علم خلافت، مصحف فاطمہ رکھا ہوا۔ مذکورہ الصدر علم اور باقی وہ علوم جن پر سوائے ائمہ اہل بیت کے کسی کو اطلاع نہیں۔

پھر آپ علی زین العابدین کو خیمہ میں لے آئے اور سمجھا کر وہ امانتیں اُن کے سپرد کیں[1] تقویٰ اور رضائے الٰہی کی وصیت فرمائی۔ پھر آپ نے اسلحہ زیب تن کیا۔ نیچے جبّہ ملّا کی پہنا۔ پھر مصری قبا زیب تن کی حضور رسالت مآب کی دستار سر پر رکھی۔ سید الشہداء حضرت حمزہ کی ڈھال پشت پر ڈالی، ذوالفقار علی حمائل کی اور پھر اپنی پیاری بیٹی سکینہ کو جن سے آپ بے پناہ محبت فرماتے تھے کو آغوش میں لیا۔ یہ دیکھ کر سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا جو اس وقت چھ یا سات سال کی تھیں معصومانہ انداز میں عرض کرتی ہیں۔ یَا اَبَتَاہُ اِسْتَسْلَمْتَ لِلْمَوْتِ ابا جان کیا آپ موت کی تیاری کر رہے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ یَا سُکَیْنَۃُ کَیْفَ لَا یَسْتَسْلِمُ لِلْمَوْتِ مَنْ لَا نَاصِرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ — اے پیاری بیٹی سکینہ جس کا کوئی یار و مددگار نہ ہو تو وہ موت کی تیاری نہ کرے تو اور کیا کرے۔ — سیدہ سکینہ نے عرض کیا۔ اچھا ابا جان پھر ایسا کریں — رُدَّنَا اِلٰی حَرَمِ جَدِّنَا — کہ ہم کو ہمارے نانا کے شہر کی طرف بھیج دو۔ باپ اور سات سالہ بچی کی گفتگو سن کر تمام پاک بیبیاں رو پڑیں۔ فَبَکَی الْحُسَیْنُ[2] امام علیہ السلام بھی رو پڑے۔ آپ نے صبر کی کی تلقین فرمائی اور سیدہ سکینہ کو پیار و دلاسہ دیا۔ اور طرق میں جنگ کی مکمل تیاری فرمائی اور اس نعرے کے ساتھ میدان میں نکلے کہ —

ہم اہلبیت ہیں سنت کا سفینہ نہیں ڈوبنے دیں گے — کفر جو چاہتا ہے وہ کبھی ہونے نہیں دیں گے

سکینہ کا بھرے دربار میں رونا گوارا ہے
مگر دینِ نبی کو دربدر رونے نہیں دیں گے

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۴۴۳

[2] حیات قمی جلد ا ص ۳۰۹ بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار ص ۲۱۰۔

امام میدانِ جنگ کی طرف

اور نکلتے وقت اپنے چہرۂ انور اور ریش اقدس پر دونوں ہاتھ پھیرے جیسے دعا کے بعد پھیرے جاتے ہیں اور ساتھ فرمایا یَا سُکَیْنَۃُ وَیَا زَیْنَبُ وَیَا اُمَّ کُلْثُوْمَ وَیَا حَرَمَاتُ وَیَا عَلِیُّ اَوْسَطُ عَلَیْکُمْ مِنِّی السَّلَامُ۔ اے سکینہؓ اے زینبؓ اے امّ کلثومؓ اے حرمات (ازواج و خادمات) اے علی اوسط (زین العابدینؓ) میری طرف سے تم پر سلام ہو۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یہ ایک نہایت دردناک اور رقت آمیز منظر تھا کہ جب آلِ رسول کا سردار ہمیشہ کے لیے اُن سے جدا ہو رہا ہے۔

تمام اہلِ بیت کی نگاہیں امامؓ کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔ یہ میدانِ کارزار کی طرف جانے والا کوئی عام آدمی نہیں، یہ رسولِ خدا کا لختِ جگر، سیدہ زہراؓ کا نورِ نظر، شیرِ خدا کا پسر، حسن مجتبیٰ کا برادر، چرخِ شہادت کا محور، اور عرب کا رہبر ہے جسے دنیا حسینؓ، اور نبیؐ کے دل کا چین کہتی۔ ہاں حسینؓ۔ کون حسینؓ!

حسینؓ صورتِ حیدرؓ، حسینؓ خونِ رسولؐ — حسینؓ نازشِ زینبؓ، حسینؓ فخرِ بتولؓ
حسینؓ اصلِ شہادت، حسینؓ اصلِ اصول — حسینؓ علم کا دریا، حسینؓ عقلِ عقولؓ

جمالِ حسنِ محمدؐ جمالِ روئے حسینؓ
ہے رشکِ عقدِ ثریا غبارِ کوئے حسینؓ

© جب امام پاک روانہ ہوتے تو پردہ نشینانِ مخدرۂ عصمت نے عرض کیا سرکار آپ نے ہمیں کس حال میں چھوڑا اور غریب الوطن قافلے کو کس کے سپرد کیا۔ امام نے فرمایا میں نے آپ سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے۔ اور میری مشکلات میں وہی میرا کفیل ہے[1]

---

[1] حیاتِ حقی جلد ۲ ص ۲۲۳، بحوالہ شہادت نواسۂ سید الابرار ص ۸۱۸۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔[1] امام جب میدانِ کربلا کے درمیان پہنچے تو آپ نے اپنا نیزہ میدان میں گاڑ دیا۔ اور اپنا نسب بیان کرتے ہوئے آپ نے رجز کے جو فی البدیہہ اشعار کہے اُن عربی اشعار کا ترجمہ علامہ حسین کاشفی کے شاگرد نے فارسی زبان میں کیا۔ اسی بحر میں اُن کا مفہوم و خیال اُردو میں کچھ اس طرح ہے۔

ہے میرا نانا، امام الانبیا، خیر الوریٰ / آفتابِ چرخِ عزت، شمعِ بزمِ اصفیا

میرا والد ہے یقیناً وارثِ شانِ علا / دُرِّ دُرجِ لافتیٰ ہے بدرِ برجِ ھَلْ اَتٰی

ماں میری بنتِ نبی، خیر النسا، زہرا بتول / بضعۃ منی، رسولِ پاک نے جس کو کہا

ہے میرا بھائی حسنؑ، سلطانِ دیں شاہِ زمن / نورِ چشمِ مرتضیٰ سبطِ شہِ ہر دو سرا

جانتے ہو میرے چچا جعفرِ طیار کو / ہے ہمیشہ کے لیے جو طائرِ خلدِ خدا

حمزہ سردارِ شہیداں جانتے ہو کون ہے؟ / ہے وہ چچا میرے والد حیدرِ کرار کا

خاندانِ مصطفےٰ ہے چشمۂ جود و کرم! / تم ستم گر طالبِ دنیا، منافق، بے وفا

قاسم و اصغر کے خوں سے بھی نہیں تشفی ہوئی
اے دغا باز و تمھاری آتشِ جور و جفا

اِتمامِ حجت

پھر آپ نے فرمایا اے دشمنانِ دین وقت خدا سے ڈرو۔ وہ خدا جو دن کو رات اور رات کو دن میں تبدیل کرتا ہے۔ جو زندگی اور موت دیتا ہے۔ اگر تم اللہ کے دین کا اقرار کرتے ہو اور میرے نانا جان رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو میں اپنی پہلی بات پر قائم ہوں اُسے دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ ابھی وقت ہے مجھ پر ظلم و ستم اور جور و جفا کے

---

[1] سورۂ نسا آیت ۸۱۔ ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کارساز۔

...ر و جل. ڈرو اس دن اور وقت سے جب میرے ماں باپ تم سے میرے بارے جھگڑا کریں گے
محشر کی گرمی، حرارت اور پیاس کو یاد کرو اور یہ بھی سوچو کہ حوضِ کوثر کے کنارے کھڑا ہونے والا
ساقیٔ کوثر کون ہوگا۔ تم خاندانِ نبوت کو نہایت بے دردی سے شہید کر چکے ہو اور اب مجھے
قتل کرنا چاہتے ہو، اگر یہ تمام اس ملک کے لیے ہے تو مجھے سرِ راہ چھوڑ دو، تاکہ میں روم، حبش
یا ترکستان کی طرف چلا جاؤں اور میرے اہل و عیال کے جگر پیاس سے کباب ہو چکے ہیں انہیں
تھوڑا سا پانی دے دو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اَلْحُكْمُ لِلّٰهِ وَ رَضِيْنَا بِقَضَاءِ
اللّٰهِ[1] حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور ہم اللہ کے ہر فیصلے پر راضی ہیں۔

شامیوں نے امام کی جب یہ باتیں سنیں تو بعض لوگ میدانِ جنگ سے واپس ہو گئے
اور بعض نے رونا شروع کر دیا، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور ان کے ساتھیوں نے جب
یہ دیکھا کہ محاذ اُن کے ہاتھوں سے نکلتا جا رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ لشکر اپنے ہی سپہ سالار
پر ٹوٹ پڑے۔ وہ تیزی کے ساتھ امام علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے ابن ابو تراب
اپنی بات لمبی نہ کر اور اپنے نسبی غرور کو چھوڑ کر آ، تاکہ تجھے ابن زیاد کے پاس لے چلیں اور وہاں پہنچ
کر یزید کے لیے بیعت کرے اور اس ہلاکت سے رہائی حاصل کر، بصورت دیگر ہم تجھے اسی
حال پر رکھیں گے یہاں تک کہ تو پیاسا ہلاک ہو جائے۔

امام حسین علیہ السلام اُن کی گفتگو سن کر خاموش ہو گئے اور میدان میں کھڑے رہے
اُدھر جب ابن سعد نے اپنے لشکر کو روتا ہوا آہ و فغاں کرتا دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو گیا
کہ کہیں فوج میں بغاوت نہ ہو جائے۔ اس نے قلبِ لشکر سے نکل کر پیادوں کو آواز دی کہ اب
اگر حسین کے منہ سے کوئی بات بھی نکلے تو اس پر تیروں کی بارش کر دو۔ ابن سعد کی بات سن
کر اُس کے پندرہ ہزار بدبختوں نے کمانوں پر تیر چڑھائے اور امام کی طرف چلا دیے۔ خدا کی قدرت

---

[1] روضۃ الشہداء، ص ۳۴۵

کہ آپ اور آپ کے گھوڑے کے جسم پر ایک تیر بھی نہ لگا۔ تیر اندازوں نے اپنے تیروں کو خطا جاتے دیکھا تو شرمندہ ہو کر واپس ہو گئے۔[1]

زعفر نامی جن کا مدد کے لیے آنا[2]

امام حسین نے چاہا کہ حملہ کریں۔ لیکن اچانک زبردست گرد و غبار چھا گیا۔ اور ایک شخص دوسرے شخص کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی اثنا میں ایک مہیب و عجیب شکل و صورت کا شخص ایک عجیب و غریب سواری پر ظاہر ہوا۔ اس کا سر اور ہاتھ گھوڑے کے سر اور ہاتھوں کی طرح تھے اور پاؤں شیر کے پاؤں سے مشابہ تھے۔ اس نے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ـــــ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى جَدِّكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ "سلام ہو آپ پر یا امام اور آپ کے نانا پاک پر اور آپ کے والدین پر" ـــــ امام نے فرمایا اے نیک بخت تو کون ہے جو اس وقت مظلوموں پر سلام کرتا ہے۔ اس نے کہا اے ابن رسول خدا میں جنوں کا سردار ہوں میں تیرے نانے کا غلام اور باپ کا نوکر ہوں میرا نام زعفر زاہد ہے اور میرا لشکر اس بیاباں میں سکونت پذیر ہے۔ آپ کے والد گرامی جب بیئر علم کے کنویں سے تشریف لائے تو انہوں نے ضرب ذوالفقار سے جنوں کو مسلمان کیا اس وقت میرا باپ جنوں کا بادشاہ تھا اور اس کے فوت ہونے کے بعد یہ تمام جن میرے زیر فرمان ہیں۔ اجازت فرمائیں تاکہ میں اپنے لشکر کو لا کر ان لوگوں سے جنگ کروں جو آپ کی طرف نیزے تان کر کھڑے ہیں۔[2]

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۲۵۔

[2] روضۃ الشہداء ص ۳۳۰۔

امام کا جواب

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اے زعفر اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ تمہیں نہ یہ لوگ دیکھ سکیں گے اور نہ قتل کر سکیں گے جب کہ تم انہیں دیکھو گے بھی اور قتل بھی کرو گے اور یہ ظلم ہے۔ تو اپنے گھر اور اپنی مجلس میں واپس چلا جا۔

زعفر نے عرض کیا اے سید و سرور ہم انسانوں کی طرح اُن کے سامنے نظر آئیں گے اور جنگ کریں گے۔ اگر ہماری ساری قوم بھی قتل ہو جائے گی تو آپ کی راہ میں شہید ہوگی۔

امام نے فرمایا۔ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا یَا زُعْفَرُ — اے زعفر اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ میرا دل حیاتِ دنیوی سے بھر چکا ہے۔ میں نے علم المنایا (موتوں کا علم) میں دیکھا ہے کہ آج میں اپنے پروردگار سے ملاقات کروں گا تو میرے لیے اس قوم سے تعرض نہ کر اور واپس چلا جا۔ زعفر واپس چلا گیا اور اسی وقت تمام گرد و غبار ختم ہو گیا۔[1]

امام کی شجاعت

حضرت امام نے دیکھا کہ دشمن ہر صورت جدال و قتال کر کے رہیں گے اور عداوت و دشمنی سے باز نہیں آئیں گے، دوسری دفعہ میدان کا رُخ کیا اور مقابلے کی دعوت دی۔ شام کے لشکر کا ایک سردار تمیم بن قحطبہ جو اپنی قوم میں بڑا بہادر اور شہ زور گنا جاتا تھا امام کے سامنے آیا اور کہا۔ اے ابن ابو تراب۔ آپ کہاں تک جھگڑا کریں گے؟ آپ کے بیٹوں نے ہلاکت کا زہر پی لیا ہے۔ آپ کے اقربا اور غلاموں نے فنا کا لباس پہن لیا ہے۔ اور اب بھی آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں اور تن تنہا اکیلے ہزاروں کے لشکر پر تیغ زنی کریں گے۔

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۲۴۳۔

آپ نے فرمایا اے شامی کیا ہیں تمہارے ساتھ جنگ کرنے آیا ہوں یا تم ہیں نے سرواہ تمہیں روکا ہے۔ یا تم نے۔ اور تم لوگوں نے میرے بھائیوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا ہے اور اب میرے اور تمہارے درمیان سوائے تلوار کے اور کیا رہ گیا ہے۔ باقی رہی بات کہ میں اکیلا ہزاروں سے کیسے لڑوں گا۔ تو سُن۔!

میری رگ رگ میں خون حیدری کا جوش دیکھو گے — ہزاروں لشکری کھو دیں گے اپنے ہوش دیکھو گے

ابھی میں دیکھ لیتا ہوں بہادر سورمے قومی

ابھی ہوگا غرور شامیاں روپوش دیکھو گے

آپ نے فرمایا او شامی! تو نے بہت باتیں کر لی ہیں۔ اب جو کچھ تیرے پاس ہے لے آ۔ یہ فرمایا اور اس زور سے نعرہ لگایا کہ یزیدی فوج کا زہرہ اور حوصلہ پسینے کے قطروں کی صورت اختیار کر کے اُن کے چہرے پر نمودار ہو گیا۔ تمیم پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور اس کا ہاتھ ٹھٹکا رہ ہو گیا۔ امام عالی مقام نے اس کی گردن پر اس زور سے تلوار ماری کہ اس کا سر کئی قدم دور جا گرا۔ پھر آپ نے یزیدی فوج پر حملہ کر دیا۔ سپاہِ دشمن آپ کی تلوار کی ضربوں کی تاب نہ لا کر پریشان ہو کر ایکدم بھاگ نکلی۔[1]

حسین ابن علی کے سامنے سے بے ہنر بھاگے — بڑی جنگ جو، بہادر چھوڑ کر تیغ و تبر بھاگے

وہ بھاگے ذوالفقارِ حیدری کی دیکھ کر شدت

جو تھے رن میں لگے کشتوں کے پشتے دیکھ کر بھاگے

یزید الطحی

شامی فوج کو بھاگتے دیکھ کر یزید الطحی نے لشکر کو للکارتے ہوئے کہا۔ ارے بے حمیتو!

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۲۶۔

سب کے سب ایک شخص سے کمزور پڑ کے آگے آگے بھاگ رہے ہو۔ اب دیکھو کہ میں اس کا کس طرح کام تمام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ مسلح ہو کر بالمقابل امام کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کی جنگی صلاحیتیں تمام شام و عراق میں مشہور تھیں اور اس کی جرات و بہادری، شجاعت و دلاوری کے قصے مصر و روم تک معروف تھے۔ ابن سعد کی فوج نے جب یزید ابطحی کو امام حسین کے مقابل دیکھا تو خوشی سے نعرہ بلند کیا۔ اور اہل بیت کے بچوں اور عورتوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ سب پریشان ہو گئے۔ مگر امام نے ابطحی کو للکارتے ہوئے کہا۔ کیا تو مجھے نہیں جانتا جو اس گستاخانہ انداز میں میرے سامنے آیا ہے۔

ابطحی نے جواب دینے کی بجائے، امام پر تلوار اٹھائی۔ آپ نے اس کے وار کرنے سے پہلے اس کی کمر پہ تلوار چلا دی اور اُسے لکڑی کی طرح چیر کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور فرمایا:

أَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ۔۔۔ آلَيْتُ أَنْ لَا أَنْثَنِي

أَحْمِيْ عِيَالَاتِ أَبِيْ ۔۔۔ أَمْضِيْ عَلٰى دِيْنِ النَّبِيْ

"میں حسین ابن علی ہوں۔ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ ایک ہی بات پر قائم رہوں گا۔ میں اپنے والد کے کنبہ کی حمایت کرتا ہوں۔ میں دینِ رسول پر قائم ہوں۔"

ہاں۔ تو بات چل رہی تھی شبیرِ عالم کی تیغ صاعقہ بار اور یزید ابطحی کی جو بڑے غرور و تکبر سے امام کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اب کربلا کی ریگزاروں پر دو ٹکڑوں کی صورت میں جہنم کی راہ دیکھ رہا تھا۔ اُسے کسی نے بھی یہ بات نہ سمجھائی کہ او بے وقوف، او اندھیروں کے پرستار رُک جا۔

رہا تاریک، دل یوں صاحبِ تنویر کے آگے
ٹھہرنا ہے بہت مشکل جری شبیر کے آگے

دریائے فرات پر

حضرت امام نے معاً گھوڑے کا رُخ دریائے فرات کی طرف موڑ لیا۔ شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی للکار کر کہا خبردار۔ حسینؑ کو پانی کی طرف نہ جانے دینا۔ اگر اس نے پانی کا پیالہ پی لیا تو پھر ہماری خیر نہیں۔ یہ اعلان سُن کر لشکرِ یزید نے امام عالی مقام کا راستہ روکا۔ فرات اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے۔ امام نے تلوار کھینچی۔ گھوڑے کو مہمیز لگا کر مشتعل کیا اور دشمن کے باغیوں پر اس طرح تلوار چلائی، جس طرح موسمِ خزاں میں درختوں کے پتے زمین پر گرتے ہیں۔

جگر تھا پھر نہ اُٹھ سکنے کی طاقت اس میں تو نہ تھی — عجب اک خون بہنے کی نہ یا اس میں بستی تھی
علی کی تیغ تھی شبیر کی کاٹ اگر دیکھ کربل میں — گھڑی اک بہے عمل ور دارۂ خیمہ پہ گھستی تھی

یہاں تک کہ آپ لشکر کی تین صفوں کو چیرتے ہوئے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔ آپ نے گھوڑے کو فرات میں اُتار کر چلو میں پانی لیا اور فوجِ اشقیاء کی طرف دیکھا۔ اس انداز کا مطلب یہ تھا کہ کوفیو! دیکھو، یہی فرات اور یہی پانی ہے۔ جسے تم نے آلِ رسول سے روک رکھا تھا۔ نادانو! یہاں آ کر اگر پانی پینا ہی مقصود ہوتا تو آواز دے کر پورا دریائے فرات قدموں میں بلا لیتا۔ میرا اپنے جدِ امجد سے ایک عہد و پیمان ہے۔ جسے نبھانے کے لیے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

آپ نہرِ فرات میں تھے کہ پیچھے سے ایک آواز آئی۔ یا حسینؑ! آپ دریائے فرات کے پانی کی اُٹھتی ہوئی موجوں لہروں کو دیکھ رہے ہیں اُدھر یزیدی لشکر خیموں کو لوٹ رہا ہے۔ امام نے پانی چلو سے پھینکا اور تیز ہوا کی طرح خیموں تک پہنچ گئے۔ وہاں پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا تو جان لیا کہ یہ بات مکاری سے کی گئی ہے۔ جب کہ دوست کا منشا بھی یہی تھا کہ آج کے دن کی پیاس شرابِ بہشت سے بجھائی جائے۔

آخری بار وصیّت

جب آپ خیمہ میں تشریف لے آئے تو سراپردہ میں قدم مبارک رکھا۔ تمام خواتین اہلِ بیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں تو آپ نے انہیں فرمایا۔ اے پردہ دارو۔ چادریں سر پہ کر لو۔ اور کمر باندھ کر میری مصیبت کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ دیکھو کپڑے نہ پھاڑنا۔ اور نہ گھبراہٹ کا اظہار کرنا۔ میرے یتیموں کا خیال رکھنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے امام زین العابدین کو آغوش میں لیا اور بوسہ دیتے ہوئے فرمایا۔ جب آپ مدینہ منورہ میں پہنچ جائیں تو میرے دوستوں کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا۔ میرے باپ نے آخری وقت فرمایا تھا۔ اے دوستانِ ملت جب کبھی تم غریب الوطنی کے دکھ میں مبتلا ہو جاؤ۔ تو میری غریب الوطنی یاد کر لینا اور جب کسی کو قتل شدہ دیکھو کہ اس کی گردن ناحق کاٹ دی گئی ہے تو مجھے فراموش نہ کرنا۔ اور جب کبھی ٹھنڈا میٹھا پانی پیو تو میری پیاس پر غور کر لینا۔

تلوارِ برق بار

جب امام علیہ السلام تیسری بار میدان میں تشریف لاتے تو میدان میں کھڑے ہو کر مقابلے کی دعوت دی تو ابنِ سعد نے اپنے لشکر سے کہا اے لوگو تم جانتے ہو کہ حسینؓ اکیلے اکیلے حریف کو نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا ایک کے مقابلے میں ایک کے اصول کو ترک کر کے اکٹھے ہو کر حملہ کر دو۔ دیکھو وہ پیاس کی شدت سے ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں:۔ شاباش آگے بڑھو۔ اور حسینؓ کا سر کاٹ لو۔ یہ سن کر یزیدی لشکر گیا اور آپ کو گھیرے لے لیا۔ اور امام عالی مقام شیرِ نر کی طرح تیغ بُراں لیے ہوئے اُن کے درمیان۔۔۔۔
اَنَا ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔ (میں رسولِ خدا کا بیٹا ہوں) ۔ کا نعرہ مستانہ لگا کے

تو زمین کانپ اٹھتی۔ اور جب آپ کی برق نما تلوار کی شعاعوں کی بجلی گرتی تو دشمنوں کی آنکھ
کو خیرہ اور چہروں کو تیرہ کر دیتی۔ زمین و آسمان کے درمیان اٹھنے والا غبار خونوں کی بارش سے تر
ہو گیا۔ ناپاک دشمن کے تیرہ بدن میں مزاج جان کے لیے آپ کی شمشیر خوں فشاں کا حکم قطعی
فیصلہ کر دیتا۔[1]

مثالِ رعد تھا ہر نعرۂ تکبیر شبیری — بنا تھا ہر کوئی میدان میں نخچیر شبیری
بھری تھی بجلیاں ایسی کہ وہ برق تپاں خود تھی
قضا و موت کا پیغام تھی شمشیر شبیری

مخالف کا اعتراف

عبداللہ بن عمار امام کی مخالف فوج کا ایک جنگ جو لشکری تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام کو دونوں طرف سے پیادوں نے گھیر رکھا ہے آپ اُن کے نرغے میں ہیں۔ پھر انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے داہنی اور بائیں طرف سے حملہ کرنے والوں کو منتشر کر دیا۔ عبداللہ کا قول ہے۔ فَوَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ مَکْثُوْرًا قَطُّ قَدْ قُتِلَ وُلْدُہٗ وَاَھْلُ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابُہٗ اَرْبَطَ جَاشًا وَلَا اَمْضٰی جَنَانًا مِنْہُ وَلَا اَجْرَءَ مُقْدَمًا ــــ خدا کی قسم میں نے کسی ایسے بے کس مجبور کو نہیں دیکھا جس کی اولاد، اہل بیت اور اصحاب و انصار سب قتل ہو چکے ہوں حسین کی طرح جرأت و پامردی سے لڑتے مرتے ــــ وَاللّٰہِ مَا رَأَیْتُ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ ــــ خدا کی قسم نہ ان سے پہلے اور نہ بعد کوئی اُن کی مثل نظر آیا اِنْ کَانَتِ الرَّجَّالَۃُ لَتَنْکَشِفُ مِنْ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ اِنْکِشَافَ الْمِعْزٰی

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۴۹۔

ـتد ذِيبُ الذئب[۱] اُن کے دائیں اور بائیں طرف کے لوگ اس طرح بھاگ
ـتے۔ جیسے بھیڑیئے کے حملہ کرنے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔

امام عالی مقام کی تلوار کی کاٹ، اور ہمت و مردانگی کے قصّے آسمانِ شجاعت پر ستاروں
ـر چمکتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے مسافرت اور بے کسی کے عالم میں ایسی قوت
ـسے نوازا کہ یزیدیت کا غرور خاک میں مل گیا، آپ کی تیغِ خارا شگاف کا سینہ بدف
ـکر اُسے پیوندِ خاک کرنا قدرتِ خداوندی کا ایک مختصر و اندک ہے۔ ؎

وہ تیغِ شمشیر، تیغِ حق تھی کہ حق کا سکہ بٹھا رہی تھی
جلو میں لے کر وہ بجلیوں کو، وغا کے خرمن جلا رہی تھی

سر خیانت اُڑا رہی تھی، وہ زد کثرت مٹا رہی تھی
زمین کربل کی خاک میں وہ، غرورِ باطل مٹا رہی تھی

حسین میداں میں لڑ رہے تھے، اُدھر تھی خیمے میں ایک بی بی
بڑے ہی عجز و نیاز میں وہ، خدا سے کر التجا رہی تھی

خدایا رکھ لاج آج شمشیرِ حیدری کی، دلِ بلا میں
دعا کی آواز دخترِ مرتضیٰ کے خیمے سے آ رہی تھی

چاروں طرف سے حملہ

جب امام علیہ السلام کی شجاعت و بہادری کے سامنے بڑے بڑے پہلوانوں کے
ـلے جواب دے گئے تو سالارِ لشکر عمرو بن سعد نے اپنی فوج کو پکارتے ہوئے کہا

---

[۱] ـد طبری جلد ۶ ص ۲۵۹-البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۸، الکامل فی التاریخ ابن اثیر
ـ۴ ص ۲۹۵، استشہادِ الحسین ص ۱۲۲۔

وَيْلَكُمْ تَدْرُونَ لِمَنْ تُقَاتِلُوْنَ ۔ اے لشکرِ شام افسوس ہے تم پر، جانتے ہو کس سے لڑ رہے ہو؟ ـــ هٰذَا ابْنُ الْاَنْزَاعِ الْبَطِيْنِ ـ هٰذَا ابْنُ قَتَّالِ الْعَرَبِ ـ یہ انزاع بطین اور عرب کے سب سے بڑے جنگجو علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہے ـ فَاحْمِلُوْا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ[1] اس پر چاروں طرف سے یک ساتھ حملہ کر دو۔

پھر کیا تھا۔ امام علیہ السلام پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اس کے باوجود آپ نے حوصلے کو بلند رکھا اور فوجِ اشقیا کی صفوں کو چیرتے ہوئے گھوڑے کو پانی پلانے کی غرض سے فرات کے کنارے پہنچ گئے۔ اور گھوڑے کو پانی میں ڈال کر فرمایا ـــ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَ اَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰهِ لَا ذُقْتُ الْمَآءَ حَتّٰى تَشْرَبَ[2] ـــ اے گھوڑے تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں، خدا کی قسم میں بھی اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو پانی نہ پی لے۔ جب نواسۂ رسول کا یہ کلام سنا تو ذوالجناح گھوڑے نے فوراً اپنا منہ پانی سے اٹھا لیا۔ آپ فرات سے باہر نکلے تو حصین بن تمیم خبیث نے تیر چلایا، جو آپ کے تالو میں پیوست ہو گیا، جب آپ نے تیر کھینچا تو خون بہہ نکلا۔ فَتَلَقَّاهُ بِيَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا اِلَى السَّمَآءِ وَهُمَا مَمْلُوْءَتَانِ[3] ـــ تو آپ نے اپنے خون کو دونوں ہاتھوں میں لے لیا پھر خون سے بھرے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا ـــ ثُمَّ رَمٰى بِهٖ اِلَى السَّمَآءِ پھر اُسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنْهُمْ اَحَدًا ـ اے اللہ

---

[1] سلہ حیات الحقفی جلد ۱ ص ۲۲۲ بحوالہ شہادتِ نواسۂ سید الابرار

[2] [3] البدایہ لابن کثیر جلد ۸ ص ۱۸۷۔

لیکن ان کی تعداد کو شمار کر، اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی
روئے زمین پر باقی نہ رکھ۔

خیال ہے کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر
الکامل فی التاریخ میں رقم طراز ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا فَجَعَلَ يَتَلَقَّى الدَّمَ بِيَدِهِ
وَيَرْمِي بِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ۔
اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ مَا يُصْنَعُ بِابْنِ بِنْتِ نَبِيِّكَ —
اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا
— پس امام کے ہاتھ میں یعنی چلو میں خون آیا اور آپ نے خون کو آسمانوں کی طرف
پھینکا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ!
میں تیری جناب میں شکایت پیش کرتا ہوں، اس بات کی جو تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے
ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اے اللہ ان کو گن اور ان کو جدا جدا کر کے ہلاک کر دے۔ اور ان میں سے
کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ۔

حصین بن تمیم کا انجام

امام علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے جب مندرجہ بالا دعا کی۔
وہ فوراً قبول ہوئی۔ طبری اور ابن کثیر، ابن اثیر نے لکھا ہے۔ خدا کی قسم! آپ کو تیر مارنے والا
بس ابھی تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پیاس کو اس پر مسلط کر دیا۔ کبھی اس کو
ٹھنڈا پانی پلایا جاتا اور کبھی دودھ کی لسی۔ لیکن اس کی پیاس نہ بجھتی تھی اور وہ ان الفاظ میں شور
مچاتا۔ — وَيْلَكُمْ اسْقُونِي قَتَلَنِي الظَّمَاءُ — تم ہلاک ہو جاؤ مجھے پانی

لہ الکامل جلد ۳ ص ۴۰۰۔ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت لبنان

لہ الکامل جلد ۳ ص ۲۹۲ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۰۱۔ طبری جلد ۷ ص ۲۵۰

پلاؤ مجھے پیاس نے قتل کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ۔ فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثَ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى اَنْقَدَّ بَطْنُهٗ اِنْقِدَ اذْ بَطْنِ الْبَعِيْرِ۔ خدا کی قسم کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اس کا پیٹ پھول کر اونٹ کے پیٹ کی طرح ہو گیا۔

امام گھوڑے سے اُترے

علامہ کاشفی لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے زخم پر چادر لپیٹی اور تیروں کی بارش میں گھوڑے سے اس لیے نیچے اُترے کہ وہ گھوڑا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اور آپ نے اپنے نانا کریم کی یادگار کو مزید زخموں سے بچانے کے لیے اُسے چھوڑ دیا۔ آپ نے پیدل بھی تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ لشکرِ یزید میں سے کوئی شخص بھی قریب آنے کی جرأت نہ کرتا۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے جسے طبری نے نقل کیا۔ وَهُوَ يُقَاتِلُ عَلٰى رِجْلَيْهِ اور وہ پیدل ہو کر اس طرح جنگ کر رہے تھے۔ قِتَالَ الْفَارِسِ الشُّجَاعِ يَتَّقِي الرَّمْيَةَ وَيَفْتَرِصُ الْعَوْرَةَ وَيَشُدُّ عَلَى الْخَيْلِ۔ جیسے کوئی بہادر شہسوار فاصلے سے خود بچاتے ہوئے کمین گاہوں سے اپنا موقع تلاش کرتے ہوئے، سواروں پر حملہ کرتا جائے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ شہید ہونے سے قبل میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ وَاللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْنَ بَعْدِيْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ لِقَتْلِهٖ مِنِّيْ۔ خدا کی قسم تم لوگ میرے قتل کے بعد اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایسے بندے کو قتل نہ کرو گے جس کے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا تم سے ناراض ہو۔ فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ

لہ الکامل ج ۳ ص ۲۹۴، البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۸، طبری جلد ۶ ص ۲۵۸۔

...ال انھیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کرے گا ـــ ثُمَّ يَنْتَقِمُ لِي مِنْكُمْ مِنْ
حَيْثُ لَا تَشْعُرُونَ ـــ پھر تم سے میرا اس طرح انتقام لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔
...ویا تم نے مجھے قتل کیا تو کیا ہوا، خدا کی قسم! خدا تم لوگوں کو آپس کی خونریزی میں مبتلا کرے گا
...ور تمہارے خون کی ندیاں بہائے گا۔ اور اس پر بھی بس نہ کرے گا۔ حَتّٰى يُضَاعِفَ لَكُمُ
الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ـــ یہاں تک کہ تمہارے لیے دردناک عذاب دوگنا کر دے گا۔[1]

ظہر کی نماز تو آپ نے اپنے اصحاب و احباب کے اصرار پر اور جنگ کی صورت
حال کے پیش نظر اول وقت میں صلوٰۃ خوف کی صورت میں ساتھیوں کے ساتھ ادا
فرما لی تھی۔ اب نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ امام علیہ السلام کی تلوار نے دشمنوں کے چھکے
چھڑا دیئے تھے۔ آپ جس طرف رخ کرتے فوج یزید آگے سے بھاگ جاتی۔ پھر کیا تھا آپ
نے شمشیر براں کو نیچے کر لیا اور جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ہو سکتا ہے کہ شہادت کی صدا
پر لبیک کہتے ہوئے خود کو قضائے خدائے لم یزل کے سپرد کرنے کا ارادہ فرما لیا ہو
یا پھر کسی سمت سے ندا گونجی ہو کہ بس کر حسین بس کر۔

جمالِ دینِ رسول بس کر، عرب کے ماہ مبین بس کر
جنابِ زہرا کے دل کے ٹکڑے علی کے در ثمین بس کر

فلک سے آواز دی یہ تجھ پہ نثار اے ذوالفقار والے
کہ تیری ہیبت سے کربلا کی لرز رہی ہے زمین بس کر

رسولِ اکرم بھی آبِ کوثر کا جام تھامے تھے منتظر تھے
بلا رہے تھے علی کہ آجا، نبی کے دیں کے امین بس کر

فوج اشقیاء نے آپ کو پیادہ دیکھا تو دلیر ہو کر آپ پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۶۰

ایک شخص کا تیر آپ کی پُر نور پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر باہر کھینچا تو زخم سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ آپ نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھ لیا جب آپ کا ہاتھ خون سے لت پت ہو گیا تو آپ نے اُسے چہرے پر مل کر فرمایا میں اسی حالت میں اپنے نانا جان سے ملاقات کروں گا۔ اور پھر اسی حالت میں آپ قبلہ رو ہو گئے۔ اور بحضور کبریا اپنا سر سجدے میں رکھ دیا۔ آپ کے قتل کے ارادے سے ایک ایک دو دو آدمی آتے اور جب آپ کو اس حالت میں دیکھتے تو شرمندہ ہو کر واپس چلے جاتے۔

آخری لمحات

جب شمر نے اپنی فوج کو دیکھا کہ وہ امام کے قتل سے اعراض کر رہے ہیں تو اس نے چلا کر کہا۔ یہ تاخیر و توقف کیسا ہے؟ اس کی بات سن کر زرعہ بن شریک نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر ضرب لگائی۔ اور دس دوسرے آدمی آپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے اور وہ لوگ آپ کے قریب آ گئے ان میں سنان ابن انس نے قریب آ کر امام کی پشت گردن میں نیزہ مارا تو آپ پہلو کے بل زمین پر گر گئے۔ خولی بن یزید اصبحی نے گھوڑے سے اُتر کر آپ کا سر قلم کرنا چاہا تو اس کے ہاتھوں میں کپکپی طاری ہو گئی۔

قاتل کی شناخت

علامہ حسین کاشفی نے امام بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام گر پڑے تو ایک شخص آپ کا سر اُتارنے کی غرض سے آیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اُسے دیکھ کر فرمایا چلا جا تو میرا قاتل نہیں! مجھے افسوس ہوگا کہ تو آتش دوزخ میں گرفتار ہو جائے اُس شخص نے جب امام کی زبانی یہ بات سنی تو روتے ہوئے کہنے لگا، اے رسُول خدا کے بیٹے آپ اس حال میں پہنچ چکے ہیں اور ابھی تک ہمارا غم کھا رہے ہیں کہ ہم دوزخ

جلیں۔ اس شخص نے جس تلوار کو قتلِ امامؑ کے لیے کھینچا تھا اُس کو ہاتھ میں جنبش
ے ابن سعد کے سامنے آگیا ــــ ابن سعد نے پوچھا! کیا تو نے حسینؑ کا کام تمام
ں نے کہا نہیں، بلکہ میں اس لیے واپس آگیا ہوں کہ تیرا کام تمام کردوں اور
اتھ ہی اُس نے ابن سعد پر تلوار کا وار کر دیا۔ ابن سعد کے نوکروں نے اُسے
ے کر اس پر تلواریں چلانا شروع کر دیں۔ اس شخص نے زخمی حالت میں امامؑ کی
رکے عرض کی۔ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہ۔ گواہ رہنا مجھے آپ کی محبت کے پیچھے
ے ہیں اور کل قیامت کو مجھے یاد رکھنا اور اپنے شہیدوں کے لشکر کے ساتھ جنت
یجانا۔ امام نے اُسے آواز دی کہ بے فکر ہو جا تو اپنی خواہش کے مطابق کل قیامت
یرے ساتھ ہوگا۔

آسمان سے شور اُٹھا

روایت ہے کہ جب امامؑ زین کربلا پر گرے تو زمین کو زلزلہ آگیا اور آسمان سے
ا۔ یزیدیوں کے لشکر سے دس آدمی پا پیادہ تلواریں سونت کر آئے اور ہر ایک کی خواہش
وہ امام عالی مقامؑ کا سر کاٹ لے اور اس کے صلے میں انعام حاصل کرے لیکن جو بھی
گے بڑھتا امامؑ آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتے تو وہ نادم ہو کر واپس لوٹ جاتا۔
ے سنان بن انس اور شمر بن ذی الجوشن باقی رہ گئے، سنان نے چاہا کہ وہ آگے بڑھے
لعین پیش قدمی کرتے ہوئے امامؑ کے سینۂ اقدس پر بیٹھ گیا۔ امام علیہ السلام نے
کھول کر دیکھا اور فرمایا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں شمر بن ذی الجوشن ہوں۔
نے فرمایا اپنے چہرے سے زرہ کی کڑیاں پیچھے ہٹا جب اس نے اپنا چہرہ ننگا کیا تو
نے دیکھا کہ اُس کے دانت سؤر کے دانتوں کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے
نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اپنا سینہ ننگا کر اس نے سینے

سے کپڑا ہٹایا تو اس پر برص[1] کے داغ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ صَدَقَ جَدِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ[2] میرے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ میں نے آج رات اپنے نانا جان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھے میرے قاتل کی جو نشانیاں بتائی تھیں وہ سب کی سب تجھ میں موجود ہیں۔ تو اپنا کام جلدی کر لے وقت بہت کم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی روح میرے دائیں ہاتھ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی روح میرے بائیں ہاتھ میں موجود ہے۔ پھر فرمایا اے شمر! میرے سینے سے اٹھ جا، کیونکہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پیچھے ہٹ تاکہ میں نماز کے لیے بیٹھ جاؤں اور پھر نماز میں جام شہادت نوش کر لوں جو میرے بابا کی میراث ہے۔ شمر لعین آپ کے سینے سے اٹھ گیا اور آپ نے تمام طاقت مجتمع کر کے قبلہ کی طرف رخ کر لیا۔ جب آپ نماز میں مشغول ہو گئے تو سجدے میں سر رکھ لیا تو شمر صبر نہ کر سکا کہ امام کو اپنی نماز پوری کر لینے دے۔

چنانچہ اس نے سجدے کی حالت میں امام عالی مقام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ (روضۃ الشہداء) ــ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

---

[1] برص۔ فساد خون کی وجہ سے سفید و سیاہ دھبے، سفید کوڑھ، جذام۔

[2] علامہ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالے سے اور انہوں نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت بیان کی ہے کہ جب امام نے شمر کو دیکھا تو فرمایا۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی کَلْبٍ اَبْقَعَ یَلَغُ فِیْ دِمَآءِ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۸) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ایک چتکبرے (دھبےدار ابلق) کتے کو اپنے اہل بیت کا خون چپڑ چپڑ چاٹتے دیکھ رہا ہوں۔ کہتے ہیں کَانَ شِمْرٌ قَبَّحَہُ اللّٰہُ اَبْرَصَ۔ شمر خدا اسے کوڑھی کرے ابرص تھا۔

تھی ارضِ کرب و بلا رنگ کے بین — اے شمر زوک جا محمد سے کہ شاہِ مشرقین

آہ وہ فغاں تھی، زاری و فریاد ہر طرف
کربل کی تپتی ریت پہ مارا گیا حسین

روضۃ الشہداء میں ہے بوقتِ شہادتِ امامؑ۔ ملکوت[1] کی عبادت گاہوں میں شور
گیا۔ جبروت[2] کے باغات سے واویلا کی صدائیں آنے لگیں آفتاب عالم افروز کی
شنی ختم ہو گئی ماہ جہاں آرا چاہ محاق[3] میں گر پڑا۔ زہرہ[4] نے جگر گوشۂ زہراؑ کے ماتم
رت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ زحل[5] نے مصیبت زدوں کی موافقت میں ساتویں آسمان پر
ریت کا پرچم لہرا دیا۔ فرشتوں نے فضا کے اندر فریاد و فغاں شروع کر دی۔ نواحِ کربلا
سے جنوں کے رونے کی آوازیں آنے لگیں آسمان نے خون سے دامن بھر لیا، زمین خوف
غضبِ الٰہی سے لرزنے لگی دریا کی مچھلیاں پانی سے باہر آ کر زمین پر تڑپنے لگیں غرض
طرف سے آوازِ گریہ اٹھی۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ فغاں کیسی ہے۔ ایضاً

لی بچا آبروئے دینِ اسلام کی — جان دے کے محمدؐ کے شہباز نے
سارے عالم کو حیرت زدہ کر دیا — ابنِ حیدرؑ کے سر طیر و انداز نے
چر گیا غم سے سینہ افلاک بھی — سسکیاں ارضِ کربل بھی بھرنے لگی

عرشِ اعظم کی ہیبت کو تڑپا دیا
الغدر بہ زینبؑ کی آواز نے

غرض ہر طرف ایک شورِ فغاں تھا۔ نالہ فریاد کی صدائیں تھیں کہ سلطانِ دوسرا کا دوسرا

---

[1] ملکوت۔ فرشتوں کی دنیا [2] جبروت۔ آسمانی عظمت و جلال کا عالم [3] محاق۔ چاند کے گھٹنے
دن، قمری مہینے کی آخری تین تاریخیں [4] تیسرے آسمان پر ایک ستارہ [5] زحل۔ ساتویں آسمان پر
یک نہایت سست رفتار ستارہ جسے نحس خیال کیا جاتا ہے۔

نواسہ بھی بنو امیہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

جنوں کا نوحہ

امام عالی کی شہادت کے وقت جنات کے نوحے معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کی تفصیل زیر نظر کتاب صفحہ ۲۱۸ میں گزر چکی بطور نمونہ ایک دو نوحے یہاں لکھ دیتا ہوں۔ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سر الشہادتین میں ارقام فرماتے ہیں کہ ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت بیان کی ——— قَالَ سَمِعْتُ الْجِنَّةَ تَنُوحُ عَلَى الْحُسَيْنِ۔ کہتے ہیں کہ میں نے جنوں کو امام حسین پر نوحہ کرتے ہوئے روتے ہوئے سنا۔ وہ یہ شعر پڑھ کر روتے تھے ؎

مَسَحَ النَّبِيُّ جَبِينَهُ ۔۔۔ فَلَهُ بَرِيقٌ فِي الْخُدُودِ

أَبَوَاهُ مِنْ عُلْيَا قُرَيْشٍ ۔۔۔ وَجَدُّهُ خَيْرُ الْجُدُودِ

ترجمہ: اس حسین کی جبین پرنور کو نبی کریم نے چوما تھا۔ اس کا چہرہ کس قدر نورانی اور چمکدار ہے۔ اس کے ماں باپ قریش کی جان اور فخر و ناز تھے۔ اور اس کا نانا تمام جہاں سے بہتر ہے۔

◎ سیدہ ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے۔ قَالَتْ مَا سَمِعْتُ نَوْحَ الْجِنِّ مُنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اللَّيْلَةَ وَمَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ قُتِلَ ابْنِي الْحُسَيْنُ ——— ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول کریم کے انتقال شریف کے بعد جنوں کا رونا نہیں سنا مگر آج کی رات جنوں کا رونا سنا، تو میں نے جان لیا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہو گیا۔

فَقَالَتْ لِجَارِيَتِهَا اخْرُجِي فَاسْأَلِي. فَأَخْبَرَتْ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ وَإِذَا الْجِنَّةُ تَنُوحُ۔ پھر ام المومنین نے اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ گھر

خبر ملی کہ معلوم ہو گیا ہو کہ حسین شہید ہو گئے۔ اور جن ان الفاظ میں نوحہ کناں ہیں۔

أَلَا يَا عَيْنُ فَابْتَهِلِي بِجَهْدٍ وَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَدَاءِ بَعْدِي

اے آنکھ جتنا رو سکتی ہے رو لے۔ کون روئے گا شہیدوں کو ہمارے بعد۔

عَلَى رَهْطٍ تَقُودُهُمُ الْمَنَايَا إِلَى مُتَجَبِّرٍ فِي مُلْكِ عَبْدِي

ان شہزادگان رسول کو موت ظالموں کے پاس کھینچ لائی (افسوس صد افسوس)

مندرجہ بالا نوحہ جو سر الشہادتین کے حوالے سے لکھا ہے، یہ صفحہ نمبر ۶۰ پر گزر چکا ہے جو مجمع الزوائد کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ دراصل یہ شعر پڑھ کر نوحہ کرنے والا جن نہ جانے کیا جانتا تھا۔ اس نے کہا "میرے بعد شہیدوں پر کون روئے گا" اُسے کیا خبر تھی کہ سوائے چند خوارج کے ساری دنیا حسینؑ پر روئے گی اور قیامت تک روئے گی

اب اُسے عالم تصور میں ہی کہا جا سکتا ہے کہ اب آکے دیکھ!۔ کہ۔

ابھی تک رو رہا ہے قلب مضطر حسینؓ ابن علیؓ کا نام لے کر
تمہارے بعد بھی روتی ہے دنیا رسول پاک کے لخت جگر پر
بلا کی دھوپ میں، کرب و بلا میں تڑپتی تھی نبیؐ کی آل اطہر
نبیؐ کی آل کے خیموں کا جلنا ابھی تک ہے نگاہوں میں وہ منظر
ابھی تک یاد رکھا ہے حشر نے جفا کا تیر اور حلقوم اصغر
وہی پچھتاوے کے عالم میں ابھی تک
فرات و دجلہ و نیل و سمندر

سرخ غبار

کاشفی لکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین کی شہادت کے وقت سرخ رنگ کا ایک غبار ظاہر ہوا جس سے جہاں اس قدر تاریک ہو گیا کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

لوگوں نے گمان کر لیا کہ یہ عذابِ خداوندی کا مقدمہ ہے۔ مگر ایک ساعت کے بعد یہ غبار چھٹ گیا اور دُنیا روشن ہو گئی۔

مرکبِ امامؑ

امامؑ کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا بیقرار ہو کر چاروں طرف بھاگنے لگا پھر کچھ دیر کے بعد واپس آکر اس نے اپنی پیشانی کے بال خون سے تر کیے اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا اہلبیتؑ کے خیموں کی طرف لوٹ آیا اور اس کا سوار اس پر موجود نہیں تو انہوں نے فریاد کرتے ہوئے گھوڑے کو مخاطب کیا اور کچھ اس طرح فرمایا۔ ؎

خالی گھوڑے دی تک کا مٹی رو پیاں پردے والاں
اج تیرے بن بے وطناں دیا کون لوے گا سارال
اک بے دو لیسن نال زہرا دے کے رونددی پئی سی
ماریا ظلم دے تیر چلا تیرے بچڑے نوں بدکاراں

سکینہؑ، کون سکینہؑ امام پاکؑ کی سات سالہ بچی۔ جو امامؑ کو سب سے زیادہ پیاری تھی حضرت امام علیہ السلام کو سیدہ سکینہؑ اور اُن کی والدہ رُبابؑ سے بے پناہ محبت تھی۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ ؎

لَعَمْرُكَ إِنَّنِي لَأُحِبُّ دَارًا ... تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ[1]

---

[1] رباب: حضرت رباب کے والد امرء القیس ابن عدی بن اوس تھے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایمان لائے حضرت عمرؓ نے حضرت انہیں اُن کی قوم کا امیر مقرر فرمایا جب وہ حضرت کے پاس سے اُٹھ کر باہر آئے تو حضرت علیؑ نے اُن سے حضرت امام حسنؑ یا امام حسینؑ کے لیے صرف ایک شادی کا رشتہ مانگا۔ انہوں نے ایک ہی وقت میں اپنی ایک بیٹی سلمیٰ کا نکاح حضرت حسنؑ سے اور دوسری بیٹی رباب کا نکاح امام حسینؑ سے اور تیسری بیٹی سیاہ کا نکاح حضرت علیؑ سے کر دیا (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱)

میں اُس گھر کو محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب رہتی ہیں۔

[ا]حبہما و ابذل جل مالی　　　ولیس للائمی فیہا عتاب[1]

مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور میں ان پر مال خرچ کرتا ہوں اور اس میں کسی

ملامت کرنے والے کو مجھ پر ناراض ہونے کا حق نہیں۔

جب اس معصوم سکینہ کو خالی گھوڑا آتا دکھائی دیا ہوگا تو اُن کی اس وقت حالت کیا

[ہو]ئی ہوگی۔ ہو سکتا ہے انہوں نے اپنے بابا کی شہادت پر اس قسم کا ندبہ کیا ہو۔۔۔

واگاں پھڑ کے بولی گھوڑیا دس اسوار کتھے ای

نیزہ حمزہ دا، حیدر دی دی تلوار کتھے ای

جس نوں سرتے ٹریا بابل میرا قتل وے

جنت دے سردار نبی دی اور دستار کتھے ای

جناب سکینہ کی فریاد کے جواب میں گھوڑے نے کیا کہا ہوگا وہ تو بے زبان ہے

[نا]طق نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اشاروں کی زبان میں کہہ دیا ہوگا۔ اے مخدومہ اہل وفا۔ اے

[م]ظلومہ کرب و بلا۔

[...]بل دی کچھ دھرتی کروں حال پتہ اس شہ دا　　　دین بچاون دی جس وارا گئیا کنبہ مال زہرا دا

وجیا تیر پیشانی تے جد اتنا یاد رہیا اے

اُنہاں پھڑ دھاڑ ڈگ پیا تھلے ہنج جو دستخاط

◎ علامہ کاشفی لکھتے کہ اہل بیت کرام نوحہ کناں تھے اور گھوڑا گردن جھکائے رو رہا

تھا۔ لکھتے ہیں۔ وہ روتے ہوئے خود رائم پاتے امام زین العابدین علیہ السلام مبتلا لیئے[2]۔۔۔ او

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۰۔

[2] روضۃ الشہداء ص ۳۵۳۔

اپنے چہرے کو امام زین العابدین کے پاؤں پر مل رہا تھا۔

ابوالموید خطیب خوارزمی کی روایت کے مطابق۔ اس گھوڑے نے ٹھوڑی پر اپنا سر مارا اور اس کی زرہ پر داغ گر گئی۔ بقول ابوالمفاخر۔ وہ گھوڑا صحرا کی طرف نکل گیا پھر کسی شخص کو اس کا نشان نہ مل سکا۔ ؎

خیموں پر حملہ اور لوٹ مار

شہادت امام کے بعد خیام حسینی کو لوٹ کر آگ سے جلا دیا گیا۔ ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی۔ بے وطن مسافروں کے ساز و سامان کو بے دردی سے لوٹ لیا گیا۔ آج کے خارجی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔ ان کی اس بات کے جواب میں فقط اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ عادی چور اور ڈاکو۔ چوری اور ڈاکے کے بعد اعتراف نہیں کرتے۔

علامہ ابن کثیر جو ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے ناطے سے نظریاتی طور پر خارجیوں کے زیادہ قریب ہیں اور تمام خارجی انہیں ثقہ تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اپنی تاریخ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں ــ وَاَخَذَ سِنَانٌ وَغَيْرُهُ سَلَبَهُ وَتَقَاسَمَ النَّاسُ مَا كَانَ مِنْ اَمْوَالِهِ وَحَوَاصِلِهِ، وَمَا فِي خِبَائِهِ حَتّٰى مَا عَلَى النِّسَاءِ مِنَ الثِّيَابِ الطَّاهِرَةِ ؎ حضرت امام علیہ السلام کے خیموں میں جو مال و اسباب تھا وہ سامنے کا سارا سنان بن انس اور دوسرے لوگوں نے لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ برتنوں اور عورتوں کے پہننے والے پاک و طیب کپڑے تک انہوں نے مل کر آپس میں بانٹ لیے۔

○ مولانا عبدالرب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "جب یزیدی فوج کے لوگ

؎ روضۃ الشہداء ص ۳۵۲۔

؎ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۸۔

مال و اسباب لوٹنے کی غرض سے خیموں کے قریب پہنچے (تو سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم) نے فرمایا تم لوگ ہم سے دور رہو جو کچھ ہمارے پاس زیورات ہیں وہ ہم خود اُتار کر تمہیں دے دیتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم شیرِ خدا اور فاطمۃ الزہراء کی بیٹیاں ہیں۔

کوفی امام حسین کے خیموں کا سامان لوٹ رہے تھے اور حرم کی مظلوم شہزادیاں آہ و فغاں کر رہی تھیں کہ اتنے میں سالارِ لشکر ابنِ سعد ان خیموں کے پاس پہنچ گیا اور اس نے کہا خبردار کوئی ان عورتوں کے قریب نہ جائے۔ وَمَنْ اَخَذَ مِنْ مَتَاعِهِمْ شَيْئًا فَلْيَرُدَّهُ عَلَيْهِمْ[1] اور جس نے ان کے مال و متاع میں کوئی چیز لوٹی ہو تو وہ انہیں واپس کر دے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ اَحَدٌ شَيْئًا۔ خدا کی قسم کسی نے بھی کوئی چیز واپس نہ کی۔

لباسِ حسینؓ

امام پاک نے بوقتِ جنگ جو لباس زیبِ تن کیا تھا، وہ بھی لوٹ لیا گیا۔ عُمر بن یزید نے حضرت امام کا عمامہ لے لیا، زید بن سہل آپ کی چادر لے گیا۔ سنان بن انس نخعی نے آپ کی انگوٹھی اور زرہ اُتار لی۔ ابن اشعث نے جو اُن کپڑے نیچے تھے وہ اُتار لیے۔ طبری میں ہے کہ بحر بن کعب لعین نے جو آپ کا چُست پاجامہ جو آپ نے پہنا تھا وہ اُتار لیا اور حضور امام کو برہنہ کر دیا۔

ابن کعب کا انجام

[illegible] نے کہا ہے۔ فَتَرَكَهُ مُجَرَّدًا۔ بحر بن کعب نے

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۸۔

نے اس پاجامہ کو اتار کر آپ کو برہنہ چھوڑ دیا۔ اس گستاخی کی سزا بحر بن کعب کو اس صورت میں ملی اِنَّ يَدَىْ بَحْرِ بْنِ كَعْبٍ كَانَتَا فِى الشِّتَاءِ يَنْضَحَانِ الْمَاءَ وَفِى الصَّيْفِ يَيْبَسَانِ كَاَنَّهُمَا عُوْدٌ [1] اس مردود بحر بن کعب کے ہاتھ اس طرح ہو گئے تھے کہ سردیوں میں دونوں ہاتھوں سے (پیپ کی شکل میں) پانی ٹپکتا رہتا تھا اور گرمیوں میں لکڑی کی طرح سوکھ جاتے تھے۔

ظلم کا طوفان

امام ابن جریر طبری نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر کہا ہے کہ آپ کا لباس بھی اُن ظالم درندوں نے لوٹ لیا۔ لکھتے ہیں۔ بحر بن کعب نے پائجامہ لیا قیس بن اشعث نے حضرت کی چادر اتار لی جس کی وجہ سے اس بدبخت کا نام قیس قطیفہ (یعنی چادر والا) پڑ گیا۔ اسود نے حضور کی نعلین اتار لیں۔ بنی نہشل بن دارم کے ایک شخص نے سرکارِ حسین کی تلوار نکال لی۔ اس کے بعد وہ تلوار حبیب بن بدیل کے خاندان میں آگئی۔ پھر یہ لوگ مال و اسباب پوشاک و زعفران وغیرہ کی طرف دوڑے آپ کے اونٹوں اور دیگر تمام چیزوں کو لوٹ کرنے گئے۔ پھر یہ لوگ اہل حرم کی طرف گئے۔ اور پھر یہ حال تھا وَمَالَ النَّاسُ عَلٰى نِسَاءِ الْحُسَيْنِ وَثِقْلِهِ وَمَتَاعِهِ فَاِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَتُنَازِعُ ثَوْبَهَا عَنْ ظَهْرِهَا حَتّٰى تُغْلَبَ عَلَيْهِ فَيُذْهَبَ بِهِ مِنْهَا [2] اور پھر وہ لوگ امام حسین علیہ السلام کی مستورات اور مال و متاع کی طرف بڑھے۔ حال یہ تھا۔ اگر کوئی شخص کسی پاک بی بی

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۲۵۹۔

[2] 〃 〃 ص ۲۶۰۔

ے چادر اتارتا تو دوسرا اس سے چھین کر بھاگ جاتا۔

جنگ کربلا کا آخری شہید

جب امام حسین شہید ہو چکے تو لوگ آلِ رسول کے خیمے لوٹنے میں مصروف تھے
سی اثنا میں کسی طرف سے یہ آواز آئی کہ حسین قتل ہو گئے۔ یہ آواز سوید بن عمرو کے کانوں
یں پڑی۔ سوید امام کے جاں نثاروں میں سے تھے اور دورانِ جنگ شدید زخمی تھے۔ اور
خموں سے چور لاشوں کے درمیان بے سُدھ پڑے ہوئے تھے۔ جب امام کی شہادت کا
سنا تو تمام طاقت مجتمع کر کے اُٹھے اور تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا دیکھا اُن کی تلوار کوئی
چھین کر لے گیا تھا مگر ایک چھری اُن کے پاس موجود تھی۔ اُس چھری سے اُٹھ کر لڑنا شروع
کر دیا آخر عروہ بن بطار تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے مل کر انہیں شہید کیا یہ امام کے مجاہدین
سے آخر میں شہید ہوئے (طبری ایضاً)

امام کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے

شہادتِ امام کے بعد ابنِ سعد نے اپنے لشکر میں منادی کرادی اور اعلان کیا
مَنْ يَنْتَدِبُ لِلْحُسَيْنِ کون ہے جو آگے بڑھے حسین کے لیے یعنی حسین کی
لاش کی طرف۔ وَيُوطِئُهُ فَرَسَهُ ــ اور اُس کا گھوڑا حسین کو روند ڈالے
فَانْتَدَبَ عَشَرَةٌ مِّنْهُمْ ۔ یہ سُن کر دس آدمی اُن میں سے آگے بڑھے۔ ان
ان لوگوں میں اسحاق بن حیوۃ الحضرمی بھی تھا جس نے امام پاک کا کرتہ اُتار لیا تھا اور آخر
میں کوڑھی ہو کر مرا۔ اور اُن لوگوں میں اجعش بن مرثد حضرمی بھی تھا۔ فَاَتَوْا فَدَاسُوا
الْحُسَيْنَ بِخُيُوْلِهِمْ ۔ پس وہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے
اور امام کی نعش روندنے لگے۔ یعنی رسول اللہ کے جگر کے ٹکڑے پر گھوڑے دوڑا دیے

گے فَعَقَّرُوْا حَتّٰی رَضُّوْا ظَهْرَهٗ وَصَدْرَهٗ یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سینۂ مبارک اور پیٹھ کو انھوں نے چور چور کر دیا۔ اس کے بعد امام کی ایک کرامت ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ اخنس حضرمی کو ایک تیر گردن سے آکر لگا۔ وہ ابھی میدان میں ہی موجود تھا کہ تیر اس کے دل میں آکر پیوست ہو گیا۔ جس سے وہ مردود مر گیا۔

ذرا غور کریں کہ جس جسدِ اطہر کو گھوڑوں کے سموں سے روندا جا رہا ہے۔ یہ کون ہے؟ یہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسے اللہ کا رسول کندھوں پر بٹھا کر خوش ہوتا تھا۔ آج وہ دینِ متین کی خاطر کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ وہ لمحات کس قدر دردناک تھے۔ کہ جب چشمِ عالم نے یہ منظر دیکھا ہوگا۔ کہ خیموں کو جلایا جا رہا ہے اور ذریتِ مصطفےٰ کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔

گھر لُٹ گیا ہے دشت میں زہرا و بتولؑ کا — لاشہ پڑا ہوا ہے محمدؐ کے پھول کا
کربل کی خاک پر جسے روندا گیا وہ ہے — جسمِ حسینؑ درحقیقت ہے جسمِ رسولؐ کا

اولاد والو! جب امام علیہ السلام کے جسدِ اطہر کو کچلنے کا عمل جاری تھا تو اس وقت مخدراتِ عفت، کشورِ جود و سخا کی شہزادیاں یہ منظر اپنی پُرنور نگاہوں سے ضرور دیکھتی ہوں گی اور اُن کے دلوں پر کیا گزر رہی ہو گی۔ امام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سکینہ سلام اللہ علیہا نے رو کر کہا ہوگا۔

بکھرا ہوا صحرا میں محمدؐ کا چمن ہے — اے کوفیو! بابا مرا سلطانِ زمن ہے
ظالم بادشہ پامال کرو دینِ نبیؐ کو! — یہ نعش نہیں نورِ رسالت کی کرن ہے
محبوبِ خدا پیار سے اک دن میں کئی بار — تھے جس کو صدا چومتے یہ وہ ہی بدن ہے

امام زین العابدین کے قتل کا ارادہ

جب خیام امام کو لوٹا جا رہا تھا ہر طرف ایک طوفانِ بدتمیزی تھا اسی دوران کی

شمر لعین نے امام زین العابدین جو اُس وقت سخت بیماری کی حالت میں گرم زمین کے
اُوپر بچھے ہوئے ایک بستر پر لیٹے ہوئے تھے، کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آواز دی
"اقْتُلُوا هٰذَا" یعنی یہ جس بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اُسی پر قتل کر دو۔ مگر حمید بن
مسلم نے جو شمر کے ساتھیوں میں سے تھا" اُسے روک دیا۔ اور کہا یہ ابھی چھوٹا لڑکا ہے اسے
قتل نہیں کرنا چاہیئے[1]

حمید کہتا ہے پھر جس کو میں اُن کی طرف آتے دیکھتا تھا۔ اُسے ٹال دیتا تھا۔ پھر امام
زین العابدین نے فرمایا۔ جُزِيتَ مِنْ رَجُلٍ خَيْرًا[2] اے شخص تجھے تیرے
خیر ملے۔ حضرت امام زین العابدین کی اُس وقت عمر طبقات ابن سعد کے مطابق ۲۳ سال۔ اور
امام نووی کے مطابق ۲۱ سال تھی۔ بقول امام نووی۔ امام زہری اور امام زین العابدین دونوں
ایک ہی سال ۵۰ھ میں پیدا ہوئے[3]

خیال رہے کہ امام ابن شہاب زہری سیدنا امام زین العابدین کے شاگردوں میں سے
ہیں۔ امام زین العابدین سے روایت کرنے والوں میں سے نمایاں تھے۔

چمڑے کا گدا

حضرت سیدہ زینب فرماتی ہیں کہ میں اُس وقت خیمہ میں کھڑی تھی کہ ایک شخص کنجی
(نیلی) آنکھوں والا (خولی) خیمہ میں داخل ہوا اور جو کچھ اُسے ملا سب لوٹ لیا۔ پھر اس
کی نگاہ زین العابدین پر پڑی وہ ذباغی رنگے ہوئے چمڑے کے ایک گدے پر بے ہوشی
کی حالت میں لیٹے ہوئے تھے۔ اُس نے وہ گدا اُن کے نیچے سے کھینچ لیا اور آپ کو

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۶۰۔

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۶۰۔

[3] تہذیب الاسماء والغات جلد ۱ ص ۳۴۳ مجرالہ پور ترتیل ۱۳۷۔

زمین پر گرا دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور میرے سر سے چادر اُتار لی۔ پھر اُس کی نظر میری بالیوں پر پڑی اور وہ میرے کانوں سے گوشوارے اُتارنے لگا، ساتھ ساتھ روتا جاتا تھا۔ میں نے کہا زیور بھی اُتار رہے ہو اور روتے بھی ہو۔ تو اس نے کہا رو نا تم اہلِ بیت کی مصیبت پر ہے۔ فراتی ہیں۔ میں نے کہا خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور آخرت کی آگ سے پہلے ہی تجھے دُنیا کی آگ میں جلا ڈالے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ مختار ثقفی نے اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اُسے آگ میں جلا دیا۔[1]

سنان بن انس نے سونے چاندی کا سوال کیا

تمام کتب سیر میں ہے کہ شہادتِ امام کے بعد سنان بن انس کوفی نے عمرو بن سعد کے خیمہ کی طرف جاتے ہوئے اس طرح شعر کہے۔

اَوْقِرْ رِکَابِیْ فِضَّةً وَّذَهَبًا اِنِّیْ قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

میری سواریوں کو چاندی اور سونے سے لاد دو، کہ میں نے پردے میں رہنے والے سیّد کو قتل کیا ہے۔

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّاَبًا وَخَیْرَهُمْ اِذْ یَنْسُبُوْنَ نَسَبًا

میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر تھا۔ اور جب وہ نسب بیان کرتے تھے تو اُن سے بہتر تھا۔

ابن سعد نے اُسے خیمہ کے اندر بلا کر کوڑا مارا اور کہا اگر یہ بات ابن زیاد سن لیتا تو

---

[1] مقتل الحسین مترجم ص ۱۲۲۔

[2] کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۹۶۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۹۔ ابن عساکر جلد ۵ ص ۲۳۰ مطبوعہ لبنان بیروت۔ طبری جلد ۶ ص ۲۶۱۔

مجھے قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے پیش نظر دنیوی مال و زر کا حصول اور حکومتی عہدوں کا لالچ تھا اور انہوں نے دنیا کی خاطر دین و ایمان کا سودا کیا تھا۔ آج جو لوگ بھی قتل و غارت گری میں مشغول ہیں وہ بھی دنیا کی خاطر دین و ایمان کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں اور اتحاد و یگانگت کا شیرازہ بکھیر رہے ہیں۔

تذکرۂ زینب

عمر بن سعد نے خاندانِ نبوت کی پاک عورتوں کو ابن زیاد کی طرف قیدی بنا کر بھیجا تو جب یہ قافلہ میدانِ کربلا سے گزرا تو انہوں نے امام حسینؓ نواسۂ رسولؐ کے بے سر لاشہ کو زمین پر بکھرے ہوئے اعضاء کے ساتھ دیکھا تو گویا کہ شہزادیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت سیدہ زینبؓ نے اپنے بھائی اور اُن کی اولاد پر جو گریہ و زاری کی، علامہ ابن کثیر نے وہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

يَا مُحَمَّدَاهُ، يَا مُحَمَّدَاهُ — اے محمدؐ دہائی ہے آپ کی۔ اے محمدؐ دہائی ہے آپ کی — صَلَّى عَلَيْكَ اللّٰهُ — وَمَلَكُ السَّمَاءِ — اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے آپ پر درود بھیجیں۔ — هٰذَا الْحُسَيْنُ بِالْعَرَاءِ — یہ حسین چٹیل میدان میں — مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ خون میں لت پت پڑے ہیں۔ — مُقَطَّعُ الْأَعْضَاءِ يَا مُحَمَّدَاهُ — کٹے ہوئے اعضاء کے ساتھ — اے محمدؐ — وَبَنَاتُكَ سَبَايَا — (دیکھو) آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں — وَذُرِّيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ اور آپ کی اولاد قتل ہوئی پڑی ہے — تَسْفِي عَلَيْهَا الصَّبَا — جس پر ہوا خاک اُڑا رہی ہے۔

؎ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۳، طبری جلد ۴ ص ۳۴۹، الکامل لابن اثیر جلد ۴ ص ۸۱ مطبوعہ بیروت۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ جب سیدہ زینب نے ان الفاظ میں ندبہ کیا تو — فَابْکَتْ وَاللّٰہِ کُلَّ عَدُوٍّ وَّصَدِیْقٍ — خدا کی قسم زینب کے ندبے نے ہر دوست اور دشمن کو رُلا دیا۔

حسین پر رونا

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے — فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا (پارہ ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۸۲) تو انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں

خیال رہے کہ رونا صبر کے ہرگز منافی نہیں حسین وہ ہستی ہے جن پر رونا، درد کی علامت، محبت کی دلیل اور سعادتوں کا نشان ہے۔ نواسۂ رسول اور اُن کے بچوں کی شہادت کو یاد کر کے رونا اور مخدرات طہارت کے مصائب و آلام پر رونا ایمان کی نشانی اور ایک طرح سے سنتِ رسول ہے۔ حسین جس کی پر جن و انس روئے، شجر و حجر روئے، بحر و بر روئے، افلاک رنگ روئے، آسمان خون کے آنسو رویا۔ جب امام عالی مقام حسین علیہ السلام مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تو پھر خدا نے رہ دعالم کی طرف سے — وُضِعَ عَلٰی قَبْرِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ لَمَّا اُصِیْبَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یَبْکُوْنَ عَلَیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ[۱] اور مقرر کر دیئے گئے حسین ابن علی کی قبر پر ستر ہزار فرشتے جو قیامت تک اُن کی قبر پر روتے رہیں گے۔

میدانِ کربلا میں گلشنِ مصطفےٰ کریم کے پھول اس طرح بکھرے پڑے تھے۔ جیسے سرخ پھولوں کی پتیاں صحرا میں بکھیر دی ہوں۔ ابن سعد کے حکم سے تمام شہدا کے سرتنوں سے کاٹ کر جدا کر دیئے گئے اور انہیں مختلف قبائل میں تقسیم کر دیا گیا۔

---

[۱] فضائل اہلبیت ص ۱۵۱ — (شہادت نواسہ سید الابرار ص ۴۲۳)

روضۃ الشہدا میں ہے کہ ابن سعد نے امام علیہ السلام کا سر مبارک خولی بن یزید اصبحی کے سپرد کیا اور کہا امام حسینؑ کا سر ابن زیاد کے پاس لے جا اور خود کربلا میں رک گیا۔ اور پھر اس نے اپنے لشکر کے مقتولوں کو جمع کر کے ان ملعونوں پر نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ مگر امام عالی مقام اور دیگر تمام شہیدوں کے جسم ویسے ہی خاک پر پڑے ہوئے چھوڑ دیئے۔

سروں کی تقسیم

ابن سعد نے شہدائے آل رسول اور دیگر نامور سرداروں کے سر اس طرح تقسیم کیے یا بیس ۲۰ سر قبیلہ ہوازن کو دیئے۔ چودہ ۱۴ سر بنی تمیم کو دیئے جن کا سردار حصین بن نمیر تھا۔ تیرہ ۱۳ سر قبیلہ کندہ کو دیئے جس کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ چھ ۶ سر بنی اسد کو دیئے جن کا سردار ہلال بن اعور تھا۔ پانچ ۵ سر قبیلہ ازد کے سپرد کیے اور بارہ ۱۲ سر بنی ثقیف کے حوالے کیے اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

امام کا سر

حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر خولی کے سپرد تھا، وہ ملعون سر لے کر کوفہ کو جا رہا تھا اور اس کا گھر کوفہ سے ایک فرسخ (کوس) پہلے پڑتا تھا۔ لہٰذا وہ پہلے گھر آ گیا اس کی بیوی انصاری سے تھی اور اہل بیت رسول کی محبت بھی اس کے دل میں موجود تھی۔ خولی نے اس سے ڈرتے ہوئے امام عالی مقام کا سر اپنے گھر کے تنور میں چھپا دیا اور اپنی جگہ پر آ کے بیٹھ گیا۔ اس کی بیوی نے پوچھا اتنے دن کہاں رہا ہے؟ اس نے کہا: ایک شخص نے یزید سے بغاوت کی تھی میں اس کے ساتھ جنگ کرنے گیا ہوا تھا۔ خاتون نے مزید کوئی بات نہ کی اور کھانا لے کر آ گئی۔ خولی نے کھانا کھایا اور سو

گیا۔ اُس خاتون کی عادت تھی کہ نمازِ تہجد کے لیے رات کو اُٹھتی اور تہجد ادا کرتی۔ جس
رات کو وہ اُٹھی تو دیکھا کہ جہاں اس کا تنور بنا ہوا تھا۔ وہاں اس قدر روشنی پھیلی ہوئی
ہے۔ گویا کہ لاکھوں شمعیں اور چراغ یک ساتھ جل رہے ہوں۔ اُس نے یہ منظر دیکھا اور
کہا سبحان اللہ۔ نہ میں نے خود اس تنور میں آگ جلائی تھی۔ نہ کسی دوسرے کو کہا تھا
یہ روشنی کہاں سے آگئی ہے۔ اسی عالمِ تحیر میں اُس نے دیکھا کہ وہ نور آسمان کی طرف
جا رہا ہے۔ اس سے اُسے اور تعجب ہوا۔ اچانک کیا دیکھتی ہے کہ آسمان سے چار خواتین
نے نزولِ اجلال فرمایا اور اس تنور کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ ایک خاتون نے اُس تنور سے
ایک سر نکالا اور اُسے چوم کر اپنے سینے سے لگا لیا اور روتے ہوئے فرمایا۔ اے شہیدِ مظلوم
حق تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے۔ میں تیرے قاتلوں سے بدلہ لوں گی۔
جب تک مجھے تیرا خون بہا نہ دیا گیا، قائمۂ عرش سے میں ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گی۔ اس
خاتون کی موافقت میں دوسری خواتین نے بہت گریہ و زاری کی اور پھر اس سر کو تنور
ہی میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔ خولی کی بیوی نے سرِ مبارک کو تنور سے نکالا اور جب اُس نے
سرِ مبارک کو دیکھا تو آہ کھینچی اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ کیونکہ اس نے امام حسین کی متعدد
بار زیارت کی تھی۔ بے ہوشی کے عالم میں اُسے ہاتف نے آواز دی کہ اُٹھ جا۔ کہ
تجھ سے تیرے شوہر کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ خاتون نے ہاتف سے پوچھا
تنور پر گریہ و زاری کرنے والی چار بیبیاں کون تھیں؟ ہاتف نے ندا دی کہ وہ خاتون
جس نے سر کو سینے سے لگایا تھا وہ فاطمۃ الزہراء، دوسری خاتون خدیجۃ الکبریٰ تھیں، تیسری
مریم اور چوتھی آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہن تھیں۔ خولی کی بیوی نے سرِ مبارک کو سینے سے
لگایا اور چوم کر مشک و گلاب سے خونِ مبارک دھویا اور غالیہ (ایک مرکب خوشبو)
اور کافور لا کر چہرۂ مبارک پر ملا اور امام کی مبارک زلفوں میں کنگھی کی اور سر کو پاک جگہ پر
رکھ کر واپس آگئی اور خولی کو جگایا اور کہنے لگی اے ملعون دون اور اے ملعونِ رسولؐ

تو نے یہ کس کا سر لا کر تنور میں رکھا ہے؟ آخر یہ فرزندِ رسول کا سر ہے اُٹھ کر دیکھ کہ زمین سے آسمان تک شور و فغاں اُٹھ رہا ہے اور ملائکہ گروہ در گروہ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور گریہ کرتے ہیں اور تم پر لعنت کرتے ہوئے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں میں تجھ سے دونوں جہانوں سے بیزار ہوں پھر اس نے چادر سر پر ڈالی اور گھر سے باہر نکل آئی۔

خولی نے کہا: اے عورت تو کہاں جا رہی ہے اور اپنے بیٹوں کو کیوں یتیم کرتی ہے؟
عورت نے کہا او ملعون تو نے فرزندانِ رسول کو یتیم کر دیا تو تجھے کچھ پرواہ نہ ہوئی مگر میرے بیٹے بھی یتیم ہو گئے ہیں اور وہ بی بی چلی گئی اور پھر وہ کسی شخص کو پتہ نہ چل سکا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۹ و ۳۷۰)

قیدی قافلہ

آلِ رسول کا قیدی قافلہ جب اپنے شہداء کے قریب سے گزرنے لگا تو ایک دردناک منظر تھا جسے چشمِ فلک نے بھی یہ منظر دیکھا کہ پاک بیبیاں بے زین اونٹوں پر سوار قیدیوں کی صورت میں صحرائے کربلا سے گزرنے والی ہیں۔ اور پھر خاندانِ نبوت نے صبر و تحمل اور استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے دنیا والوں کو ایک سبق دیا اور وہ اس طرح کہ آسمان کی طرف نگاہوں کو اُٹھا کر اپنے پاکیزہ ہاتھوں کو پھیلا کر ان الفاظ میں دعا مانگی۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هٰذَا الْقُرْبَانَ اے اللہ ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔ اور یہ منظر بھی دردناک تھا کہ جس وقت امام حسین کی چھوٹی بیٹی سکینہ سلام اللہ علیہا جو سات سال کی تھی وہ اپنے باپ کے جسدِ مطہر سے جا کر لپٹ گئیں۔ اور پھر اسی اثنا میں مظلومِ کربلا سے یہ ندا آئی۔

شِيْعَتِيْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ عَذْبَ مَاءٍ فَاذْكُرُوْنِيْ

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اگر تم بھی میٹھا پانی پیو تو مجھے یاد کر لینا۔

اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيْبٍ اَوْ شَهِيْدٍ فَانْدُبُوْنِيْ

یا کسی غریب الوطن (پردیسی) اور شہید کے بارے میں سنو تو مجھ پر فدا ہو جانا۔

سیدہ سکینہ کو جب کافی دیر ہوگئی کہ وہ اپنے بابا کی نعش مطہرہ سے لپٹی ہوئی ہیں اور کسی طرح جدا نہیں ہوتی ہیں۔ بالآخر انہیں زبردستی بابا کی لاش سے جدا کیا گیا۔ [1]

قیدی کوفہ میں

جب خاندانِ نبوت کا قیدی قافلہ کوفے کے قریب پہنچا تو ابن زیاد نے امام حسین اور دیگر تمام شہدائے کربلا کے سروں کو نیزوں پر سوار کر کے عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ ان سروں کو جو نیزوں پر ہیں آگے آگے رکھا جائے اور قیدی قافلہ کو سروں کے پیچھے پیچھے دارالامارہ کوفہ میں لایا جائے تاکہ لوگ اس منظر کو دیکھیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب قیدی قافلے نے سرورِ امام عالی مقام اور دیگر خاندانِ رسول کے جوانوں کے سروں کو نیزوں کی نوکوں پر دیکھا تو رسولِ خدا کی شہزادیاں زار و قطار روتی ہوئیں کوفہ میں داخل ہوئیں۔ جب تیرہ سال کے امام زین العابدین فاطمۃ الزہرا کی قیدی بیٹیوں کا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو بازاروں اور دکانوں، مکانوں کی چھتوں اور درختوں پر مرد، عورتیں اور بچے اس دردناک منظر کو دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ شہدائے کربلا اور اہل بیت کی بے کسی کو دیکھ کر بعض عورتوں کے دلوں میں ہمدردی پیدا ہوئی تو انہوں نے کھجوریں بانٹیں اور سواریوں کی طرف اچھالنی شروع کیں۔ سیدہ زینب بنت علی نے جب یہ دیکھا تو فرمایا — یَا اَھْلَ الْکُوْفَۃِ اِنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَیْنَا حَرَامٌ — اے اہل کوفہ (ہم آل رسول ہیں) ہم پر صدقہ حرام ہے اور کھجوریں واپس کرادیں۔

---

[1] حیات المخلص جلد ۱ ص ۳ بحوالہ شہادت سید الابرار ص ۵۵۰۔

نساء الجن

علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور روایت بھی نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے شہدائے کربلا کے سروں کو اٹھایا اور ان کے جسموں کو صحرائے کربلا میں ایسی چھوڑ دیا۔ اہل غاضریہ کو پتہ چلا تو انہوں نے آ کر بے سر جسموں کو دیکھا اور ساتھ ہی رونے کی آواز سنی مگر رونے والے نظر نہ آتے تھے اور یہ جنوں کی جماعت تھی جو شہیدوں پر رو رہی تھی اور جو مرثیے پڑھ رہے تھے ان میں ایک شعر یہ ہے۔

نِسَاءُ الْجِنِّ يُسْعِدْنَ نِسَاءَ الْهَاشِمِيَّات
بَنَاتِ الْمُصْطَفٰى اَحْمَدَ مَاجِدِ الْبَرَكَات[1]

یعنی جنوں کی عورتیں نوحہ گری میں بنو ہاشم کی خواتین کی موافقت کرتی ہیں اور تمام جہانوں کے مقتدا مصطفیٰ کی بیٹیوں کے رونے میں شریک ہیں۔

پھر اہل غاضریہ نے ان تمام شہیدوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان پر نماز جنازہ پڑھ کر اسی میدان میں دفن کر دیا۔

ابن زیاد کی گستاخی

جب خولی نے امام کا سر طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے رکھا تو اس بے حیا کے ہاتھوں میں چھڑی تھی اور وہ اس چھڑی سے امام علیہ السلام کے دانتوں کو ایک ساعت تک کھٹکھٹاتا رہا۔ زید بن ارقم وہاں موجود تھے تو انہوں نے دیکھا کہ چھڑی کو مسلسل امام کے دانتوں پر مار رہا ہے تو آپ نے فرمایا۔۔۔ اُعْلُ بِهٰذَا الْقَضِيْبِ عَنْ

---

[1] روضۃ الشہداء، ص ۴۴۳۔

هَاتَيْنِ الثَّنِيَّتَيْنِ [1] ان دانتوں پر سے اس چھڑی کو ہٹا لے۔ فرمایا قسم ہے اس وحدہٗ لاشریک کی۔ لَقَدْ رَأَيْتُ شَفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ يُقَبِّلُهُمَا [2] کہ میں نے رسول کریم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے ہونٹ ان دانتوں پر رکھ کر چومتے تھے۔ زید بن ارقم نے یہ کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ حضرت زید مجلس سے اٹھ کر باہر نکل آئے۔ اور فرمایا۔ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ الْعَبِيْدُ بَعْدَ الْيَوْمِ قَتَلْتُمُ ابْنَ فَاطِمَةَ وَأَمَّرْتُمُ ابْنَ مَرْجَانَةَ [3] اے قوم عرب آج سے تم سب غلام ہو گئے ہو۔ تم نے سیدہ فاطمہ کے لخت جگر کو قتل کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا حاکم بنا لیا۔ وہ تمہارے نیک بندوں کو چن چن کر قتل کر رہا ہے اور شریر لوگوں کو غلام بنا رہا ہے فَرَضِيْتُمْ بِالذُّلِّ تم نے ذلت کو گوارا کر لیا۔ خدا اُسے ذلیل کرے جس نے ذلت کو گوارا کیا ہے (طبری ایضاً)

ابن زیاد نے امام کے منہ پر پاؤں رکھا

علامہ سبط ابن جوزی اپنی کتاب "تذکرۃ الخواص" میں رقم فرماتے ہیں۔ کہ ہشام بن محمد کا کہنا ہے کہ جب امام علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا۔ قَالَ لَهُ كَاهِنُهُ قُمْ۔ تو ابن زیاد نے اپنے کاہن سے کہا کھڑا ہو۔ فَضَعْ قَدَمَكَ عَلٰى فَمِ عَدُوِّكَ۔ اپنا قدم اپنے دشمن کے منہ پر رکھ۔ فَقَامَ۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ فَوَضَعَ قَدَمَهٗ عَلٰى فِيْهِ۔ اور اپنا قدم امام کے منہ پر رکھا۔ ثُمَّ قَالَ لِزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ كَيْفَ تَرٰى۔ پھر وہ زید بن ارقم سے کہنے لگا تم کیا دیکھتے ہو۔ مطلب یہ تھا کہ میرا یہ کام تجھے کیسا لگ رہا ہے۔ زید بن ارقم بولے۔ وَاللّٰهِ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

---

[1] [2] [3] طبری جلد ۵۔ ص ۲۰۷۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضعًا فَاهُ حَيْثُ وَضَعْتَ قَدَمَكَ میں
نے دیکھا ہے کہ جہاں تو نے قدم رکھا ہے وہاں رسولِ خدا نے اپنا منہ رکھا تھا۔

(تذکرۃ الخواص ص ۲۳۱ مطبوعہ مؤسسہ اہل البیت بیروت لبنان)

علامہ جوزی لکھتے ہیں۔ وَقِيلَ إِنَّ هٰذِهِ الْوَاقِعَةَ جَرَتْ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَعَ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ یزید بن معاویہ کا زید بن ارقم کے ساتھ ہوا۔ یعنی یہ کام یزید نے کیا کہ امام کے منہ پر قدم رکھا۔

ابنِ زیاد کی ماں نے کہا

علامہ جوزی لکھتے ہیں کہ جب امام حسین کی شہادت ہوئی تو ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ بن زیاد سے کہا۔ قَالَتْ مَرْجَانَةُ أُمُّ ابْنِ زِيَادٍ لِابْنِهَا۔ ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ يَا خَبِيثُ قَتَلْتَ ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهِ لَا تَرَى الْجَنَّةَ أَبَدًا۔ او خبیث تو نے رسولِ خدا کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اللہ کی قسم تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھ سکے گا۔

(تذکرۃ الخواص ص ۱۲۳)

سیدہ زینبؑ

امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک کے ساتھ اُن کے اہل و عیال اُن کی بہنیں سب کے سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے معمولی سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس شاہِ ولایت مولا علی کی شہزادی کو کنیزیں گھیرے ہوئے تھیں۔ جب آپ قصرِ امارت میں داخل ہوئیں تو ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ بیٹھی ہوئی عورت کون ہے؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے

تین دفعہ پوچھا۔ آپ نے ہر دفعہ جواب نہیں دیا۔ تیسری بار آپ کی کسی کنیز نے جواب دیا
یہ زینب بنت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ ابن زیاد نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
فَضَحَكُمْ وَقَتَلَكُمْ ۔ خدا کا شکر ہے جس نے تم لوگوں کو رسوا اور قتل
کیا اَكْذَبَ اُحْدُوْثَتَكُمْ ۔ تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔[1] آپ
نے جواب دیا ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَكْرَمَنَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ وَطَهَّرَنَا تَطْهِیْرًا ۔ خدا کا شکر ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے سبب سے ہم کو عزت عطا فرمائی اور ہمیں طیب و طاہر اور رجس سے پاک کیا
سیدہ نے فرمایا، تو نے جو کچھ کہا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ابن زیاد سن! رسوا وہ ہوتا
ہے جو فاسق و فاجر اور جھوٹا ہوتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خاندان
کے ساتھ خدا نے کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا ان کے مقدر میں شہادت تھی اس لیے وہ
اپنی قتل گاہ کی طرف چلے آئے۔ اب تو بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے
وہیں تم لوگ اپنا اپنا مقدمہ بارگاہِ صمدیت میں پیش کرو گے۔ یہ سن کر ابن زیاد
غضب ناک ہوگیا اور ہو سکتا تھا کہ دنیائے ولایت کی شہزادی کے لیے کوئی سزا تجویز
کرتا کہ درمیان میں عمرو بن حریث بول پڑا کہ امیر عورتوں کی سخت کلامی کا مواخذہ نہیں
کیا جاتا۔ ابن زیاد بدنہاد پھر بولا۔ کہنے لگا۔ تمہارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی
طرف سے ۔ قَدْ اَشْفَى اللّٰهُ نَفْسِیْ[2] خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہ سن
کر آپ رونے لگیں۔ اور فرمایا جس کا خلاصہ ایک جملہ میں یہ ہے کہ اگر خاندانِ نبوت
کو تباہ کرنے سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو بے شک تو نے دل ٹھنڈا کر لیا۔

---

[1] ابن زیاد خبیث کا اشارہ سرکار علیہ السلام کی نبوت و دعویٰ اور اہل بیت کی عظمت و کرامت کی طرف ہے

[2] طبری جلد ۶ ص ۲۶۳، ارشاد

یہ بات سن کر کہنے لگا یہ عورت بڑی دلیر ہے۔ پھر کہا لَقَدْ كَانَ اَبُوْكِ شَاعِرًا شُجَاعًا[1] تمہارا باپ بھی تو شاعر اور بہادر تھا۔

امام زین العابدین کے قتل کا حکم

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ علی بن حسین زین العابدین کو جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو میں اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ ابن زیاد نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں علی بن حسین ہوں۔ ابن زیاد بولا۔ کیا علی بن حسین کو خدا نے قتل نہیں کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا میرے بڑے بھائی علی اکبر ابن حسین کہلاتے تھے جنہیں ان لوگوں نے قتل کیا۔ کہنے لگا نہیں خدا نے انہیں قتل کیا۔ آپ نے اس کی بات کا بھی جواب نہ دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے تو آپ نے قرآن مجید کی یہ آیتیں تلاوت فرما دیں۔ — اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا[2] وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔[3] اللہ تعالیٰ جانوں کو وفات دیتا ہے اُن کی موت کے وقت — اور کوئی جان بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی — ابن زیاد نے کہا — اَنْتَ وَاللّٰهِ مِنْهُمْ خدا کی قسم تم بھی انہیں لوگوں میں ہو۔ اور ایک آدمی کو کہا — وَيْحَكَ اُنْظُرْ هٰذَا هَلْ اَدْرَكَ — ذرا دیکھو تو یہ بالغ ہیں؟ مری بن معاذ نے آپ کو دیکھ کر کہا یہ بالغ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا۔ اُقْتُلْهُ — انہیں قتل کر دے — یہ سن کر امام زین العابدین نے فرمایا۔ مَنْ تُوَكِّلُ بِهٰذِهِ النِّسْوَةِ — قتل کرنے سے پہلے یہ بتا کر ان بے وطن عورتوں کی حفاظت کے لیے تم کس کو مقرر کرو گے؟ حضرت

---

[1] طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶۲ الکامل جلد ۳ ص ۲۹۷۔

[2] پ ۲۴ - سورۃ زمر آیت ۴۲ — [3] پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۵

یہ بات ابن زیاد سے بغیر کسی خوف کے کہی۔ آپ کی یہ بات سُن کر۔ وَتَعَلَّقَتْ
بِهِ زَيْنَبُ۔ آپ کی پھوپھی سیدہ زینب امام زین العابدین کے ساتھ لپٹ گئیں
اور فرمایا۔ اے ابن زیاد جو مصیبت ہم پر گزر چکی اس پر بس کر۔ کیا ہم لوگوں کا خون
بہانے سے تیری پیاس نہیں بجھی۔ کیا تم نے ہم میں سے کسی کو باقی رکھا ہے۔ اور
ساتھ ہی فرمایا۔ اَسْأَلُکَ بِاللّٰهِ۔ اے ابن زیاد، میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی
ہوں۔ اِنْ کُنْتَ مُؤْمِناً۔ اگر تو مسلمان ہے۔ اِنْ قَتَلْتَهُ لَمَّا
تَقْتُلُنِیْ مَعَهٗ۔ تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔ امام زین العابدین نے
فرمایا اے ابن زیاد۔ فَابْعَثْ مَعَهُنَّ رَجُلاً تَقِيّاً يَصْحَبُهُنَّ بِصُحْبَةِ
الْاِسْلَامِ۔ کسی پرہیزگار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمانوں کی طرح
ان کے ساتھ رہے۔ ابن زیاد دیر تک ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں کی طرف منہ
کر کے کہنے لگا۔ اس خون کے جوش پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ بی بی لڑکے کے ساتھ قتل
ہونے کو تیار ہے۔ پھر کہا کہ لڑکے کو چھوڑ دو۔[1]

○ روضۃ الشہداء میں ہے جب ابن زیاد نے جناب زین العابدین کے قتل کا حکم
دیا تو آپ نے اپنی پھوپھی کی بات ختم ہونے کے بعد ابن زیاد کی طرف منہ کر کے
فرمایا۔ اے ابن زیاد تو مجھے قتل ہونے سے نہ ڈرا اور قتل کی دھمکیاں نہ دے۔ کیا تو
نہیں جانتا کہ قتل و قتال اور جنگ جدال ہماری عادت ہے اور ہم اپنی شہادت
کو خود پر اللہ تعالیٰ کا خاص اکرام سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہمارے درخت مصیبت کے پانی سے اُگائے
گئے ہیں اور ہماری مٹی ہی قدرت کے ہاتھوں سے بلاؤں کا رنگ دیا گیا ہے۔ مشکل
کی جو لگن ہماری کا مرکزی اور ضمانت ہے اور شہادت ہمارے لیے برکت ہیں

---

[1] تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت لبنان سن اشاعت [illegible]

۱؎ روضۃ الشہداء ص ۳۶۷

ہمیں میدان میں تلوار بن جانا بھی آتا ہے
جلال حیدری کردار بن جانا بھی آتا ہے؟

ابن زیاد نے ایک لمحہ کے لیے سوچا اور اپنے ملازموں سے کہا مجھے ان لوگوں کی گفتگو اور جھگڑے سے خلاصی دلاؤ اور انہیں محل سے باہر لے جا کر جامع مسجد کے پیچھے فلاں سرائے میں پہنچا دو۔ ابن زیاد کے حکم پر انہیں مخصوص کردہ سرائے میں پہنچا دیا گیا اور کوفہ کے لوگوں میں ابن زیاد کے ڈر کی وجہ سے کسی نے ان کا حال تک نہ پوچھا چند روز کے بعد ابن زیاد نے زحر بن قیس محفر بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کو پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ اہلبیت کے مع سروں کے شام کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۶۷)

کس حالت میں

ابن زیاد نے مستورات خاندان رسالت اور امام کے بچوں کے لیے بھی حکم دیا کہ سروں کے ساتھ ان قیدیوں کو بھی روانہ کیا جائے۔ وَاَمَرَ بِعَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ فَغُلَّ بِغُلٍّ اِلٰی عُنُقِہٖ ۱؎ ابن زیاد نے زین العابدین کے بارے حکم دیا کہ ان کو پاؤں سے گردن تک زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔ امام طبری کہتے ہیں پھر محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر ذی الجوشن کو ساتھ کر کے ان کو روانہ کر دیا۔ یہ دونوں لعین آل رسول کے قافلے کو لے کر یزید کے پاس پہنچے۔ راستے میں امام سجاد زین العابدین نے دونوں ملعونوں سے کوئی بات نہ کی۔ دروازہ یزید پر پہنچ کر محفر پکار کے کہا۔ اے امیر المومنین محفر بن ثعلبہ هٰذَا مُحَفِّرُ بْنُ ثَعْلَبَةَ اَتٰی اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاللِّئَامِ الْفَجَرَةِ ۲؎ (طبری جلد ۶ ص ۲۶۴) محفر بن ثعلبہ ان ملامت زدہ بدکاروں کو لے کر

امیرالمومنین کے پاس حاضر ہوا ہے۔ اس ملعون نے آلِ محمدؐ کی گستاخی کی۔

اندر سے جواب آیا

ابن شعبہ دُنیا کا کُتا تھا طلب دُنیا کے لیے خوشامد کر رہا تھا۔ لیکن اُسے کچھ انعام نہ ملا نہ انعام ملا نہ مقام ملا۔ جب اس نے آواز دی کہ میں ملامت زدہ بدکاروں کو لے کر آیا ہوں تو اندر سے جواب ملا۔ مَا وَلَدَتْ اُمُّ مُحَفِّزٍ شَرٌّ وَّاَلْاَمُ محفز کی ماں نے جس بچے کو جنم دیا ہے۔ بس وہی ملامت زدہ اور سب سے زیادہ بدکار ہے۔

○ علامہ ابن اثیرؒ "اَلْکَامِلُ فِی التَّارِیْخِ" میں ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ جِئْنَا بِرَأْسِ اَحْمَقِ النَّاسِ وَاَلْاَمِھِمْ ۔ کہ ہم سب سے زیادہ احمق اور کمینے کا سر لائے ہیں۔ اندر سے یزید نے اس کی امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے کہا۔ مَا وَلَدَتْ اُمُّ مُحَفِّزٍ اَلْاَمُ وَاَحْمَقُ مِنْہُ محفز کی ماں نے جو بچہ جنا اس سے زیادہ احمق اور کمینہ کوئی نہیں۔

قارئین آپ یہ نہ سمجھیں کہ یزید لعین نے یہ بات کسی افسوس یا ہمدردی کی بنا پر کی ہرگز نہیں۔ بلکہ اُس نے مندرجہ بالا جملہ بطور تمسخر کہا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک بے حیثیت آدمی دُنیاوی لالچ کی خاطر اور ایک عیاش حکمران کی خوشنودی کے لیے عالی مرتبت شخصیت کے بارے میں انجام سے بے خبر کیسی بات کر رہا ہے۔ یزید لاکھ بدمست شرابی سہی لیکن یہ بات جانتا تھا کہ خونِ حسینؑ آگے چل کر کیا رنگ دکھانے والا ہے۔ اور

۱؎ طبری جلد ۶ ص ۲۶۳۔

۲؎ الکامل جلد ۴ ص ۵۸۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ بنی امیہ کی حکومت کے تمام نشانات مٹ گئے اور اُن کے ظلم نے انہیں صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا۔

محفز کو گستاخانہ نعرہ بلند کرنے کی جراُت اس لیے پیدا ہوئی کہ شام میں ایک مدت سے منبرِ رسُول پر خطیبوں کے دریان مولائے کائنات علی المرتضیٰ کو گالیاں دی جاتی رہیں اور اہل بیت رسُول کے خلاف ذہنوں کو پراگندہ کرنے کی مذموم کوششیں ہوتی رہیں۔ شام و دمشق میں اہل بیت رسُول پر ملامت کرنے کو دینِ اسلام کی اشاعت کا حصہ قرار دیا گیا تھا یہی سبب ہے کہ محفز جیسے شقی صفت انسان نے نواسۂ رسُول جگر گوشۂ بتُول کو احمق و منتقم کہنے کی جسارت کی اور دوشِ رسُول پر سواری کرنے والے کو نیزے کی نوک پر سوار کیا گیا۔ بعد آخری رسُول نے جسے پالا پھول کہا اُسے برچھیوں کی انیوں پر اچھالا گیا۔ کون حسین؛

عزت کے سرِ حریم کا وہ وشن دیا حسین فخرِ رسُول و حیدر و خیر النسا حسین
مرکب تھا دوشِ دستِ عالم حسین کا دیں پر فدا بھی تو ہوا مجتبیٰ حسین
مجبور کر کے گھر سے نکالا گیا جسے
نیزوں کی انیوں پہ اچھالا گیا جسے

قافلہ اہل بیت کی شام روانگی

ابن زیاد نے اہل بیت رسُول کا قافلہ یزید کے پاس دمشق بھیجا چنانچہ اہلبیتِ رسُول روانہ ہو گئے۔ یہ لوگ جس مقام پر بھی قیام کرتے تو کرامتوں کا ظہور اور برہان کا اظہار ہوتا۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں۔ کہ جب یزیدی لشکر قیدیوں کا قافلہ لے کر حران پہنچا تو وہاں پہاڑ کی چوٹی پر ایک قلعہ تھا جس میں یحییٰ نامی یہودی رہتا تھا۔ وہ باہر نکلا۔ شہداء کے سروں کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر امام کے سرِ اقدس پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ قریب آ کر اپنا کان ہونٹوں کے نزدیک کیا تو

قرآن مجید کی یہ آیت سنی ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔ (پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۲۲۷) اور اب جاننا چاہتے ہیں کہ ظالم کس کروٹ پلٹا کھاتے ہیں ۔ یحییٰ نے آیت سنی اور حیران ہو کر پوچھا یہ کس کا سر ہے؟ لوگوں نے کہا حسین ابن علی کا ۔ پوچھا ان کی والدہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا فاطمہ بنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہودی بولا۔ اگر ان کے نانا کا دین برحق نہ ہوتا تو ان سے یہ کرامت ظاہر نہ ہوتی اور ساتھ ہی کلمہ شہادت جاری ہو گیا۔ اس نے اپنے سر سے دستار اتاری اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے اہل بیت میں تقسیم کر دی اور وہ جو بیش قیمت لباس پہنے ہوئے تھا اُسے امام زین العابدین کے پاس لایا اور ساتھ ہی ایک ہزار درہم آپ کی خدمت میں پیش کیے ۔ یزیدی لشکریوں نے یہ دیکھ کر یحییٰ کو قتل کی دھمکی دی اور کہا والی شام کے دشمنوں کی حمایت کر رہا ہے ۔ یحییٰ نے ذوقِ محبت میں سرشار ہو کر اپنے خادموں کو تلوار اٹھانے کا حکم دیا۔ اور پھر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہیدوں کے محافظ لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور ان میں سے پانچ اشخاص کو قتل کر دیا اور خود بھی درجہ شہادت پر فائز ہو گیا ۔ حران کے دروازہ پر آج بھی اس کا مزار موجود ہے اور اسے یحییٰ شہید کا مزار کہتے ہیں اور وہاں دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ (روضۃ الشہداء ص ۴۲۴)

ایک قطرۂ خون

امام حسین علیہ السلام کے ایک خون کے قطرے کی کرامت اس طرح ہے ۔ کہ ان لوگوں نے امام کے سر مبارک کو وہاں ایک پتھر پر رکھ دیا تو آپ کے سر مبارک کے خون کا ایک قطرہ اس پتھر پر گرا جس کی وجہ سے ہر سال عاشورہ کے دن اس پتھر سے تازہ خون جاری ہو جاتا اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں جمع ہو کر آہ و زاری کرتے تھے یہ صورت عبدالملک بن مروان کے زمانے تک جاری رہی جب

اُسے اس امر کا پتہ چلا تو اس نے وہ پتھر وہاں سے خفیہ طور پر اٹھا لیا۔ تاہم لوگوں نے وہاں ایک گنبد بنا دیا اور اس کا نام مشہد نقطہ رکھا لوگ ہر سال ماہِ محرم میں وہاں پہنچ کر تعزیت بجا لاتے ہیں۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۸۶)

موصل کا حاکم عماد الدولہ نے لشکرِ یزید کو اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور ایک فرسخ باہر ہی روک دیا جب کہ نصیبین شہر کے حاکم منصور بن الیاس نے شہیدوں کے سروں سمیت اپنے شہر میں آنے کی اجازت دے دی۔ جب لشکر شہر کے قریب آیا تو قدرتِ خداوندی سے قہر و غضب کا ایک بادل آیا اور اس سے ایک ایسی بجلی نکل کر اُتری جس نے شہر کا نصف حصّہ جلا کے راکھ کر دیا۔ لوگ شرمندہ ہو کر اس لشکر کے پاس گئے وہ لشکر دوسرے شہر کی طرف چلا گیا جہاں کا امیر سلمان بن یوسف تھا۔ سلمان کے دو بھائی تھے۔ جن میں ایک جنگِ صفین میں مولا علی کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور دوسرا بھائی اس کے ساتھ حکومت میں شریک تھا اور شہر کا ایک دروازہ اس کے قبضہ اختیار میں تھا چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ سروں کو اپنے دروازے سے شہر میں لائے۔ جب کہ سلیمان کی خواہش تھی کہ اس کے دروازہ سے سروں کو شہر میں لایا جائے۔ اسی کشمکش میں دونوں بھائیوں میں جنگ چھڑ گئی اور سلمان قتل ہو گیا اور شہر میں شور مچ گیا، شمر کا لشکر وہاں سے پریشان ہو کر حلب کی طرف چلا گیا۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۹۹)

عیسائی راہب کا ایمان لانا

ابو سعید دمشقی سے روایت ہے۔ کہتا ہے کہ جو لوگ امام پاک کا سر شام کو لے گئے ہیں اُن میں تھا۔ جب ہم لوگ دمشق کے قریب پہنچے تو لوگوں کے درمیان یہ خبر گردش کرنے لگی کہ مسیب بن قعقاع خزاعی ایک لشکر جمع کر رہا ہے تاکہ شب خون مار کر سروں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ شمر اور اس کے ساتھیوں نے مشورہ کیا۔ کہ شب خون

سے بچنے کے لیے کہیں پناہ لی جائے۔ وہاں پر ایک مضبوط کلیسا نظر آیا۔ شمر نے کلیسا کے دروازے
پر آکر آواز دی تو ایک بوڑھا جو اس کلیسا کا سردار تھا چھت کے اوپر آیا اور اس نے دیکھا کہ
کلیسا کے چاروں طرف سوار کھڑے ہیں اور شمر اُن کے آگے ہے۔ کلیسا کے پیشوا کے پوچھنے
پر شمر نے کہا کہ ہم ابن زیاد کے لشکری ہیں کوفہ سے دمشق جا رہے ہیں۔ بوڑھے نے پوچھا
تم کیوں دمشق جا رہے ہو۔ شمر نے کہا عراق میں ایک شخص یزید کا باغی تھا ہم نے اُسے اور
اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور یہ نیزوں پر اُن کے سر ہیں اور اُن کے گھر والوں کو بھی
لے آئے ہیں تاکہ انہیں یزید کے سامنے پیش کریں۔ بوڑھے نے سروں کو نیزوں پر دیکھا تو
کہا اُن کے سردار کا سر کہاں ہے۔ لشکر نے امام کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ جب راہب نے
آپ کے سر کو دیکھا تو اس کے دل پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ اس نے پوچھا میرے کلیسا
میں کیوں آئے ہو۔ شمر نے کہا ہم نے سُنا ہے کہ کچھ لوگ جمع ہو کر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے
ہیں اور وہ ان سروں اور قیدیوں کو ہم سے واپس لینا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آج
کی رات تمہارے کلیسا میں بسر کریں۔ بوڑھے نے کہا تم لوگ بہت زیادہ ہو میرے کلیسا میں اتنی
گنجائش نہیں۔ تم لوگ ان سروں اور خواتین کو کلیسا میں بھیج دو اور خود چاروں طرف پھیل جاؤ۔ اور
آگ جلا کر ہوشیاری سے جاگتے رہو تاکہ شب خون سے محفوظ رہو۔ شمر نے بوڑھے کی تجویز
سے اتفاق کرتے ہوئے امام کے سر کو ایک مضبوط صندوق میں بند کر کے تالہ لگا دیا اور کلیسا کے ایک
مضبوط کمرے میں رکھ کر اور بھاری تالہ لگا کر کلیسا سے باہر آگئے۔ راہب نے امام زین العابدینؑ
اور خواتین کو اچھی طرح ٹھہرایا اور خود اس کمرے کے چکر کاٹنے لگا۔ اچانک اس حجرے سے
جہاں صندوق رکھا ہوا تھا روشنی پھوٹی یہاں تک کہ سارا کمرہ روشن ہو گیا۔ اس نے حجرے کے
روزن سے دیکھا کہ روشنی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ حتیٰ کہ آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ پھر کمرے کی چھت
پھٹ گئی۔ ایک عماری اُتری جس سے ایک پاکیزہ صورت خاتون باہر تشریف لائیں اور
اُن کے ساتھ بہت سی کنیزیں تھیں جن کی مثل ہماری دنیا میں نہیں۔ راہب کہتا ہے، پھر منادی

نداء ہے کہ گویا کہ تمام آدمیوں کی ماں کو راستہ دو۔ حوا صفیۃ اللہ کو راستہ دو۔ پھر اسی
طریقے سے ہاجرہ، سارہ ازواج ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف کی والدہ ماجدہ جناب
راحیل جناب شیث علیہ السلام کی صاحبزادی صفورہ۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثوم
جناب آسیہ و مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہن تشریف لائیں، اچانک شور اٹھا ایک عماری آرہی
ہے جس میں خدیجۃ الکبریٰ اور دیگر ازواج مطہرات نے نزول اجلال فرمایا اور اسی صندوق
کو باہر نکالا اور ایک ایک خاتون زیارت کرنے لگی اور پھر اچانک بہت زیادہ گریہ و
زاری آہ و زاری شروع ہوگئی اور ایک عماری نمودار ہوئی اور کسی نے آواز دی، اے بوڑھے
اس سوراخ سے نگاہیں ہٹالے۔ کیونکہ خاتون قیامت تشریف لے آئی ہیں، وہ بوڑھا غلبۂ
دہشت سے بے ہوش ہوگیا جب ہوش آیا تو وہاں نہ عماریاں تھیں نہ پاک بیبیاں وہ
اس کمرے کے سامنے آیا جس میں صندوق رکھا ہوا تھا، تالہ توڑا اور اندر جا کر صندوق کا
ڈھکنا کھولا اور صندوق کے سامنے بہت رویا اور سر کو صندوق سے نکال کر مشک و گلاب
سے دھویا اور سامنے رکھ کر کہنے لگا۔ اس خدا کے لیے جس نے آپ کو یہ مقام و مرتبہ
دیا ہے کہ خواتین سراپردۂ عصمت آپ کی زیارت کو تشریف لائیں ہیں اور خاتونان سرا
پردۂ عزت آپ کے لیے روتی ہیں، مجھے بتائیں آپ کون ہیں۔ باذن خداوندی امام کے
سر سے آواز آئی۔ اے بوڑھے — اَنَا مَظْلُوْمٌ — اَنَا مَغْمُوْمٌ — اَنَا مَهْمُوْمٌ
اَنَا مَقْتُوْلٌ۔ اَنَا غَرِیْبٌ — میں ستم رسیدہ ہوں۔ میں غمگین ہوں۔ میں مصیبت
زدہ ہوں۔ میں دشمنوں کی تیغ سے قتل کیا گیا ہوں۔ میں اپنے گھر والوں سے دور غریب
الدیار ہوں۔ رہا میرا نسب تو سن — اَنَا اِبْنُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی — اَنَا
اِبْنُ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی — میں محمد مصطفےٰ پیغمبر کا بیٹا ہوں۔ میں پسندیدہ
علی کا بیٹا ہوں۔ پیشوا نے کلیسا نے یہ باتیں سنیں تو اس وقت اپنے مریدوں کو بلایا
جن کی تعداد دس تھی۔ انہیں صورت حال سے آگاہ کیا وہ سب امام زین العابدین کی خدمت میں

حاضر ہوئے تو زنار توڑ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (روضۃ الشہداء ایضاً)

عسقلان میں

جب صبح ہوئی تو شمر قیدیوں کو لے کر عسقلان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسیران اہل بیت جب عسقلان پہنچے تو یعقوب عسقلانی جو امام کے ساتھ جنگ میں موجود تھا اور اب بھی اس لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ عسقلانی حاکموں سے اس کا تعلق تھا یعقوب نے شہر کی آرائش کا حکم دیا اور بالاخانوں میں گانے بجانے اور عیش و سرور کی محفلیں سجائی گئیں اور مجالس میں شراب کا دور اور عیش و نشاط کا سامان مہیا کیا گیا اور اہل بیت کے شہیدوں کے سروں کو شہر کے گرداگرد چکر لگوایا گیا۔

ایک تاجر زریر خزاعی اس روز عسقلان کے بازار میں کھڑا تھا اس نے لوگوں کو عیش و طرب میں مشغول دیکھا اور ہر طرف سے مبارک باد کی صدائیں سنیں۔ اس نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس شادمانی اور شادیانوں کا باعث کیا ہے؟ اس شخص نے کہا! کیا تو تاجر ہے؟ — زریر نے کہا ہاں میں کل ہی اس شہر میں آیا ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا، یزید کے ایک مخالف گروہ نے بغاوت کا علم بلند کیا، تو شام کے امیروں اور کوفہ کے سرداروں نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ ان لوگوں کے سر ہیں اور یہ عورتیں ان کی اہل بیت ہیں زریر نے کہا! کیا یہ لوگ مسلمان تھے یا مشرک؟ اس نے کہا مسلمان تھے، مگر اہل حجاز تھے، زریر نے پوچھا ان لوگوں نے یزید پر کس وجہ سے خروج کیا اس شخص نے کہا ان کا سردار کہتا تھا کہ میں یزید سے امامت کا زیادہ حقدار ہوں۔ کیونکہ میرا باپ اور میرا بھائی امام تھے زریر نے کہا! ان کے سردار کا باپ اور بھائی کون تھے۔ اس نے کہا، اس کے باپ کا نام علیؓ اور بھائی حسنؓ تھا۔ زریر نے کہا! اس سردار کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حسین زریر نے پوچھا اس کی ماں کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ہمارے نبی کی بیٹی فاطمہؓ۔

زریر نے یہ باتیں سنیں تو اس کے دل میں وحوال اُٹھا تو اُن سواریوں کی طرف چلا گیا۔ جب اس کی نظر امام زین العابدین پر پڑی تو رونے لگا۔ امام زین العابدین نے پوچھا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک مسافر ہوں۔ آپ نے فرمایا سارا شہر جشن رہا ہے تو کیوں روتا ہے۔ زریر نے کہا۔ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ کاش میں اس شہر میں نہ آیا ہوتا اور افسوس کہ میں اپنے قبیلے سے دُور ہوں اور مسافر بھی۔ امام سجاد نے فرمایا۔ تجھ سے آشنائی کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ زریر نے عرض کیا مخدوم زادے میرے لائق کوئی حکم فرمائیں۔ علی عابد نے فرمایا۔ اے جوان جس شخص کے پاس میرے باپ کا سر ہے اُسے کہا کہ اونٹوں کے پہلو بہ پہلو چلنے کی بجائے آگے آگے جائے تا کہ لوگ اُس سر کو دیکھنے میں مشغول رہیں اور ہماری خواتین پردے میں رہیں۔ زریر نے اُس شخص کو پچاس دینار دیئے اور اونٹوں سے دُور ہٹا دیا۔ زریر نے پھر عرض کی اے ابن رسول اللہ میرے لائق کوئی اور خدمت آپ نے فرمایا اگر تیرے پاس لباس اور کپڑا ہو تو ہماری خواتین کے لیے لے آ۔ زریر اُسی وقت گیا اور پردہ نشینان اہل بیت کے لیے دو دو چادریں اور امام عابد کے لیے جُبہ اور دستار لے آیا۔ پھر وہ شمر لعین سے اُلجھ پڑا اور اُسے کہا او کمینے، او بدبخت تو نے کس کی اولاد کو قیدی بنا رکھا ہے۔ پھر شمر کے لشکری اُس پر ٹوٹ پڑے، جس سے وہ زخمی ہو گر گر پڑا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر شدہ ایک مشہد میں چھپ کر جان بچائی۔

(روضۃ الشہداء ص ۳۷۶)

حضرت سہل بن ساعدیؓ

کنز الغرائب میں روایت ہے کہ حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بغرض تجارت ملک شام میں گیا ایک دن دمشق کے شہر کے قریب ایک

عمرو سے روایت بیان کی۔ منہال کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے حسینؓ کے سر کو دیکھا اُسے
نیزے پر لیے جا رہے تھے اور میں اُس وقت دمشق میں تھا۔ وَبَیْنَ یَدَیِ الرَّاْسِ
رَجُلٌ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ الْکَھْفِ حَتّٰی بَلَغَ قَوْلَہٗ تَعَالٰی۔ اور سر مبارک کے آگے
ایک شخص سورۂ کہف پڑھتا جا رہا تھا اور جب وہ اس آیت مبارکہ پر پہنچا۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ
اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ کیا تمہیں معلوم ہے
کہ پہاڑ کی غار اور جنگل کے کنارے والے جاری ایک عجیب نشانی تھے۔ رقیم۔ بقول
ابن عباسؓ۔ اس وادی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف ہیں۔ جب قاری مندرجہ بالا آیت
پر پہنچا تو امام حسین کے سر مبارک سے آواز نکلی۔ قَالَ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْکَھْفِ
قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ۔ آپ نے فرمایا اصحاب کہف کے قصے سے میرا قتل اور میرا سر
نیزے پر اٹھائے پھرنا عجیب تر ہے۔

(سر الشہادتین ص ۲۵ مطبوعہ مطبع کاشی رام لاہور، شرح الصدور ص ۹۳)

یعنی اصحاب کہف کو فقط کافروں نے ستایا تھا جب کہ امام حسین کو اُن
کے نانا کے کلمہ گویوں نے مصائب آلام سے پامال کر کے شہید کیا اور سر نیزے پر چڑھا
کر شہر بشہر پھرایا اور اصحاب کہف تین سو سال کے بعد نیند سے بیدار ہوئے اور آپس
میں گفتگو کی تو روح بدن میں موجود تھی اور زندہ تھے۔ جب کہ امام کے سر مبارک نے بدن سے
جدا ہونے کے بعد کلام فرمایا۔ اس لیے جو تعجب کی بات قصۂ امام میں ہے۔ وہ اصحاب کہف
کے قصے میں نہیں (حاشیہ سر الشہادتین)

○ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ امام ابونعیم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔
جسے ابو قبیل نے بیان کیا۔ کہتے ہیں جب امام شہید ہو گئے اور یزیدی آپ کا سر کاٹ کر
شام کی طرف روانہ ہوئے وَقَعَدُوْا فِیْ اَوَّلِ مَرْحَلَۃٍ۔ اور پہلی منزل پر
ٹھہرے۔ یَشْرَبُوْنَ النَّبِیْذَ۔ اور کھجور کا رس پی رہے تھے۔ علامہ ابن

شر کرتے ہیں۔ وَھُمْ یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ (کہ وہ شراب پینے لگے)۔ فَخَرَجَ
یوْ فَکَتَمُوْنَ مِنْ حَدِیْدٍ، تو اتنے میں غیب سے ایک لوہے کا قلم نکلا۔ فَکَتَبَ
ی بِدَمٍ، تو اس قلم نے خون سے یہ شعر لکھا۔

ترجو اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا   شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

کیا وہ لوگ بھی یہ امید رکھتے ہیں جنھوں نے حسین کو قتل کیا کہ قیامت کے دن حسین
نانا اُن کی شفاعت کریں گے۔ (سر الشہادتین ص ۱۶)

سرِ حسین دربارِ یزید میں

جب قیدی قافلہ دمشق پہنچا تو یزید نے ملکِ شام کے امیروں، سرداروں اور وزیروں
کو اپنے ارد گرد بٹھایا، پھر علی بن حسین یعنی زین العابدین اور تمام مستورات کو پیش کرنے
دیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یزید نے کہا محل کو آراستہ کرو اور عالی دار پردے لٹکا
ے گیا ہوا سیاہ لکڑی اور ہاتھی دانت کا بنا ہوا، زر و جواہر سے مرصع تخت ایک
ن میں بچھا دو۔ جب یزید کے لیے تخت بچھا دیا گیا اور شام کے امیر کرسیوں پر بیٹھ گئے
رو امیروں کے ساتھ دربار میں پہنچا۔ اُسے یزید نے حکم دیا کہ سروں اور اہلِ بیت کو
آؤ۔ جب اہلِ بیت آ گئے تو انہیں سامنے بٹھایا گیا اور سروں کو یزید کے سامنے
کیا گیا۔ اس نے ہر سر کے بارے میں پوچھا یہ کس کا سر ہے۔ پھر حکم دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ
کا سر لایا جائے۔ جب سر اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے چند اشعار پڑھے جو گذشتہ
ق میں لکھے جا چکے ہیں۔ اے کاش میرے غزوہ بدر کے بڑے آج موجود ہوتے۔
یکھتے میں نے اُن سے دوگنا زیادہ اُن کے اشراف قتل کر کے بدلہ اور معاملہ برابر

ے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰۔

کر دیا اور پھر یزید نے رد اور شعر پڑھے جو یزید نے رد اور شعر پڑھے جو یزید کے صریح کفر پر مشتمل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

لَعِبَتْ ھَاشِمُ بِالْمُلْکِ فَلَا ۔۔۔ خَبَرٌ جَاءَہٗ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ
لَسْتُ مِنْ عُتْبَۃَ اِنْ لَّمْ اَنْتَقِمْ ۔۔۔ مِنْ بَنِیْ اَحْمَدَ مَا کَانَ فَعَلْ

ترجمہ: بنو ہاشم ملک سے کھیلتے رہے، نہ کوئی خبر اُن کے پاس آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔ میں عتبہ کی اولاد سے نہ ہوتا۔ اگر بنی اولاد احمد سے بدلہ نہ لیتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

(تذکرۃ الخواص ص ۲۳۵)

پھر اُس نے امام زین العابدین کو مخاطب کر کے کہا، تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا اور میری سلطنت میں مجھ سے جھگڑا کیا۔ پھر اللہ نے جو اس کے ساتھ کیا وہ تم نے دیکھ لیا ہے۔ حضرت زین العابدین نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا ۔ (پارہ ۲۷ سورۃ حدید آیت ۲۲)

جو کوئی مصیبت روئے زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہے اور اُس نوشتہ میں لکھی ہوئی ہے جو دُنیا کی تخلیق سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ اس کا جواب دو لیکن اُس کی سمجھ میں جواب نہ آیا تو یزید نے کہا کہ تم کہو مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۔ (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۳۰)

کہ جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی خطائیں اللہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ (طبری جلد ۶ ص ۲۶۵)

یزید نے امام کے دندانِ اقدس پر چھڑی ماری

جب امام عالی مقام کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے امام کے دانتوں پر چھڑی ماری

ابن کثیر لکھتے ہیں۔ لَمَّا وُضِعَ رَأْسُ الْحُسَیْنِ بَیْنَ یَدَیْ یَزِیْدَ بْنِ مُعَاوِیَةَ جَعَلَ یَنْکُتُ بِقَضِیْبٍ کَانَ فِیْ یَدِہٖ فِیْ ثَغْرِہٖ ؎

— جب امام حسین کا سر یزید بن معاویہ کے آگے رکھا گیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے سامنے والے دانتوں میں ٹھونکا دیتا تھا۔ یعنی چھڑی کے سرے سے امام کے دانتوں کو چھیڑتا اور ٹھوکریں مارتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بطور تمثیل حصین بن حمام مری کا یہ شعر پڑھتا تھا۔

یُفَلِّقْنَ هَامًا مِّنْ رِّجَالٍ اَعِزَّةٍ ؏ عَلَیْنَا وَهُمْ کَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا

یعنی کہ ہماری تلواریں ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے۔ (جو اگرچہ ہمارے عزیز تھے) لیکن تھے نافرمان اور ظالم۔

جناب ابو برزہ اسلمی نے یہ دیکھ کر یزید سے کہا۔ خدا کی قسم تیری یہ چھڑی اس جگہ پر لگی لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَرْشُفُہٗ، جسے میں نے رسول خدا کو چومتے دیکھا ہے اور پھر فرمایا: اے یزید بے شک یہ قیامت کے دن آئیں گے — وَشَفِیْعُہٗ مُحَمَّدٌ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سفارشی ہوں گے اور جب تو آئے گا — وَشَفِیْعُكَ ابْنُ زِیَادٍ — تو تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے پشت پھیری اور چلے گئے۔

○ علامہ ابن حجر مکی سبط ابن جوزی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہی امر مشہور ہے کہ یزید پلید نے شامیوں کو اپنے پاس بلا کر اور ان کے سامنے یہ حرکت کی۔ سر حسین رضی اللہ عنہ پر چھڑی برسا رہا تھا وہ فرماتے ہیں — اِنَّهٗ جَمَعَ اَهْلَ الشَّامِ وَجَعَلَ یَنْکُتُ الرَّاْسَ بِالْخَیْزُرَانِ — کہ وہ شامیوں کو جمع کرکے سرِ حسین کو چھڑی

؎ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۲

مارنے لگا۔

○ بعض کتب میں یہ چیز ملتی ہے کہ جب امام کا سر یزید کے سامنے آیا تو اس نے افسوس کیا اور ابنِ زیاد کو برا بھلا کہنے لگا۔ اور بعض نے لکھا کہ اس منظر کو دیکھ کر یزید رونے لگا حاجی امیر بخش عارفی نے پیر رتول کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ جس وقت یزید نے مگرمچھ کے آنسو بہائے اس وقت بھی وہ منافق تھا۔ اور جس وقت اس نے کہا کہ ابنِ مرجانہ وابنِ زیاد) پر خدا کی لعنت! اگر میں حسینؓ کے مقابلے پر ہوتا تو درگزر سے کام لیتا۔ اس وقت بھی اس نے منافقت ہی کی تھی۔ اپنے تخت وتاج کو بچانے کے لیے یزید کے لیے جتنا ضروری زندہ حسین کو قتل کر کے اپنی راہ سے ہٹانا تھا اتنا ہی ضروری مقتولِ حسین پر آنسو بہانے اور ان سے ہمدردی جتانا بھی تھا۔ وہ حسین کی مظلومیت پر نہیں رو رہا تھا۔ بلکہ اپنے تخت وتاج کو رو رہا تھا۔ اسے صاف نظر آرہا تھا کہ اب ہنگامے ہوں گے شورشیں بپا ہوں گی اور قتل وغارت کے بازار گرم ہوں گے۔

چنانچہ مدینہ طیبہ میں واقعہ حرّہ اور عراق میں مختار ثقفی کی یلغار۔ اسی ردِعمل میں واقع ہوئے۔ مکافاتِ عمل دیکھیے کہ بنو عباس نے بنو امیہ کی قبریں اکھاڑ اکھاڑ کر اور گڑے مُردوں کو باہر نکال کر عبرت ناک سزائیں دیں۔

○ علامہ ابنِ حجر لکھتے ہیں کہ یزید نے ابنِ زیاد کے مقام کو بڑھانے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا۔ اَدْخَلَهٗ عَلٰی نِسَائِهٖ۔ کہ اُسے اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔ لکھتے ہیں کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا تعجب کا موجب نہیں جس نے حضرت امام حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری۔ وَحَمَلَ اٰلَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰی اَقْتَابِ الْجِمَالِ اَیْ مُوْثَقِیْنَ فِی الْحِبَالِ وَالنِّسَآءُ مُکَشَّفَاتُ الرُّؤُوْسِ وَالْوُجُوْهِ[1]

---

[1] صواعقِ محرقہ ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

ور آلِ نبی کو اونٹوں کے کجاوں پر رسیوں سے باندھ کر اور عورتوں کو ننگے سر و منہ قیدی

کے گیا۔

ابن حجر اور ابن جوزی لکھتے ہیں۔ جب یزید نے امام حسین کے سرِ مبارک کے ساتھ بے

بی کی یعنی دانتوں پر چھڑی ماری۔ جیسا کہ گزر چکا ہے تو اس وقت یزید کے پاس قیصرِ روم کا

فیر بھی موجود تھا اور اس نے یزید سے پوچھا۔ یہ کس کا سر ہے؟ یزید نے کہا یہ حسینؓ کا سر ہے

فیرِ روم نے پوچھا۔

وَمَنِ الْحُسَیْنُ ـــــ کون حسینؓ

یزید بولا ـــــ اِبْنُ فَاطِمَةَ ـــــ فاطمہؓ کا بیٹا

سفیر نے کہا ـــــ وَمَنْ فَاطِمَةُ؟ ـــــ کون فاطمہؓ

یزید نے کہا ـــــ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ـــــ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی

سفیر نے کہا ـــــ نَبِیُّکُمْ؟ ـــــ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے نبی ہیں

یزید نے کہا ـــــ نَعَمْ ـــــ ہاں وہی محمد

سفیر نے کہا ـــــ وَمَنْ اَبُوْہُ؟ ـــــ اور اس کا باپ کون ہے؟

یزید نے کہا ـــــ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ـــــ علی ابن ابی طالب

سفیر بولا ـــــ وَمَنْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ـــــ کون علی ابن ابی طالب؟

یزید بولا ـــــ اِبْنُ عَمِّ نَبِیِّنَا ـــــ ہمارے نبی کے چچا زاد بھائی۔

سفیر نے کہا ـــــ تَبًّا لَّکُمْ وَلِدِیْنِکُمْ ـــــ ہلاکت ہے تمہارے لیے او

تمہارے دین کے لیے ـــــ سفیر نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک جزیرہ ہے ـــــ رفیہ حَافِرُ

حِمَارٍ رَکِبَهٗ عِیْسٰی ـــــ اس میں اس گدھے کے کھر کا نشان ہے جس پر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام سواری فرماتے تھے ـــــ ہم تمام علاقوں سے آکر اس کا حج کرتے ہیں

ور نذریں مانتے ہیں ـــــ وَنُعَظِّمُهٗ کَمَا تُعَظِّمُوْنَ کَعْبَتَکُمْ ـــــ اور

ہم اُس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم لوگ اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ اُس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو۔ (تذکرۃ الخواص ص ۲۳۰، الصواعق المحرقہ ص ۲۰۳)

اور اسی وقت دربار میں ایک یہودی بھی موجود تھا اُس نے بھرے دربار میں برملا کہا، میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر پشتیں گزر چکی ہیں اور اب تک یہودی لوگ میری تعظیم اور میرا بے حد احترام کرتے ہیں کہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہوں ـــ وَاَنْتُمْ قَتَلْتُمْ اِبْنَ بِنْتِ نَبِیِّکُمْ [1] اور تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا دونوں روایتوں پر غور کریں کہ قیصر روم کے سفیر نے یزید کی دربار میں کھلے انداز میں واضح کیا کہ اپنے بدخو حکمران کے دربار میں بیٹھنے والے بدکماشو! تم نے دین اسلام اور نبی خیر الانام پر یہ ظلم کیوں کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ہماری عقیدتوں کا یہ عالم ہے کہ ہم اُس گدھے کے قدم کے نشان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوار ہوتے تھے اور تم نے جس ہستی کو بے دریغ قتل کر دیا ہے، یہ وہ ہے جس نے بارہا تمہارے رسول کے دوش پر سواری کی ہے ـــ اور یہودی نے بھی کہا کہ میں حضرت داؤد پیغمبر کی اولاد سے ہوں، ستر پشتیں گزر گئیں لیکن میں آج بھی اُن کے لیے قابل تعظیم و احترام ہوں۔ ایک تم ہو کہ اپنے پیغمبر کے بیٹے کو قتل کر کے اُس کے سر کی بے حرمتی کر رہے۔ اور تمہاری بے حسی کا یہ عالم ہے کہ جس سر اقدس کو تمہارا پیغمبر چومتا رہا، اُسے تم گلیوں، درباروں میں نیزے پر لیے پھرتے ہو۔

ـــ راہب مسلمان ہو گیا ـــ

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے چل کر لکھا ہے

[1] تذکرۃ الخواص ص ۲۳۹، الصواعق المحرقہ ص ۲۰۳

ایک دیر کی دیوار کے ساتھ نیزے کی نوک پر سرِ حسینؓ کو ایک راہب "عیسائیوں کے پادری" نے دیکھا تو پہرے داروں سے پوچھا یہ سر کس کا ہے اُن یزیدیوں نے بتایا کہ نواسہ رسُول کا سر ہے تو راہب نے کہا ۔ بِئْسَ الْقَوْمُ اَنْتُمْ ۔ تم بہت بُرے لوگ ہو۔ پھر اس نے کہا کیا تم دس دینار لے کر اس سر کو ایک رات کے لیے میرے پاس رہنے دو گے ؟ اُن دُنیا کے طلب گار کتوں نے کہا، ہاں راہب نے سر کو ایک رات کے لیے لے کر اُسے دھویا خوشبو لگائی اور اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک روتا رہا۔ ثُمَّ اَسْلَمَ ۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا۔ لِاَنَّهٗ رَاٰی نُوْرًا سَاطِعًا مِنَ الرَّأْسِ اِلَى السَّمَآءِ ۔ اس لیے مسلمان ہوگیا۔ کہ اس نے سر سے لے کر آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ گرجا سے سب کو چھوڑ کر نکل گیا وَصَارَ يَخْدِمُ اَهْلَ الْبَيْتِ ؎ اور اہلِ بیتِ رسُول کی خدمت کرنے لگا ۔

ایک راہب سرکار حسین علیہ السلام کا سر مبارک دیکھ کر ایمان لے آیا مگر یزیدی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوصف کفر کی دُنیا کو آباد کر گئے۔ یہ رسُولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے تو اُمت کے پاس نبی اکرم کی امانت تھے اور پھر اس امانت میں خیانت کرنے والے کو بدبخت جنتی کہنے والے جنتریوں کو کیا نام دیا جائے جو بغض اولادِ رسُول سے اپنے ایمانوں کو تباہ اور اپنے چہروں کو سیاہ کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسُول نے اپنے شہزادوں کو اُمت کے پاس امانت رکھا ۔ ابن ابی الدّنیا نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن کو دائیں اور حضرت امام حسین کو بائیں ران پر بٹھایا ۔ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى يَافُوْخِهِمَا پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا ۔ پھر فرمایا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

؎ الصواعق المحرقہ ص ۲۰۲ ۔

أَسْتَوْدِعُكَ إِيَّاهُمَا وَصَالِحَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؎ ــــ اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے اور نیک مومنوں کے پاس امانت رکھتا ہوں اور پھر فرمایا اے ابن زیاد تیرے پاس نبی اکرم کی امانت کا کیا حال ہے۔

بات بہت آگے نکل گئی، عرض یہ کر رہا تھا کہ سر امامؑ کو یزید کے سامنے رکھ دیا گیا اور یزید ظلم و جفا اور مکر و فریب کے تخت پر نخوت و غرور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

فاطمہ بنت علی (ام کلثوم) فرماتی ہیں کہ جب ہمیں قیدیوں کی صورت میں یزید کے سامنے بٹھایا گیا تو ایک سرخ رنگ شامی یزید کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ اے امیر المومنین یہ لڑکی مجھے عطا کریں میں اس زمانہ میں کم سن تھی، شامی کی بات سن کر ڈر کے مارے کانپنے لگی۔ اور اپنی بڑی بہن زینب کا آنچل پکڑ لیا۔ زینبؑ نے اس شخص سے کہا، خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا اور کمینی بات کی، فرمایا او بے ہودہ بکا، یہ امر نہ تیرے اختیار میں ہے نہ یزید کے ــ فَغَضِبَ يَزِيْدُ ــ اس پر یزید غصے میں آگیا اور برہم ہو کر کہنے لگا تو جھوٹی ہے ــ خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو ایسا کر سکتا ہوں مجھے اختیار ہے۔ حضرت سیدہ زینبؑ نے فرمایا ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا۔ اِلّا یہ کہ تو ہماری ملت سے نکل جائے اور کوئی دوسرا دین اختیار کر لے۔ یزید غضبناک ہو کر بولا تو یہ بات میرے سامنے کہتی ہے! ــــ اِنَّمَا خَرَجَ مِنَ الدِّيْنِ اَبُوْكِ وَاَخُوْكِ ؎ ــ دین سے تو اور تیرا باپ اور تیرا بھائی خارج ہوئے ہیں۔ سیدہ زینب نے فرمایا اللہ کے دین سے، میرے باپ، بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو تو نے تیرے باپ اور تیرے دادا نے راہ پائی۔ یزید نے

؎ یزید کا یہ کہنا کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی دین سے نکل گئے ہیں، قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانا ہے جو کفر کے مترادف ہے۔

کہا كَذَبْتِ يَا عَدُوَّةَ اللّٰهِ ؎ اے خدا کی دشمن تو جھوٹ کہتی ہے۔ سیدہ زینبؑ نے فرمایا اَنْتَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مُسَلَّطٌ تَشْتِمُ ظَالِمًا وَتَقْهَرُ بِسُلْطَانِكَ تو زبردستی امیر المومنین بن بیٹھا ہے اور ظلم سے گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار کی وجہ سے دھمکیاں دیتا ہے۔ یہ بات سن کر یزید شرمندہ ہو گیا اور خاموش ہو گیا۔ اس شامی خبیث نے پھر کہا امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیجیے، یزید نے کہا دفع ہو جا، نامراد! اللہ تجھے ریزہ ریزہ کر دینے والی موت دے۔

وَاجَدَّاهُ وَامُحَمَّدَاهُ

روضۃ الشہداء میں مفسر قرآن ملا حسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ قیصر روم کے سفیر عبد الشمس جس کا گذشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے نے سرِ امامؑ کے تعارف کے بعد کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ کاشفی نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ رومی سفیر عبد الشمس نے کہا، اے یزید میں نے روم میں سنا تھا کہ تم میں ایک شخص نے ان کے بھائی (امام حسنؑ) کو زہر دے دیا اور شربتِ الماس پلا دیا۔ ان کا جگر بہتر ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ان کے حلق سے باہر آ گیا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دوسرے بھائی کا سر بہتر سروں کے ساتھ تیرے سامنے رکھا ہوا ہے جو نہایت قابلِ نفرت ہے۔ یزید نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ اگر تو قیصر کا ایلچی نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ سفیر روم نے کہا، او بے شرم قیصر کے ایلچی کا احترام کرتا ہے اور اللہ جل جلالہ کے پیغمبر کی حرمت کا کوئی پاس نہیں۔ یزید نے ملازمین کو حکم دیا کہ اسے باہر نکال دو، پھر حکم دیا

؎ سیدہ زینبؑ کی حق گوئی بھری تقریر کے جواب میں یہ کہنا کہ تو جھوٹ کہتی ہے صریح کفر ہے۔ جو یزید در پردہ اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ میں نے اللہ کے رسول کی تعلیمات سے ہدایت نہیں پائی۔

کہ اہلِ بیت کی عورتوں کو لاؤ تاکہ میں اُن سے بات کروں۔ چنانچہ سیدہ زینب، سیدہ اُمِ کلثوم، سید زین العابدین کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ سیدہ زینب نے اپنے بھائی کے سر کو دیکھا تو روتے ہوئے فریاد کی ۔۔۔ وَا جَدَّاهُ، وَا مُحَمَّدَاهُ ۔۔ ہائے نانا جان! ہائے محمد مصطفیٰ۔ اور پھر یزید کی طرف رُخ کر کے فرمایا! اے یزید تو نے اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھایا ہوا اور رسولِ خدا کی بیٹیوں کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا ہوا ہے اور کل قیامت کے دن خدا کے سامنے تو کس طرح عہدہ برآ ہوگا۔

یزید نے غصّے سے کانپتے ہوئے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حسین کی بہن زینب ہے۔ اسی اثناء میں اچانک سیدہ اُمِ کلثوم نے اُٹھ کر فرمایا۔ اے یزید مجھے اجازت دے کہ میں اپنے بھائی حسین کا آخری دیدار کر لوں۔ اور پھر آگے بڑھیں اور امام کے سر کو اُٹھا کر آپ کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے اور بے ہوش ہو گئیں، پھر جب ہوش آیا تو فرمایا، اے یزید میں امید رکھتی ہوں کہ تو اس دُنیا میں راحت و سکون نہیں دیکھے گا۔ کیونکہ تو نے ہمیں رنج و آلام میں مبتلا کیا ہے۔ یزید نے چیختے ہوئے کہا یہ زبان دراز عورت بھی حسین کی بہن ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں! ان کا نام اُمِ کلثوم ہے۔

یزید نے کہا۔ اے اُمِ کلثوم! تو نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے گمان کو غلط کر دیا۔

سیدہ اُمِ کلثوم نے فرمایا خدا نے منافقوں کو جھوٹے کہتے ہوئے فرمایا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ [1] اور اُن پر لعنت کرتے اور عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے۔۔۔ وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ [2] الحمدللہ رسالت مآب کے گھر والے کذب نفاق سے مبّرا اور معرّا ہیں۔

---

[1] پارہ ۲۸ سورۃ منافقون آیت نمبر۱۔ ترجمہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

[2] پارہ ۲۶ سورۃ فتح آیت ۶ ترجمہ۔ اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو۔

یزید نے سیدہ اُم کلثوم کی طرف سے رُخ پھیر کر سید سجاد زین العابدین کی طرف متوجہ
ہو کر کہنے لگا۔ یہ لڑکا کون ہے لوگوں نے کہا علی بن الحسین ۔ یزید نے کہا میں نے سُنا ہے
علی بن حسین قتل ہو گیا ہے۔ لوگوں نے بتایا حسین کے تین بیٹے علی نام کے ہیں۔ علی اکبر اور علی
اصغر قتل ہو چکے یہ علی اوسط ہیں جو بیمار تھے ہم انہیں پکڑ کر لے آئے ہیں۔ یزید نے کہا اے
لڑکے تیرے باپ نے چاہا تھا کہ اس کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا جائے اور وہ مسند
خلافت پر بیٹھے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ امام زین العابدین
نے فرمایا! اے یزید یہ منبر میرے آباء و اجداد نے رکھے ہیں یا تیرے آباؤ اجداد نے خلافت
میرے آباء و اجداد کو زیبا تھی کہ وہ دین کے راستے پر جہاد کرتے تھے، یا تیرے آباؤ اجداد کو جو
خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شرک کرتے تھے تاہم ہمارا اور تمہارا معاملہ قیامت کے دن پوچھا جائے
گا اور یہ آیت تلاوت کی ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ
يَنْقَلِبُونَ [1] یزید نے ان باتوں سے غضب ناک ہو کر ایک طاقت ور جلاد کو حکم دیا
کہ اسے باہر لے جا کر قتل کر دے اور اس کا سر میرے پاس لے آ۔ جب اُس جلاد نے امام
زین العابدین کا ہاتھ پکڑا تو علی کی بیٹی سیدہ اُم کلثوم نے اُٹھ کر اُسے دو تھپڑ مار کر فرمایا۔
اے ہندہ کے پوتے اُس لڑکے کو چھوڑ دے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا اس کے
سوا کوئی محرم نہیں اور پھر حسرت سے یہ شعر کہا ؂

اُنادیکَ یا جدّاہُ یا خیرَ مرسلٍ   حسینُکَ مقتولٌ ونسلُکَ ضائعٌ

اے اعلیٰ ترین مرسل اے نانا جان میں تجھے پکارتی ہوں۔ کہ تیرا حسین قتل ہو چکا ہے اور تیرا
نسب ضائع ہونے والا ہے۔
یزید نے جب یہ شعر سنا تو کانپ اُٹھا اور امام زین العابدین کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ [2]

---

[1] پارہ ۱۹ سورۃ نمل آیت ۲۲۷ ۔ ترجمہ: اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے

[2] روضۃ الشہداء ص ۳۰۴/۳۰۵۔

یزید نے مشورہ کیا

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یزید نے قیدیوں کے بارے میں اپنے لوگوں سے مشورہ کیا۔ ان میں بعض لوگوں نے کہا — یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ کَلْبِ سُوْءٍ جِرْوًا، اُقْتُلْ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ ذُرِّیَّۃِ الْحُسَیْنِ اَحَدٌ[1] — اے امیر المومنین! برا کتا کوئی بچہ پیدا نہ کر سکے۔ لہٰذا علی بن حسین کو قتل کر دیں تاکہ اس کی اولاد میں کوئی باقی نہ رہے۔ یزید سوچ میں پڑ گیا۔ اس تامل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نعمان بن بشیر نے کہا۔ امیر المومنین آپ ان کے ساتھ ایسا سلوک کریں۔ اگر رسول اللہ ان کو اس حال میں دیکھتے تو ان کے ساتھ کرتے۔ نعمان کی اس بات سے یزید کی آتش غضب ٹھنڈی ہوئی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسین جو سکینہ سے بڑی تھیں وغالباً ان کا نام زینب تھا اور فاطمہ کبریٰ کے نام سے مشہور تھیں، فاطمہ صغریٰ سے متعلق تو مورخین کا کہنا ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں ہی رہیں، نے فرمایا — یَا یَزِیْدُ بَنَاتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَبَایَا۔ اے یزید رسول خدا کی بیٹیاں قیدی ہیں! — یزید نے آنے والے حالات سے خوف زدہ ہوتے ہوئے مکاروں والا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا — اے بھتیجی! میں تو پہلے ہی بیزار ہوں۔ صاحبزادی فاطمہ نے فرمایا! — وَاللّٰہِ مَا تَرَکُوْا لَنَا خُرْصًا[2]

عہ یہ ہے یزیدی مشیروں کا انداز مشاورت اور یہ ہے یزید کے حلقہ میں بیٹھنے والوں کی طرز گفتگو کہ سبط رسول کو کتے کی گالیاں دی جا رہی ہیں اور یزید خوش ہو رہا ہے۔ اس قسم کا بغض و عناد سالہا سال کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے جو منبروں پر گالیاں دینے سے لیکر سیاسی سرپرستی شدہ روایتوں تک پھیلا ہوا ہے۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۷ ، [2] ایضاً

...قسم ان لوگوں نے ہمارے پاس کانوں کی ایک بالی بھی نہیں چھوڑی۔

علامہ ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ کو تمام نواصب وخوارج "متفقہ زبان ہی
...دیوبندی، وہابی نہایت ثقہ مانتے ہیں۔ وہ اس لیے کہ علامہ ابن کثیر ابن تیمیہ کے شاگرد
...اہل بیت رسول کی دشمنی میں نامور ہیں۔ اور جناب مولا علی کے سبّ لعنین کے سرخیل ہیں
...یہی ہے کہ دیگر ائمہ تاریخ کے مقابلہ میں ان کا نام بلند تصور کرتے ہیں۔ مندرجہ حوالہ ابن کثیر کا
...جس میں بنت حسین کا فرمان ہے کہ کربلا کے اندر لٹیروں نے ہمارے کانوں تک ایک
...بالی نہ چھوڑی۔ اب اُن لوگوں کو کیا نام دوں جو یہ کہتے ہیں کربلا میں کچھ نہیں ہوا یہ
...سب گھڑت باتیں ہیں۔ ایسی باتیں کرنے والوں کا خدا بھلا نہ کرے۔ یہ تو ابن زیاد سے بھی
...سنگ دل ہیں۔

سجاد نے فرمایا

یزید نے امام زین العابدین کو اپنے پہلو میں بٹھا کر کہا۔ اے علی تو میرے بیٹے کا ہم
...سن ہے کیا اس کے ساتھ کشتی لڑے گا۔ حضرت علی عابد نے فرمایا کشتی آسان کام ہے، ہم
...دونوں کے ہاتھ میں خنجر پکڑا دے تاکہ ہم تیرے سامنے جنگ کا مظاہرہ کریں اور جو غالب
...آئے وہ مغلوب کو قتل کر دے[1] طبری میں ہے کہ آپ کی یہ بات سن کر یزید نے کہا۔
...ن تَلِدُ الْحَيَّةُ الْأُحَيَّةَ[2] کہ سانپ کا بچہ بھی سانپ ہی ہوتا ہے۔ یزید
...نے یہاں بھی پرانی عداوت کو مدنظر رکھا حالانکہ اُسے یہ کہنا چاہئے تھا جو حقیقت کے نزدیک
...ہے۔ کہ شیر کا بچہ بھی شیر ہی ہوتا ہے۔

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۸۵۔

[2] طبری جلد ۹ ص ۲۶۶

○ روضۃ الشہداء میں ہے کہ اسی اثناء میں شام کا نقارہ بجنے لگا تو یزید کے بیٹے نے
کہا اے ابن حسین! یہ نقارہ میرے باپ کا ہے۔ تیرے باپ کا نقارہ کہاں ہے۔ امام زین
العابدین نے فرمایا، تھوڑی دیر انتظار کر۔ جب نقارے کی آواز ختم ہو گئی اور مؤذن نے اذان
کی تو امام زین العابدین نے فرمایا۔ اے ابن یزید یہ جو تجھے آواز آرہی ہے یہ میرے نانا کی نوبت
ہے۔ اپنے باپ کی چند روزہ نوبت پر غرور نہ کر۔ اس فانی دنیا میں ہر شخص کی نوبت پانچ دن
ہے مگر ہماری نوبت کی صدائیں تاقیامت باقی رہیں گی۔ دارِ ضرب امامت میں ہمارے نام کا
سکۂ سعادت جاری رہے گا اور عزت و کرامت کے منبروں پر ہمارے نام کے خطبے پڑھے جائیں
گے۔ (روضۃ الشہداء ص ۳۶۵)

قیدیوں کی رہائی

یزید کا یہ خیال تھا کہ جب نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خاندانِ رسول کو تیغ و
تبر سے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گے تو پھر میری سلطنت میں میرا سکہ بیٹھ جائے گا اور کوئی
سر اُٹھا کر چلنے کی جسارت نہیں کرے گا، لیکن یہ اس کا خیال اُس وقت ختم ہو گیا جس وقت
اُس نے ہر طرف نفرت و بیزاری کا ایک نہ تھمنے والا طوفان اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا
چنانچہ اُس نے سوچا کہ جتنی جلدی ہو سکے قیدیوں کو رہا کر کے مدینہ منورہ بھیج دیا جائے۔ تو اسی
خیال کے پیشِ نظر اُس نے امام زین العابدین سے دریافت کیا کہ میرے لائق کوئی امر ہو تو بیان کریں
تاکہ اُسے پورا کیا جائے آپ نے فرمایا میرے باپ کا قاتل چاہیے جس پر یزید کوئی فیصلہ نہ کر
سکا۔ اور دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں مدینہ منورہ واپس جانے دیا جائے تاکہ اپنے نانا کے مزارِ
پُر انوار پر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جائیں۔ اور تیسری بات کہ کل جمعۃ المبارک ہے دمشق
کی جامع مسجد میں مجھے خطبہ جمعہ کی اجازت دی جائے۔ یزید نے ان دونوں باتوں کی حامی بھر لی۔
لیکن خطبہ جمعہ کا وعدہ کر کے پچھتانے لگا اور شام کے ایک فصیح اللسان خطیب کو خطبہ کیلئے

مقرر کر دیا اور ساتھ ہی منادی بھی کرا دی تاکہ تمام لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور جب لوگ آ گئے تو خطیب نے منبر پر کھڑے ہو کر آل ابو سفیان کی تعریف توصیف اور مدح و ستائش کی اور آل ابی طالب کی مذمت میں حد درجہ کذب و غلو سے کام کیا اور ساتھ ہی امام حسین علیہ السلام کا بطلان کرتے ہوئے یزید کو زیادہ مستحق حکومت قرار دیا۔ امام زین العابدین نے یہ تقریر سنی تو بے قابو ہو کر آواز دی ـــ یَا شَامِی بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ [1] اے شامی تو بہت برا خطیب ہے اور تو نے مخلوق کی رضا کے لیے خالق کی ناراضگی مول لی اور دین کو دنیا سے تبدیل کر لیا ہے۔

سید سجاد کا خطبہ

پھر آپ نے یزید کی طرف رُخ کر کے فرمایا: اے یزید تُو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کر تا کہ میں خدا اور اس کے رسول کی رضا کے لیے خطبہ پڑھوں۔ یزید نے کہا آپ کو منبر پر جانے کی ضرورت نہیں یہیں پہ کھڑے ہو کر جو بات کہنا ہے کہہ لیں۔

اہل دمشق چیخنے لگے۔ شام کے سرداروں نے کہا: ہم اہل حجاز کا کلام سننا چاہتے ہیں تاکہ حجازیوں کی فصاحت و بلاغت کے مقام سے روشناس ہو سکیں۔ یزید نے کہا: اے لوگو! یہ لڑکا بنی ہاشم سے ہے اور یہ لوگ عرب کے فصیح تر لوگ ہیں، ہو سکتا ہے یہ منبر پر جا کر آل ابی سفیان کی بُرائی کرے اور بنی اُمیّہ کی شان میں نامناسب الفاظ کہہ دے۔

لوگوں نے کہا: یہ چھوٹی عمر کا جوان ایسا نہیں کرے گا، ہم چاہتے ہیں یہ اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کریں جس میں ہمارے لیے واعظ و نصیحت ہو۔ یزید نے مجبوراً امام زین العابدین کو منبر پر خطبہ ارشاد فرمانے کی اجازت دے دی۔ آپ نے حمد و ثنا اور

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۔۔۔

نعت مصطفےٰ اس انداز میں بیان کی کہ بڑے بڑے فصحا دنگ رہ گئے۔ حمد و صلوات کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے اہل شام تم میں سے جو جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے۔
اَنَا ابْنُ الرَّسُوْلِ الْمُخْتَارِ اَنَا ابْنُ الْمُصْطَفٰی سَیِّدِ الْاَخْیَارِ۔ میں نبی مختار، سید الاخیار مصطفےٰ کریم کا بیٹا ہوں۔ میں صاحب معراج اور صاحب تاج کا بیٹا ہوں۔ میں براق کے اسوار اور پیغمبروں سے افضل تر کا بیٹا ہوں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کے سفر کے مسافر اور حریم۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ کے مجاور کا بیٹا ہوں۔ میں۔ خطیب۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔ اور عندلیب گلشن۔ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ کا بیٹا ہوں۔ میں خواجہ طیبہ و بطحا کا بیٹا ہوں۔ میں صدر مسند اعتبار واصطفا کا بیٹا ہوں میں حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ اور میں شہسوار مضمار۔ ھَلْ اَتٰی کا بیٹا ہوں۔ میں شہریار تخت گاہ۔ لَا فَتٰی کا بیٹا ہوں۔ لوگو! میں مفتاح خزائن۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کا بیٹا ہوں۔ حضرت امام زین العابدین جب اَنَا ابْنُ کا لفظ ادا فرماتے تو لوگوں میں شور مچ جاتا۔ آخر میں آپ نے فرمایا۔ لوگو! سن لو۔ میں سید المرسلین کی بیٹی۔ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ۔ کا بیٹا ہوں۔ میں گوہر درج۔ فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ۔ اور اختر برج۔ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ۔ کا بیٹا ہوں۔ میں سبط رسول لخت جگر بتول کا بیٹا ہوں۔ میں شہید مظلوم، مسافر مغموم، نور دیدۂ مصطفےٰ، سرور سینۂ مرتضیٰ، شہسوار میدان کربلا کا بیٹا ہوں۔

آپ کے ان الفاظ سے لوگوں میں کہرام بپا ہو گیا اور دمشق میں لوگوں کے رونے اور چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ یزید لعین اس شور سے خوف زدہ ہو گیا اور عوام کے احتجاجی شور و غوغا سے لرز اٹھا چنانچہ اس نے مؤذن کو نماز کے لیے اذان دینے کا حکم دے دیا جس سے امام زین العابدین کی گفتگو منقطع ہو گئی۔

مؤذن نے کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (اللہ بہت بڑا ہے) امام زین العابدین نے
فرمایا۔ نَعَمْ لَا شَیْءَ اَکْبَرُ مِنْہُ۔ (ہاں اس سے کوئی چیز بڑی نہیں)
مؤذن نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں۔ امام نے فرمایا۔ نَعَمْ شَھِدَ بِھَا لَحْمِیْ وَشَعْرِیْ وَ
دَمِیْ وَبَشَرِیْ۔ ہاں اس کی گواہی میرا گوشت میرے بال میرا خون پورا جسم
دیتا ہے۔ مؤذن نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ میں گواہی دیتا
ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ امام زین العابدین نے عمامہ سر سے اتارا اور مؤذن کے
پاس جاکر اپنی سیاہ زلفوں کو بکھیرتے ہوئے فرمایا۔ اے مؤذن میں تجھے بحق محمد مصطفےٰ
قسم دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لیے رک جا۔ مؤذن خاموش ہوا، تو آپ نے یزید کو مخاطب
کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابن معاویہ یہ رسول کریم تیرے جد امجد ہیں یا میرے۔ یقیناً میرے
نانا ہیں۔ میں علی ابن حسین ہوں۔ تو پھر تجھے کس چیز نے اولاد مصطفےٰ کے بہترین شخص۔ یعنی
میرے باپ حضرت حسین کو شہید کرانے پر اکسایا اور تجھے کس چیز نے آمادہ کیا کہ تو پردہ نشینان
اور پردہ عصمت وطہارت کو قیدیوں کی طرح شہر شہر پھرائے اور مجھے یتیم کرے اور میرے
جد امجد کے دین میں رخنہ ڈالے اور ان تمام چیزوں کے باوجود تو خود کو مسلمان کہلاتا ہے۔
قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے شرم نہیں کرتا اور پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں
سے کوئی ایسا شخص ہے جس کے نانا اللہ کے رسول ہیں۔ لوگوں نے چیخ وپکار شروع کر
دی اور اہل دمشق نے رونا شروع کر دیا ان میں سے بعض لوگ بے ہوش ہو گئے۔

بنت حسین کا انتقال پر ملال

روضۃ الشہداء میں کنز الغرائب کے حوالے سے لکھا ہے کہ یزید نے اہل بیت
کو محل کے اندر علیحدہ جگہ دے رکھی تھی۔ اہل بیت کے ساتھ امام حسین کی ایک چار سالہ

صاحبزادی رقیہ سکینہ، دوسری کتب میں جن کی عمر سات سال لکھی ہے، بچی تھی جس کے سا
امام بہت محبت فرماتے تھے اور وہ بھی اپنے ابا جان سے انتہائی محبت کرتی تھی۔ صاحبزادی
نے ایک رات اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے انہیں گود میں اٹھا رکھا ہے وہ
مسرت کی وجہ سے بیدار ہو گئیں مگر بیدار ہونے کے بعد اپنے باپ کو نہ دیکھ کر فریاد و فغاں
کرنے لگی، رونے کا سبب پوچھا گیا تو کہتی تھیں میں نے ابھی ابھی خود کو اپنے بابا کی آغوش میں بیٹھے
ہوئے دیکھا ہے۔ اب وہ نظر نہیں آتے۔ بتاؤ میرے بابا کہاں ہیں۔ کیونکہ میں ان کی جدائی
برداشت نہیں کر سکتی۔ یا تو میرے بابا کو میرے پاس بلا دیں یا مجھے میرے بابا کے پاس
دیں۔ اہل بیت نے یہ بات سنی تو ایک دم فریاد و فغاں کرنے لگے ان کی چیخ و پکار کی آواز
جب یزید کی خواب گاہ میں پہنچی تو اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ معلوم کرے کہ اہل بیت کو کیا
واقعہ پیش آیا۔ اس شخص نے یزید کو واپس آ کے بتایا کہ امام حسینؓ کی بیٹی نے اپنے باپ
کو خواب میں دیکھا تو آپ کی زیارت کے لیے بے قرار ہو گئی ہے۔ یزید نے کہا جا کر اس کے
باپ کا سر اسے دکھاؤ، شاید اسے کچھ اطمینان ہو جائے۔ یزید نے امام کے سر کو اپنے
کمرے میں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ یزید کے نوکروں نے سر مبارک کو چاندی
کے تھال میں رکھا اور اوپر ریشمی رومال ڈال کر اہل بیت کرام کی طرف لے گئے جب
بچی کے سامنے تھال رکھا گیا تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جو کچھ طلب
کر رہی ہے وہی ہے۔

بچی نے رومال اٹھا کر سر کو دیکھا جب اس نے پہچانا کہ یہ میرے بابا کا سر ہے
تو سینے سے آہ کھینچتے ہوئے اپنے چہرے کو باپ کے چہرے سے ملنے لگی اور آپ کے
ہونٹوں پہ اپنے ہونٹ رکھ کر اسی وقت رحلت فرما گئیں۔ [1]

---

[1] روضۃ الشہداء ص ۳۸۷ تا ۳۹۰۔

اہلِ بیت کی واپسی

یزید پہلے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خوف زدہ تھا صبح ہوتے ہی اُس نے نعمان بن بشیرؓ (جو صحابی رسولؐ تھے) کو کہا کہ اس قافلہ اہل بیت کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچانے کا بندوبست کرو۔ نعمان بن بشیر نے کچھ محافظوں کو ساتھ لیا اور آلِ رسول کے اس غمزدہ قافلے کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کیا۔

الکامل میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ (کہ نعمان بن بشیر) قافلے کے پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ پر چلتے اور قافلہ پر نگاہ رکھتے۔ راتوں کو سفر کرتے اور جب کسی مقام پر قیام کرتے تو قافلہ کی حفاظت کے لیے اپنے اصحاب سمیت اُن کے اردگرد پڑاؤ ڈالتے اور اُن سے ضرورت کی چیزوں کے بارے میں پوچھتے رہتے[1] یہاں تک کہ قافلہ مدینہ پہنچ گیا۔

مدینہ پہنچ کر سیدہ اُمِ کلثوم نے اپنی بہن زینب سے کہا، کہ اس محافظ نے ہمارے ساتھ جو بہت اچھا سلوک کیا ہے، لہٰذا اسے اُس کی خدمت کا معاوضہ دینا چاہیئے سیدہ زینب نے فرمایا۔ وَاللّٰهِ مَامَعَنَا شَیْءٌ نُصِلُهُ بِهٖ اِلَّا حُلِیَّنَا[2] خدا کی قسم اس کو انعام دینے کے لیے ہمارے پاس زیورات کے علاوہ کوئی چیز نہیں تو اُمِ کلثوم نے کہا کہ ہم ان کو اپنے زیورات دے دیں، چنانچہ پھر فاطمہ بنت علیؓ (اُمِ کلثوم) فرماتی ہیں کہ ہم نے اپنے زیورات میں سے) ایک کنگن اور ایک بازو بند میری بہن نے اُس کے پاس بھجوا دیا اور کہا هٰذَا جَزَاؤُكَ بِحُسْنِ صُحْبَتِكَ لَنَا[3] کہ یہ تمہارے حُسنِ سلوک کا انعام ہے اور ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ یہ بہت کم ہے۔ روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ سیدہ زینب نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا ——

---

[1] الکامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۳۰۰ ۔ [2] البدایہ جلد ۸ ص ۱۹۵ ۔ [3] ایضاً

دنیا میں یہ تھوڑا سا تیرا حق خدمت ہے۔

باقی حق کی ادائیگی قیامت کے دن تمہیں اپنے غلاموں میں شامل کرکے دی جائے گی۔ کامل اور مروج قصر میں ہے کہ نعمان بن البشیر نے یہ دولت واپس کرتے ہوئے عرض کیا: میں نے جو آپ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے، اگر دنیا کے لالچ میں کیا ہوتا تو یہ میری خدمت کے حق سے بہت زیادہ ہیں۔ وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ مَا فَعَلْتُہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَ لِقَرَابَتِکُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[1] لیکن خدا کی قسم میں نے تو یہ سلوک محض اللہ کی خوشنودی کے لیے اور اللہ کے رسول کے ساتھ تمہاری قرابت کی وجہ سے کیا ہے۔

اس پر اہل بیتِ رسول نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی اور وہ واپس چلا گیا۔

شہرِ رسول میں قیامت کا منظر

جب لٹا ہوا قافلہ مدینۃ الرسول میں پہنچا تو ہر طرف ایک کہرام تھا، چیخ و پکار تھی مہاجرین و انصار کی اولاد اور تمام چھوٹے اور بڑے، یہاں تک کہ عورتیں اور بچے گھروں سے نکل پڑے اور نالہ زاری اور گریہ و سوگواری کی تصویر بن کر شدید اضطراب کے ساتھ اولادِ رسول کے استقبال کے لیے گھروں سے باہر نکل آئے اور جب انہوں نے امام زین العابدین کو مستورات کے ساتھ دیکھا تو دردِ دل اور سوزِ جگر کے ساتھ زمین پر لوٹنے لگے۔

◎ روضۃ الشہداء میں زہرۃ الریاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدینۃ الرسول میں پانچ مرتبہ اس قسم کی آہ و فغاں کا سماں طاری ہوا کہ لوگوں نے قیامت قائم ہونے کا گمان کر لیا:

① جس روز حضور رسالت مآب احد کی جنگ میں تھے اور شیطان نے آواز دی تھی۔

---

[1] الکامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۳۰۰۔

اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ (خبردار بے شک محمد مصطفےٰ قتل کر دیئے گئے) یہ آواز کو سن کر تمام مرد اور عورتیں چیخ و پکار کرنے لگے۔

③ جس دن حضورؐ کا وصال ہوا۔

④ اس وقت جب حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کی شہادت کی خبر کوفے سے اہل مدینہ تک پہنچی۔

⑤ جب امام حسینؓ مدینہ چھوڑ کر کوفہ گئے۔

⑥ جب اہل بیت کے لٹے پٹے قافلے کا اہل مدینہ نے استقبال کیا۔

(روضۃ الشہدا، ص ۴۹۲)

قافلہ اہل بیت روضۂ رسول پر

جب اہل بیت کرام مدینہ منورہ میں آئے تو سب سے پہلے حضور علیہ السلام کے روضے پر حاضری دی اور سوز ناک آواز اور جگر چاک نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔ وَاجَدَّاہُ وَمُحَمَّدَاہُ، وَنَبِيَّاہُ، وَاسَنَدَاہُ اے نانا جان، اے محمد مصطفےٰ، اے سردار عالم" اے سند صداقت" ہم آپ کے خاندان کے یتیم ہیں اور آپ کے دودمان کے مسافر ہیں۔ ہم آپ کے مصیبت زدگان ارزلوان صحرائے کربلا ہیں، ہم بے وفا کوفیوں کی جفا کے مارے ہوئے ہیں، ہم تشنہ بابان آب فرات ہیں، ہم آپ کے فرزند کا ماتم کر کے آئے ہیں۔

اہل بیت کرام فریاد و فغاں میں مصروف تھے، کہ ام المومنین حضرت اُم سلمہ سلام اللہ علیہا روتی اور فریاد کرتی ہوئی حجرۂ اقدس سے پردے کے عالم میں باہر تشریف لائیں ایک ہاتھ میں آپ نے کربلا کی خون شدہ مٹی کی بوتل پکڑ رکھی تھی اور ایک ہاتھ میں امام حسین کی بیمار بیٹی سیدہ صغریٰ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ حضرت امام حسین کی بہنوں اور صاحبزادیوں نے حضرت

ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو آغوش میں لے کر رونا شروع کر دیا۔ (روضۃ الشہداء)

○ حضرت عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ام لقمان رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ نکل کر اس وقت نکلیں۔ جب اہل مدینہ کو قتل حسین کی خبر مدینہ پہنچی تو ___ ناشرۃ شعرہا واضعۃ کمّہا علی رأسہا تتلقاہم وھی تبکی۔

تو ام لقمان اپنے بال کھولے اور اپنی آستین اپنے سر پر رکھے ہوئے باہر آ کر ان سے ملی اور رو رو کر یہ شعر پڑھتیں ہوئی باہر نکلیں۔

ماذا تقولون ان قال النبی لکم — ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی وباہلی بعد مفتقدی — منہم اساری ومنہم ضرجوا بدم

ما کان ہذا جزائی اذ نصحت لکم — ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

کیا جواب دو گے؟ اگر نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے آخری امت ہونے کے باوجود کیا سلوک کیا ___ میرے بعد میری اولاد کے ساتھ اور میرے اہل بیت کے ساتھ ان میں سے بعض کو تم نے قیدی کیا اور بعض کا خون بہایا ___ میں نے تم کو جو نصیحت کی تھی اس کی جزا یہ تو نہ تھی کہ تم میرے بعد میرے رشتہ داروں سے برا سلوک کرو۔

ام لقمان بنت عقیل (جن کا نام زینب صغریٰ بنت عقیل ہے) کے اشعار کا مطلب ہے۔ آخری امت ہونے کے لحاظ سے تمہاری ذمہ داری یہ تھی کہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتے اور ان کو برے کاموں سے روکتے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کے باوجود تم نے اپنی ذمہ داری کے برعکس اللہ کی قائم کی ہوئی حرمت کو توڑ دیا اور آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا بغیر کسی شرعی حد کے محض اپنی نفسانی خواہشات اور دنیا کے لالچ میں حلال ٹھہرا لیا اور انہیں ظلم تعدی کے ساتھ قتل کر دیا

لہ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۷ ، ۱۹۸ -

یامت کے روز اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے یہ سوال پوچھ لیا تو تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔؟

مندرجہ بالا مفہوم میں یہی بات حضرت حسینؓ نے فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا ـــــ

اَخْبِرُوْنِیْ اَتَطْلُبُوْنِیْ بِقَتِیْلٍ لَکُمْ قَتَلْتُهٗ؛ مجھے بتاؤ کیا تم نے مجھ سے کسی مقتول کا بدلہ لینا ہے، جسے میں نے قتل کر دیا ہو کہ مجھے اس معاملے میں طلب کرتے ہو ـ اَوْ مَالٍ لَکُمْ اَکَلْتُهٗ؛ ـ یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے؟ ـ اَوْ بِقِصَاصٍ مِّنْ جِرَاحَةٍ؛ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے جس کا تم مجھ سے بدلہ چکاتے ہو؟[1]

ـــــ قاتلانِ حسینؓ کا انجام ـــــ

روضۃ الشہداء میں صحیفہ رضویہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل آگ کے تابوت میں ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں آتشیں زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں اور اس کا عذاب حد و حصر سے فزوں تر ہے۔ اسی صحیفہ شریفہ میں جناب رضا علیہ السلام کی مسانید عالیہ مذکور ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی رحلت کے بعد بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے عرض کی الٰہی! میرے بھائی نے شربت وصال پی لیا، اور زندانِ فنا سے بوستانِ بقا کو چلے گئے اُن کی مغفرت فرما دینا۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے انہیں وحی بھیجی، اے موسیٰ اگر تو مجھ سے اولین و آخرین کی مغفرت کی دعا کرتا تو میں تیری دعا کو قبول کرتے ہوئے سب کو بخش دیتا، مگر حسین ابن علی کے قاتل کو نہیں بخشوں گا، کیونکہ اس کے قاتل سے میں خود انتقام لوں گا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۷۰۔

علامہ سید مومن شبلنجی نور الابصار میں حافظ ابن حجر کے حوالے سے رقم طراز ہیں[1]

قَاتِلُ الْحُسَيْنِ فِيْ تَابُوْتٍ مِّنْ نَّارٍ عَلَيْهِ نِصْفُ عَذَابِ اَهْلِ الدُّنْيَا کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل دوزخ میں ایک صندوق میں بند ہوگا اور ساری دنیا والوں کے عذاب سے اس کو آدھا عذاب ہوگا، امام جلال الدین سیوطی نے الامحاضرات والامحاورات میں ذکر کیا ہے کہ ایک سال کوفہ میں جلدی بیماری ہوئی۔ عَمِيَ فِيْهِ اَلْفٌ وَّ خَمْسُمِائَةٍ مِّنْ حَضَرَ قَتْلَ الْحُسَيْنِ[2] جس میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی اولاد سے پندرہ سو اندھے ہو گئے۔

خوفناک سانپ

کنز الغرائب میں ہے کہ تمام سانپوں کا سردار اور بڑا سانپ دوزخ میں ہے اور اس کا نام شدید ہے۔ وہ ہر روز ستر بار چلتا اور اپنا زہر باہر گراتا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، اے شدید تو کیا چاہتا ہے؟ شدید نے کہا الٰہی میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو سزا دینا چاہتا ہوں انہیں میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ میں اپنا زہر ان پر گراؤں۔" حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسے فرمایا! اے شدید ٹھہر جا کیونکہ ان سب کی سزا تیرے ذمے ہے جس طرح چاہے انہیں بے دریغ کاٹنا اور ان کو سزا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔[3]

ابن زیاد اور سانپ

مختار ثقفی نے ابراہیم بن مالک اشتر کو ایک فوج کا سپہ سالار

۱۔ نور الابصار ص ۱۲۵۔ ۲۔ ایضاً۔

۳۔ روضۃ الشہداء ص ۳۹۲۔

ابن زیاد کے مقابلے میں بھیجا۔ ابن زیاد بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مقابلے میں
موصل شہر کے قریب گھمسان کا رن پڑا۔ ابن زیاد مردود کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ
گیا۔ جب اُس کا سر مختار کے سامنے اُسی جگہ رکھا جس جگہ اُس نے امام کا سر اپنے سامنے
تھا۔ جامع ترمذی باب مناقب میں ہے کہ ایک پتلا سا سانپ ابن زیاد کے نتھنوں
داخل ہوتا، تھوڑی دیر ٹھہرتا پھر نکل جاتا اور غائب ہو جاتا۔ اُس نے یہ عمل تین مرتبہ کیا۔
سزا اُسے ملی کہ اُس نے امام کے سر کی بے ادبی کی تھی۔

عمرو بن سعد

عمرو بن سعد سالارِ لشکرِ یزید کو مختار کے حکم پر ابو عمرو نے قتل کر دیا اور اُس کے
شخص کو بھی، اور دونوں کے سروں کو محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیئے۔

خولی بن یزید

یہ وہ بدبخت انسان ہے جس نے بعد از شہادت امام حسین کے سر کو جسدِ پاک
علیحدہ کر کے نیزے کی نوک پر رکھا۔ مختار ثقفی نے اس بدبخت کی گرفتاری کے لیے معاذ
حنفی اور اپنے محافظ خاص ابو عمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے آ کر
خولی کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اس بدبخت کو معلوم ہوا تو یہ اپنے مکان کے اندر ایک جگہ
چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی ظاہر کر دینا۔ معاذ نے ابو عمرو سے کہا کہ تم آواز دو
آواز سن کر خولی کی بیوی باہر نکلی انہوں نے کہا تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے زبان سے
کہا کہ مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے اور ہاتھ کے اشارے سے اس کے چھپنے کا مقام بتا دیا۔
اس جگہ پہنچے اور اُس کو گرفتار کر لیا، مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے قتل اور
جلانے کا حکم دیا، چنانچہ اس بدبخت کو پہلے قتل کیا گیا اور پھر جلا دیا گیا۔

شمر ذی الجوشن

مختار ثقفی کے ڈر سے شمر ذی الجوشن کوفہ سے بھاگ نکلا اور کوفہ اور بصرہ کے درمیان دریا کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کلتانیہ میں جا چھپا اور اتفاق سے اُسی گاؤں میں مختار کے محافظ دستے کا رئیس ابو عمرہ موجود تھا جس نے چند سپاہیوں کی مدد سے شمر کو مقابلے کے بعد قتل کر دیا، اور پھر اس کی لاش کو کتوں کے لیے پھینک دیا گیا۔ (ماخوذ از روضۃ الشہداء)

سونا راکھ بن گیا

شمر ذی الجوشن کو حضرت امام حسینؓ کے سامان سے کچھ سونا مل گیا جس میں سے کچھ اس نے اپنی لڑکی کو دے دیا تھا۔ اس کی لڑکی نے وہ سونا ایک زرگر کو دے دیا تاکہ وہ اس کے لیے کوئی زیور بنائے۔ جب زرگر نے سونے کو آگ میں ڈالا تو وہ اس میں بھسم ہو کر رہ گیا۔ شمر نے سنا تو زرگر کو بلا کر باقی سونا بھی اسے دے دیا اور کہا کہ میرے سامنے اسکو آگ میں ڈالو۔ جب زرگر نے اُسے آگ میں ڈالا تو وہ بھی بھسم ہو گیا۔

اسی طرح روایت ہے کہ امام حسین کے چند اونٹ جو بچ گئے تھے۔ انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور کباب بنائے۔ ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ ان کے گوشت میں سے کسی کو کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔[1]

یہ بات مسلمہ ثابت ہو چکی ہے کہ قاتلانِ حسین اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جو موت سے پہلے ذلیل نہ ہوا ہو۔ وہ سب کے سب قتل ہوئے یا اکثر مصائب میں گرفتار ہوئے۔[2]

---

[1] شواہد النبوۃ مترجم ص ۳۰۰ مطبوعہ ... لاہور [2] ایضاً۔

دعبل خزاعی کی روایت

روضۃ الشہداء میں عیون الرضا کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ابن دعبل خزاعی نے روایت کی ہے کہ جب میرا باپ فوت ہوا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا میں اس واقعہ سے خوف زدہ تھا اور اس صورت کو لوگوں سے چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ اسے پوشیدہ طور پر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ میں اس بنا پر بہت زیادہ ملول اور محزون رہا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کا چہرہ درخشاں ہے اور اس نے سفید پوشاک پہن رکھی ہے۔ میں نے پوچھا ابا جان! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی ہے۔

میں نے کہا موت کے وقت آپ پر عجیب نشان نمودار ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا، ہاں! میرا منہ کالا اور زبان بندی اسی لیے ہوئی تھی کہ میں شراب پیا کرتا تھا جب میں مر گیا اور قبر میں اُتارا گیا تو میں نے اُسی طرح روسیاہ تھا اور زبان میری گنگ تھی:

اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا تو ہی دعبل ہے:

میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ نے فرمایا! وہ مرثیہ پڑھ جو تو نے میرے اہل بیت کے شہیدوں کے حق میں کہا ہے۔ میں نے پڑھا:!

لَمْ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّ الدَّهْرِ اِنْ ضَحِكَتْ

وَآلُ اَحْمَدَ مَظْلُوْمُوْنَ قَدْ قُهِرُوْا

ترجمہ: "خدا نے اللہ تعالیٰ زمانے کے دانتوں کو اگر وہ نہیں۔ حالانکہ آل احمد مظلوم اور مقہور مجہول ہیں۔"

میں نے یہ مرثیہ آخری شعر تک پڑھ ڈالا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے جب میں نے شعر پورے کر لیے تو آپ نے فرمایا "تو نے بہت اچھا کہا ہے اور پھر میری شفاعت فرمائی۔ یہاں تک کہ میں بخش دیا گیا اور یہ لباس جو میں نے پہنا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔

غم حسینؑ

غم حسینؑ میں رونا باعثِ ثواب ہے۔ مفسرِ قرآن علامہ کاشفی رحؒ لکھتے ہیں کہ جب قافلہ اہل بیتؑ مدینہ پہنچا تو اُم المومنین اُم سلمٰی سلام اللہ علیہا نے اہل بیتِ کرام کو بہت تسلی دی اور امام حسینؑ کے غم میں رونے والوں سے بہت زیادہ ثواب کا وعدہ فرمایا۔

علامہ ابن کثیر رحؒ جنہیں خارجی لوگ یزید کے حمایتیوں میں شمار کرتے ہیں وہ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں فَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَحْزُنَ لِقَتْلِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِينَ، وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ الَّتِي هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِهِ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا[1] کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ شہادت حسینؑ پر غمگین ہو، بلاشبہ آپ مسلمانوں کے سرداروں میں سے اور علماء و صحابہ میں سے ہیں اور رسولِ خدا کی افضل ترین بیٹی کے فرزند ہیں اور آپ عبادت گزار، بہادر اور سخی تھے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۳۔

ابن کثیر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اسی ضمن میں آگے چل کر امام احمد اور ابن ماجہ کے حوالے سے حدیث نقل فرماتے ہیں۔ جو امام زین العابدین سے مروی ہے۔۔۔ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيبَةٍ فَيَتَذَكَّرُهَا وَإِنْ تَقَادَمَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لَهَا اسْتِرْجَاعًا إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ يَوْمِ أُصِيبَ مِنْهَا [1] کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچی ہے اور اس کے قدیم العہد ہونے کے باوجود اسے یاد کرتا ہے اور از سرِ نو اس کے لیے إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اُس روز کی مانند اجر دیتا ہے جس روز اُسے تکلیف پہنچی تھی۔

قبرِ حسینؑ

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام عالی مقام کی قبر بمقام طف نہر کربلا کے نزدیک ہے۔ لکھتے ہیں کہ آپ کی شہادت کی جگہ کے نشانات مٹا دیئے گئے تھے۔ ہشام بن کلبی کا بیان ہے کہ حسین علیہ السلام کی قبر کے نشانات مٹانے کے لیے قبر پر پانی چھوڑ دیا گیا جو چالیس روز کے بعد خشک ہوا۔ قبیلہ بنو اسد کا ایک اعرابی آپ کی قبر کی تلاش میں نکلا اور جگہ جگہ سے مٹی اُٹھا اُٹھا کر سونگھنے لگا۔۔۔ حَتّٰى وَقَعَ عَلٰى قَبْرِ الْحُسَيْنِ فَبَكٰى وَقَالَ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا كَانَ أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ تُرْبَتَكَ یہاں تک کہ وہ امام حسینؑ کی قبر پر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا (یا امام) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ کس قدر خوشبودار ہیں اور آپ کی مٹی بھی خوشبودار ہے پھر اس نے برملا یہ شعر کہا۔۔۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۰۔

أَرَادُوا لِيُخْفُوا قَبْرَهُ عَنْ عَدُوِّهِ
فَطِيبُ تُرَابِ الْقَبْرِ دَلَّ عَلَى الْقَبْرِ [1]

انہوں نے چاہا کہ دشمنوں کے خوف سے آپ کی قبر چھپا دیں لیکن قبر کی مٹی کی خوشبو نے قبر کی نشان دہی کر دی۔

امام حسین کا سر

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے شام کی طرف جانے کے بعد مورخین نے اختلاف کیا کہ وہ کہاں گیا اور کس جگہ مدفون ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسین کا سر شریف تمام شہروں میں پھرایا جائے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ حتی کہ یہ عسقلان تک پہنچایا گیا اور عسقلان کے حاکم نے وہیں اسے دفن کر دیا اور جب انگریزوں نے عسقلان پر غلبہ حاصل کیا تو صالح طلائع جو فاطمیین کا وزیر تھا نے کثیر المال فدیہ دیکر اُن سے سر مبارک لے لیا اور کئی مراحل سے پیدل چل کر اسے لینے گیا۔ اسے سبز ریشمی لباس میں آبنوس کی کرسی پر رکھ کر اس کے نیچے کستوری خوشبو بچھائی۔ اور اس پر مشہد حسین کی بنا رکھی جو قاہرہ میں خان الخلیلی کے قریب معروف مشہور ہے۔

- ابن بکار اور علامہ ہمدانی کے قول کے مطابق امام حسین کا سر مبارک آپ کی والدہ سیدہ بتول اور بھائی حسن مجتبیٰ کی قبروں کے پاس جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔
- امامیہ شیعوں کے نزدیک آپ کے جسم مبارک کی طرف سر مبارک لوٹایا گیا اور شہید ہونے کے چالیس روز بعد کربلا میں ہی دفن کیا گیا۔
- علامہ مناوی نے طبقات میں ذکر کیا ہے، مجھے بعض اہل کشف و شہود نے بتایا کہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۳

ام حسین کا سرمبارک جسم میت کربلا میں مدفون ہے، پھر اس کے بعد سرمبارک مشہد قاہرہ

صر میں ظاہر ہوا۔ لِأَنَّ حُكْمَ الْحَالِ بِالْبَرْزَخِ حُكْمُ الْإِنْسَانِ

لَّذِيْ تَدَلّٰى فِيْ نَهْرٍ جَارٍ فَيَطْفُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ مَكَانٍ آخَرَ

ونکہ برزخی حال کا حکم اس انسان کی طرح ہے۔ جو جاری پانی میں غوطہ لگاتا ہے پھر

س کے بعد دوسری جگہ ظاہر ہوتا ہے۔

◎ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے طبقات الاولیاء میں امام حسین میں امام حسین کے

کرے وقت کہا کہ لوگوں نے آپ کا سرمبارک عسقلان میں دفن کیا، پھر طلائع بن

زیک نے تیس ہزار فدیہ دیکر اسے مصر منتقل کیا، اس پر مشہد حسینی کی تعمیر کی، اور وہ

ور اس کا لشکر پیدل ننگے پاؤں شام کے راستہ صالحیہ کی طرف گئے جو سر حسینؑ کا

ستقبال کرنے گئے تھے، پھر ابن رزیک نے سبز ریشمی لباس میں آبنوس کی کرسی

ر اسے رکھا اور اس کے نیچے کستوری، عنبر اور خوشبو کا فرش سر کے کئی گنا وزن کی مقدار

ں بچھایا۔

◎ علامہ شعرانی نے "منن" میں ذکر کیا ہے کہ مجھے خواص نے خبر دی کہ حقیقتاً امام کا سر

بارک مشہد حسینی میں ہے جو خان الخلیل کے قریب ہے اور ابن رزیک مصر کے وزیر نے

سے قبر شریف میں رکھا جو مشہد کے نام سے مشہور ہے۔ جب کہ سبز ریشمی لباس میں آبنوس

ی لکڑی کی کرسی پر سرمبارک رکھا اور اس کے نیچے کستوری اور خوشبو کا فرش بچھایا۔ ابن رزیک

ور اس کا لشکر اس کے ساتھ پیدل ننگے پاؤں قطیہ سے مصر تک گئے۔ جب کہ سرمبارک

لاد عجم سے آرہا تھا، شیخ شعرانی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور شیخ شہاب الدین بن جلبی حنفی

نے مشہد میں امام حسین کے سرمبارک کی زیارت کی، حالانکہ وہ امام حسین کے سرمبارک کے

لہ نورالابصار ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر

اُس جگہ ہونے میں توقف کرتے تھے (یعنی قائل نہ تھے) شیخ شعرانی کا سر بھاری ہوا اور وہ سو گئے۔ انہوں نے خواب میں ایک شخص کو نقیب کی حالت میں دیکھا جو سر مبارک طرف سے ظاہر ہوا، اور جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب گیا۔ وہ اُس کو دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ حجرہ نبویہ میں داخل ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ابن حلبی حنفی اور عبدالوہاب شعرانی نے — زَارَ قَبْرَ رَأْسِ وَلَدِكَ الْحُسَيْنِ — کہ آپ کے بیٹے حسین کے سر مبارک کی قبر کی زیارت کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا — اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْهُمَا وَاغْفِرْ لَهُمَا — اے اللہ ان دونوں کی اسی زیارت کو قبول فرما اور ان کو بخش دے

اُس روز سے شیخ عبدالوہاب شعرانی نے فوت ہونے تک سر مبارک کی قبر کی زیارت ترک نہ کی، اور یہ فرمایا کرتے تھے — آمَنْتُ بِاَنَّ رَأْسَ الْحُسَيْنِ هٰهُنَا — میرا ایمان ہے کہ امام حسین کا سر مبارک یہاں ہے۔

شیخ ابوالحسن تمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ مشہد حسین کی زیارت کو آیا کرتے تھے جب زیارت گاہ میں داخل ہوتے تو کہتے "السلام علیکم" اور اُس کے جواب میں — وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَبَا الْحَسَنِ سنتے حسب عادت ایک روز آئے اور سلام کہا مگر جواب نہ سنا اور زیارت کر کے واپس چلے گئے، پھر دوسری مرتبہ آئے اور سلام عرض کیا اور اس کا جواب بھی سنا۔ شیخ ابوالحسن نے عرض کیا یا سیدی! میں نے کل حاضر ہو کر سلام عرض کیا تھا جواب نہ سنا فرمایا اے ابوالحسن معذرت قبول کرو۔ كُنْتُ اُحَدِّثُ مَعَ جَدِّيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَسْمَعْ سَلَامَكَ — میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام تھا اور تمہارا سلام نہ سن سکا۔ (نور الابصار صفحہ ۱۳۳/۱۳۲)

علامہ مقریزی نے اپنی کتاب الخطط میں لکھا ہے۔ لَمَّا اُخْرِجَ مِنَ الْمَشْهَدِ وُجِدَ دَمُهٗ لَمْ يَجِفَّ وَلَهٗ رِيْحٌ كَرِيْحِ الْمِسْكِ کہ سر مبارک جب عسقلان کے مشہد سے نکالا گیا تو اس کا خون خشک نہ ہوا تھا اور کستوری کی طرح اس سے خوشبو مہکتی تھی۔

امام زین العابدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زینت عابداں پیر سجاد ہیں
پا بجولاں جو چلتا رہا ریت پر

شوکت زاہداں پیر سجاد ہیں
اس مسافر کی ہمت کی کیا بات ہے

خضر

امام المحدثین، استاد المفسرین، سید الاتقیاء، زبدۃ العارفین، اسیر کرب و بلا حضرت سیدنا امام زین العابدین صاحب علم و فراست آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے اور تقویٰ و طہارت کے پیکر تھے۔ آپ نے زندگی میں بے حد مصائب و آلام برداشت کیے اور ہر مصیبت کو سینے سے لگایا۔ کشور ولایت پر حکمرانی فرمائی۔

نام:۔ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب۔

لقب:۔ زین العابدین، زکی، امین، ذو الثفنات، سجاد۔

کنیت:۔ ابو محمد اور ابو الحسین ہے۔ آپ آئمہ اہل بیت میں سے چوتھے امام ہیں۔ آپ کا رنگ زرد اور بدن نحیف تھا۔

آپ کے شاعر:۔ فرزدق اور کثیر عزہ آپ کے شاعر ہیں

چوکیدار:۔ آپ کے چوکیدار کا نام ابو جبلہ ہے۔

آپ کی مہر:۔ آپ کی انگوٹھی پر وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ منقوش تھا جو بطور مہر استعمال کی جاتی تھی۔

والد کا نام:۔ امام حسین علیہ السلام بن علی بن ابو طالب

والدہ:۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی شہر بانو بنت یزد جرد (شاہ ایران) ہے

اساتذہ:۔ آپ کے اساتذہ میں امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

شاگرد:۔ آپ کے شاگردوں میں نمایاں محدثین کے نام۔ امام محمد باقر، امام زید۔ امام محمد بن مسلم بن شہاب۔ زُہری جنہوں نے سب سے پہلے تدوین حدیث کا کام کیا۔ طاؤس بن کیسان۔ ابو سلمہ بن عبدالرحمن۔ ابو الزناد۔ عاصم بن عمر عاصم بن عبیداللہ۔ زید بن اسلم۔ یحییٰ بن سعید انصاری۔

مُعاصِر:۔ مروان، عبدالملک، ولید، آپ کے معاصر تھے۔

روایات:۔ آپ نے اپنے والد امام حسین اپنے چچا امام حسن، حضرت جابر حضرت ابن عباس، مسور ابن مخرمہ، ابو ہریرہؓ اور امہات المومنین میں سے صفیہ عائشہ، امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے روایت کی ہے۔

امام زہری کہتے ہیں

امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری اور امام ابن عیینہ فرماتے ہیں۔
مَا رَأَیْتُ قُرَشِیًّا اَفْضَلَ مِنْہُ[1] ہم نے اُن (امام زین العابدینؒ) سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ قَالَ الزُّھْرِیُ مَا رَاَیْتُ اَفْقَہَ مِنْہُ۔
امام زُہری فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا۔

ابن مسیّب فرماتے ہیں

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ مَا رَاَیْتُ اَوْرَعَ مِنْہُ۔ میں نے اُن سے زیادہ متقی اور پرہیز گار نہیں دیکھا۔

---

[1] ۔ نور الابصار ص ۱۲۹

محاسن

حضرت امام زین العابدین کے محاسن اور خوبیوں کا زمانہ گواہ ہے۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امام زین العابدین کے پاس آکر کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو برا بھلا کہا ہے۔ امام سجاد نے فرمایا چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ وہ شخص آپ کے ہمراہ ہو گیا اور اس کے گمان میں یہ بات تھی۔ کہ اس شخص سے ضرور انتقام لیں گے۔ چنانچہ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے میرے بارے میں کہا ہے اگر وہ درست ہے۔ فَاَنَا اَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ[1] تو میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے۔ اور اگر یہ صحیح نہیں ہے فَاللّٰهُ تَعَالٰی یَغْفِرُ لَکَ[2] تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف کر دے۔ اور پھر آپ واپس تشریف لے آئے

ذوقِ عبادت

حضرت ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زین العابدین رات اور دن میں یعنی چوبیس گھنٹوں میں ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ نماز کے لیے وضو فرماتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ اس کیفیت کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اَمَا تَدْرُوْنَ مَنْ اُرِیْدُ اَنْ اَقِفَ بَیْنَ یَدَیْهِ[3] کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں؟

---

[1]، [2]، [3] نور الابصار ص ۱۳۹

جناب طاؤس سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں رات کو آپ کے حجرے میں داخل ہوا تو آپ کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ پھر آپ نے لمبا سجدہ کیا۔ میں نے سوچا یہ عترت کے گھر کا شخص کس قدر نیک اور صالح ہے۔ میں کان لگا کر سنتا ہوں یہ سجدے میں کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ سجدے کی حالت میں یہ کہہ رہے تھے۔

عَبْدُكَ بِفِنَائِكَ	تیرا بندہ تیری بارگاہ میں
مِسْكِينُكَ بِفِنَائِكَ	تیرا مسکین تیری بارگاہ میں
فَقِيْرُكَ بِفِنَائِكَ	تیرا فقیر تیری بارگاہ میں
سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ [1]	تیرا سوالی تیری بارگاہ میں حاضر ہے

جناب طاؤس فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں جس بھی مصیبت میں یہ کلمات کہے اللہ تعالیٰ نے وہ میری مصیبت دور فرما دی۔

آپ کی دعاء

علامہ شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے قرۃ العین فی مقتل الحسین کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب آپ کو کوئی مشکل درپیش ہوتی تو آپ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے۔

يَا كٓهٰيٰعٓصٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ تُزِيْلُ بِهَا النِّعَمَ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ تُحِلُّ بِهَا النِّقَمَ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِيْ بِهَا تُبِيْدُ

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۰۔

الْأَعْدَآءَ - وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِیْ بِهَا تُحْبَسُ غَيْثُ السَّمَآءِ ــــــ یا کھیعص میں تیرے ذریعے اُن گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں جن کے سبب تو نعمتیں زائل کر رہا ہے اور میں تیرے ذریعے اُن گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں، جن کی وجہ سے تو مصیبتیں نازل کرتا ہے۔ اور اُن گناہوں سے پناہ چاہتا ہوں، جن کے ساتھ تو دشمنوں کو مشتعل کر دیتا ہے، اور میں تیرے ذریعے اُن گناہوں سے پناہ مانگتا ہوں جن کے باعث تو آسمان سے بارش روک لیتا ہے۔ لکھا ہے یہ دُعا مصیبت کے وقت مجرب ہے

(نور ابصار ص ۱۴۰)

خفیہ صدقہ

ابن عائشہ کا قول ہے کہ میں نے مدینہ منورہ والوں کو کہتے سنا ہے۔ کہ ہم نے خفیہ صدقہ گم نہ پایا مگر امام زین العابدین کے وصال کے بعد۔

○ حضرت محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ والے زندگی بسر کرتے تھے تو اُن یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کے کھانے اور پینے کی اشیاء کہاں سے آتیں ہیں۔ جب امام زین العابدین کا وصال ہو گیا۔ جو کچھ رات ان کے گھروں میں دیا جاتا تھا وہ مفقود ہو گیا۔ (نور ابصار ص ۱۴۰)

خیال رہے کہ خفیہ صدقہ اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے دینے والے کا پتہ نہ چل سکے۔

سخاوت

امام زین العابدین رات کو اپنی کمر پہ روٹیوں کی بوری اٹھا کر صدقہ

کیا کرتے تھے۔ جب آپ کو غسل دیا گیا تو اُن کی کمر پر سیاہ نشان نظر آتے تھے۔ کسی نے پوچھا یہ نشان کیسے ہیں تو غسل دینے والے نے کہا یہ بوری کے نشان ہیں جس میں رات کو آٹا بھر کر اپنی کمر پر اُٹھا کر فَیُعْطِیْہِ فُقَرَاءَ اَهْلِ الْمَدِیْنَۃِ مدینہ منورہ کے فقیروں میں تقسیم کرتے تھے۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت امام زین العابدین کی اُس بیماری کی حالت میں جس میں آپ کا وصال ہوا محمد بن حسامہ بن زید روتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ محمد بن اسامہ نے عرض کیا۔ اے شہزادۂ رسول مجھ پر پندرہ ہزار دینار کا قرض ہے۔ امام نے فرمایا۔ هِیَ عَلَیَّ وَوَفَاهَا[1] یہ قرض میرے ذمے ہے اور سارے کا سارا قرض ادا کر دیا۔

○ جب سیدنا زین العابدین بیمار ہو گئے تو صحابہ کی ایک جماعت آپ کی بیمار پرسی کے لیے آپ کے پاس تشریف لائی تو انہوں نے کہا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ـــ اے شہزادہ رسول آپ کا کیا حال ہے؟ ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں آپ نے فرمایا خیر و عافیت سے ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا فَکَیْفَ اَصْبَحْتُمْ اَنْتُمْ جَمِیْعًا ـ تم سب کا کیا حال ہے۔ اے ابن رسول ہم آپ کی محبت میں سرشار ہیں آپ نے فرمایا ـ مَنْ اَحَبَّنَا لِلّٰہِ فِیْ ظِلِّیْلٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ـ جو ہم سے اللہ کے لیے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت گھنا سایہ عنایت کرے گا۔ جبکہ

---

[1] نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۱۳۰ مطبوعہ مصر۔

[2] ایضاً ص ۱۳۰۔

(قیامت کے دن) اللہ کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا (اللہ کے سایہ سے مراد اُس کے عرش کا سایہ ہے۔) مَنْ اَحَبَّنَا لِغَرَضٍ دُنْیَا آتَاہُ اللّٰہُ رِزْقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ — جو ہم سے دُنیاوی غرض کے لیے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو وہ رزق عطا فرمائے گا، جس کا اُس کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا

دوسری بار بیڑیاں

ابن حمدون نے امام زہری سے روایت کی ہے کہ — اِنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ حَمَلَہٗ مُقَیَّدًا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ بِاَثْقَلِہٖ مِنْ حَدِیْدٍ[1] کہ عبد الملک بن مروان آپ کو مدینہ منورہ سے لوہے کی بہت وزنی بیڑیاں ڈال کر لایا۔ اور آپ کو محافظوں کے سپرد کر دیا۔ آپ کے شاگرد امام زہری آپ کو الوداع کرنے آئے تو رو کر کہنے لگے — وَدِدْتُ اَنِّیْ مَکَانَكَ[2] میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کی جگہ اس حالت میں ہوتا۔ آپ نے فرمایا اے زہری تجھے خیال ہوگا کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہوگی، اگر میں چاہوں تو یہ تکلیف نہ ہو۔ یہ لوہا مجھے عذاب الٰہی کی یاد دلاتا ہے ثُمَّ اَخْرَجَ رِجْلَیْہِ مِنَ الْقَیْدِ وَیَدَیْہِ مِنَ الْغُلِّ[3] پھر آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے نکال لیے۔ پھر فرمایا۔ میں مدینہ سے دور دور تک ان کے ساتھ چلتا رہوں گا۔

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۳۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

[2]، [3] ایضاً۔

دو دن گزرنے کے بعد آپ اُن سے روپوش ہو گئے صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے مگر آپ کو کہیں نہ پایا امام زہری کہتے ہیں کہ میں عبدالملک کے پاس گیا تو اُس نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اُسے بتایا جو میرے علم میں تھا وہ کہنے لگا جس روز وہ روپوش ہوئے اُسی دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے ۔ مَا اَنَا وَ اَنْتَ [1] تجھے مجھ سے کیا نسبت مطلب یہ کہ تجھے مجھ سے کیا غرض ہے اور کیا خطرہ ہے اور ایسی نازیبہ حرکتیں کیوں کر رہے ہو۔

عبدالملک کہتا ہے۔ میں نے کہا ۔ اَقِمْ عِنْدِیْ [2] آپ میرے پاس ذرا ٹھہریں تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں میں تیرے پاس ٹھہرنا پسند نہیں کرتا ۔ پھر آپ تشریف لے گئے ۔

فَوَاللّٰہِ لَقَدْ اِمْتَلَأَ قَلْبِیْ مِنْہُ خِیْفَۃً [3] خدا کی قسم اُن کے رعب و جلال سے میرا دل ڈر گیا۔

◎ یہی وجہ ہے کہ بعد میں عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو خط لکھا کہ اولادِ عبدالمطلب کی خون ریزی سے اجتناب کر اور ساتھ ہی اُسے حکم دیا کہ میرے اس خط کو پوشیدہ رکھو۔ لیکن حضرت امام زین العابدین پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے عبدالملک کو خط لکھا کہ تو نے فلاں دن حجاج کو خط لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی اولادِ عبدالمطلب کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور رازداری سے کام لے اور آپ نے اپنے خط میں اس امر کے بارے میں اُس کا شکریہ بھی ادا

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۔

[2]، [3] ایضاً ص ۲۰۲۔

کیا، جب آپ کا خط عبد الملک کے پاس پہنچا تو اُس پر وہی تاریخ درج تھی جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا اور اپنے قاصد کو بھیجا تھا تو اُسے معلوم ہو گیا، کہ زین العابدین پر اس خط کا انکشاف ہو گیا ہے تو وہ اُس سے بہت خوش ہوا اور آپ کی خدمت میں اپنے غلام کے ہاتھ نذر بھیج کر دعا کی التجا کی[1]

قصیدۂ فرزدق[2]

صواعق محرقہ میں ابونعیم اور سلفی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہشام بن عبد الملک اپنے باپ کے دورِ حکومت حج کرنے گیا تو بھیڑ کی وجہ سے حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکا۔ بھیڑ اس قدر زیادہ تھی کہ حجرِ اسود کا بوسہ اُس کے لیے ممکن نہ رہا۔ پھر زمزم کی ایک جانب اُس کے لیے ایک منبر نصب کیا گیا جس پر وہ بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اُس کے ارد گرد اہلِ شام کے وزراء اور امراء کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین تشریف لائے جب آپ حجرِ اسود کے قریب آئے تو لوگ احتراماً ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ شامی اُمراء نے ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی لوگ امام زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں۔ کہا — لَا اَعْرِفُہٗ[3] میں اسے نہیں جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق جو وہاں موجود تھے نے کہا۔ اَنَا اَعْرِفُہٗ[4] میں اسے جانتا ہوں — جب

---

[1] صواعق محرقہ ص ۳۰۲ [2] ، [3] ایضاً۔

[4] فرزدق کا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ ہے فرزدق کے دادا صحابی رسول تھے فرزدق کی کنیت ابو فراس ہے۔

لوگ جناب فرزدق کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے امام کی شان میں اشعار کہے
فرزدق کا قصیدہ جو انہوں نے آپ کی شان میں پڑھا وہ کتب سیر میں موجود ہے۔
اس میں چند اشعار بطور نمونہ۔

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهٗ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ شخص ہے جس کے چلنے پھرنے کو بطحا، (وادیٔ مکۂ معظمہ) جانتا ہے، جسے بیت
اللہ شریف جانتا ہے، اور حل و حرم جانتے ہیں۔

حِل :۔ حدودِ حرم سے باہر کا علاقہ،

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰہِ کُلِّهِمُ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ تمام مخلوقِ خداوندی سے بہترین ہستی معظم کا بیٹا ہے۔ متقی پاک، صاف اور
جھنڈے کی طرح نمایاں ترین ہے۔

اِذَا رَأَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
اِلٰی مَکَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ

جب قریش نے انہیں دیکھا تو اُن میں ایک نے کہا کہ اس شخص کی خوبیوں پر تمام
خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یعنی جود و کرم ان پر ختم ہے۔

یَنْمِیْ اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِیْ قَصُرَتْ
عَنْ نَیْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

یہ عزت کی اُس چوٹی پر فائز ہیں جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں۔

یَکَادُ یُمْسِکُهٗ عِرْفَانُ رَاحَتِهٖ
رُکْنُ الْحَطِیْمِ اِذَا مَا جَاءَ یَسْتَلِمُ

رب ہے کہ اُن کے ہاتھ کی پہچان انہیں روک لے۔ جب وہ تشریف لائیں، تو
حطیم اُن کا استلام کرتا ہے۔ یعنی یہ وہ عظیم انسان ہے، جسے پہچان کر روک کر
طیم کعبہ اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اے ہشام اگر تو انہیں
ہیں پہچانتا تو کیا ہوا۔ یہ وہ شخص ہے جسے کعبہ کی ہر دیوار رکنِ حطیم تک پہچانتے
ں۔

ن جَدُّہٗ دَانَ فَضْلُ الْاَنْبِیَاءِ لَہٗ
وَفَضْلُ اُمَّتِہٖ دَانَتْ لَہُ الْاُمَمُ

وہ ہیں کہ ان کے جدِ امجد کے تمام نبی تابع ہیں اور اُن کی عظیم اُمّت کے تمام
تیں تابع ہیں۔

نْشَقُّ نُوْرُ الْھُدٰی عَنْ صُبْحِ غُرَّتِہٖ
کَالشَّمْسِ یَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِہَا الظُّلَمُ

ن کی پیشانی کے نور سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں جس طرح سورج کی روشنی
سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ وہ حسین ہے جس کے حسنِ خلق و
فشاں سے اندھیروں میں بھٹکنے والی انسانیت کو راہِ ہدایت میسر آتی ہے۔

ذَا ابْنُ فَاطِمَۃَ اِنْ کُنْتَ جَاھِلَہٗ
بِجَدِّہٖ اَنْبِیَاءُ اللّٰہِ قَدْ خُتِمُوْا

ے ہشام! اگر تو انہیں نہیں جانتا تو میں بتا دیتا ہوں کہ یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء
ا لختِ جگر ہے یہ وہ ہیں جن کے نانا کی آمد سے اللہ کے نبی آنے ختم ہو چکے
یں۔

لَیْسَ قَوْلُکَ مَنْ ھٰذَا بِضَائِرِہٖ
اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْکَرْتَ وَالْعَجَمُ

تیرا یہ قول کہ یہ کون ہیں ؟ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، جن کا تو منکر ہے انہیں عرب و عجم جانتے ہیں۔

كِلتَا يَدَيهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفعُهُمَا
يَستَوكِفَانِ وَلَا يَعرُوهُمَا العَدَمُ

ان کے دونوں ہاتھ سخاوت (کا دریا) ہیں، اُن کا نفع عام ہے، سخاوت کرتے ہیں انہیں ختم ہونے کا ڈر نہیں۔

مِن مَعشَرٍ حُبُّهُم دِينٌ وَبُغضُهُمُ
كُفرٌ وَقُربُهُمُ مَنجىً وَمُعتَصَمُ

(فرزدق کہتا ہے) یہ اس گروہ کے فرد ہیں، جن سے محبت کرنا دین اور اُن سے بغض رکھنا کفر ہے اور انکا قرب نجات و حفاظت کا ذریعہ ہے۔

يَستَدفِعُ السُّوءُ وَالبَلوىٰ بِحُبِّهِمُ
وَيُستَرَقُ بِهِ الاِحسَانُ وَالنِّعَمُ

ان کی محبت سے مصیبتیں دُور کی جاتی ہیں اور اُن کی وجہ سے احسان اور نعمتوں میں اضافہ طلب کیا جاتا ہے۔

مُقَدَّمٌ بَعدَ ذِكرِ اللهِ ذِكرُهُمُ
فِي كُلِّ بَدءٍ وَمَختُومٌ بِهِ الكَلِمُ

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد اُن کا ذکر مقدم ہے۔ ہر کلام کی ابتداء اور اختتام پر

مَن يَعرِفُ اللهَ يَعرِفُ اَوَّلِيَّةَ ذَا
وَالدِّينُ مِن بَيتِ هٰذَا نَالَهُ الاُمَمُ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ وہ ان کی اوّلیت کو جانتا ہے، ان کے گھر سے تمام لوگوں نے دین حاصل کیا۔

تذکرۃ الخواص ص ۲۹۶، صواعق محرقہ ص ۳۰۳/۳۰۲، نور الابصار مصری ص ۱۴

حلیۃ الاولیاء، امام ابو نعیم، ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

ہشام ابن عبدالملک نے جب یہ قصیدہ سُنا تو غضب ناک ہو گیا اور فرزدق
کو پکڑ کر عسفان (مکہ اور مدینہ کے درمیان) ایک مقام پر قید کر دیا۔ جب
[illegible] العابدین رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم (ایک
[illegible]ت میں دس ہزار درہم مذکور ہے) بھیجے اور ساتھ ہی یہ حکم فرما بھیجا کہ۔
[illegible] اس میں شعور رہا تو اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتے تو تمہیں پہنچا
فرزدق نے وہ رقم واپس کرتے ہوئے کہا۔ اے ابن رسول میں نے آپ
[illegible]یف وثنا صرف اللہ کی رضا مندی کی خاطر کی ہے۔ کسی انعام کے لیے
[illegible]ی تو حضرت وہ رقم فرزدق کی لوٹاتے ہوئے فرمایا۔ اَنَّا اَهْلُ
[illegible] اِذَا وَهَبْنَا شَيْئًا لَا نَسْتَعِيْدُهُ[۱] "کہ ہم اہل بیت جب
کو کوئی چیز دے دیتے ہیں تو واپس نہیں لیا کرتے" اور فرزدق نے وہ انعام
[illegible]ر لیا، پھر قید خانے میں ہی ہشام کی ہجو لکھ کر بھیجی تو اس نے فرزدق کو رہا
[illegible]یا۔

حضرت زین العابدین صاحب عفو و درگزر تھے۔ یہاں تک کہ آدمی نے
[illegible] کو بُرا بھلا کہا اور گالیاں دیں۔ آپ نے تغافل سے کام لیا۔ اُس شخص نے
[illegible]ں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے اعراض کر رہا
[illegible] اور یہ آیت تلاوت کی۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ
[illegible] الْجٰهِلِيْنَ[۲] "عفو کو اختیار کرنے کا حکم دے اور جاہلوں سے

---

[۱] صواعق محرقہ ص ۳۰۲۔

[۲] پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۹۸۔

روگردانی کرے۔

شیخ عبدالجواد شروتی نے 'کتاب الاصداف فی مناقب الاشراف' میں لکھا ہے۔ کَانَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَامِلاً عَلیٰ کِتْمَانِ اَسْرَارِ اللّٰہِ تَعَالیٰ فِی الْعَالَمِ ۔ کہ حضرت زین العابدین دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے راز و اسرار چھپاتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے کلام میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یَا رَبِّ جَوْهَرُ عِلْمٍ لَوْ اَبُوْحُ بِهٖ ۔ لَقِیْلَ لِیْ اَنْتَ مِمَّنْ یَعْبُدُ الْوَثَنَا

"اے میرے رب اگر میں علمی جوہر ظاہر کر دوں تو مجھے کہا جائے گا تو بُت پرستی کرنے والوں میں ہے۔"

وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالٌ صَالِحُوْنَ دَمِیْ ۔ یَرَوْنَ اَقْبَحَ مَا یَاْتُوْنَہٗ حَسَنَا[1]

"اور نیک لوگ میرا قتل کرنا مناسب سمجھیں گے وہ اپنے بُرے کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں۔"

سائل کا استقبال

شیخ مستقیم فرماتے ہیں ہم امام زین العابدین کے پاس رہتے تھے۔ جب اُن کے پاس کوئی سائل آتا فَیَقُوْمُ حَتّٰی یُنَاوِلَہٗ تو آپ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے، اور پھر اُسے عطا فرماتے اور فرماتے۔ اِنَّ الصَّدَقَۃَ تَقَعُ فِیْ یَدِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِیْ یَدِ السَّائِلِ[2] کہ صدقہ سوالی کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ

---

[1] نورالابصار ص ۱۴۲۔

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۵ ص ۲۱۶ و ر ۲۱۲ مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان

کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

خضاب

شریک بن ابو بکر سے روایت ہے۔ اِنَّہٗ کَانَ یَصْبَغُ بِالسَّوَادِ[1] کہ وہ سیاہی سے خضاب کرتے تھے۔

⊙ موسیٰ بن حبیب طائفی سے مروی ہے کہ میں نے علی بن حسین کو۔ یَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ ۔ مہندی اور وسمہ سے خضاب کرتے ہوئے دیکھا۔[2]

نعلین

حضرت زین العابدین کی نعلین مبارک کا جوڑا شریف اس کا سرا گول اور بغیر نوک کے ہوتا۔

چادر

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے۔ کَانَ لِعَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ کِسَاءُ خَزٍّ اَصْفَرُ یَلْبَسُہٗ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ[3] کہ امام زین العابدین کی چادر زرد خز کی تھی جسے وہ جمعہ کے دن اوڑھتے تھے۔

عثمان بن حکیم سے مروی ہے۔ رَاَیْتُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ کِسَاءَ خَزٍّ وَجُبَّۃَ خَزٍّ[4] میں نے امام زین العابدین کے بدن پر خز کی چادر اور خز کا جبّہ دیکھا۔

خز: ریشم اور اون کو ملا کر جو کپڑا بنایا جائے اُسے خز کہتے ہیں۔

---

[1]، [2]، [3]، [4] الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۵ ص ۲۱۲/۲۱۶ مطبوعہ بیروت

جُبّہ

ابُو جعفر سے مروی ہے کہ امام زین العابدین کو عراق سے کھال کا بنا ہوا ایک جُبّہ بطور ہدیہ بھیجا گیا۔ فَكَانَ يَلْبَسُهَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ نَزَعَهَا[1] وہ اُسے پہنتے تھے مگر جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اُسے اُتار دیتے۔

ابُو جعفر سے ہی مروی ہے، کہ امام زین العابدین کے پاس لومڑی کی کھال کا جُبّہ تھا وہ اُسے پہنتے تھے اور جب نماز پڑھتے تھے تو اُسے اُتار دیتے تھے۔

گیسو

نصر بن اوس طائی سے مروی ہے کہ میں امام زین العابدین کے پاس گیا تو آپ کے بدن پر سُرخ پُرانی چادر تھی وَلَهُ جُمَّةٌ إِلَى الْمَنْكِبِ مَفْرُوقٌ[2] کہ آپ کی زلفیں شانوں پر پڑی ہوئی تھیں۔

شملہ

محمد بن ہلال سے مروی ہے کہ میں نے علی بن حسین کو دیکھا يَعْتَمُّ بِعِمَامَةٍ وَيُرْخِي عِمَامَتَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ کہ آپ سفید عمامہ باندھتے اور پشت پر اس کو لٹکا لیتے تھے۔

نمازِ قصر

عبداللہ بن محمد بن عقیل سے مروی ہے ۔ وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ

---

[1]، [2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۵ ص ۲۱۶/۲۱۷ مطبوعہ دار صادر، بیروت لبنان۔

وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ — امام زین العابدین ظہر و عصر اور مغرب عشاء
سفر میں جمع کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَفْعَلُ ذَالِكَ — کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہی کرتے تھے۔

کثرتِ زاری

امام ابو نعیم (متوفی ۴۳۰ھ) حلیۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ امام زین العابدین
کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ ہر وقت روتے رہتے ہیں، اس کثرتِ زاری
کی کیا وجہ ہے۔ آپ کیوں ایسا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا، مجھے اس طرح
رونے پر ملامت نہ کرو، کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت
یوسف علیہ السلام کی جدائی میں روئے — حَتّٰى ابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ وَلَمْ
يَعْلَمْ أَنَّهُ مَاتَ — یہاں تک کہ اُن کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ
اپنے بیٹے کی موت کا یقین نہیں رکھتے تھے — وَقَدْ نَظَرْتُ إِلٰى
أَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي — اور میں نے اپنے اہل
بیت کے چودہ مردوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے "قتل ہوتے" دیکھا —
أَفَتَرَوْنَ حُزْنَهُمْ، يَذْهَبُ مِنْ قَلْبِي — کیا دیکھتے ہو
ان کا غم میرے دل سے محو ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کربلا کے میدان میں
باپ میرے چچے بھائی میری آنکھوں کے سامنے شہید ہوئے یہ کیسے ہو
سکتا ہے کہ اُن کا غم دل سے مٹ جائے۔

زین العابدین

آپ زین العابدین کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ تہجد

حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ، بیروت لبنان۔

کی نماز میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا، تاکہ اس ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے روک کر لہو و لعب میں مشغول کر دے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا، لیکن آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی، اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا، جس سے آپ کو بہت سخت درد محسوس ہوا، اس پر آپ نے نماز قطع نہ کی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے تھپڑ مارا، پھر کہا اے ذلیل کمینے دور ہو جا، جونہی سانپ دور ہوا آپ کھڑے ہو گئے تاکہ ورد ختم ہو جائے۔ اسی اثنا میں آپ نے ایک آواز سنی لیکن آواز دینے والا نظر نہ آیا، کہنے والا کہتا تھا، آپ زین العابدین، آپ زین العابدین ہیں، آپ زین العابدین ہیں[1]

نماز کی حالت میں

ایک دفعہ آپ گھر میں نماز ادا فرما رہے تھے، کہ گھر میں آگ لگ گئی آپ سجدے میں ہی پڑے رہے، لوگوں نے ہر چند شور مچایا۔ اے ابن رسول اللہ! اے ابن رسول اللہ! آگ بھڑک اٹھی۔ آگ بھڑک اٹھی، لیکن آپ نے سجدے سے سر نہ اٹھایا، جب آگ بجھ گئی تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ آگ سے غافل کیوں رہے۔ آپ نے فرمایا آخرت کی آگ کے ڈر سے[2]

چڑیاں

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام زین العابدین کے پاس

---

[1] ، [2] شواہد النبوۃ مترجم ص ۲۱۰ تا ۲۱۲

تھا کہ اُن کے ارد گرد بہت سی چڑیاں ذبح کی جا رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا اے فلاں تمہیں کچھ پتہ ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں۔ میں نے کہا مجھے تو کچھ پتہ نہیں آپ نے فرمایا۔ یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور آج کی روزی طلب نہیں کرتیں۔[1]

آواز آئی

ایک رات ایک سائل یہ کہہ رہا تھا اَیْنَ الزَّاھِدُوْنَ فِی الدُّنْیَا، الرَّاغِبُوْنَ فِی الْاٰخِرَۃِ وہ دُنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی طرف راغب ہیں۔ جنّت البقیع کی طرف سے ایک غیر مرئی شخص کی آواز سنائی دی کہ وہ علی بن حسین (یعنی زین العابدین) ہیں۔[2]

ہرنی

ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ہرنی آگئی اور آپ کے قریب کھڑی ہو گئی اور اپنے پاؤں زمین پر مار کر زور سے چیخنے لگی، حاضرین نے پوچھا۔ اے ابن رسُول اللہ! یہ ہرنی کیا کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اُٹھا لایا ہے اور میں نے کل سے اُسے دُودھ نہیں پلایا۔ یہ سُن کر حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اُس قریشی کو بلا بھیجا، وہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اُس کا بچہ اُٹھا لائے ہو۔ جسے اس نے ابھی دُودھ نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تا کہ وہ اُسے دودھ پلانے کے بعد واپس کر دے۔ اس

---

[1]، [2] شواہد النبوۃ مترجم ص ۳۱۰ تا ۳۱۲

قریشی نے بچہ لا کر حاضر کر دیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت زین العابدین نے قریشی سے فرمایا کہ وہ بچہ چھوڑ دے۔ اس نے بچہ کو چھوڑ دیا، اور حضرت سجاد نے اس کی ماں کی بابت اُسے آزاد کر دیا، وہ چوکڑیاں بھرتی، شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں با لفاظ جزاک اللہ خیراً۔ دعا دیتی ہے۔[1]

وصالِ پُر ملال

قطب العالمین، امام زین العابدین بن امام حسین بن علی سلام اللہ علیہم کا وصالِ پُر ملال ۹۴ھ میں ہوا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن صباغ مالکی نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین کو ولید بن عبدالملک نے زہر دلوایا تھا جس سے آپ کی وفات ہوئی اور وفات کا دن ۱۸ محرم، بعض نے کہا ہے کہ ۲۵ محرم ہے۔ آپ جنت البقیع میں اپنے چچا امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔[2]

آپ کی اولاد

حضرت امام سجاد کی اولاد پندرہ افراد ہیں جن میں گیارہ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

صاحب زادے

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام جو آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی والدہ

---

[1] شواہد النبوۃ مترجم ص ۳۱۰، ۳۱۲

اُمّ عبداللہ فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام ہے۔

② امام زید شہید ③ حضرت عمر الاشراف ④ حضرت عبداللہ الباہر

⑤ حضرت حسن ⑥ حضرت حسین الاکبر ⑦ حضرت حسین الاصغر

⑧ حضرت عبدالرحمٰن ⑨ حضرت قاسم ⑩ حضرت سلیمان

⑪ سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

صَاحِبْزَادِیَاں

① سیّدہ خدیجہ ② سیّدہ فاطمہ ③ سیّدہ اُمِّ کلثوم

④ سیّدہ علیہ (سلام اللہ علیہنّ)

--*

امام محمدؑ باقر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابنِ سجاد سرور کے قربان ہیں	نورِ عالم کے مظہر کے قربان ہیں
تاجِ عرفان کے گوہر کے قربان ہیں	اُن کے لطف و عنایت کی کیا بات ہے

مختصر

تاجدارِ اقلیم ولایت، شہسوار میدانِ علم و فراست، واقفِ رموزِ حقیقت کوکب چرخِ امامت، وارثِ علمِ رسول، گوہر کانِ بتولؑ، صاحبِ شانِ جلی، فخرِ اولادِ علیؓ، ولی ابن ولی، حضرت سیّدنا محمد الباقر بن سیّد سجاد زین العابدین بن حسین بن علی سلام اللہ علیہم۔ آپ علم و فراست کے درخشندہ آفتاب تھے پاک طینت، پاکیزہ مزاج اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے، آپ کی کاوشوں نے چمنستانِ علم و فضل کو اس طرح بہاروں سے ہمکنار کیا کہ حیدرِ کرار کی یادیں تازہ ہو گئیں، آپ بہت بڑے فقیہہ اور مفسر و محدث تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو باقر العلوم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

نام

آپ کا اسمِ گرامی، محمد، اور کنیت ابو جعفر ہے۔

القاب

باقر، شاکر، ہادی ہیں۔ باقر سب سے زیادہ مشہور ہے۔

باقر

سُمِّیَ بَاقِرًا لِاَنَّہٗ بَقَرَ الْعِلْمَ اَیْ شَقَّہٗ لِتَعَرُّف

ـۂ جو کوئی علم کو چیر کر اس کے اصل اور حقیقت کو پہچانے اُسے باقر

کہتے ہیں۔

⑥ مِنْ بَقَرَ الْاَرْضَ اَیْ شَقَّهَا وَ اَثَارَ مُخَبَّاٰتِهَا وَمَكَامِنَهَا

ـب کا لقب باقر اس لیے رکھا گیا کہ بقر زمین کو پھاڑنے اور اُس کی پوشیدہ چیزیں

ـنے کو کہتے ہیں۔

⑦ فَلِذٰلِكَ هُوَ اَظْهَرَ مِنْ مُخَبَّاٰتِ كُنُوْزِ الْمَعَارِفِ

حَقَائِقِ الْاَحْكَامِ وَالْحِكَمِ وَاللَّطَائِفِ۔ آپ نے احکام

ـوندی کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں ظاہر کیا ہے۔

ـن کی حکمتیں اور لطائف بیان کیے ہیں۔

⑧ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں — مَا لَا يَخْفٰى اِلَّا عَلٰى مُنْطَمِسِ

ـصِيْرَةِ اَوْ فَاسِدِ الطَّوِيَّةِ وَالسَّرِيْرَةِ کہ وہ تمام

ـنے بے بصیرت اور برے اور گندے باطن والے لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔

⑨ ابن حجر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس سے آگے لکھتے ہیں — هُوَ

ـدُ الْعِلْمِ وَجَامِعُهُ وَشَاهِرُ عِلْمِهِ وَرَافِعُهُ

ـب کو باقر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے علم کو پھاڑا اور اُسے جمع کیا

ـس کے جھنڈے کو بلند کیا۔

آپ پاک نفس، صاف دل اور بہت بڑے صاحب علم و عمل اور صاحب

ـت تھے۔ آپ کے تمام اوقات خدائے بزرگ و برتر کی اطاعت سے معمور تھے۔

ـہ نور الابصار ص ۱۴۲۔

ـہ، ـہ، ـہ الصواعق المحرقہ ص ۲۰۲۔

ولادت

آپ کی ولادت میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت تین صفر ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ لیکن بعض امور اس کی نفی کرتے ہیں۔ امام طبری اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب امام زین العابدین کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ــــ اُنْظُرُوْا هَلْ اَدْرَكَ[1] ــــ کہ دیکھو یہ بالغ ہو چکا ہے۔ ــــ اور کہا خدا کی قسم میرے خیال میں بالغ ہے، مُری بن معاذ کی تصدیق پر ابن زیاد نے کہا ــــ اُقْتُلُهُ اسے قتل کر دو۔ لیکن سیّدہ زینب امام زین العابدین کے ساتھ لپٹ گئیں اور فرمایا اسے قتل کرنے سے پہلے مجھے قتل کرو (اس کی تفصیل گزر چکی) ابن زیاد کا یہ کہنا کہ "دیکھو یہ لڑکا بالغ ہوا ہے یا نہیں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کمسن تھے کہ اُن کو آپ کے بالغ ہونے پر شبہ تھا۔ ابن کثیر نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ شہادت امام حسین کے بعد جب اہل بیت نبوی کے خیموں کو لوٹا گیا تو شمر لعین بھی خیموں میں داخل ہوا اور امام زین العابدین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ــ هُوَ صَغِيْرٌ مَرِيْضٌ[2] ــ وہ ابھی چھوٹے لڑکے تھے اور مریض تھے۔

اس روایت کے ضمن میں نُورِ مقبول کے مؤلف نے لکھا ہے، ابن سعد کے مطابق آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی۔ (طبقات الکبریٰ جلد ۵ ص ۲۱۳) اور نووی کے مطابق اُن کی عمر ۱۱ سال تھی، امام نووی لکھتے ہیں کہ زہری اور علی بن حسین ایک ہی سال ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (دیکھئے تہذیب الاسماء و

---

[1] طبری جلد ۳ ص ۳۰۳، البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۳

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۸۸

والغات جلد ا ص ۳۴۳ حاشیہ پور رسُول ص ۳۱۷)

ان روایات کی روشنی میں امام زین العابدین کی ولادت ۳۶ ہجری میں بنتی ہے اور امام باقر کی ولادت بھی امام حسین کی شہادت کے بعد ہوئی۔ (واللہ اعلم)

رسُول اللہ نے سلام بھیجا

زبیر بن محمد بن مسلم مکی سے روایت ہے، انہوں نے کہا، ہم لوگ رسُول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ امام زین العابدین تشریف لائے۔ جب کہ آپ کے صاحبزادے محمد الباقر تھے، وہ بھی بچے تھے اُن کو حضرت زین العابدین نے فرمایا اپنے چچا کے سر کو بوسہ دو، حضرت محمد الباقر اُن کے قریب ہوئے اور اُن کے سر کو بوسہ دیا، حضرت جابر نے پوچھا یہ کون ہیں؟ یہ اُس وقت کی بات ہے۔ جب کہ اُن کی نظر بہت کمزور ہو چکی تھی۔ امام زین العابدین نے فرمایا یہ میرا بیٹا محمد الباقر ہے۔ حضرت جابرؓ نے اُنکو سینے سے لگایا اور فرمایا۔ اے محمد۔ جناب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام فرماتے ہیں۔ امام باقر نے کہا۔ وَکَیْفَ ھٰذَا۔ کس طرح سلام بھیجا ذرا بیان فرمائیں: حضرت جابرؓ نے فرمایا۔ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھا اور امام حسین علیہ السلام آپ کی گود میں تھے، حضور نے اُن سے مزاح اور خوش طبعی فرما رہے تھے اور مجھے فرمایا۔ اے جابر میرے اس بیٹے کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا جسے علی کے نام سے پکارا جائے گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور منادی آواز دے گا۔ لِیَقُمْ سَیِّدُ الْعَابِدِیْنَ — فَیَقُوْمُ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ — کہ سید العابدین کھڑے ہو جائیں گے اور فرمایا علی زین العابدین کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جسے محمد کہا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا یَا جَابِرُ اِنْ اَدْرَکْتَہٗ فَاقْرَئْہُ مِنِّی السَّلَامَ[1]
اے جابر اگر تم اُسے دیکھو تو میری طرف سے اُن کو سلام کہنا، اور جب تمہاری اُس سے ملاقات ہو گی تو اس کے بعد تم بہت کم وقت زندہ رہو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس ملاقات کے بعد حضرت جابر صرف تین دن اس دُنیائے فانی میں زندہ رہے۔

انگوٹھی پر

آپ کی انگوٹھی پر یہ نقش تھا۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا ۔
اے میرے رب مجھے تنہا نہ رکھ۔ مفسر قرآن علامہ ثعلبی اپنی تفسیر میں یوں رقم طراز ہیں کہ حضرت باقر نے اپنی انگوٹھی پر یہ کلمات نقش کیے تھے۔ ظَنِّیْ بِاللّٰہِ حَسَنٌ ۔ وَبِالنَّبِیِّ الْمُؤْتَمَنِ وَبِالْوَصِیِّ ذِی الْمِنَنِ وَبِالْحُسَیْنِ وَالْحَسَنِ [2] اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول امین صاحب قوت وصی (علی المرتضیٰ) اور حسین اور حسن کے ساتھ میرا ظن بہت اچھا ہے۔

معاصر

ولید۔ اور اس کا لڑکا یزید اور ابراہیم تھے۔

شاعر

آپ کے شاعر کمیت اور حمیری تھے۔

چوکیدار

آپ کے چوکیدار کا نام جعفر الجعفی ہے

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۳، تذکرۃ الخواص ابن جوزی ص ۳۰۳ [2] ایضاً۔

آپ کا زور سے رونا

آپ کے آزاد کردہ غلام "افلح" نے حکایت بیان کی کہ میں نے امام باقرؒ
ے ساتھ حج کیا، جب آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کو دیکھا
ور زور سے رونا شروع کر دیا۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر
ربان، لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں، آپ اتنا زور سے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا
ے افلح میں کیوں نہ بلند آواز سے آہ و بکا کروں، شاید اللہ تعالیٰ کی رحمت میری
رف متوجہ ہو اور میں قیامت کے دن کامیاب ہو جاؤں۔ پھر آپ نے طواف
یا اور مقام ابراہیم کے پاس آکر نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو کیا دیکھتا ہوں
ہ آپ کے سجدے کی جگہ آنسوؤں سے تر تھی۔[1]

○ امام محمد باقرؒ کا فرمان ہے ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُکَفِّرُ بِھَا بُحُوْرًا
ن الْخَطَایَا[2] یہ کہ اللہ تعالیٰ آنسوؤں کے ساتھ گناہوں کے
مندروں کو ختم کر دیتا ہے۔

آپ کے فرامین

آپ کا فرمان ہے ۔ مَا دَخَلَ قَلْبَ اِمْرِیٍٔ شَیْءٌ مِّنَ
لْکِبْرِ اِلَّا نَقَصَ مِنْ عَقْلِہٖ مِثْلُ ذَالِکَ[3] کہ جتنا انسان
ے دل میں تکبر ہو اسی قدر اس کی عقل کم ہوتی ہے۔

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۵

[2] ایضاً [3] نور الابصار ص ۱۴۵، تذکرہ ابن جوزی ۳۰۳.

○ فرمایا — لِكُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ وَآفَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ [1]

ہر چیز کے لیے ایک آفت ہوتی ہے اور علم کی آفت نسیان (بھول جانا) ہے۔

○ فرمایا — وَاللهِ لَمَوْتُ عَالِمٍ أَحَبُّ إِلَى إِبْلِيسَ مِنْ مَوْتِ سَبْعِينَ عَابِدًا [2] — خدا کی قسم ایک عالم کی موت ستر (۷۰) عابدوں کی موت سے شیطان کو زیادہ محبوب ہے۔

○ آپ نے فرمایا — اِعْرِفِ الْمَوَدَّةَ لَكَ فِي قَلْبِ أَخِيكَ مِمَّا لَهُ فِي قَلْبِكَ [3]

اپنے بھائی کے دل میں اپنی محبت اتنی ہی سمجھو، جتنی اُس کی محبت تمہارے دل میں ہے۔

○ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تم پر انعام فرمائے تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ — اور جب کوئی امر غمناک کرے تو — لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ [4] کہو۔

وفات

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۱۱۴ھ میں وصال ہوا، عمر شریف ۶۳ برس تھی۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی اُن کو اسی قمیص میں کفن دیا

---

[1] حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جلد ۳ ص ۱۸۳۔

[2] ایضاً۔ ص ۱۸۰

[3] ایضاً ص ۱۸۷۔ [4] نور الابصار ص ۱۳۵۔

جائے جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ "نورالابصار" میں ہے کہ آپ کو اپنے والد کی طرح زہر دیا گیا تھا۔ جنت البقیع میں قبۂ عباس میں دفن ہوئے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات کے روز میں آپ کے پاس تھا آپ نے غسل و کفن اور دفن کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی میں نے عرض کیا بابا جان! جب سے آپ بیمار ہیں، آج آپ کو بہت اچھا دیکھ رہا ہوں اور آپ پر موت کا نام و نشان تک نہیں دیکھتا ہوں، آپ نے فرمایا۔ میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے دادا یعنی علی زین العابدین کو نہیں سنا یُنَادِیْنِیْ مِنْ وَّرَاۤءِ الْجِدَارِ یَا مُحَمَّدُ عَجِّلْ[1] کہ وہ مجھے دیوار کے پیچھے سے آوازیں دے رہے ہیں۔ اے محمد باقر جلدی کرو۔"

اولاد

آپ کی اولاد سات افراد پر مشتمل تھی (۱) حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ ان دونوں کی والدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۳) حضرت ابراہیم (۴) حضرت عبداللہ الاصغر ان کی والدہ اُم حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفیہ ہے۔ (۵) حضرت علی (۶) آپ کی صاحبزادیاں، حضرت زینب (۷) سیدہ اُم (سلام اللہ علیہم)

---

[1] نورالابصار ص ۱۴۴۔

امام جعفر صادق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میرے آقا ہیں جعفر امام ھُدیٰ	تاجدارِ زماں، پرتوِ مصطفےٰ
ہے عطائے خدا جس کا صادق لقب	اُس کے صدق و صداقت کی کیا بات ہے

مختصر

سیّد الاصفیاء، پرتوِ مصطفیٰؐ، ابن خیر النساء، راحتِ مصطفیٰؐ، زبدۃ الاولیاء، استاذ العلماء، شیخ المحدثین، امام المفسرین، حجۃ الکاملین، سردیر سالکاں، مفسّرِ قرآن، قطب زماں، حضرت سیدنا امام زین امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، امام محمد باقر کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے محاسن و محامد بہت زیادہ ہیں آپ نے علم کے ایسے گلستان آباد کیے جن کی نظیر نہیں ملتی، آپ وارث علم ظاہر و باطن اور صاحب کشف و کرامت بزرگ ہیں۔

اسم گرامی

آپ کا نام نامی اسم گرامی جعفر ہے۔ کنیت۔ ابُو عبد اللہ اور ابُو اسمٰعیل ہے۔

القاب

آپ کے القاب، صادق، فاضل، طاہر ہے مشہور ترین لقب صادق ہے

والدہ

آپ کی والدہ کا نام اُمّ فروہ جو حضرت ابُو بکر صدیق کے پوتے قاسم کی صاحبزادی تھیں۔ قد درمیانہ اور رنگ گندمی تھا۔

شاعر و چوکیدار

آپ کا شاعر سید حمیری اور چوکیدار مفضل بن عمرو تھا۔

انگوٹھی

آپ کی انگوٹھی کا نقش ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ

معاصر

آپ کا معاصر ابوجعفر منصور تھا۔

شاگرد

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے، اُمت کے بڑے بڑے امام آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج مالک بن انس، ابو حنیفہ، شعبہ، ایوب سختیانی، ثوری، ابن عیینہ وغیرہ۔

علم جفر

علامہ شبلنجی نے علامہ دمیری کی کتاب "حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ" اور انہوں نے ابن قتیبہ کی کتاب ادب الکاتب کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کتاب الجفر لکھی ہے، اس میں قیامت تک ہر وہ چیز موجود ہے جس کے لوگ محتاج ہیں۔ اسی علم جفر کی طرف ابوالعلاء المعری نے اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے۔

لقد عجبوا لال البیت لما اتاھم علمھم فی جلد جفر

ومرأۃ المنجم وھی صغری تریہ کل عامرۃ وقفر

سلہ نور الابصار ص ۱۴۶

لوگ اہل بیت رسول سے تعجب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس ان کا علم "جفر" کی صورت میں آیا ہے۔

مُنَجِّم: ستاروں کا علم جاننے والا، نجومی، جوتشی، کا آئینہ، جب کہ وہ بہت ہی چھوٹا ہے، وہ اُسے ہر آباد و ویران جگہ دکھاتا ہے۔

○ جفر: بکری کے اُس بچے کو کہتے ہیں جو چار ماہ تک پہنچ کر اپنی ماں سے جدا ہو جائے۔ جفر: کشادہ کنویں کو کہتے ہیں۔ منجد میں ہے۔ عِلْمُ الْجَفْرِ۔ یُسَمّٰی عِلْمَ الْحُرُوْفِ۔ هُوَ عِلْمٌ یَدَّعِیْ اَصْحَابُهٗ اَنَّهُمْ یَعْرِفُوْنَ بِهِ الْحَوَادِثَ اِلٰی انْقِرَاضِ الْعَالَمِ۔ یہ ایک علم ہے، جس میں حرفوں کے اسرار سے بحث ہوتی ہے اور اُس کے ماہرین کا دعوٰی ہے کہ وہ اس کی مدد سے آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات کا پتہ لگا دیتے ہیں۔

○ "الفصول المہمہ" میں بعض اہلِ علم سے منقول ہے کہ "کتاب الجفر" جس کے مغرب میں بنو عبد المومن بن علی وارث ہوئے وہ امام جعفر صادق کا کلام ہے، اس میں آپ کی بہت بڑی منقبت اور خوبی ہے۔[1]

○ ان علوم کا تذکرہ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ (علی رضا) کو مامون الرشید نے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ تو آپ نے فرمایا جفر و جامعہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں، آپ اس دعوٰی میں سچے تھے، کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم، غابرہ اور مزبور ہیں، جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں، اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں، اور پھر ہمارے

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۶۔

پاس جفر احمر اور جفر ابیض اور مصحف فاطمہ بھی ہے۔ علم جامعہ وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں، جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے اُن کی تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پوچھتے ہیں، غابر وہ علم ہے، جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے، جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا، اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہمارے کان ہی سُن سکتے ہیں اور کوئی اُن کی شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ جفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہلِ بیت اُس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے۔ جب تک کہ اہل بیت سے یُمن برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کیے جائیں۔ مصحف فاطمہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں تمام وہ واقعات و اسماء، جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں، موجود ہیں۔ جامعہ وہ کتاب ہے، جس کی عبارت حضور علیہ السلام نے ترتیب دی، اس کو حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے۔ (شواہد النبوت مترجم ص ۳۲۷، ۳۲۸)

جھوٹی قسم کھانے والا فوراً مر گیا

خلیفہ منصور عباسی نے ۱۴۷ ہجری میں حج کیا تو وہ مدینہ منورہ آیا اور ربیع کو حکم دیا کہ جعفر کو میرے پاس لاؤ۔ قَتَلَنِیَ اللّٰہُ اِنْ لَمْ اَقْتُلْہُ[1]

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۶

اگر میں اُسے قتل نہ کروں تو اللہ مجھے ہلاک کرے۔ ربیع نے غفلت سے کام لیا اور قصداً پیغام بھول گیا، دوسرے روز منصور نے ربیع سے انہی الفاظ کا اعادہ کیا اور ساتھ ہی ربیع کو سخت الفاظ سے عتاب بھی کیا۔ ربیع نے حضرت کی طرف پیغام بھیج دیا جب آپ تشریف لائے تو ربیع نے کہا ـــــ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اُذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاِنَّهُ .... مَنْ لَا يَدْفَعُ شَرَّهُ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّفُ عَلَيْكَ [1]

اے ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ کو یاد کریں، کیونکہ منصور کے شر کو اللہ کے سوا کوئی دفع نہیں کرے گا اور مجھے آپ کے لیے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ [2] پھر ربیع آپ کو لے کر منصور بادشاہ کے پاس گیا۔ آپ کو دیکھ کر منصور آگ بگولا ہو گیا اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے دشمن! عراق والوں نے تجھے اپنا امام بنا رکھا ہے اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ تمہیں دیتے ہیں، تم میری بادشاہی میں الحاد اور فساد کرتے ہو۔ اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے ہلاک کرے۔ آپ نے فرمایا اِنَّ سُلَيْمَانَ اُعْطِيَ فَشَكَرَ وَاِنَّ اَيُّوْبَ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ وَاِنَّ يُوْسُفَ ظُلِمَ فَغَفَرَ [3]

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا تو انہوں نے شکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو امتحان میں مبتلا کیا تو انہوں نے صبر کیا ـــ حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم ہوا تو انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ اللہ کے نبی ہیں تمہاری نسبت انہی کی طرف ہے۔ لہٰذا تمہیں انکی اقتدا کرنا چاہیئے۔ یہ بات سن کر منصور ٹھنڈا

---

[1]، [2]، [3]، [4] نورالابصار ص ۱۴۶

ہوا- اور آپ کو اپنے پاس بٹھا کر کہنے لگا جو کچھ میں نے کہا ہے - یہ سب مجھے فلاں شخص نے بتایا ہے - آپ نے فرمایا اسے یہاں بلائیں - تاکہ جھوٹ اور سچ نکھر کر سامنے آجائے - چنانچہ وہ شخص حاضر کیا گیا جس نے منصور کے پاس شکایت کی تھی۔ منصور نے اُسے پوچھا تو نے جو جعفر سے متعلق مجھے کہا تھا کیا وہ درست ہے اُس نے کہا یا امیر المومنین درست ہے - امام جعفر صادق نے فرمایا اس سے قسم لیجئے - اس شخص نے جلدی سے کہا ــــ وَاللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ - ــــ عظمت والے خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غیب و شہادت کا جاننے والا واحد ہے ــــ اور اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات شمار کرنے لگا ــــ امام جعفر صادق نے فرمایا اے امیر یہ وہ قسم اُٹھائے - جو میں اس سے قسم لیتا ہوں منصور نے کہا، آپ جو چاہیں اس سے قسم لیں ــــ امام نے فرمایا ــ قُلْ بَرِئْتُ مِنْ حَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ وَالْتَجَأْتُ اِلٰى حَوْلِيْ وَقُوَّتِيْ لَقَدْ فَعَلَ جَعْفَرٌ كَذَا وَكَذَا - کہو، میں اللہ کی قدرت و قدرت سے بری ہوں اور اپنی طاقت اور قدرت پر اعتماد کرتا ہوں کہ جعفر نے ایسا کیا ہے۔[1]

وہ شخص رُکا اور یہ قسم اٹھانے سے انکار کر دیا۔ منصور نے سخت نگاہ سے اُسے دیکھا تو اس نے یہ قسم کھالی - اُس کے قسم اُٹھانے کو ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ اس کا پاؤں زمین پہ پھسلا اور وہ اسی جگہ گر کر مر گیا - منصور بادشاہ نے کہا اسے پاؤں سے گھسیٹ کر باہر لے جاؤ - منصور نے آپ کے لیے خوشبو منگوائی اور

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۰ -

[2] نور الابصار ص ۱۴۰، صواعق محرقہ ص ۲۰۴، شواہد النبوت ص ۲۲۹ -

اپنے ہاتھوں سے آپ کی ریش مبارک پر لگائی اور بہت اچھی پوشاک اور نذرانہ پیش کیا اور حضرت پیش کی گلاب فیا قسم کے لوگ عباسی حکمران منصور کا قرب حاصل کرنے کے لیے امام صادق کی شکایات کرتے رہتے تھے اور خلیفہ کے کان بھرتے رہتے تھے۔

نہ آتے دیکھا نہ جاتے

چنانچہ ان دشمنان آل رسولؐ کی ریشہ دوانیوں اور عباسیوں کے ایک خاص اندرونی خوف کی وجہ سے ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفر کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا، اسی دن امام جعفر صادق تشریف لائے اور منصور کے پاس آکر بیٹھ گئے، منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ امام جعفر صادق تشریف فرما ہیں، جب واپس چلے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا کہ میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا۔ دربان بولا خدا کی قسم میں نے جعفر کو نہ آتے دیکھا ہے نہ جاتے، بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔[1]

منصور کا محل اور اژدہا

منصور کے ایک دربان کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز منصور کو نہایت غمگین و پریشان دیکھ کر کہا۔ اے خلیفہ! آپ کیوں فکر مند ہیں؟ اس نے کہا میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو سر دادیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا

---

[1] شواہد النبوۃ ص ۲۳۰۔

ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے؟ اُس نے کہا جعفر بن محمدؑ۔ میں نے کہا وہ تو ایسی ہستی ہے۔ جو اللہ کی عبادت میں محو رہتی ہے۔ اُسے دُنیا کا کوئی لالچ نہیں۔ خلیفہ بولا مجھے معلوم ہے کہ تم اس سے کچھ ارادت و عقیدت رکھتے ہو۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں اُس کا کام تمام نہ کر دوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

چنانچہ اُس نے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ جونہی جعفر آئے میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا تم اُسے قتل کر دینا۔ پھر حضرت جعفر صادق کو بلایا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیرِ لب کچھ پڑھ رہے ہیں، جس کا مجھے پتہ نہ چل سکا، لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ کیا کہ منصور کے محلات میں ارتعاش پیدا ہو گیا وہ محل سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے، اُس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ براندام، برہنہ سر، برہنہ پا، حضرت جعفر صادق کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور کہنے لگا اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیسے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھے بلایا اور میں آ گیا، پھر کہنے لگا کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بس تم مجھے یہاں نہ بلایا کرو۔ میں جب خود چاہوں آ جایا کروں گا۔ آپ اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو منصور نے اُسی وقت جامہ خواب طلب کیے اور رات گئے تک سوتا رہا، یہاں تک کہ اُس کی نماز قضا ہو گئی۔ جب بیدار ہوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا جس وقت میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام کو بلایا تو میں نے ایک اژدہا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر، وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان سے کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اگر تم نے جعفر صادق کو کوئی نقصان پہنچایا تو میں تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس پر میری حالت غیر ہو گئی۔ دربانی کہتا ہے میں

نے کہا یہ جادو یا سحر نہیں ہے یہ تو اسم اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔

حکم بن عباس کلبی کا انجام

جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو حکم بن عباس کلبی کا کلام جو آپ کے چچا زید کے متعلق تھا پہنچا کہ

صَلَبْنَا لَكُمْ زَيْدًا عَلٰى جِذْعِ نَخْلَةٍ
وَلَمْ اَرَ مَهْدِيًّا عَلَى الْجِذْعِ يُصْلَبُ

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی دے دی۔ میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا جس کو تنے پر پھانسی دی جائے۔

وَقِسْتُمْ بِعُثْمَانَ عَلِيًّا سَفَاهَةً
وَعُثْمَانُ خَيْرٌ مِّنْ عَلِيٍّ وَّاَطْيَبُ

تم نے حماقت کے باعث علیؓ کو عثمانؓ سے بڑھا دیا، حالانکہ عثمان علیؓ سے زیادہ پاکیزہ اور بہتر تھے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ ۔۔ اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے ۔۔ تو اسے ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔

◎ شواہد النبوۃ میں علامہ جامی نے اس طرح لکھا ہے ۔۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ كَاذِبًا فَسَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ ۔۔ اے اللہ اگر تیرا بندہ واقعی جھوٹا ہے تو اس پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے ۔۔ حکم بن عباس کلبی کو بنوامیہ نے کوفہ بھیج دیا، لیکن راستہ میں شیر نے اُسے پھاڑ دیا، جب یہ خبر

حضرت امام جعفر صادق کو پہنچی تو آپ نے سجدے میں سر رکھ کر کہا ـــ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْجَزَ لَنَا مَا وَعَدَنَا ـــ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کیا۔

(نور الابصار ص ۱۴۶/۱۴۷، صواعق محرقہ ص ۳۰۶، شواہد النبوۃ مترجم ص ۳۲۶/۳۲۵)

منصور اور مکھی

احمد بن عمر بن مقدام رازی کا کہنا ہے کہ منصور عباسی کے منہ پر مکھی بیٹھ گئی اس نے اس کو اڑایا وہ پھر بیٹھ گئی حتیٰ کہ مکھی کے بار بار بیٹھنے سے منصور تنگ آ گیا اور اس وقت اس کے پاس حضرت امام جعفر صادق بھی تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ لِمَ خَلَقَ اللّٰہُ الذُّبَابَ ـ اے ابو عبداللہ، اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا فرمایا ہے ـ آپ نے فرمایا لِیُذِلَّ بِہٖ الْجَبَابِرَۃَ ـ تاکہ اس کی وجہ سے جابروں کو ذلیل کرے یہ سن کر منصور خاموش ہو گیا۔[1]

وفات

ابن صباغ نے کہا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق بن باقر ۱۴۸ھ شوال میں فوت ہوئے آپ کی عمر شریف ۶۸ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ منصور کے عہدِ امارت میں زہر سے فوت ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئے جہاں آپ کے والدِ گرامی امام محمد الباقر، دادا امام سجاد امام زین العابدین

---

[1] نور الابصار ص ۱۴۸۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں[1]

◎ شواہد النبوۃ میں ہے کہ آپ کی ولادت بروز پیر ماہِ ربیع الاول شریف کے آخری عشرہ میں ہوئی۔ اور وفات بروز پیر نصف رجب المرجب کو مدینہ منورہ ہوئی۔

اولاد

نور الابصار میں چھ، علامہ شہرستانی نے پانچ اور روضۃ الشہداء میں آپ کے صاحبزادے سات ہیں۔

صاحبزادے

① حضرت محمد ② حضرت اسماعیل

③ حضرت عبد اللہ ④ حضرت موسیٰ کاظم

⑤ حضرت اسحاق ⑥ حضرت عباس

⑦ حضرت علی عریضی

آپ کی نسل پانچ بیٹوں سے چلی، موسیٰ کاظم، اسماعیل، محمد اسحاق اور علی عریضی۔ راقم الحروف کا شجرۂ نسب سیدنا علی عریضی کے ساتھ جا کر ملتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

صاحبزادی

آپ کی صاحبزادی صرف ایک ہیں اُن کا اسم گرامی فروہ ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

---

[1] نور الابصار ص ۳۹

امام موسیٰ کاظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

موسیٰ کاظم کی شاہی ہے کونین پر | راج ہے ابنِ حیدر کا دارین پر
اُن کی صورت ہے سراپا حسنین پر | ابنِ خاتونِ جنت کی کیا بات ہے

مختصر

سیدالسادات، نواسۂ اشرف البریات، صاحبِ کشف و کرامات قطبِ زمانہ، عالمِ یگانہ، کوکبِ چرخِ شرافت، صاحبِ علم، وارثِ حلم، حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساداتِ بنو زہراء میں ایک نمایاں شخصیت کے مالک تھے۔ آپ علم و معرفت اور فضل و کمال میں امام جعفر صادق کے وارث تھے۔ آپ کو کثرت سے درگزر کرنے اور حلم اختیار کرنے کی وجہ سے کاظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ اہلِ عراق کے نزدیک ——— بَابُ قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عِنْدَ اللّٰہِ[1] ——— (اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضروریات کو پورا کرنے والا دروازہ) کے نام سے مشہور ہیں آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم، عابد، سخی تھے۔ اہلِ علم نے آپ کو امام کبیر القدر، یکتائے زمانہ، حجۃ الاسلام کہا ہے۔ آپ بہت بُردبار اور شب زندہ دار تھے۔ آپ ساری ساری رات نماز میں اور دن روزے کی حالت میں گزارتے تھے۔

---

[1] الصواعق المحرقۃ، ص ۳۰۷

نام ۔ موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب۔

القاب ۔ کاظم۔ صابر۔ صالح۔ امین۔ مشہور ترین لقب کاظم ہے۔

کنیت ۔ ابوالحسن ہے۔

شاعر ۔ آپ کا شاعر سید حمیری تھا۔

چوکیدار ۔ آپ کے چوکیدار کا نام محمد بن فضل تھا۔

انگوٹھی ۔ آپ کی انگوٹھی پر "اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ" نقش تھا۔

والدہ ۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی "حمیدہ بربریہ" ہے۔

ولادت ۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸ھ بروز اتوار ۱۰ صفر المظفر کو "ابوا" کے مقام پر جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

کاظم

آپ کا مشہور ترین لقب کاظم ہے۔ کاظم۔ غصہ کو پینے والا اور درگزر کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ حلم و بردباری کا ایک بہت بڑا پہاڑ اور جود و سخا کا ایک وسیع سمندر تھے۔ آپ کے اندازِ سخاوت کو دیکھ کر ہی اہلِ عراق نے آپ کے دروازہ حوائج الی اللہ کا نام دیا تھا۔ علامہ شبلنجی شافعی لکھتے ہیں ۔

وَهُوَ الْمَعْرُوْفُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِرَاقِ بِبَابِ الْحَوَائِجِ اِلَى اللّٰهِ ۔ اور وہ عراق والوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف حاجتوں کا دروازہ مشہور ہیں ۔ وَذٰلِكَ لِنَجْحِ قَضَاءِ حَوَائِجِ الْمُتَوَسِّلِيْنَ بِهٖ[1] جو لوگ آپ کو وسیلہ بنا کر حاجت پیش کرتے انکی

---

[1] نور الابصار ص ۲۰۴ صواعق محرقہ ص ۲۰۶۔

حاجتیں پوری ہو جاتی تھیں۔

ذرّیت رسولؐ

ایک مرتبہ وقت کے حکمران، بادشاہ ہارون رشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کس طرح کہتے ہیں کہ ہم اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حالانکہ تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو، لوگ اپنے دادوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں نانوں کی طرف منسوب نہیں ہوتے۔

جواب:۔ حضرت امام موسیٰ کاظم نے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى [1] ۔ اور اُس کی اولاد سے داؤد اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ نیکوکاروں کو۔ اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ (علیہم السلام) آپ نے فرمایا دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صرف اپنی والدہ کی جہت سے لاحق ہیں، اسی طرح ہم بھی اپنی والدہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ٹھہرے۔ آپؑ نے ہارون رشید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ہم میں ایک اور بھی فضیلت پائی جاتی ہے۔ پھر بطور دلیل آپ نے آیت مباہلہ تلاوت فرمائی۔

---

[1] پارہ ۷، سورۃ انعام آیت نمبر ۸۵۔

آیت مباہلہ کی تلاوت

فرمانِ خداوندی ہے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ[1] پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں اس کے بعد کہ تمہیں علم آچکا، تو اُن سے فرما دو، کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں۔

نجرانی عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کے وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ، حضرت علی، امام حسن و حسین کے سوا کسی کو نہ بلایا لہٰذا قرآنی حکم کے مطابق امام حسن امام حسین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔[2]

یہ کون تھا؟

ابن جوزی نے اپنی کتاب "مثیر الغرام الساکن الی اشرف الاماکن" میں جنابذی نے "معالم العترة النبوة" میں رامہرمزی نے اپنی کتاب "کرامات الاولیاء" میں حاتم بن حاتم اصم سے روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا مجھے شفیق بلخی نے کہا کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کرنے گیا، میں قادسیہ میں ٹھہرا اور

---

[1] سورۂ آل عمران (پارہ ۳) آیت نمبر ۶۱

[2] نور الابصار ص ۱۴۹۔

لوگوں کا حج کو جانا اور ان کی زینت اور کثرتِ ہجوم دیکھ رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی جس کا رنگ گندمی اور بدن کمزور تھا، اُس کے لباس پر صوف (اون) کا کپڑا تھا جس میں وہ لپٹا ہوا تھا۔ اُس کے پاؤں میں جوتی تھی اور وہ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ شقیق کہتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص صوفی ہے، لوگوں کے ساتھ حج کو جانا چاہتا ہے۔ یہ راستہ میں اُن کے لیے بوجھ ثابت ہوگا۔ کہتے ہیں، میں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اُسے سخت اور ثقیل الفاظ میں کچھ کہتا ہوں۔ اور میں اُس کی طرف چل پڑا۔ جب مجھے اپنے قریب آتے دیکھا تو اُس نے کہا — یَا شَقِیقُ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ — اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ [1] — اے شقیق، بدگمانی سے بچنا چاہیئے — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بعض بدگمانیاں سخت گناہ ہوتی ہیں۔"

پھر مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ عجیب امر ہے جو کچھ میرے دل میں تھا وہ کہہ کر چلا گیا، پھر میرا نام بھی لیا یہ کوئی نیک شخص ہے اسے ضرور ملنا چاہیئے اور اس سے دعا کراؤں اور اپنے ظن و گمان کو معاف کراؤں، پر وہ مجھ سے ایسا غائب ہوا کہ میں اُسے نہ دیکھ سکا۔

جب ہم "وادی فیضہ" میں پہنچے تو وہ شخص کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اپنی بدگمانی معاف کراتا ہوں۔ میں اُن کے قریب گیا، دیکھا کہ نماز کی حالت میں اُن اعضاء مضطرب اور آنسوؤں کی بارش ہو رہی ہے۔ پھر وہ نماز سے فارغ ہوا اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا — وَاِنِّیْ

---

[1] پارہ ۲۶ سورۂ حجرات آیت ۱۲۔

لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى [1]۔ اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا اور پھر ہدایت پر رہا ۔ شفیق کہتے ہیں۔ مندرجہ آیت کی تلاوت کے بعد اُٹھا اور مجھے وہیں چھوڑا اور چلا گیا۔ میں نے دل میں کہا یہ نوجوان ابدال میں سے ہے۔ جو میرے بھید میں مجھے بتا رہا ہے۔ جب ہم "ابواء" پہنچے تو وہ نوجوان کنوئیں پر کھڑا ہے۔ میں نے اُسے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں پانی کا ایک کوزہ ہے۔ اُس کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر گیا تو اُس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

اَنْتَ شُرْبِيْ اِذَا ظَمِئْتُ مِنَ الْمَاءِ
وَقُوْتِيْ اِذَا اَرَدْتُ طَعَامًا [2]

تو ہی پلانے والا ہے جب میں پانی کا پیاسا ہوں اور تو ہی روزی دینے والا ہے۔"

پھر اس نے کہا اے میرے اللہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں تو اس کوزے کو مجھ سے معدوم نہ کر ۔ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ قَدِ ارْتَفَعَ اِلٰى رَأْسِ الْبِئْرِ وَالرَّكْوَةُ طَافِيَةٌ عَلَيْهِ [3] فَمَدَّ يَدَهٗ فَاَخَذَهَا ۔ خدا کی قسم میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ کنوئیں کے سر پر آ گیا ہے اور کوزہ پانی پر تیر رہا تھا اُس نوجوان نے ہاتھ لمبا کرکے کوزہ پکڑا۔ اور اُس سے وضو کرکے چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر ریت کے ٹیلے کی طرف چلا گیا اور اپنے ہاتھ

---

[1] پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت ۸۲۔

[2]، [3] ایضاً۔

اکٹھے کر کے اس کوزے میں ڈال کر اُن کو حرکت دیتا رہا اور پانی پیتا رہا۔ میں اُس کے پاس گیا اور سلام کہا۔ اُس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو انعام فرمایا ہے اُس سے کچھ بچا ہوا مجھے عنایت کریں۔ پھر مجھے کوزہ دیا۔ میں نے اُس سے پیا۔ اُس میں میٹھے ستو تھے۔ خدا کی قسم ایسے لذیذ اور خوشبودار ستو میں نے کبھی نہیں پیئے۔ میں اُن ستوؤں سے ایسا سیر ہوا کہ کئی دن گزر گئے۔ مجھے کھانے پینے کی قطعی خواہش نہ رہی۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا ـ

—— یَا شَقِیْقُ لَمْ تَزَلْ نِعَمُ اللّٰہِ عَلَیْنَا ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً[1]

—— اے شقیق ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ شقیق کہتے ہیں پھر میں نے اُسے نہ دیکھا۔ حتیٰ کہ ہم مکہ پہنچے اور میں نے اُس نوجوان کو آدھی رات آب زمزم کے پاس خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا۔ طلوع شمس کے بعد وہ باہر جانے لگا تو میں بھی اُس کے پیچھے باہر نکلا تاکہ اُسے سلام کروں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کی ایک جماعت نے اُسے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے گھیر رکھا ہے۔ میں نے اُن میں سے ایک شخص سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اُس نے کہا یہ امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ہیں۔

سیاہ جبّہ

عبداللہ بن ادریس نے ابن سنان سے روایت کی کہ ایک دفعہ ہارون نے علی بن یقطین کو بطور اکرام فاخرانہ عمدہ لباس بھیجا اُس لباس میں ایک سیاہ جبّہ

---

[1] صواعق محرقہ صفحہ ۲۰۲۔

تھا جو خلفاء کے لباس جیسا تھا اور سونے سے بنا ہوا تھا وہ علی بن یقطین نے موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو نذرانہ پیش کیا۔ جو آپ نے اُسے واپس کرتے ہُوئے لکھا۔ کہ اسے محفوظ رکھو اور اپنے ہاتھ سے اسے ضائع نہ کرنا۔ عنقریب تیرے لیے اس میں فائدہ ہوگا۔ جس کا تو محتاج ہوگا۔ علی بن یقطین کو جُبّہ کی واپسی سے کچھ شک گزرا لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ حضرت کے اس کلام کا سبب کیا ہے؟ اُس نے وہ سیاہ جُبّہ محفوظ رکھا اور اُسے تھیلہ میں رکھ کر اس پر مہر لگا دی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ علی بن یقطین اپنے غلام سے ناراض ہو گئے جو اُن کے خصوصی اُمور سرانجام دیتا تھا۔ اور اُن پر وہ مطلع تھا علی نے اس کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا اور کسی وجہ سے اس کو اپنی ملازمت سے دور کر دیا۔

اس کے غلام نے ہارون الرشید کے پاس علی بن یقطین کی غیبت کی اور کہا علی موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل ہے اور ہر سال اُن کی طرف اپنے مال کی زکوٰۃ، ہدایا اور تحائف بھیجتا ہے۔ اس سال بھی زکوٰۃ وغیرہ اور وہ سیاہ جبّہ بھی ان کو بھیجا ہے، جو امیر المومنین نے فلاں وقت اس کو بطور اکرام دیا تھا ہارون رشید یہ سُن کر غصہ سے بھر گیا اور کہا میں اس کی وضاحت کرتا ہوں اگر یہی حال ہے جو تم نے کہا ہے، تو میں اس کی روح نکال دوں گا۔[1]

قاضی ابُو یوسف اور امام محمدؒ

جناب اسحاق بن عمار سے روایت ہے جو علامہ شبلنجی نے الفصول المهمہ سے نقل کی ہے کہ جب ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ

---

[1] نور الابصار ص ۱۵۰۔

تعالیٰ عنہ کو قید کر دیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں شاگرد ۔ قاضی ابو یوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیل میں آپ کے پاس گئے اور آپ کی خدمت میں سلام پیش کر کے بیٹھ گئے ۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ فقہی مسائل کے بارے سوال کریں تاکہ آپ کی فقاہت کا اندازہ کریں اسی اثنا میں بندی خانے میں ڈیوٹی دینے والا سپاہی آیا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے میں انشاء اللہ کل آؤں گا ۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرما دیں ۔ میں کل لیتا آؤں گا ۔ آپ نے فرمایا جاؤ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے ۔ پھر آپ نے قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن سے فرمایا تعجب ہے کہ یہ شخص مجھے کہتا ہے کہ میں اسے شئی کی تکلیف دوں اور وہ اُسے کل لیتا آئے ، حالانکہ ـــ وَهُوَ مَيِّتٌ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ ـــ وہ اسی رات مر جائے گا ۔ یہ سن کر دونوں امام فقہی سوال کرنے سے رک گئے ۔ اور اٹھ کر واپس تشریف لے گئے اور امام موسیٰ کاظم سے کوئی سوال نہ کیا ، اور کہنے لگے ہم نے فرض وسنت سے متعلق سوال کا ارادہ کیا تھا ـــ فَاَخَذَ يَتَكَلَّمُ مَعَنَا فِي الْغَيْبِ ـــ اور وہ ہمارے ساتھ علم غیب میں باتیں کرنے لگے ۔ خدا کی قسم ہم اس شخص کے پیچھے کسی کو بھیجتے ہیں جو اس کے دروازہ پر رات بسر کرے اور دیکھے کہ اس کا کیا حال ہوتا ہے ۔ چنانچہ فقہ کے دونوں اماموں نے ایک شخص کو بھیجا جو اس شخص کے دروازہ پر جا کر بیٹھ جائے ۔ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو سپاہی کے گھر والوں کے رونے کی آواز بلند ہوئی ۔ جب گھر والوں نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا ـــ مَاتَ صَاحِبُ الْبَيْتِ ـــ صاحب خانہ اچانک مر گیا ہے ۔ دروازے پر بیٹھنے والا قاضی ابو یوسف اور امام محمد کی طرف واپس لوٹا اور ان کو سپاہی کے مرنے کی خبر دی ، جس سے دونوں

حضرات سخت حیران ہوئے۔ (نور الابصار ص ۱۵۰)

مولا علی نے خواب میں فرمایا

علامہ ابن حجر مکی نے مسعودی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رشید نے آپ کو قید میں ڈال رکھا تھا تو رشید نے خواب میں مولا علی کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک برچھی ہے اور آپ ہارون رشید سے فرمارہے ہیں۔ اِنْ تَفْعَلْ تُخَلِّ عَنِ الْكَاظِمِ وَالْاَنْحَسَ تُلْكَ بِهٰذِہٖ ۔۔۔ اگر تو نے کاظم کو رہا نہ کیا تو میں تمہیں اس برچھی سے ذبح کر دوں گا ۔۔ یہ دیکھ کر ہارون رشید خوف کے ساتھ بیدار ہوا اور اسی وقت اپنے پولیس افسر کو انہیں آزاد کرنے کے لیے بھیجا اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی اور کہا میری طرف سے آپ کو یہاں ٹھہرنے یا مدینہ منورہ چلے جانے کا اختیار ہے۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا آپ کے متعلق یہ عجیب وغریب بات دیکھی ہے۔

(صواعق محرقہ۔ ص ۳۰۸)

سخاوت

سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عابد، عالم، ہاتھ کے سخی اور دل کے کریم تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ کے فقراء کو نہ پاتے تو رات کو ان کے گھروں میں درہم و دینار لے جاتے اور ایسے دیگر اخراجات اُن کو پہنچاتے اور اہل مدینہ نہ جانتے تھے کہ یہ تمام اشیاء ومصارف اُن کے پاس کدھر سے آتے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد اُن لوگوں کو علم ہوا کہ یہ تمام چیزیں نواسۂ رسول کی طرف سے ملتی تھیں۔ (نور الابصار ص ۱۵۱)

دعا

آپ کثرت کے ساتھ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الرَّاحَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ: ۔ اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے موت کے وقت راحت اور حساب کے وقت معافی چاہتا ہوں۔ (نور الابصار)

دلوں کا امام

ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظمؓ کو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا تو وہ شخص ہے، جس کی لوگ پوشیدہ طور پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اَنَا اِمَامُ الْقُلُوْبِ وَاَنْتَ اِمَامُ الْجُسُوْمِ ۔ میں دلوں کا امام ہوں تو جسموں کا امام ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۳۰۹)

ابا جان

مدینہ منورہ میں روضۂ رسول کی حاضری کے وقت امام موسیٰ کاظم اور بادشاہ ہارون الرشید دونوں اکٹھے ہو گئے تو ہارون الرشید نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بارگاہ میں ان الفاظ میں سلام پیش کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ عَمِّ[1] اے چچا کے بیٹے آپ پر سلام ہو۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظم نے ان الفاظ میں سلام پیش کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتِ ۔

---

[1] خیال رہے کہ ہارون رشید عباسی حضورؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھا۔

اے میرے ابا جان آپ پر سلام ہو یہ سن کر رشید نے کہا اے ابوالحسن یہ فخر و شرف حقیقت پر مبنی ہے اس کے باوجود وہ اس حقیقت کو برداشت نہ کر سکا اور آپ کو قید کر کے بغداد لے گیا اور زندان میں ڈال دیا اور اس بندی خانہ سے آپ بیڑیاں پہنے ہوئے وصال فرما کر ہی نکلے۔ (صواعق محرقہ ص ۳۰۹)

وفات

حضرت امام موسیٰ کاظم کی وفات بھی زہر سے ہوئی آپ کو کھانے میں زہر ملا کر کھلایا گیا تھا بعض نے کہا ہے کھجوروں میں زہر ملایا گیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۸۳ھ بروز جمعہ ۲۵ رجب المرجب ہارون رشید کی قید میں ہوئی۔

اولاد

آپ کی اولاد ۳۷ افراد پر مشتمل ہے۔ علی رضا، عباس، قاسم، اسمٰعیل، جعفر ہرون، حسن، عبداللہ، اسحاق عبداللہ، زید، حسن، احمد محمد، فضل سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

صاحبزادیاں

فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ رقیہ، حلیمہ، اُمّ اسماء، رقیہ صغریٰ، اُمّ کلثوم، میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ پوری تعداد شمار نہیں۔ (نورالابصار)

امام علی رضا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہیں امام رضا سید و تاج ور	جس کے چہرے کے شیدا ہیں شمس و قمر
کھا کے زہر ہلاہل بھی جو چپ رہا	اُس شہ استقامت کی کیا بات ہے

مختصر

سلطان اقلیم رضا جوشش مرتضیٰ، قوت خلِ اتیٰ، شیر شیر خدا، پرتو مجتبیٰ، نور شہ کربلا، نجم آل عبا، آسمان ولا، بحر جود و سخا، حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ صاحب علم و عرفان، تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ آپ ذہین عالم دین، پختہ یقین اور نہایت اعلیٰ قسم کی یادداشت کے حامل و امین تھے۔ یوں سمجھیں کہ آپ بیت اہل بیت کی قندیل نور بار تھے۔

نام:۔ آپ کا اسم گرامی علی اور کنیت۔ ابوالحسن تھی۔

القاب:۔ آپ کے القاب رضا، صابر، زکی اور ولی تھے۔

باپ:۔ آپ کے والد امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن علی زین العابدین

والدہ:۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی نجمہ ام البنین اور کہی خیزران ہے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۱۴۸ھ ۱۱ ربیع الاول (بعض نے ربیع الثانی لکھا ہے) بروز جمعرات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

رضا:۔ آپ کا سب سے زیادہ مشہور لقب رضا ہے۔ مامون الرشید نے آپ کو الرضا من آل محمد ﷺ کا لقب دیا۔[1]

---

[1] تاریخ ابن خلدون

رنگ:۔ آپ کا رنگ اپنی والدہ ماجدہ پر تھا۔ آپ کی والدہ کا رنگ درمیانہ کالا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا

آپ ایک دن حمام میں داخل ہوئے اور ابھی حمام میں ہی تھے کہ ایک فوجی حمام میں داخل ہوا اور آپ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر کہا ۔ صُبَّ عَلٰی رَاْسِیْ یَا اَسْوَدُ۔ او کالے میرے سر پہ پانی ڈال آ آپ نے اس کے سر پہ پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک شخص جو حضرت کو پہچانتا تھا وہ بلند آواز سے چلایا ۔ ارے او فوجی تو ہلاک ہو جائے۔ ۔ اَتَسْتَخْدِمُ اِبْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ کیا تو نواسہ رسول سے خدمت کرا رہا ہے۔

وہ فوجی فوراً آپ کی طرف متوجہ ہوا ۔ یُقَبِّلُ رِجْلَیْہِ ۔ آپ کے دونوں پاؤں چوم کر بولا ۔ جب میں نے آپ سے یہ کلام کہا تو آپ نے میری نافرمانی کیوں نہ کی ۔ آپ نے فرمایا یہ ثواب کا کام نافرمانی کیوں کرتا اور پھر یہ شعر پڑھا۔

وَلَیْسَ لِیْ ذَنْبٌ وَلَا ذَنْبَ لِمَنْ
قَالَ لِیْ یَا عَبْدُ اَوْ یَا اَسْوَدُ [1]

"میرا گناہ نہیں اور نہ اس کا گناہ ہے جس نے مجھے کہا اے غلام! اے کالے"

آپ نے دوسرے شعر میں فرمایا! گناہ صرف اس شخص کا ہے جس نے مجھے اندھیرے میں رکھا وہ شخص تعریف کے لائق نہیں ہے۔

---

[1] نور الابصار ص ۱۵۲۔

شاعر: آپ کے شاعر کا نام دعبل خزاعی ہے۔
چوکیدار: آپ کے چوکیدار کا نام محمد بن فرات ہے۔
انگوٹھی: آپ کی انگوٹھی پر "حسبی اللہ" نقش تھا۔
معاصر: آپ کے زمانے کے بادشاہ امین اور مامون ہیں۔

تیسرے علی

شیخ کمال الدین بن طلحہ نے کہا۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب اور علی زین العابدین) بن حسین گزر چکے۔ یہ علی رضا ہیں جو تیسرے علی ہیں۔

آپ کے دوست

آپ کے دوستوں میں دو نام مشہور ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جناب سری سقطی نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔[1]

طرزِ عطا

محمد بن یحیٰی فارس سے روایت ہے کہ ابو نواس نے ایک دن امام علی رضا کو دیکھا جب کہ آپ ایک خوبصورت خچر پر سوار مامون سے ملاقات کر کے باہر تشریف لا رہے تھے۔ اس نے آپ کے قریب ہو کر سلام عرض کیا اور ساتھ یہ بھی کہا اے رسولِ خدا کے بیٹے! میں نے آپ کی مدحت میں چند اشعار کہے ہیں اگر آپ وہ سُن لیں تو مجھے خوشی ہو گی۔ آپ نے فرمایا سناؤ۔ ابو نواس نے

---

[1] صواعق محرقہ ص ۳۱۹۔

شعر سنائے، جن میں آپ کے حسب و نسب، مقام و مرتبت اور شان و عظمت کی بلندیوں کا ذکر تھا۔ امام رضا نے فرمایا۔ اے ابو نواس، اس طرح کے شعر کسی نے نہیں کہے، اور پھر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مصارف اور اخراجات سے زائد تمہارے پاس کتنی رقم ہے۔ غلام نے عرض کیا بندہ نواز تین سو دینار ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ وہ سب ابو نواس کو دے دو ابو نواس جب گھر جانے لگا تو آپ کے خیال میں یہ بات آئی کہ شاید ابو نواس اس رقم کو قلیل سمجھ رہا ہے۔ تو آپ نے فوراً غلام کو حکم دیا کہ جاؤ یہ خوبصورت خچر کو بھی ابو نواس کو دے آؤ۔ (نور الابصار)

ولی عہدی

تاریخ کی تمام کتابوں مامون الرشید کا امام علی رضا کو سلطنت کا ولی عہد مقرر کرنا لکھا ہے اور مورخین نے اس کی تفصیل اپنے اپنے اسلوب انداز میں بیان کی ہے۔ رسول دوجہاں اور آپ کی اولاد سے پرخاش و کدورت کو اپنے سینوں میں چھپا کر رکھنے والوں نے اس پر مختلف انداز میں حاشیہ آرائی کی ہے۔ بعض نے اس امر کو محبت اہل بیت کی دلیل قرار دیا ہے اور بعض نے مامون کے عقیدۂ تفضیل علیؑ کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ راقم کے تصور میں بھی یہ بات کئی مرتبہ آئی کہ مامون رشید نے پتہ نہیں کیوں اور کس خیال کے تحت حضرت امام رضا کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور پھر بڑے دھوم دھڑے سے آپ کی ولی عہدی کا اعلان کر کے اپنے زیر نگیں علاقوں کی طرف یہ دائمہ فرمان جاری کیا اور ساتھ ہی اپنی بیٹی اُم حبیب کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کر دیا۔ کتب تاریخ میں اس کے پس منظر میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی کہ فلاں مجبوری کے تحت ایسا کیا گیا۔ اس دور

ملوکیت کی سیاسیات کا قریب سے مطالعہ کرنے والے اہل نظر ان امور کو دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے کہ جو شخص اقتدار پر مکمل قبضہ کی خاطر شریک اقتدار بھائی کو قتل کر سکتا ہے، وہ نو ہاشم کے کسی شخص کو شریکِ اقتدار کس طرح دیکھ سکے گا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ تمام امور کسی عقیدت کے تحت تھے؟ یا امام رضا کا اولادِ رسول ہونا اس امر کا سبب بنا یا آپ کے علم و فضل اور کمالات ولایت کو دیکھتے ہوئے ایسا مشکل فیصلہ کیا گیا یا یہ کہ ماموں کی رگِ انصاف پھڑک اٹھی کہ اسلامی ریاست کی خلافت علی منہاج النبوۃ کا رنگ بغیر امام علی رضا کے دوبارہ نہیں آ سکتا — یہ تمام خیالات ماموں رشید کے ذہن میں آنا ممکن ہے؛ لیکن بعد کے حالات و واقعات ان تمام باتوں کی نفی کرتے ہیں — جو بات قریب قیاس وہ یہ ہے کہ بنو عباس کے حکمرانوں نے آلِ رسول پر جو مظالم توڑے اور باکمال اہل علم افراد کو چن چن کر قتل کیا اس سے مسلمانوں کے طبقوں میں عباسیوں سے نفرت کے الاؤ ابل رہے تھے جنہیں ٹھنڈا کرنا خاندانی اقتدار کے دوام کے لیے بہت ضروری تھا — کیونکہ اگر کوئی نیک جذبہ کارفرما ہوتا تو امام رضا کو انگوروں میں زہر دے کر بے کسی کے عالم میں موت کی وادیوں میں نہ دھکیلا جاتا۔

اٹھارہ عدد کھجوریں

حاکم ابو عبداللہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابو حبیب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں، جہاں ہر سال ہمارے شہر کے حاجی آتے ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور

آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور آپ کے پاس ایک تھال دیکھا جس میں صیحانی کھجوریں تھیں آپ ان میں سے مجھے مٹھی بھر کے عنایت کیں میں نے ان کو شمار کیا، تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ میں ہر کھجور کے بدلہ ایک سال زندہ رہوں گا۔

جب بیس روز گزرے اور میں اپنی زمین میں تھا جو کاشت کے لیے تیار کی جا رہی تھی کہ میرے پاس ایک شخص نے آکر خبر دی کہ ابوالحسن علی رضا تشریف لائے ہیں اور اُس مسجد میں ٹھہرے ہیں۔ اور لوگ ہر طرف سے وہاں جا رہے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں میں بھی اُدھر روانہ ہو گیا تو آپ اُسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کے نیچے اسی قسم کی چٹائی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھی ہوئی تھی اور اُن کے آگے مدینہ منورہ کے برتنوں سے ایک تھال رکھا ہوا تھا، جس میں صیحانی کھجوریں تھیں۔

میں نے سلام عرض کیا، آپ نے جواب دیا اور مجھے قریب بلا کر ان کھجوروں سے مٹھی بھر کر کھجوریں دیں، میں نے وہ شمار کیں تو اتنی تعداد میں وہ کھجوریں تھیں، جتنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عنایت فرمائی تھیں۔ میں نے عرض کیا حضور اور عنایت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ لَوْ زَادَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَزِدْتُكَ ۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دیتے تو میں بھی زیادہ کر دیتا۔ (نور الابصار ص ۱۵۲)

وصیت کا حکم

حاکم نے اپنی اسناد کے ساتھ سعد بن سعید سے روایت کی کہ امام علی رضا نے ایک شخص کو دیکھا اور اُسے فرمایا۔ یا عَبْدَ اللّٰهِ اَوْصِ لِمَا تُرِيْدُ

استعد لما بد منہ ۔ اے اللہ کے بندے جو وصیت کرنا
بنتے ہو کر لو۔ اور اس کے لیے تیاری کرو جس سے چھٹکارا نہیں (یعنی موت
کی تیاری کرو) ۔ فمات الرجل بعد ثلاثۃ ایام
چنانچہ وہ شخص تین دن بعد مرگیا۔ (نور الابصار ص ۱۵۹)

بھائی کو بھائی قتل کرے گا

حسین بن یسار سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام علی رضا نے فرمایا
۔ ان عبد اللہ یقتل محمداً ۔ کہ عبداللہ محمد کو قتل کرے گا
بن یسار کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا عبداللہ بن ہارون محمد بن ہارون کو قتل
کرے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ عبداللہ مامون الرشید، محمد امین کو قتل کرے گا۔

(نور الابصار ص ۵۹)

جوڑا پیدا ہوگا

جعفر بن صالح سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں امام علی رضا کے پاس حاضر
ہوا اور عرض کیا میری بیوی محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے (محمد بن سنان امام
رضا کے خاص ساتھی تھے) حضور وہ میری حاملہ ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ لڑکا عطا
فرمائے۔ آپ نے فرمایا ۔ جوڑا پیدا ہوگا۔ کہتے ہیں میں وہاں سے واپس ہوا
اور دل میں کہا ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھوں گا (میرا یہ خیال آپ
پر کشف ہوا) تو مجھے آپ نے واپس بلایا، میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ایک کا نام
علی اور دوسری کا نام اُمِّ عمرو ہے۔ جب میں کوفہ آیا میری بیوی نے جوڑے کو جنم
دیا جو ایک لڑکا اور دوسری لڑکی تھی۔ میں نے لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام اُمِّ عمرو

کہا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا میں نے اپنی والدہ سے پوچھا "ام عمرہ" کا کیا معنی ہے تو انہوں نے کہا تمہاری دادی کا نام ام عمرہ تھا۔ (نور الابصار ص ۱۵۱)

وفات

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے اور وہ خلیفہ عبد اللہ مامون کے خدام میں سے تھا اور سیدی رضا کی خدمت کرتا تھا۔ اس نے کہا ایک دن مجھے سیدی ابوالحسن رضا نے مجھے بلایا اور فرمایا ہرثمہ میں تجھے ایک امر کی اطلاع دیتا ہوں اسے صیغہ راز میں رکھنا اور میری زندگی میں اسے ظاہر نہ کرنا اگر تو نے اسے میری زندگی میں ظاہر کیا تو میں اللہ تعالیٰ کے پاس تیرے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ میں نے قسم کھائی کہ آپ کا راز آپ کی زندگی میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ فرمایا ہرثمہ سنو! میرا دنیا سے کوچ اور آباؤ اجداد سے لاحق ہونا مرتب ہو گیا ہے اور میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں انگور اور انار کے ٹکڑے کھاؤں گا اور فوت ہو جاؤں گا۔ خلیفہ کوشش کرے گا کہ میری قبر اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کے پیچھے بنائے، اللہ تعالیٰ اس پر قادر کرے گا مگر زمین سخت تر ہو جائے گی اس میں گورکن کام نہ کر سکیں گے اور وہ قبر نہ کھود سکیں گے۔

ہرثمہ سنو! فلاں لحد کی فلاں طرف میرے دفن کی جگہ ہے۔ آپ نے وہ جگہ معین فرمائی۔ جب میں فوت ہو جاؤں اور تجہیز و تکفین ہو جائے تو جو کچھ میں نے تجھے کہا ہے لوگوں کو اس کی خبر کر دینا، پھر تمہیں میری قدر معلوم ہو جائے گی اور اس کی بصیرت ہو گی۔ اور مامون سے کہنا جب مجھے چارپائی پر رکھا جائے تمہارے پاس ایک عربی شخص آئے گا جو اونٹنی پر سوار ہوگا وہ جنگل کی طرف سے دوڑتا آئے گا اور اپنی اونٹنی بٹھائے گا، پھر اس سے اتر کر میری نماز جنازہ پڑھائے گا تم سب نے

اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہوگی۔ جب تم میری نماز جنازہ سے فارغ ہو جاؤ اور مجھے مدفن کی طرف لے جایا جائے۔ جس کو میں نے معین کیا ہے تو اس زمین کی سطح سے تھوڑی سی مٹی اٹھاؤ گے تو ایک پوری کی پوری قبر نظر آئے گی۔ اس کے نیچے صاف میں سفید پانی ہوگا۔ جب پانی کے چند تھال بھر کر باہر کرو گے تو پانی بالکل خشک ہو جائے گا۔ وہ میرے دفن ہونے کی جگہ ہوگی۔ اس میں مجھے دفن کر دینا۔

ہرثمہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ اس کی فی الحال کسی کو خبر نہ دینا۔ ہرثمہ نے کہا۔ اللہ کی قسم زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ آپ نے خلیفہ کے پاس سے انار اور انگور کھا اور فوت ہو گئے۔

ابو صلت ہروی سے روایت ہے۔ اُس نے کہا میں علی رضا رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ جب کہ آپ مامون الرشید کی طرف سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ فرمایا۔ ابا صلت! انہوں نے کہا وہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور تمجید کہنا شروع کی۔ آپ اس کے بعد صرف دو دن ٹھہرے اور تیسرے روز فوت ہو گئے۔

ہرثمہ نے کہا جب خلیفہ مامون کو ابوالحسن رضا کی وفات کی خبر ملی تو میرے ساتھ اُن کے پاس گیا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں ایک رومال دیکھا۔ جب کہ وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا یا امیرالمومنین ایک بات ہے مجھے کہنے کی اجازت ہے۔ اُس نے کہا بیان کرو۔ میں نے وہ سارا واقعہ اول سے آخر تک خلیفہ مامون سے بیان کیا۔ جو مجھے سیدی علی رضا نے فرمایا تھا۔ یہ سن کر مامون حیران رہ گیا۔ پھر اس نے تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ پھر آپ کا جنازہ لے کر جنازہ گاہ کی طرف نکلے۔ ہم نے نماز میں تھوڑی سی تاخیر کی۔ اچانک ایک عربی شخص اونٹنی پر سوار جنگل کی طرف سے آیا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ وہ اونٹنی سے اترا اور کسی سے کلام نہ کیا اور نماز جنازہ پڑھانا شروع کی لوگ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔

خلیفہ مامون الرشید نے حکم دیا کہ اس عربی شخص کو تلاش کریں۔ مگر اس کا نشان تک نہ ملا اور نہ ہی اس کے اونٹ کا پتہ چلا۔

پھر خلیفہ مامون الرشید نے کہا کہ ہارون رشید کے پیچھے آپ کی قبر بنائیں تاکہ جو کچھ تمہیں کہا ہے "دیکھیں"، چنانچہ زمین مضبوط پتھر سے زیادہ سخت تھی لوگ قبر کھودنے سے عاجز آ گئے۔ سب حاضر لوگ ششدر رہ گئے اور جو کچھ میں نے مامون سے کہا تھا، وہ درست اور سچا ہوا۔

مامون الرشید نے کہا مجھے وہ مقام دکھائیں، جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا۔ میں اُن کو وہاں لے گیا۔ زمین کی سطح سے تھوڑی سی مٹی ہٹائی تو طبقات ظاہر ہونے لگے۔ ہم نے ان کو اٹھایا تو ایک عمارت شدہ قبر ظاہر ہوئی جس کے نیچے سفید پانی تھا۔ مامون نے اسے غور سے دیکھا پھر اسی وقت وہ پانی خشک ہو گیا۔ ہم نے اس قبر شریف میں سیدی علی رضا کو دفن کیا۔ اور طبقات اپنے حال پر واپس رکھ دیئے۔ خلیفہ نے جو کچھ دیکھا اور مجھ سے سنا تھا وہ اس سے متعجب ہوا اور افسوس کرتا ہوا نادم تھا۔

میں جب بھی تنہائی میں اس کے پاس ہوتا تو مجھے کہتا ہر ثمہ! ابوالحسن علی رضا نے تجھے کیسے فرمایا تھا۔ میں اس سے سارا واقعہ ذکر کرتا۔ وہ سن کر بہت افسوس کرتا اور کہتا۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔"[1]

آپ نے ۲۰۲ھ صفر کے آخر میں وفات پائی بعض کے نزدیک آپ کی عمر شریف ۵۵ سال تھی، آپ کی وفات سناباد گاؤں

---

[1] نور الابصار، ص ۱۵۹۔

ہیں ہوئی۔ جو خراسان میں طوس کے مضافات میں ہے۔ آپ کی قبر شریف ہارون الرشید کی قبر کے آگے ہے۔ (نور الابصار ص ۱۵۹)

اولاد

ابن خشاب نے اپنی کتاب "موالید اہل بیت" میں لکھا ہے کہ امام رضا کے پانچ بیٹے اور ایک صاحبزادی تھی۔ محمد، حسن، جعفر، ابراہیم اور صاحبزادی کا نام عائشہ ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

امام محمد تقی جواد

رضی اللہ عنہ

عکس حسنِ علی ہیں جو جواد ہے
جس کے مرقد سے آباد بغداد ہے
حشر تک جس کا در آباد ہے
اس کے فیض و کرامت کی کیا بات ہے

مختصر

حسن آلِ پیغمبر، فخر دودمانِ حیدر، خیر النساء کے اختر، محبوب ربّ اکبر پیشوائے سرداراں، سلطانِ عارفاں، قطبِ زماں حضرت سیدنا امام محمد جواد نقی رضی اللہ عنہ دنیائے طریقت کے نویں امام ہیں۔ آپ علم ظاہر و باطن کے عالم، صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کو ابو جعفر ثانی کہا جاتا تھا۔ دنیائے علم کے سلاطین آپ کے آگے زانوئے ادب و تلمذ تہ کرنا تصور کرتے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم جیسے نامور فقیہ بھی آپ کی فقاہت کا لوہا مان گئے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۱۹۵ھ رمضان کی ۱۹ تاریخ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بعض نے رجب المرجب لکھا ہے۔

نام:۔ آپ کا نام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر صادق بن امام محمد الباقر رضی اللہ عنہم

کنیت:۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ امام باقر کا نام محمد اور کنیت ابو جعفر ہے۔ نویں امام کی کنیت اور نام بھی پانچویں امام پر ہے۔

القاب:۔ آپ کے القاب قانع، مرتضیٰ، تقی اور جواد ہیں۔ مشہور ترین القاب جواد اور تقی ہیں۔

شاعر:۔ آپ کے شاعر کا نام حماد ہے۔
چوکیدار:۔ آپ کا چوکیدار عمر بن فرات تھا۔
انگوٹھی:۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش حَسْبِیَ اللّٰہُ و نِعْمَ الْوَکِیْل تھا۔
معاصر:۔ آپ معاصر مامون اور معتصم باللہ تھے۔

قدرت کا سمندر اور چھوٹی مچھلیاں

علامہ شبلنجی نے نورالابصار میں علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں، علامہ جامی نے شواہد النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ امام محمد تقی کے والد امام رضا کی وفات کے ایک سال بعد مامون الرشید بغداد آیا تو اتفاق سے ایک روز مامون شکار کے لیے نکلا اور شہر کے ایک راستے سے گزر رہا تھا وہاں بچے کھیل رہے تھے اُن کے پاس محمد تقی جواد کھڑے تھے۔ جب مامون آیا تو بچے دوڑ گئے اور محمد تقی جواد وہی کھڑے رہے۔ اس وقت ان کی عمر نو برس تھی۔ جب خلیفہ ان کے قریب ہوا تو ان پر نظر پڑتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ خلیفہ نے کہا، اے بچے! تجھے اپنے ساتھیوں کی طرح دوڑ جانے سے کس نے روکا۔

آپ نے جلدی سے جواب دیا، اے مسلمانوں کے امیر راستہ تنگ نہیں کہ میں آپ کے لیے وسیع کر دوں اور نہ ہی کوئی میرا جرم ہے کہ میں آپ سے ڈروں۔ ہمارا آپ کے ساتھ حسن ظن ہے۔ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے۔

مامون کو آپ کا کلام اور خوبصورت چہرا خوب پسند آیا اور کہا تمہارا نام کیا ہے اور تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟"

آپ نے کہا " محمد بن علی رضا ہمارا نام۔ مامون نے آپ کے باپ پر سلام بھیجا اور رحمت کی دعا کی اور گھوڑا اپنے مقصد کی طرف چلایا مامون کے ساتھ

شکاری باز تھے، جب وہ آبادی سے دُور چلا گیا اور ایک باز پرندہ کے پیچھے چھوڑا اور وہ اس کی نظروں سے غائب ہو گیا اور پھر فضا سے واپس آیا اور اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی۔ جو آخری سانس لے رہی تھی، مامون اس سے بہت زیادہ متعجب ہوا اور شکار سے واپس آیا تو اسی حالت میں کھیلتے دیکھا اور محمد تقی جواد ان کے پاس کھڑے تھے، آپ کے سوا باقی سارے بچے دور گئے مامون آپ کے قریب آیا اور کہا۔ مَافِی یَدِیْ۔ اے محمد میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اے مسلمانوں کے امیر اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ فِی بَحْرِ قُدْرَتِہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں پیدا کی ہیں۔ سَمَكًا صِغَارًا۔ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں۔ یَصِیْدُھَا بَازَاتُ الْمُلُوْكِ وَالْخُلَفَاءِ۔ جن کا بادشاہ اور خلفاء کے باز شکار کرتے ہیں۔ فَیَخْتَبِرُ بِھَا سُلَالَةَ اَھْلِ بَیْتِ الْمُصْطَفٰی۔ تاکہ اُن کے ساتھ مصطفےٰ کی اولاد کا امتحان لیں۔

مامون الرشید نے کہا۔ اَنْتَ اِبْنُ الرِّضَا حَقًّا۔ واقعی تم امام رضا کے بیٹے ہو۔ آپ کو اپنے ساتھ لیا اور آپ سے بہت اچھا سلوک کیا اور اپنے قریب کرتے ہوئے بے پناہ آپ کی عزت کی اور جب چھوٹی عمر میں آپ کی فضیلت علم، کمال عقل اور براہین کا ظہور دیکھا تو اس کے دل میں آپ کی محبت نے جگہ لے لی اور اپنی لڑکی اُمّ فضل کا آپ سے نکاح کرنے کا عزم راسخ کر لیا مگر عباسیوں نے مامون کو ایسا کرنے سے روکا ان کو یہ خوف تھا کہ وہ آپ سے وہی عہد کر لیں گے جو آپ کے والد سے کیا تھا جب مامون نے اُن سے یہ ذکر کیا کہ وہ آپ کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ وہ کم سن ہونے کے باوجود علم و فضل اور معرفت و بردباری میں تمام

اہلِ فضل سے ممتاز ہیں، تو انہوں نے اس کو محمد کی ان اوصاف کے ذکر سے منع کیا، پھر انہوں نے مامون سے عہد کیا کہ ان کے پاس کوئی شخص بھیجے جو آپ کا امتحان لے۔ (نور الابصار ص ۱۷۱، الصواعق المحرقہ ص ۲۰۱، شواہد النبوۃ ص ۲۰۵)

قاضی یحییٰ سے مناظرہ

مامون نے یحییٰ بن اکثم کو بلایا اور اس سے اس شرط پر انعام و اکرام کا وعدہ کیا کہ وہ محمد بن رضا کو عاجز کر دے اور ان کو شرمندہ کر دے۔ خلیفہ اور اس کے ارکان حکومت سب آئے۔ جبکہ ان میں یحییٰ بن اکثم بھی تھے۔ مامون نے سیدی محمد تقی جواد کے بیٹھنے کے لیے اچھا فرش تیار کیا، جس پر آپ بیٹھ گئے۔ یحییٰ نے آپ سے کئی مسائل پوچھے آپ نے اُن کے جواب دیئے اور اُن کی خوب وضاحت کی، خلیفہ نے کہا۔ اے ابوجعفر آپ نے خوب خوب جواب دیئے ہیں اگر مناسب سمجھیں قاضی یحییٰ سے بھی کوئی ایک مسئلہ پوچھیں۔ حضرت نے یحییٰ سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا یحییٰ کے پاس کوئی جواب نہ تھا، جس سے وہ شرمندہ ہو گیا۔

اُمّ فضل سے نکاح

اس موقع پر کہ جب مناظرہ ہو رہا تھا مامون رشید نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے تم انکار کرتے تھے اب تم نے اُن کو سمجھ لیا اور پھر اسی مجلس میں مامون الرشید نے اپنی بیٹی اُمّ فضل کا نکاح امام محمد تقی جواد سے کر دیا۔ پھر آپ کی بیوی کو آپ کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا ــ مدینہ پہنچ کر اُمّ فضل نے اپنے باپ سے شکایت کا خط لکھا کہ امام جواد نے ایک اور شادی کر لی ہے۔

تو اس کے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے تمہاری شادی اُن کے ساتھ اس لیے نہیں کی کہ ہم اُن پر حلال کو حرام کر دیں۔

(نور الابصار ص ۱۷۱، الصواعق المحرقہ ص ۲۰۴، شواہد النبوۃ ص ۲۵۵)

بیری کا ایک درخت

نور الابصار میں ہے کہ امام ابو جعفر محمد تقی جواد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کے ساتھ بہت سے لوگ آپ کو روانہ کرنے گئے، آپ سفر طے کرتے ہوئے کوفہ پہنچے اور سورج غروب ہونے کے ساتھ دارِ مسیّب پہنچے اور وہاں ٹھہرے اور وہاں کی پرانی بنی ہوئی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے، مسجد مسجد کے صحن میں ایک بیری کا درخت تھا جس کو کبھی پھل نہیں آیا تھا اور وہ کبھی بار آور نہ ہوا تھا۔ آپ نے پانی کا کوزہ طلب فرمایا اور اس درخت کی جڑ کے پاس وضو فرمایا اور نماز کے لیے تشریف لے گئے، لوگوں نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ نے چار رکعت نفل پڑھے اور ان کے بعد سجدۂ شکر کیا اور اُٹھ کر لوگوں کو الوداع فرمائی اور تشریف لے گئے، وہ درخت رات ہی رات بہترین پھل سے بھر گیا۔ جب سب لوگوں نے دیکھا اور اس سے بہت متعجب ہوئے۔

تیس مہینے بعد

مامون الرشید کا انتقال ہوا تھا تو امام محمد تقی جواد نے فرمایا۔ میری موت آج سے تیس مہینے بعد ہو گی۔ جب مامون الرشید کی وفات کو تیس مہینے گزر گئے تو آپ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (شواہد النبوۃ مترجم ص ۲۵۸)

کفن کا ملتجی

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی جواد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے کفن کے لیے کپڑے کا ملتجی ہے۔ امام محمد تقی جواد نے فرمایا۔ وہ ان باتوں سے مستغنی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا لیکن مجھے آپ کے ارشاد کی کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر پتہ چلا کر وہ اس سے تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا ہے۔[1]

باہر نہ جاؤ

ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفر اختیار کرنے کے پیشتر ہم حضرت امام جواد کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ الوداع کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آج باہر مت جاؤ۔ کل تک رُکے رہو۔ باہر آئے تو میرا ساتھی کہنے لگا۔ میں تو جا رہا ہوں۔ کیونکہ میرا دوست تو باہر جا چکا ہے۔ یہ سن کر میں حیران و پریشان کھڑا رہ گیا اور وہ چلتا بنا۔ رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا وہاں سخت سیلاب آیا اور وہ ڈوب کر مر گیا۔

(شواہد النبوۃ ص ۴۵۸)

وفات

آپ مدینہ سے نکل کر بغداد تشریف لائے معتصم نے آپ کو بغداد طلب

---

[1] شواہد النبوۃ مترجم ص ۴۵۸۔

کیا۔ بعض نے کہا ہے کہ مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ کہ دو راتوں کی اجازت لے کر معتصم کے ساتھ آ گئے۔ یہ واقعہ ۲۰ محرم ۲۲۰ھ کا ہے۔ آپ اسی سال ذوالحجہ کی ۲۹ بروز بدھ آپ بغداد شریف میں انتقال ہوا کہا جاتا ہے کہ معتصم باللہ نے آپ کو زہر سے شہید کر دیا۔ آپ اپنے جدامجد امام موسیٰ کاظم کے روضہ میں دفن کیے گئے آپ کی عمر اس وقت پچیس سال تھی۔

امام علی نقی ہادیؓ

تاج فرقِ امامت امام نقی نورِ شاہِ ولایت امام نقیؓ
نوریوں کی زبان پہ ہے نام نقی شہریارِ شرافت کی کیا بات ہے

مختصر

پیکرِ تقوی و طہارت، چشمۂ جود و سخاوت، زینتِ مسندِ امامت مجسمۂ حسن و شرافت، شہسوار عرصۂ طریقت تاجدارِ کشورِ شریعت، فخرِ آلِ نبی، نورِ جانِ علی، ولی ابن ولی قطب جلی حضرت سیدنا امام نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے سخی، بردبار، عالم شریعت و طریقت تھے۔

نام:۔ علی بن رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن امام باقر بن زین العابدینؓ

کنیت:۔ ابوالحسن

القاب:۔ نقی، ہادی، ناصح، مرتضیٰ، فقیہ، امین، طیب، سب سے مشہور لقب نقی اور ہادی ہیں۔

نسبی لقب:۔ عسکری

رنگ:۔ آپ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کو ایک نسبت کے اعتبار سے بھی عسکری کہا جاتا ہے۔

شاعر:۔ آپ کے شاعر عوفی اور دیلمی تھے۔

چوکیدار:۔ آپ کے چوکیدار کا نام عثمان بن سعید تھا۔

انگوٹھی:۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش "اَللّٰهُ رَبِّیْ وَهُوَ عِصْمَتِیْ مِنْ خَلْقِهٖ" تھا۔

معاصر: آپ کے معاصر بادشاہ واثق پھر متوکل، مستنصر، مستعین تھے۔

عسکری: آپ کا عسکری لقب جو آپ کے بیٹے حسنؑ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔ اس لقب کا ایک خاص سبب ہے، جسے علامہ دمیری نے اپنی کتاب حیوٰۃ الحیوان میں بیان کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ کو عسکری اس لیے کہا جاتا ہے کہ معتصم کے بیٹے جعفر جس کا لقب متوکل تھا کے پاس آپ کی شکایتیں زیادہ ہونے لگیں اور خلیفہ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر آپ کے بارے اُس کے کان بھرنے لگے تو متوکل عباسی نے آپ کو مدینہ منورہ سے بلوایا اور سرمن رائے میں جلاوطن کر دیا۔ "سرمن رأی" کو عسکر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ معتصم نے جب سرمن رأی کی بنیاد رکھی تو اپنا لشکر لے کر وہاں منتقل ہو گیا، اس لیے اُس کو عسکر کہنے لگے۔ "تاریخ القرمانی" میں ہے کہ سرمن رائے اصل میں "سامرا" تھا یہ دریا کے مشرق جانب تکریت اور بغداد کے درمیان بہت بڑا شہر تھا۔ اس کو معتصم نے ۲۲۱ھ میں بنایا تھا اور وہ لشکر سمیت اس میں سکون پذیر ہوا حتیٰ کہ وہ بہت بڑا شہر بن گیا جو آہستہ آہستہ منہدم ہوتا چلا گیا۔ چونکہ لشکر کو عربی میں عسکر کہتے ہیں۔ اس لیے آپ کے وہاں قیدی کی حیثیت میں رہنے کی وجہ سے عسکری لقب پڑ گیا۔[1]

غریب پروری

نورالابصار، الصواعق المحرقہ، اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ امام علی نقیؑ ایک دن سرمن رأی سے ایک گاؤں میں کسی کام کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک غریب دیہاتی آپ کو ملنے آپ کے گھر آیا اور آپ کو نہ پایا، کسی نے کہا آپ فلاں جگہ

---

[1] نورالابصار ص ۱۶۴/۱۶۵۔

تشریف لے گئے ہیں وہ وہاں روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا کام ہے؟ اُس نے کہا میں کوفہ کے اعراب سے ہوں جو آپ کے جدِ امجد سیدی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عطایا سے گزارہ کیا کرتے تھے۔ میں بہت مقروض ہو گیا ہوں۔ اس کے بوجھ سے نڈھال ہو چکا ہوں۔ اب قرض ادا کرنے کے لیے کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ جیسے کہوں سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا کتنا قرض ہے۔ اُس نے کہا دس ہزار درہم فرمایا خوش رہو، غم نہ کرو۔ انشاء اللہ تمہارا قرضہ ادا ہو جائے گا اور اپنے پاس ٹھہرنے کو فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا۔ اے عربی میں تم سے ایک کام کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس میں میری نافرمانی نہ کرنا۔ جو میں تمہیں کہوں ضرور کرنا انشاء اللہ تمہاری حاجت پوری ہو گی۔ عربی نے کہا جو بھی حکم فرمائیں میں اُس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ سیدی ابوالحسن نے کاغذ لیا اور اس پر اپنے قلم سے اپنے ذمہ عربی کا قرض لکھ دیا اور اسے فرمایا یہ کاغذ اپنے پاس رکھو۔ جب میں "سرمن رای" جاؤں اور مجھے عام مجلس میں بیٹھا دیکھے اور لوگ وہاں موجود ہوں تو یہ رقعہ میرے پاس لے کر آنا اور مجھ سے قرض طلب کرنا اور مطالبے میں سخت کلام کرنا ہرگز نہ ڈرنا تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں میری مخالفت نہ کرنا جب سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ سرمن رای پہنچے اور عام مجلس قائم کی اور اکابر کی ایک جماعت اور خلیفہ متوکل کے درباری وہاں حاضر ہوتے اور رقعہ نکال کر دس ہزار درہم کا مطالبہ کیا اور مطالبہ میں سخت کلام کیا۔ سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ اس سے معذرت کرنے لگے اور اس کے ساتھ نرم کلام سے اسے خوش کرنا چاہا اور قرض ادا کرنے کا اس سے وعدہ کیا اسی طرح خاص لوگ بھی اعرابی سے معذرت وغیرہ کرنے لگے۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت لی۔ جب مجلس ختم ہوئی تو اس واقعہ کی خلیفہ متوکل کو خبر پہنچی تو فوراً تیس

ہزار درہم سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ کو دینے کا حکم دیا جب آپ کے پاس تیس ہزار درہم آ گئے تو ان کو کجوں کا توں رہنے دیا حتی کہ وہ اعرابی آیا اور اسے فرمایا یہ ساری رقم اٹھا لو اعرابی نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے! میرا انتہائی مقصد اور آخری حاجت یہ تھی کہ یہ میرا قرض اُتر جاتے۔" سیدی ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سارا لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تجھے دیا ہے۔ اگر اس سے بھی زیادہ ہوتے تو اس سے ایک درہم کم نہ کرتے۔ اعرابی تیس ہزار درہم لے کر یہ کہتا ہوا چلا گیا۔
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[1] اللہ اپنی رسالت کے مقام کو بہت جانتا ہے۔

پرندے

متوکل کے گھر بہت سے پرندے تھے، ان کی چہچہاہٹ سے کسی کو کسی کی بات کی سمجھ نہ آتی تھی، لیکن حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ جس وقت بھی اس کے ہاں جاتے تو پرندے خاموش ہو جاتے تھے اور جب گھر سے باہر آتے تو اسی وقت بولنا شروع کر دیتے۔

درندوں نے تعظیم کی

متوکل کے سامنے ایک عورت نے سیدانی ہونے کا جھوٹا دعوٰے کیا۔ متوکل نے دریافت کیا کہ کوئی ایسی صورت ہے جس سے اس عورت کی اس

---

[1] نور الابصار ص ١٦٥ صواعق محرقہ ص ٢١٣ - شواہد النبوۃ ص ٢٢٠ -

دعوے میں آزمائش کی جائے۔ لوگوں نے کہا اس بارے میں امام علی نقی سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ متوکل نے امام نقی کو بلوا کر اپنے تخت پر بٹھایا اور اس عورت کے دعویٰ سیادت میں امتحان کی صورت پوچھی۔ حضرت نے فرمایا خدا نے درندوں پر امام حسین کی اولاد کا گوشت حرام کیا ہے۔ تم اسے درندوں کے سامنے ڈال دو یہ سن کر عورت نے اپنے جھوٹ کا اقرار کر لیا۔ تب لوگوں نے متوکل سے کہا تم حضرت کا امتحان بھی اسی طرح لو۔ متوکل نے تین درندے محل کے صحن میں چھوڑے پھر حضرت کو محل میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا اور خود چھت پر چڑھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ جب درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو خاموش ہو گئے اور جب آپ صحن میں آئے تو درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے آپ نے اُن کے سروں اور پشتوں پر ہاتھ پھیرا۔

◎ اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہارون رشید کے زمانے میں پیش آیا۔ یحییٰ بن عبداللہ المحض ابن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جب دیلم کی طرف چلے گئے پھر انہیں رشید کے پاس لایا گیا اور اُس نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو ایک گھڑے میں ڈالا گیا جس میں درندے تھے جنہیں بھوکا رکھا گیا تھا۔ لیکن وہ آپ کو کھانے سے رُکے رہے اور آپ کے پہلو میں پناہ لے کر بیٹھ گئے۔۔۔ تو ہارون رشید نے آپ کے اوپر پتھر اور گچ سے عمارت بنا دی۔ ۔۔۔ وَھُوَ حَیٌّ ۔۔۔ آپ اس وقت زندہ تھے۔ یعنی یحییٰ بن عبداللہ المحض کو ہارون الرشید نے زندہ دیوار میں چنوا دیا۔[1]

◎

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۲۱۳۔

وفات

امام علی نقی کی وفات جمادی الآخر ۲۵۴ھ چالیس سال کی عمر میں "سر من رای" میں ہوئی۔ وَقِيْلَ اِنَّهٗ مَاتَ مَسْمُوْمًا کہا جاتا ہے کہ آپ کی موت زہر سے واقع ہوئی۔

اولاد

آپ کے تین بیٹے اور ایک صاحبزادی تھی۔ حسن، حسین، اور جعفر صاحبزادے تھے۔ اور ایک صاحبزادی کا اسم گرامی عالیہ تھا، علامہ شبلنجی نے اس کا نام عائشہ لکھا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جن کو زیبا دو عالم کی ہے سروری   وہ ہیں سلطان میرے حسن عسکری
جس نے جھیلے زمانے کے جور و جفا   اُس شہید محبت کی کیا بات ہے

مختصر

نازش اولادِ مصطفےٰ، پر تو نور مرتضےٰ، چراغ حجرۂ فاطمہ، سید الاتقیا، سرور اصفیا، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، امام العاشقین، عترت سیدین، بہار چمن، زہد کا بانکپن، نور خدا کی نوری کرن، سیمیں بدن، امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخاوت کا پیکر، بُردباری کا پہاڑ اور عطا کا سمندر تھے۔

نام:— آپ کا اسم گرامی حسن بن علی بن محمد بن امام رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کنیت:— آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔

القاب:— عسکری، خالص، سراج ہیں، مشہور ترین لقب عسکری ہے

والدہ کا نام:— آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سوسن ہے۔

عسکری:— آپ کا لقب عسکری اس لیے مشہور ہوا کہ آپ سرمن رائی میں جس مقام پر ٹھہرے متوکل کے لشکر کی وجہ سے اُس کا نام عسکر پڑ گیا بعض نے لکھا ہے آپ جس محلے میں ٹھہرے تھے اُس محلے کا نام عسکر تھا۔

رنگ:— آپ کا رنگ گندمی تھا۔

شاعر:۔ آپ کے شاعر کا نام ابن رومی تھا۔

چوکیدار:۔ آپ کے چوکیدار کا نام عثمان بن سعد تھا۔

انگوٹھی:۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش سُبْحَانَ مَنْ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ تھا۔

معاصر:۔ معتز، مہتدی، معتمد تھے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت ۲۳۲ھ ۲۲ ربیع الثانی مدینہ منورہ میں ہوئی۔

امام حسن عسکریؑ اور بہلول

دُرَرُ الْاَصْدَاف میں ہے کہ آپ ایک روز لڑکوں کے قریب کھڑے رو رہے تھے۔ بچپن کا زمانہ تھا، دوسرے کھیل کود میں مصروف تھے۔ اتفاقاً ادھر سے حضرت بہلول کا گزر ہوا۔ جناب بہلول نے گمان کیا کہ شاید آپ اس لیے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی کھلونا نہیں ہے۔ بہلول نے عرض کیا، آپ روئیں نہیں، میں آپ کے لیے کھلونے خرید لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ۔ يَا قَلِيْلَ الْعَقْلِ مَا لِلَّعِبِ خُلِقْنَا[1] ۔ اے کم عقل ہم کھیل کود کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے آپ سے کہا۔ فَلِمَاذَا خُلِقْنَا؟ ۔ پھر ہم کس لیے پیدا ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ۔ لِلْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ ۔ علم اور عبادت کے لیے ہم پیدا ہوئے۔ بہلول نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا، آپ نے فرمایا۔ قرآن مجید سے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ[2] ۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تمہیں

---

[1] نور الابصار ص ۱۶۰، صواعق محرقہ ص ۳۱۳۔

[2] پارہ ۱۸ سورۃ مؤمنون آیت ۱۱۵۔

بیگا رپیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس نہ لوٹو گے؟ پھر بہلول نے عرض کیا، مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں تو آپ نے بطور نصیحت انہیں چند اشعار سنائے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آپ جب ہوش میں آئے تو بہلول نے عرض کیا آپ کو کیا فکر لاحق ہوئی ہے۔ ابھی تو آپ بچے ہیں اور گناہوں سے محفوظ ہیں۔ فرمایا بہلول بس جاؤ۔ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا وہ بڑی لکڑیوں کے ساتھ آگ جلاتی تھیں۔ مگر وہ چھوٹی لکڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی لکڑیوں میں نہ ہو جاؤں۔

ایک راہب کی چالاکی

ابو ہاشم داؤد بن قاسم سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی قید کی مدت "سُرَّ مَن رَّاٰی" میں سخت قحط پڑنے کی وجہ سے زیادہ لمبی نہ ہوئی تھی۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے قحط کی شدت کو دیکھتے ہوئے خلیفہ معتمد بن متوکل نے لوگوں کو استسقاء کی نماز کے لیے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ مسلمان تین دن تک باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھتے رہے۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ چوتھے روز یہودی پوپ جنگل کی طرف نکلا اور اس کے ساتھ نصاریٰ اور راہب بھی نکلے۔ ان میں ایک راہب تھا۔ جب وہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا تو موسلا دھار بارش ہونے لگتی۔ پھر وہ دوسرے روز بھی باہر نکلے اور پہلے روز کی طرح اس فعل سے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اس سے لوگ حیرت زدہ ہوئے اور بعض کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے اور بعض لوگ عیسائی مذہب اختیار کر گئے۔ بادشاہ معتمد کے لیے مشکل پیدا ہو گئی اور وہ گھبرایا اور قید خانہ کے داروغہ جس کا نام صالح بن یوسف تھا، کو

ۓ نور الابصار ص ۱۴۷ صواعق محرقہ ۲۱۳۔

پیغام بھیجا کہ امام عسکری کو جیل سے باہر نکال کر میرے پاس لائے۔ جب امام عسکری تشریف لائے تو خلیفہ نے کہا اپنے نانا کی اُمت کو بچائیے ان پر عظیم مصیبت نازل ہوئی ہے۔ "یعنی لوگ بے دین ہو رہے ہیں" اور راہب والا قصہ بھی سنایا۔ امام نے فرمایا۔ اُن کو تیسرے روز پھر باہر نکلنے کا حکم دو۔ خلیفہ نے کہا لوگ بارش سے مستغنی ہو چکے ہیں اور بارش کافی ہو چکی ہے۔ اب باہر نکلنے کا کیا فائدہ ہو؟ آپ نے فرمایا میں لوگوں کے شبہات دور کردوں گا، جس میں وہ مبتلا ہیں۔ خلیفہ نے اس یہودی عالم اور راہبوں کو حکم دیا کہ وہ حسب عادت تیسرے روز بھی باہر نکلیں اور لوگ بھی نکلیں، عیسائی جنگل کی طرف نکلے اور ان کے ساتھ امام عسکری بھی نکلے جبکہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تھی، حسب سابق بارش طلب کرنے لیے کھڑے ہوتے اور اُن کے ساتھ وہ راہب بھی تھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا، اس کے ساتھیوں راہبوں اور عیسائیوں نے بھی ہاتھ اٹھائے تو اُسی وقت آسمان پر بادل چھا گیا اور بارش نازل ہوئی۔

امام عسکری نے راہب کا ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا اور جو کچھ ہاتھ میں تھا۔ وہ اس سے پکڑا۔ دیکھا تو اس کی انگلیوں میں آدمی کی ہڈی تھی۔ امام نے اس کو لے کر کپڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر عیسائیوں اور راہب سے فرمایا۔ اب بارش کی دعا کرو۔ مگر پھر کچھ نہ ہوا۔ بلکہ بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ اس سے لوگ حیران ہوئے بادشاہ معتمد نے حیران ہو کر عرض کیا اے ابو محمد حسن یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ نبی کی ہڈی ہے۔ جس کو یہ لوگ کسی نبی کی قبر سے نکال لائے ہیں۔ فرمایا آسمان کے نیچے جس نبی کی ہڈی ننگی کر دی جائے تو فوراً موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔ اس امر سے لوگ بہت خوش ہوئے اور اس ہڈی کا امتحان لیا تو ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کی جیل سے رہائی کا بادشاہ کو حکم

دیا۔ بادشاہ نے آپ کے تمام ساتھی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ آپ کی کرامات بہت ہیں۔

(نور الابصار ص ۱۴۹، صواعق محرقہ ص ۲۱۳)

وفات

"الفصول المہمہ" میں ہے کہ آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو "سُر من رأی" میں کہرام بپا ہو گیا۔ سرزمین سامرہ رونے کی آوازوں سے گونج اُٹھی۔ جیسے قیامت کا منظر ہو، آپ کی وفات آٹھ ربیع الاوّل بروز جمعہ ۲۶۰ھ میں "سُر من رأی" میں ہوئی آپ کو اُسی مکان میں دفن کیا گیا، جہاں آپ کے والد ماجد مدفون تھے۔ آپ کا ایک ہی صاحبزادہ تھا، جس کا نام کتابوں میں محمد لکھا ہے۔

امام مہدی

رضی اللہ عنہ

جس کو کہتے ہیں سب مہدی منتظر	دی رسول محترم نے اس کی خبر
رکن بیت الامامت کی بات ہے	رکن کعبہ کہے گا اسے دیکھ کر

خفقر

مہدی

کا معنی رہنما، پیشوا، ہدایت دینے والا، سیدھے راستے پر چلانے والا۔ اہلبیت کے بارھویں امام، امام محمد مہدی موعود علیہ السلام۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام سے مسلمانوں کے اندر کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو مہدی موعود تصور کیا۔ اور بعض نے کہا ہے وہ بنو عباس سے ہوں گے۔ بعض نے کہا کہ وہ امام علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔ اکثریت نے امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے مانا ہے۔ ایک جماعت نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود اور نبی مانا اور دنیائے اسلام کو خیر کہہ کر کفر کی وادیوں کو اپنا مسکن بنالیا۔

شیعہ

شیعوں کے ایک گروہ "اثنا عشری" کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد بن حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہدی موعود تسلیم کیا ہے، اُن کا کہنا ہے کہ محمد بن حسن پانچ سال کی عمر میں سامرہ ایسے غائب ہوئے کہ پھر کسی کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ کہ آپ کہاں گئے

محمد بن امام حسن عسکری کی والدہ کا نام نرجس (نرگس) ہے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ کرامیہ شیعوں نے آپ کو حجت، مہدی، خلف، صالح، قائم منتظر اور صاحب زمان کے القاب دیئے۔ آپ کا سب سے مشہور لقب مہدی ہے۔ آپ کا چہرہ اور بال خوبصورت بال گندمی رنگ لمبے ناک لمبی اور چہرہ منور تھا۔ ان کے نزدیک بارہ اماموں میں یہ آخری ہیں۔

(نورالابصار سید شبلنجی)

الفصول المہمہ میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آپ سرنگ میں غائب ہیں اس پر محافظ کھڑے ہیں۔ ۲۶۵ھ کو آپ غائب ہوئے "الصواعق المحرقہ میں ہے وَيُسَمَّى الْقَاسِمُ الْمُنْتَظِرُ قِيْلَ لِاَنَّهُ سُتِرَ بِالْمَدِيْنَةِ وَغَابَ فَلَمْ يُعْرَفْ اَيْنَ ذَهَبَ - آپ کو قاسم منتظر بھی کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں۔

علامہ شیخ محمد بن بطوطہ نے اپنی رحلت اور سفر میں ذکر کیا، کہ پھر میں مدینہ الحلہ پہنچا، یہ دریائے فرات کے ساتھ ساتھ لمبا شہر ہے، اس کے رہنے والے سارے امامیہ اثنا عشریہ ہیں۔ وہاں ایک مسجد ہے، جس کے دروازے پر ریشمی پردہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن عسکری اس مسجد میں داخل ہوئے اور وہیں غائب ہو گئے، ان کے نزدیک امام مہدی منتظر ہیں؛ ان میں ہر روز ایک سو شخص مسلح بیٹھتے تھے اور مسجد کے دروازہ پر آتے ہیں، ان کے ساتھ ایک گھوڑا ہوتا ہے، جس پر کاٹھی پڑی ہوتی ہے اور اس کے منہ پر لگام دی ہوتی ہے اور ان کے پاس ڈھول اور سنکھ ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں - اُخْرُجْ يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ فَقَدْ كَثُرَ الظُّلْمُ وَالْفَسَادُ وَهٰذَا اَوَانُ خُرُوْجِكَ لِيُفَرِّقَ اللهُ

بِلُکَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ۔ اے صاحب زمان باہر تشریف لائیے ظلم اور فساد برپا ہو گیا ہے ۔ یہ آپ کے خروج اور باہر آنے کا وقت ہے ۔ تاکہ آپ کے سبب اللہ تعالیٰ حق و باطل میں امتیاز کرے ۔"

اہلِ سنت

امام مہدی کے بارے میں اہلِ سنت کے تین گروہ ہیں ۔ ایک گروہ کا عقیدہ ہے وہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے ۔ وہ ابو داؤد کی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ۔ وَنَظَرَ اِلٰی اِبْنِہِ الْحَسَنِ فَقَالَ اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاِسْمِ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشْبِہُہٗ فِی الْخُلُقِ ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّۃً یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا ۔ حضرت علی نے اپنے صاحبزادے امام حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرا صاحبزادہ سید ہو گا جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے اور اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا ، جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہو گا ۔ وہ عادت میں آپ کے مشابہ ہو گا ، لیکن صورت میں مشابہ نہ ہو گا ۔ اس کے بعد ان کے عدل و انصاف کا ذکر فرمایا ۔

◎ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ سیدنا امام حسین کی اولاد سے ہوں گے اور اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ وَّاحِدٌ یُطَوِّلُ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ

رَجُلاً مِنْ وَلَدِیْ اِسْمُہٗ کَاِسْمِیْ ۔ اگر دنیا میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اُس دن کو لمبا کر دے گا۔ یہاں تک کہ میری اولاد سے ایک شخص کو بھیجے گا۔ جس کا نام میرے نام کی طرح ہوگا۔

یہ سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ مِنْ اَیِّ وَلَدِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یا رسول اللہ آپ کے کس بیٹے کی اولاد سے مہدی ہوگا۔ حضور نے فرمایا مِنْ وَلَدِیْ ھٰذَا وَ ضَرَبَ یَدَہٗ عَلَی الْحُسَیْنِ۔ امام حسینؓ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا میرے اس بیٹے سے۔

اہل سنت کے علماء میں پھر دو گروہ پائے جاتے ہیں ایک کا نظریہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی قرب قیامت ولادت ہوگی اور دوسرا گروہ، وہ ہے جو حضرت محمد بن امام حسن عسکری کی غیبت کا قائل ہے۔ اُن میں بڑے بڑے محدث اور صوفیا کی ایک جماعت۔ جیسا کہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ اور جو علماء امام محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے غیب ہو جانے کے قائل وہ مندرجہ ذیل واقعات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں "فَصْلٌ فِیْ ذِکْرِ الْحُجَّۃِ الْمَھْدِیِّ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں ۔ وَھُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ ۔ وہ محمد بن حسن عسکری بن علی نقی بن محمد تقی جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ بن حضرت

لے : ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۶ تا ۱۳۷۔

ابی طالب ہیں۔

اُن کی کنیت ابو عبداللہ اور ابوالقاسم ہے ــــ هُوَ الْخَلَفُ الْحُجَّةُ صَاحِبُ الزَّمَانِ، الْقَائِمُ وَالْمُنْتَظَرُ ــــ

اسے عبد العزیز بن محمود بن بزار نے ابن عمر سے اور انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے ــــ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رَجُلٌ مِنْ وُلْدِي اِسْمُهُ كَاسْمِي وَكُنْيَتُهُ كَكُنْيَتِي يَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا فَذَالِكَ هُوَ الْمَهْدِيُّ[1] میری اولاد سے آخر زمانے میں ایک مرد نکلے گا اُس کا نام میرے نام کی طرح اور اُس کی کنیت میری کنیت کی طرح ہوگی اور وہ ظلم سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور وہ مہدی ہوگا۔ ابوداؤد اور امام زہری نے حضرت علی سے اس طرح روایت بیان کی۔ اس میں مزید یہ ہے۔ اگر زمانے کا صرف ایک دن باقی رہ گیا ــــ لَبَعَثَ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِي مَنْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا ــــ کہ اللہ تعالیٰ میری اہل بیت سے اُس مرد کو بھیجے گا جو زمین کو عدل سے بھر دے گا ــــ وَيُقَالُ لَهُ ذُوالْاِسْمَيْنِ مُحَمَّدٌ وَاَبُو الْقَاسِمِ ــــ اور اُن کو دو ناموں والا یعنی محمد اور ابوالقاسم کہا جائے گا۔ امام سُدی کہتے ہیں ــــ يَجْتَمِعُ الْمَهْدِيُّ وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَجِيْءُ وَقْتُ الصَّلٰوةِ فَيَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ لِعِيْسٰى تَقَدَّمْ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اَنْتَ اَوْلٰى بِالصَّلٰوةِ فَيُصَلِّي عِيْسٰى وَرَاءَهُ مَامُوْمًا ــــ کہ حضرت امام مہدی

---

[1] تذکرۃ الخواص ابن جوزی مطبوعہ بیروت لبنان ص ۳۲۵

اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اکٹھے ہوں گے اور نماز کا وقت آجائے گا
امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ آگے ہو کے نماز پڑھائیں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ۔۔۔ اَنْتَ اَوْلیٰ بِالصَّلٰوۃِ کہ آپ
بہتر ہیں نماز کے ساتھ ۔ فَیُصَلِّیْ عِیْسیٰ وَرَاءَہٗ مَامُوْمًا ۔ چنانچہ
عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ۔ علامہ سبط ابن جوزی
کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی دو وجہیں ہیں ۔ وہ یہ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام نماز
پڑھاتے اور امام مہدی پیچھے پڑھتے تو وہ امامت سے خارج ہو جاتے اور دوسری
وجہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے ۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَقَدْ
نُسِخَ جَمِیْعُ الشَّرَائِعِ ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور بے شک تمام شریعتیں
منسوخ ہو گئیں ہیں۔[1]

علامہ شبلنجی نے نور الابصار میں شیخ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد کے
حوالے سے لکھا ہے ۔ کہ وہ اپنی کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان" میں
لکھتے ہیں کہ امام مہدی کے غیب ہونے کے بعد زندہ اور باقی رہنے کی دلیل یہ ہے کہ ان کی اور
عیسیٰ بن مریم خضر الیاس کی بقا اور کانے دجال اور ابلیس لعین جو اللہ کے دشمن ہیں
کی بقا کو نہیں روکا گیا ۔ کتاب سنت سے ان کی بقا ثابت ہے۔

(نور الابصار ص ۱۶۰)

راس المفسرین امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں ۔۔۔ اَلْخِضْرُ وَا
لْاِلْیَاسُ بَاقِیَانِ یَسِیْرَانِ فِی الْاَرْضِ ۔ حضرت خضر جناب
الیاس علیہما السلام زندہ زمین میں سیر کرتے ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الخواص ابن جوزی مطبوعہ بیروت ، لبنان ص ۳۱۵

◎ ابلیس لعین کی بقا اور زندہ رہنے کی دلیل اللہ رب العزت کا یہ ارشاد ہے
اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ یقیناً تجھے قیامت تک مہلت ہے۔
◎ امام مہدی کی بقا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ — تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔
◎ مقاتل بن سلیمان اور اس کی تفسیر کی متابعت کرنے والے مفسرین نے اس آیت۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ — وہ یقیناً قیامت کی نشانی ہے۔ میں کہا ہے کہ وہ مہدی علیہ السلام ہیں جو آخر زمانے میں تشریف لائیں گے اور اُن کے تشریف لانے کے بعد قیامت کی نشانیاں رونما ہوں گی اور قیامت برپا ہوگی۔ (نور الابصار ص ۱۶۹)
◎ صواعق محرقہ میں ہے کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا تشریف لانا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے ہوگا۔ — اِنَّ السَّنَةَ مِنْ سِنِيْنِهٖ مِقْدَارُ۔ ان کے زمانے کا سال دس سال کے برابر ہوگا۔
◎ جب آپ تشریف لائیں گے تو کعبہ کے ساتھ تکیہ لگائیں گے آپ کے تابع تین سو تیرہ کی تعداد میں وہاں جمع ہوں گے۔ آپ سب سے پہلے اس آیت کی تلاوت فرمائیں گے — بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اللہ کا بقیہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔ پھر آپ فرمائیں گے۔ اَنَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ وَحُجَّتُهٗ عَلَيْكُمْ — میں بقیہ اللہ ہوں اور اس کا خلیفہ ہوں اور تم پر حجت ہوں
جو بھی آپ کو سلام کہے گا۔ وہ اس طرح کہے گا — اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ — زمین میں اللہ کا بقیہ تم پر سلام

ہو۔ (نور الابصار ص ۱۷۲)

لوگوں کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ امام مہدی علیہ السلام سیدنا امام حسن سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔ یا امام حسین سبطِ رسول کی اولاد سے ہیں۔ امام ابوداؤد اور امام مناوی کہتے ہیں کہ آپ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔ اور علماء کی ایک پوری جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ سیدنا امام حسین سبطِ رسول کی اولاد سے ہیں۔

علامہ سید شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ امام حسین کی اولاد سے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ امام شعرانی جیسے قطب نے "الیواقیت والجواہر" میں لکھا ہے ۔ اَلْمَهْدِیُّ وَلَدُ الْحَسَنِ عَسْكَرِیِّ کہ امام مہدی علیہ السلام امام حسن عسکری کے بیٹے ہیں۔۔۔ آپ کی ولادت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ ہے ۔ وَهُوَ بَاقٍ اِلٰى اَنْ يَجْتَمِعَ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔۔۔ اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے زمانے تک باقی رہیں گے۔ [1]

ابن خلدون

مورخ ابن خلدون اور دیگر خوارج نے امام مہدی علیہ السلام کا بڑے زور و شور سے انکار کیا ہے۔ موجودہ دور کے خارجیوں نے بھی امام مہدی علیہ السلام کا نامناسب طریقے سے انکار کیا ہے، لیکن ابن خلدون سے لے کر آج تک جتنے بھی منکرینِ امام مہدی گزرے ہیں اُن تمام کے نظریہ کو علمائے اُمت

[1] نور الابصار۔ ص ۔

نے تسلیم نہیں کیا اور آئندہ پیدا ہونے والے منکرین امام مہدی کا حشر بھی ماضی و حال کے منکرین کی طرح ہوگا۔

نوٹ

امام مہدی علیہ السلام کی تشریف آوری سے متعلق علماء نے معنوی تواتر کا دعوی کیا ہے اور اس کو اہل سنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو امام مہدی پر ایک کتاب لکھوں گا (انشاء اللہ) زیر نظر کتاب "آل رسول حصہ دوم" کا اختصار ان تمام مباحث کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

(خضر)

سیّد چراغ حسین شاہ چشتی

رحمۃ اللہ علیہ

ذاکرِ کبریا، عاشقِ مصطفیٰ	نورِ شبیر، اولادِ خیر النساء
عمر بھر جس کی آنکھیں رہیں تربتر	اُس کی ہر وقت رقت کی کیا بات ہے

فخرِ دودمانِ حیدرِ کرار، کشتۂ عشقِ سیّد الابرار، چراغِ حجرۂ عسکریؑ، گوہرِ کانِ شبیری، گلِ گلشنِ زین العابدین، فدائے حسنؑ قائمۃ الغر المحجلین، غواصِ دریائے محبت، پیکرِ شفقت و شرافت، سیّد السادات مستجاب الدعوات، صاحبِ سوز و گداز، عترتِ سلطانِ حجاز، والا تربت پیرِ طریقت، حضرت سیّد چراغ حسین چشتی رحمہ اللہ ایک ایسے مرد درویش اور صاحب دل بزرگ تھے۔ جو اپنے حلقوں میں محبت و شفقت اور حلم و بردباری اور ایک فیاض و مہربان شخصیت کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کا نام ان فقیروں کی فہرست میں آتا ہے جو دُنیائے بے ثبات سے بے نیاز ہو کر اپنے فقیر کی کائنات میں مست رہتے ہیں اور حالات کے سمندر کا مدّ و جزر اُن کی طبیعتوں پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ آپ کے اندازِ فاقہ مستی نے دُنیا سے محبت کرنے والے اہلِ دُوَل کو کئی بار شرمندگی و خجالت کے پسینے میں ڈبو دیا۔ آپ کی طبیعت میں حسنِ حیدرؑ کا غلبہ تھا وہ تھی حلم کی دولت اور برداشت کی قوت۔ عجز و نیاز کا نور، آپ کے چہرۂ مبارک پر ہر وقت تابال و درخشاں رہتا۔ فقیری کی عادت کے مطابق آپ کے مزاج میں رنگِ جلالی بھی تھا اور شانِ جمال بھی۔

ان تمام اُمور کے باوصف آپ پر زیادہ تر "رقت" کا عالم طاری رہتا۔ کیفیت کا عالم یہ تھا کہ ادھر کسی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ــ اپنے بیٹوں کو وعظ کرتے ہوئے دیکھیں تو رقت طاری ــ کوئی خوشی کا وقت ہو تو آنکھیں پُرنم۔ شبیرِ کربلا کی یاد آئے تو نالہ و زاری کے ساتھ ساتھ پورے جسم پر لرزہ طاری ــ یہاں تک کہ اپنی اولاد کو نماز ادا کرتے دیکھیں تو آنکھوں میں ساون کا سماں ــ راقم الحروف یا صاحبزادہ سید سرِ مل حسین کو وعظ و تقریر کرتے دیکھتے تو سر سجدے میں رکھ کر یوں گریہ کناں ہوتے ــ اے میرے اللہ کریم تیرے فضل و کرم کا کیسے شکریہ ادا کروں، مالکا میرے پاس تو صرف آنسوؤں کے چند قطرے ہیں، الفاظ کا ذخیرہ نہیں جن سے تیرا شکر بجا لاؤں ــ اے میرے مولا مجھ مسکین و نادار پر اتنا کرم کہ میرے بچے تیرے پاک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہو کر تیرے رسول کے نغمے گا رہے ہیں ــ اے تمام جہانوں کے مالک تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ مجھ جیسے بے نوا کی تمنائیں پوری ہوئیں اور آرزوئیں بر آئیں ــ اے ربِ اکبر میری اولاد پر اپنی رحمت کا سایہ رکھ۔

نام و نسب

آپ کا اسمِ گرامی۔ چراغ حسین بن سید حاکم حسین ــ آپ کا نسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے عظیم فرزند حضرت علی عریضی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

القاب ــ

خاندان کے بزرگ آپ کو "شاہ چراغ" کے لقب سے ــ اولاد شاہ جی کے نام سے ــ آپ کے مرید آپ کو سید، سخی سردار اور کریم کے خطاب سے پکارتے تھے۔

وارثِ چشتیاں، خواجۂ خواجگاں، خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ عنہ کے محبوب ترین خلیفہ حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سید چراغ کو "شیر خواری کے زمانے میں" کئی مرتبہ اپنی آغوشِ کرامت میں بٹھا کر "چراغِ دین" (دین کا چراغ) لقب عطا فرمایا جو آپ کے نام کا حصّہ ہے۔

⊙ خواجہ محمد امین چکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ حضرت پیر سید عبدالمجید شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے مریدوں اور اپنے علاقہ میں بادا جی کے نام سے مشہور تھے (راقم کے نانا) حضرت والد صاحب کو "چن چراغ" کہہ کر گاہے گاہے پکارا کرتے تھے اور کبھی کبھی "چنا" (اے چاند) کہتے تھے۔

ولادت

کوشش کے باوجود آپ کے سنِ ولادت کا پتہ نہ چل سکا۔ آپ کے قریبی دوستوں نے آپ کی عمر کم و بیش ۹۰ سال بتائی ہے۔

بیعت

آپ نے بیعتِ ولایت کے مہرِ درخشاں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ حق پرست پر کی۔ اُس وقت آپ کم سن تھے۔ آپ نے سنِ بلوغت میں قدم رکھا ہی تھا کہ اپنی عابدہ، زاہدہ ماں کے حکم سے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔

طُرق

آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ کرم پر بیعت کی تھی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے وظائف کی اجازت حاصل کی۔ چونکہ نانی صاحبہ کے خاندان کا ایک حصّہ سیال شریف اور دوسرا خواجہ محمد امین چکوڑوی سے بیعت تھا۔ یہی وجہ تھی

کرنالوں سے نزدیک کے سینوں میں پیر سیال کے ساتھ عقیدتوں کے دریا موجزن ہوتے تھے۔

حضرت پیر صاحب گولڑا شریف کے وصال کے بعد مائی صاحبہ نے اپنے بیٹے کو بابا سید عبد المجید کی سرپرستی میں دے دیا۔ بابا صاحب نے مربیانہ شفقت سے آپ کی تربیت فرمائی — اور خرقہ خلافت سے بھی نوازا مائی صاحبہ کی خواجہ سید عبد المجید سے قریبی رشتہ داری تھی۔ جس کی بنا پر حضرت پیر سید چراغ حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی بھی باوا جی کی صاحبزادی سے ہوئی۔

والد

آپ کے والد سید حاکم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا معین الدین پور ضلع گجرات جو سادات عربیثی کا مشہور گاؤں ہے سے تعلق تھا اور اُن کی شادی سلطان الفقر حضرت پیر سید امام علی۔ المعروف بابا امام شاہ کے صاحبزادے کی بیٹی سیدہ سیدہ بیگم سے ہوئی اور انہوں نے اپنا آبائی گاؤں معین الدین پور چھوڑ کر کوٹلہ سارنگ میں رہائش اختیار کرلی تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت والد صاحب اپنے نانا کی گدی کے وارث بنے تھے۔

والدہ

آپ کی والدہ کا اسم گرامی سیدہ سیدہ بیگم ہے۔ آپ بہت زیادہ عبادت گذار تھیں۔ ہر وقت وردو وظائف اور ذکر و فکر میں مصروف رہتی تھیں۔ میں نے مائی صاحبہ کی زیارت کی ہے۔ اب بھی تصور کی آنکھوں سے دیکھوں تو ان کا پاکیزہ

لہ خواجہ محمد دین چکوڑوی کے سجادہ نشین حضرت مولانا فیض رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم تھے۔ موجودہ سجادہ نشین تو محمد یوسف صاحب ہیں۔

اور زبانی ذکر و شغل پر اللہ کے ذکر میں مصروف نظر آتا ہے۔

زہد و تقویٰ

حضرت مائی صاحبہ کے زہد و تقوے کا ایک زمانہ گواہ ہے۔ انہوں نے زندگی میں بڑے مصائب و آلام دیکھے، لیکن اپنے معمولات میں فرق نہ آنے دیا نماز پنجگانہ کے ساتھ وظائف بھی تھے جن کی شیخ طریقت سے اجازت مل گئی تھی۔ روزانہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتی تھیں، جن میں درود مستغاث شریف، دلائل الخیرات شریف شامل تھے۔

تقوے کا یہ عالم تھا وضو والے کوزے پر اگر کوئی پرندہ کوا وغیرہ بیٹھ جاتا تو کوزے کو دھو دھو کر صاف کرواتیں، پھر وضو فرماتیں حالانکہ کوزے کے دونوں سوراخ لوہے کے ڈھکنوں سے بند ہوتے تھے۔ بے وضو کسی کو آٹا نہ گوندھنے دیتی تھیں۔

◎ ایک مرتبہ علاقہ جو بارانی ہے میں قحط پڑ گیا، کھانے کو کچھ نہ ملتا یہاں تک کہ لوگ کیکر کے جھکڑوں کی پھلیوں پر جا کر وہاں خود رو بوٹیوں کا مٹی میں ملا ہوا دانہ دنکا اکٹھا کر کے لاتے اور اس سے اپنے پیٹ کی آگ بجھاتے۔ مائی صاحبہ تہجد کی نماز کے بعد صبح تک سنت سیدۃ نساء العالمین کے مطابق اپنے گھر چکی میں آٹا پیستیں اور روٹیاں پکا کر غرباء میں تقسیم فرماتیں اور اس میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دیتا اور لوگ روٹی کے ایک ایک ٹکڑے سے سیر ہو جاتے۔ آپ کی سخاوت کے تذکرے آج تک زبان زد ہیں۔

بطور معلمہ

آپ نے اپنی نگری کی تمام بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی المستورۃ

استاذ الحفاظ حضرت حافظ تاج الدین رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے اپنی زندگی میں قرآن مجید کی بے پناہ خدمت کی اور سینکڑوں حفاظ پیدا کیے، نے بچپن میں پہلے مائی صاحبہ سے قرآن پڑھا۔ مخدومہ نے دعا دی اور کسی ماہر استاد کی خدمت میں جاکر قرآن حفظ کرنے کا حکم فرمایا۔ حافظ صاحبؒ راقم کے بھی استاد ہیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا حافظہ بہت کمزور تھا۔ اگر سیدہ کی دعاؤں کا سہارا نہ ہوتا تو قرآن کبھی نہ حفظ کر پاتا۔ جن بیبیوں نے مائی صاحبہ سے قرآن شریف پڑھا ہے اُن کا غالب حصہ انتقال کر گیا ہے۔ اُن میں سے چند بقید حیات ہیں جو بڑھاپے کی آخری حدود میں داخل ہو چکی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جناب مائی صاحبہ کا ایک ہی کام تھا۔ بچیوں کو قرآن پڑھانا اور خود تلاوت میں مصروف رہنا۔

ایسی عظیم ماؤں کے بیٹے بھی عظیم ہوتے ہیں۔ حضرت پیر سید چراغ حسین چشتی کے مزاج میں اپنی والدہ کی تربیت کے نمایاں اثرات موجود تھے، جس کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

آپ کے خسر

حضرت والد صاحب کے خسر بادا سید عبدالمجید شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت والد گرامی کی بطور مربی اس طرح تربیت فرمائی کہ مشکل ترین مرحلے بھی آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرتے گئے۔ بادا عبدالمجید کی بڑی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ سے آپ کی پہلی شادی ہوئی۔ جو سخا کی دنیا میں اپنا مقام رکھتی ہیں اُن کے دو بیٹے ہیں۔ سید شبیر چشتی اور راقم الحروف۔

باداجی نے زندگی کا زیادہ حصہ سیاحت میں گزارا، اپنے گاؤں ڈلّن والا شریف میں بہت کم رہے۔ آپ ریل پر سفر نہ کرتے تھے۔ بادا صاحب کے تین

صاحبزادے ہیں۔ سیّد فیض جو انتقال کر چکے ہیں، وہ بہت صاحب دانش تھے، اُن کا ایک ہی بیٹا تھا۔ سیّد الیاس حسین چشتی، وہ بھی انتقال کر گئے ہیں۔ اُن سے آگے دو بیٹے قمر عباس ایک چھوٹا صاحبزادہ (نام یاد نہیں آرہا)۔ دوسرے صاحبزادے سیّد بہادر حسین شاہ صاحب، وہ ابھی تک بفضل خدا بقید حیات ہیں۔ اُن کے دو صاحبزادے سیّد عاشق حسین، سیّد عابد حسین، ایک صاحبزادی سیّدہ رضیہ

تیسرے صاحبزادے سیّد عبد العزیز شاہ صاحب ہیں۔ وہ بھی اللہ کے فضل سے حیات ہیں۔ اُن کے دو صاحبزادے ہیں۔ بڑے سیّد احمد حسین شاہ صاحب اور سیّد صفدر حسین شاہ (جو انتقال کر گئے ہیں)، چار صاحبزادیاں ہیں۔ فاطمہ صغریٰ غلام فاطمہ، بشیرہ فاطمہ، نذیرہ فاطمہ۔

◎ حضرت شاہ چراغ کے دوسرے سُسر حضرت سیّد محمد عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو ابتدائی عمر میں خفیہ پولیس میں ملازم رہے، اور پھر زندگی میں ایسا انقلاب آیا کہ اپنے گاؤں صابووال کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض آخری دم تک انجام دیتے رہے۔

بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے، دُنیائے دین کے پرستار بڑے بڑے خان بہادر بھی آپ کے سامنے دم نہ مارتے تھے، جس گلی سے گزرتے اوباش نوجوان اِدھر اُدھر چھپ جاتے۔ انہوں نے اپنی حیاتی میں اپنے گاؤں کو فرقوں میں تقسیم نہیں ہونے دیا۔ دُنیائے اہل سنت کے مشہور مبلغ حافظ عالم سیّد پیر ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ گجراتی ان کا بہت احترام کرتے اُن کو منبر پر بٹھاتے اور اُن کی موجودگی میں خود کھڑے ہو کر وعظ ارشاد فرماتے تھے۔ حضرت سیّد محمد عالم کے والد بزرگوار، صاحب طرز ادیب اردو فارسی کے فی البدیہہ شاعر تھے، اسم گرامی حضرت سیّد غلام مرتضیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کے

تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

(۱) حضرت سید محمد افضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ہو چکا۔ آپ صاحب علم، خاندان کے سرپرست اور سجادہ تھے۔ آپ کا صرف ایک صاحبزادہ سید محمد یونس شاہ ہیں اور تین بیٹیاں، سیدہ الفنال عصمت، سیدہ زینت النساء، سیدہ کوثر سلطانہ ہیں۔ سید محمد یونس شاہ کے چار بیٹے سید مجید، سید عمر، سید ابوہریرہ، سید عزیز یحییٰ

(۲) دوسرے صاحبزادے حضرت سید ظہور الحسن شاہ ہیں، بہت ملنسار، خوش اخلاق، مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک ہیں۔ ان کے پانچ صاحبزادے سید نجم الحسن، سید قمر الحسن، سید شمس الحسن، سید شفقت علی، سید شہزاد علی ہیں۔ فرزانہ کوثر صاحبزادی ہیں۔

(۳) تیسرے صاحبزادے سید مظفر حسین شاہ صاحب ہیں۔ تجوید کے بارے کافی معلومات رکھتے ہیں۔ گاہے گاہے مسجد میں قرآن مجید کا درس بھی دیتے ہیں۔ مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کی عملی صورت کا اپنے ذہن میں ایک حسین خاکہ اور دماغ میں بہترین نقطہ رکھتے ہیں۔ جو بقول آپ کے قابل عمل ہے اور آپ تعلیم و تعلّم میں تعمق نظری کے مالک ہیں۔ آپ کے چار بیٹے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ سید اعجاز حسین، سید جاوید حسین، سید مبشر حسین، سید مدثر حسین، بیٹیوں کے نام سیدہ عالیہ، سیدہ شازیہ ہیں۔

حضرت سید محمد عالم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں کے اسماء یہ ہیں۔ سیدہ زبیدہ خاتون، سیدہ حمیدہ بیگم (راقم کی والدہ)، سیدہ ممتاز بیگم، سیدہ منور بیگم، سیدہ نسیم اختر۔

کریمانہ صفات

حضرت پیر سید چراغ حسین چشتی. لطف و کرم، جود و سخا اور عنایت کا ایک ایسا حسین پیکر تھے. ذاتی ضرورت کے باوجود حاجت مندوں کو عطا کرنے کی عادت اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی تھی۔ اپنے مریدین کو تکلیف و تنگی میں دیکھ کر تڑپ جاتے ہیں۔ کبھی مرید کو گردش دوراں کی چکی میں پستا دیکھتے تو اس کے لیے رو رو کر دعائیں مانگتے۔ صرف مریدین کے لیے ہی نہیں کبھی عام مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر آپ بے چین ہو جاتے۔

(۱) محمد صادق ـــ آف ڈیرہ غازی خاں آپ کا ایک خاص مرید ہے آپ کے وصال کے بعد سے اب تک آپ کی یاد میں زندہ رہتا ہے اور ان کی اہلیہ کو کئی مرتبہ خواب میں حضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے لیہ میں آباد کاری کی سرکاری سکیم کے تحت زمین لی۔ لیکن میرا اس صحرائی علاقہ میں دل نہ لگتا تھا ریت کے ٹیلوں اور بادصرصر کے تھپیڑوں نے مجھے پریشان کر دیا۔ ایک دن نہایت پریشانی کے عالم میں اپنے پیر و مرشد کی یاد آگئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ـــ اور زبان سے کئی مرتبہ یہ الفاظ نکلے۔ ـــ اے پیر و مرشد مجھ کمینے کا تیرے سوا کون ہے جو میری حالت زار پر ترس کھائے۔ کہتے ہیں ابھی اتنا ہی سامنے دیکھا تو دور ریت کے ایک ٹیلے پر ـــ سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کو آتے دیکھا۔ اس کے چہرے کا نور کچھ مانوس سا نظر آیا اور چند ہی لمحوں بعد میرا شک یقین میں بدل گیا کہ یہ تو میرے شاہ جی ہیں۔ میری چیخ نکل گئی، دوڑ کر آپ کے قدموں سے لپٹ گیا، وہ مجھے روتا دیکھ کر آپ بھی آب دیدہ ہو گئے، اور فرمایا! محمد صادق میں تجھے لینے آیا ہوں۔ اگر یہاں ان جنگلوں میں دل نہیں لگتا تو واپس چلو

وہاں خدا تعالیٰ زمین بھی دے گا۔ رہنے کے لیے جگہ بھی۔ اب وہاں محمد صادق کے پاس زمین بھی اور عالی شان مکان بھی ہے۔ محمد صادق کا کہنا ہے۔ زندگی میں جب کبھی بھی مجھ پر مصیبت آئی حضرت کو اپنے پاس پایا۔

○ چوہدری احمد خاں نمبردار آف کوٹلہ سارنگ شریف کا بیان ہے کہ میں بچپن میں تقریباً دس سال آپ کی کفالت و خدمت میں رہا۔ مجھے اپنے باپ چوہدری بہادر خاں مرحوم سے اتنی شفقت و محبت اور پیار نہ ملا، جتنا شاہ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملا، آپ میرے دکھوں، غموں اور مصائب و آلام کا ہمیشہ مداوا بنتے رہے۔ اُن کی کرم نوازیوں نے میرا ہمیشہ ساتھ دیا۔ کہتے ہیں کہ آج جو میرے گلشن میں بہاریں نظر آتی ہیں یہ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھ بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ میں نے شاہ جی صاحب کی نظرِ رحمت کا ایک شمہ تصور کرتا ہوں حضرت نے اپنی اولاد کو وصیت کی ہے کہ احمد خاں مجھے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہے۔ اسے اپنے سے جدا نہ سمجھنا۔

خیال ہے کہ سوز و گداز اور محبت و پیار کی دنیا کو آباد کرنے والے اس کائنات ارضی میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ الفت کی خوشبو فضاؤں میں بکھیر کر راہی ملکِ بقا ہوئے۔ اس عالمِ اسباب میں مسبب الاسباب کے عطا کردہ مال و اسباب کو اہلِ حاجت کے لیے وقف کر دینا — اس دنیائے دوں کی قلفقوں اور جبر و دستیوں سے خاطر آزردہ ہوئے بغیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہنا — یا دہانِ الحضر کے بینچے آلام کی بادِ صرصر کے تھپیڑوں سے شکستہ پا نہ ہونا، اقتدار نا پائیدار کے جور و ستم سے کبیدہ خاطر نہ ہونا بدی کی کالی آندھیوں کے رُخ پہ اپنا چراغ جلائے رکھنا — یہ اُن مردانِ حق کا شیوہ ہے جو صحرا کو گلشن بنانے آتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں خُلق و علم کی دولت سے نوازا ہوتا ہے۔ جن کے اثر سے خارہائے مغیلاں

بھی پھولوں کی تتلیوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

ایسے اوصاف کے حاملین اشخاص میں سے ایک ایسا مرد درویش بھی گزرا ہے۔ جسے دنیا "شاہ چراغ" کے نام سے یاد کرتی ہے۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
ہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دعا کی

مجھے وہ منظر ابھی تک یاد ہے کہ ڈلا نوالہ شریف میں بابا رشید خان شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس تھا میں بھی مدرسے سے چھٹی لے کر حاضر ہوا رات کو نعت خوانی اور تقریروں کا پروگرام تھا میں نے بھی تقریر کرنے کا ارادہ کیا جب اسٹیج پر کھڑا ہوا، چند جملے بولے ذہن میں تیار کی ہوئی تقریر بھول گئی۔ طالب علمی کا ابتدائی دور تھا۔ تقریر کا تجربہ نہ تھا بہت خفت اٹھانی پڑی۔ لڑکوں نے مذاق اڑایا۔ میں شرمندہ ہو کر، اجتماع سے تھوڑا سا ہٹ کر چارپائی پر لیٹے ہوئے حضرت والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جا بیٹھا آپ نے میری خجالت و ندامت اور پریشانی دیکھ کر، شفقت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر بازوؤں میں لے کر آسمان کی طرف دیکھا اور زیر لب دعا فرمائی، اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی اس وقت کی دعا اور اس جیسی ان گنت دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کہ

بخت جاگا ہے، چمک اٹھی ہے تقدیر مری
بدحست مرد عالم سے ہے توقیر مری

فیض یہ ان کی نظر کا ہے کہ ہر مرغ چمن
وجد میں آتا ہے جب سنتا ہے تقریر مری

اولاد

حضرت پیر سید چراغ حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

(۱) راقم الحروف ۔ اُم مخضر حسین ۔ سلسلۂ طریقت چشتیہ نظامیہ سیالویہ مُرشد گرامی حضرت خواجہ شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے قطب الاقطاب، مفسرین کے پیشوا، محدثین کے رہنما اور زبدۃ الکاملین تھے۔ راقم کے دو بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ بیٹے ۔ سید قنبر حسین چشتی ۔ سید محمد حسین چشتی ۔ بیٹیاں ۔ سیدہ رفعت کلثوم، سیدہ عمیرہ کلثوم، سیدہ صغریٰ بتول، سیدہ سعیدہ بتول، سیدہ ماریہ بتول، سیدہ اُمِّ ایمن۔

(۲) ۔ نام ۔ صاحبزادہ سید شبیر حسین چشتی، سلسلۂ طریقت چشتیہ نظامیہ سیالویہ ۔ مُرشد گرامی ۔ شیخ الاسلام والمسلمین سیالوی ۔ صاحبزادہ شبیر حسین چشتی۔ بہت ملنسار طبیعت کے مالک، عفو و درگزر کی دولت سے مالا مال اور ذوقِ چشتیہ کا ایک مہکتا ہوا پھول، سوز و گداز اور محبت و الفت اور کیف و سرور کے خزانے میں سے وافر حصہ پایا ۔ دربار شریف اور اس سے ملحقہ مسجد شریف کی تعمیر کے انتظامات اور کارٹن جامع مسجد کا انتظام بھی اُن کی ذمہ داریوں میں شامل ہے اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بھی زیادہ تر انہیں کے حصہ میں آئی جو بہت بڑی سعادت ہے۔ اُن کے دو بیٹے اور ایک صاحبزادی ہے ۔ بیٹے سید دستگیر حسین اور سید فرخ حسین اور بیٹی سیدہ سمیہ بتول ہے۔

(۳) تیسرے صاحبزادے کا نام صاحبزادہ سید مزمل حسین شاہ نقشبندی جماعتی

ہے۔ سلسلۂ طریقت نقشبندیہ مجددیہ ہے — مرشدِ گرامی — قدوۃ الفقہا، عالمِ نبیل
استاذِ نحو و منطق حضرت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو محدث
علی پوری حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں — صاحبزادہ سید
منزل حسین جماعتی بلند پایہ خطیب سلجھے ہوئے ادیب اور نہایت اعلیٰ طبیعت کے
مالک ہیں۔ سوز و گداز اور درد کی دولت اور ذوقِ سلیم کے مالک ہیں۔ بالخصوص
شہیدِ کربلا کی محبت و عقیدت کی شمع دل میں ہمیشہ روشن رہتی ہے — خطابت کے
میدان کے شہسوار ہیں۔ اس وقت مانچسٹر برطانیہ مرکزی مسجد کے خطیب ورلڈ اسلامک مشن کونسل
یو۔کے۔ کے صدر اور انجمن فاطمیہ کے سیکرٹری جنرل۔ مذہبی حلقوں میں قد آور
شخصیت کے حامل ہیں۔ سخاوت اور کرم کی دنیا میں نام رکھتے ہیں۔ اعلیٰ درجے
کے مہمان نواز اور دوست پرور ہیں۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے
قدم قدم پر دعائیں فرمائیں۔ جن کی بدولت آج وہ اعلیٰ مقامات پر فائز ہیں —
ان کا دل محبت و چاہت کا آئینہ دار ہے — راقم کا حضرت والد صاحب
ہی کی طرح احترام کرتے اور آداب بجا لاتے ہیں۔

بلبلِ باغِ نبی، فصیحِ خطابت کا نور
میری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک مرے دل کا سرور

ان کے تین بیٹے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بیٹے — سید قاسم حسین،
سید ظفر حسین، سید مدثر حسین — صاحبزادیاں — حنیفہ بتول، عنیفہ بتول —
(۴) چوتھے صاحبزادے کا نام عارف حسین — مرشدِ گرامی — سید سیدال حضرت
پیر سید اختر حسین رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف — اپنے آبائی گاؤں کوٹلہ سارنگ
شریف میں رہتے ہیں — اور دبئی میں کاروبار کرتے ہیں۔ بہت ملنسار۔ طبیعت
میں انکسار، شاہِ کربلا سے بے پناہ عقیدت۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ذکرِ شہادت کو سن

رسول سن کر بے ہوش ہوگئے۔ سینے میں شوق کی دنیا آباد کیے ہوئے اپنے کام میں مگن رہتے ہیں۔ والد صاحب کی شفقت و محبت کا مرکز ہے اور زندگی بھر ان کے قریب رہ کر خدمت کرتے رہے اور آپ سے دعائیں لیتے رہے اور علم کی دولت ورثہ میں پائی، طبع میں بگمبھے و اور بے بھی نہیں، اس لیے مختصر سا حلقہ احباب رکھتے ہیں اچھی عادات کے مالک ہیں، ان کا ایک صاحبزادہ سید امیر حمزہ اور ایک صاحبزادی سیدہ عاطفہ بتول ہے۔

(۵) حضرت پیر سید حبیب اللہ حسین شاہ رحمۃ اللہ کی دو صاحبزادیاں ہیں ایک بیٹی کا نام زہرا بتول تھا وہ بچپن میں انتقال کر گئیں۔

(۶) دوسری صاحبزادی کا نام سیدہ کوثر ہے، سلسلہ چشتیہ میں امیر شریعت خواجہ بے کماں خواجہ محمد حمید الدین سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ ان کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں ۔ بیٹے علی جواد سید علی عزیز ۔ اور صاحبزادیاں سیدہ نفیسہ بتول، سیدہ فضہ بتول، سیدہ ام سلمہ، سیدہ نمرہ بتول۔

ربیب

سید اکرام الحسن، مرشد گرامی شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔ یہ فوج میں ملازم تھے، اب ریٹائر ہو کر محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں حضرت شاہ جی سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ طبیعت میں مزاح کا عنصر غالب ہے

ربیبہ

سیدہ زیب النساء ۔ یہ ہماری بہن بہت نیک خاتون ہے۔ صائمہ

خاندان کی ہمدرد اور کسی کی تکلیف دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتیں۔ اگر کوئی فرد بیمار ہو جائے تو اس کے غم میں خود بیمار پڑ جاتی ہیں۔ بہت کم گو ہیں۔ رات کو سونے سے قبل سب کے لیے خیریت و عافیت کی دعا کر کے سوتی ہیں۔ ان کا ایک ہی صاحبزادہ ہے۔ اُس کا نام سید مطلوب حسین چراغی ہے بہت ہونہار ہے۔ اپنی ماں کی طرح خاندان کے ہر فرد سے قریبی رابطہ رکھتا ہے۔ بہت مہمان نواز ہے

متبنّٰی

چوہدری احمد خاں تمبر دار کوٹلہ سارنگ شریف۔ احمد خاں کے والد چوہدری بہادر خاں نمبردار مرحوم کو زندان میں لمبا عرصہ گزارنا تھا اور اُس کا ایک ہی بیٹا احمد خاں تھا، جسے اس کے باپ نے حضرت کے حوالے کر دیا۔ حضرت کی اس وقت کوئی اولاد نہ تھی آپ نے اسے اپنا بیٹا بنا کر پرورش کی اور ہر جگہ اپنے ساتھ رکھا اور باپ کی سی شفقت و محبت سے پروان چڑھایا۔ چوہدری احمد خاں کو بھی حضرت سے بے پناہ عقیدت ہے۔

وفات

حضرت شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۸ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۱۹۸۹ء بروز پیر رات تو بج کر ۴۵ منٹ پر ہوئی۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔

تاریخ وفات پر اشعار و قطعات

ملک کے نامور مصنف، محقق، شاعر و ادیب حضرت علامہ صائم چشتی

نے حضرت کی تاریخ وصال اشعار و قطعات میں اس طرح نکالی ہے۔

سیّد چراغ حسین شاہ حق حسین — یا قطب اولیائے زمن سید چراغ حسین شہ

۸۹ ۶ ۱۹ ۸۹ ۳ ۱۹

رُباعی

چھوڑ کر سیّد گئے ہیں یہ جہان آب و گل — ہو کے دنیا سے علیحدہ ہیں گئے خالق سے مل

یہ عطا ہاتف نے صائم ہے کیا سال وصال — غوث عالم قطب عالم پاک باز پاک دل

۸۹ ۶ ۱۹

منقبت

سیّد چراغ حسین ہیں سلطان اولیاء

والد خضر حسین کے، محبوب مصطفےٰ

مولا علی کے چین ہیں زہرا کے نور عین — آل رسول دوسرا، مخدوم الاصفیاء

جو بھی سوالی آگیا در پہ جناب کے — سیّد نے اُس کا دامن امید بھر دیا

آتی سلف کی یاد تھی سیرت کو دیکھ کر — صورت میں آپ کی تھا جمال نور کبریا

قطب زمان بھی تھے وہ، غوث جہان بھی — جاری سدا جہاں پہ ہے فیضان آپ کا

تقویٰ و زہد اُن کا تھا بے مثل، بے مثال — پیش نظر رہی سدا خالق کی بھی رضا

تصویر دل نشیں تھے عشق رسول کی — جلوؤں میں اُن کے تھا چھپا جلوۂ مرتضیٰ

تاریخ صائم آپ کی جب میں نے کی طلب

آئی ندا کہ "انجم و مہتاب مرتضیٰ"

۸۹ ۶ ۱۹

◎ حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی صاحب آف سونیاں شریف، جو

شیخ الاسلام والمسلمین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہیں اور خواجہ خواجگان خواجہ محمد امین جکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستان عالی نشان سے ایک خاص نسبت ہے، نے حضرت شاہ چراغ کے وصال کی تاریخ مندرجہ ذیل جملوں اور اشعار میں نکالی ہے۔

تاریخ وصال شیریں طبع — پیر سید چراغ حسین شاہ صاحب

۸۹ — ۱۹ ۲ ۸۹

آفتاب تاباں کوٹلہ شریف

۸۹ ۶ ۱۹

عارف حق، پاک دل روشن خیال سیّد ذی شان، چراغ باکمال
فیضیاب از صوفیائے چشتیہ افتخار دودۂ شیر خدا
سینہ اش گنجینۂ انوار حق گفتگو اش کاشف اسرار حق
ناگہاں آں مرد کامل باصفا شد ز دنیا جانب دار القرار
از طفیل دختر خیر الانام ابر رحمت بر مزارش صبح و شام

جست چوں فیض الامین سال وصال
گفت ہاتف خیذ سید چراغ

۸۹ ۲ ۱۹

تاریخ رحلت صاحب حال — ولی پاک باطن سید چراغ

۸۶ ۲ ۹ — ۸۹ ۶ ۱۹

چراغ عارفاں

سید ذیشاں چراغ عارفاں جس کے دم سے تھا منور اک جہاں
رہبر دین و شریعت وہ دقار عظمت اسلاف کا زندہ نشان

کس کا چہرہ آج اوجھل ہو گیا — ہیں در و دیوار بھی محوِ فغاں
قبر پر ہو بارشِ ابرِ کرم — جب تلک ہیں یہ زمین و آسماں

سالِ رحلت اس کا ہے فیض الامین
سُن! "چراغ رہ" سے ہوتا ہے عیاں

۱۴۰۹ھ

نوٹ

حضرت صاحبزادہ والا شان فیض الامین صاحب نے جنابہ والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی تاریخ وصال دو قطعات میں اس طرح نکالی۔

پاک طینت بیوۂ سیّد چراغ — شد ز دُنیا جانبِ دار البقاء
سالِ رحلت جُست چوں فیض الامیں — "خانم خندہ جبیں" آمد ندا

۱۴۱۵ھ

ایضاً

پیکرِ شفقت حمیدۂ سیّدہ — شد رواں در کاخِ جنت ناگہاں
گفت سالِ رحلتش فیض الامین — "عصمتا مخدومۂ شیریں زباں"

۷۹۳ھ

◎ راقم کی پنجابی زبان میں ایک رباعی کے آخری الفاظ میں مادۂ تاریخ اس طرح ہے۔

"تاجدارِ مدینہ والا ڈُلاسی عل پاک دا سی نورِ عین حسینیہ
دکھاں دردوں مصیبتاں نال تُجڑے جریاں لالاں نوں دیندا سی چین حسینیہ
جدوں خضر نے ماری آواز جیہوں آکھے ہاتف ادیں تاریخ کی لے
کیباوں نے غور دے نال دکھیں نے "آپ چراغِ حسین سیّد"

۱۴۰۹ھ

⊙ بندۂ ناچیز نے آپ کے وصال کے بعد آپ کی یاد میں چند رباعیات لکھیں تھیں جو کتاب پیامِ خضر میں چھپ چکی ہیں۔ اُن میں سے کچھ یہ ہیں۔

نورِ زہرا، پورِ شاہِ کربلا سیّد چراغ — کشتۂ عشقِ امام الانبیاء سیّد چراغ
فقر کی حالت میں اُنکی کج کلاہی تھی عجب — تھے عجب وہ صاحبِ فقر و غنا سیّد چراغ

○

بادۂ الفت سے پُر تھے اُنکی آنکھوں کے ایاغ — اُن کی خوشبو نے کیا ہر مضطرب کو باغ باغ
ڈھونڈتا ہوں ہاتھ میں لے کر چراغ ان سا کوئی — پر نہیں ملتا مجھے اُن سا کوئی روشن چراغ

○

آپ کا چہرہ تھا گویا رونقِ فصلِ بہار — آپ کی ہر مسکراہٹ میں تھی اُلفت آشکار
دل میں رقت اس قدر تھی آنکھ تر رہتی سدا — بے پناہ تھا پیکرِ سیّد میں عجز و انکسار

○

موجزن تھا اُن کے دل میں عشقِ ربِّ لایزال — تھا بہت کم ان کی طبعِ پاک میں رنگِ جلال
نرم ہو جاتا بشکلِ موم ہر آتش مزاج — دیکھ کر اُن کی حلیمی اور چہرے کا جمال

○

بیٹھ کر مسند پہ رمزِ کیف بتلائے گا کون؟ — خوب تڑپ کر بزم میں اوروں کو تڑپائے گا کون؟
کون روئے گا کسی کو دیکھ کر روتا ہوا؟ — غم کی دنیا میں مسرت بانٹنے آئے گا کون؟

○

ٹُر گئے نے محرم رازاں نے — غم جھولی پا کے ٹُر گئے نے
دل اُتے تیر نگاہواں نے — کئی تیر چلا کے ٹُر گئے نے

○

راتاں دی نیندر ٹھگ گئی اے — سکھ چین دی کھیتی سُک گئی اے
ساڈنوں دے کے ہیک جدائیاں دا — کئی روگ لگا کے ٹُر گئے نے

○

جد ساڈول گھر وچ ناں آیا — ساون دی رہ گیا ترسایا
امید دے بدل چڑھ چڑھ کے — ترسا ترسا کے ٹُر گئے نے

○

محفل وچ آؤندے جاندے سن — اوہ ساڈا دل پرچاندے سن
ان ہجر فراق دی سُولی تے — ساڈنوں لٹکا کے ٹُر گئے نے

○

◎ مولانا ظفر اقبال فاروقی فاضل دارالعلوم چشتیہ غوثیہ ان اشعار میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

بندۂ ربِّ جہاں سیّد چراغؒ — ابنِ شاہِ مرسلاں سیّد چراغؒ
مردِ حق، پورِ جنابِ فاطمہؓ — مرتضےٰ کے نورِ جاں سیّد چراغؒ
فخرِ شاہِ کربلا، نازِ عربیںؓ — شمعِ بزمِ عارفاں سیّد چراغؒ
پیشوائے عاشقاں، شانِ کرم — رہنمائے مقبلاں سیّد چراغؒ
درسِ الفت جس نے دنیا کو دیا — مہرباں شیریں بیاں سیّد چراغؒ
مظہرِ ملت کا پیرو، شاہِ سخا — فقر کی تاب و تواں سیّد چراغؒ
کشتۂ عشقِ جنابِ مصطفےٰ — میرِ بزمِ چشتیاں سیّد چراغؒ

اے ظفر وہ تھے سخی لجپال بھی
ساقیِ بادہ کشاں سیّد چراغؒ

○

○ عزیزم محمد اسلم طالب چشتی جو پنجابی کے اچھے شاعر ہیں اور پنجابی کے نامور شاعر جناب دائم اقبال دائم مرحوم کے نواسہ ہیں نے حضرت کی یاد میں ایک منقبت لکھی ہے جو اُن کی کتاب "صدائے درویش" میں ہے۔ لکھتے ہیں۔

سوہنے پیر چراغؒ دا سوہنا حسن جمال — عامل، کامل، ارفع، اعلیٰ ایہن سخی بے پال
کومل سا رنگ چمکیا نکلی نوری لاٹ — اوہدیاں وِچ جہاتیاں بے شک تکھے نے بینے پاٹ
نوری نوراں ماردا چہرے دا جلال — سوہنے پیر چراغؒ دا سوہنا حسن جمال

○

سوہنی دھرتی اُتے دیکھیو سوہنا اک چراغ — جاگن جگیں ڈٹھیا تے نظراں وچ ایاغ
گھر گھر ونڈے عشق دے اُس نے دیوے بال — سوہنے پیر چراغؒ دا سوہنا حسن جمال

○

اُچے، سُچے، سید سرور پاک نبی دی آل — اک اشارے نظر جنہیں ویکھن آقاواں نال
صبغۃ اللہ والی رنگن چاہڑ کے کرن نہال — سوہنے پیر چراغؒ سوہنا حسن جمال

○

ودتے لگے ہوئے نوں مالک لین سنبھال — فیض خزانہ بخشش ہادی مرشد سیال
جو نظراں چڑھیں پے گئے پاندے پھرن دھمال — سوہنے پیر چراغؒ دا سوہنا حسن جمال

○

ربناں اساں مستاں ناہیں کی سکیدے گئے — فانی جگت جھنڈائے طالب کی قلندر گئے
اک قلندر کو ملے اندر وسدے دھمال نال — سوہنے پیر چراغؒ دا سوہنا حسن جمال

○

◎ دارالعلوم چشتیہ غوثیہ منڈی بہاؤالدین کے فاضل خطیب خوش بیان صاحبزادہ مولانا محمد الیاس جمالی یوں رقم طراز ہیں۔

مردِ حق پُر یقیں ہیں شہ چراغؒ ‏ ‏ نورِ جانِ شہِ علیؓ ہیں شہ چراغؒ
ہیں وہ گُل خیر النساءؓ کے باغ کے ‏ ‏ سیّد و سلطان، ولی ہیں شہ چراغؒ

○

شہ چراغ ہیں فخرِ اولادِ علیؓ ‏ ‏ تاجِ فرقِ اولیاء، قطبِ جلی
جن کے لب پر ہر گھڑی تھی یہ صدا ‏ ‏ یا علی یا شاہِ مرداں یا علیؓ

○

تیرے اپنے ہیں شہا شمسؒ و قمرؒ ‏ ‏ ہے تیرے گھر کا مقدر اوج پر
ایک نسبت ہے مجھے بھی آپ سے ‏ ‏ ہے مرا دلبر ترا لختِ جگر

○

میرے دل کو بھی بنا دے لالہ زار
التجائیں کر رہا ہوں بار بار
ہو جمالی پر بھی نگاہِ التفات
سیّدِ سادات اے عالی وقار

چراغِ سادات

صاحبزادہ سید مزمل حسین جماعتی کوٹلہ سارنگ شریف حال مقیم
بلیک برن برطانیہ

مذکورہ بالا عنوان کے تحت چند سطور اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا نذرانہ لے کر حضرت والد صاحب پیر سید چراغ حسین شاہ چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہِ عالی وقار میں حاضر ہو رہا ہوں۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

حضرت والد صاحب جو ایک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور عاشقِ رسولِ کبریا تھے کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے سے جو تاثرات ذہن کی سطح پر اُبھرے اُن میں نمایاں ترین چیز اُن کا سوز و گداز ہے۔ آپ زہد و تقویٰ اور علم و بردباری کا کوہِ گراں اور شفقت و محبت کا دریا تھے۔ آپ نے نہایت سادگی کے ساتھ زندگی بسر کی، عبادت و ریاضت اور درود و وظائف میں ہمیشہ مصروف رہتے، تصنع بناوٹ اور ظاہرداری کے تکلفات سے بے نیاز ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ضابطوں اور مشائخ کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن رہتے تھے۔

بندۂ ناچیز کی زندگی میں نشیب و فراز آئے اور خواہشات کے سمندر میں تند و تیز لہروں سے بھی واسطہ پڑا۔ مصائب و تکالیف کے نوکِ دار کانٹوں کی چبھن بھی محسوس کی اور آسائش و آسودگی کی بادِ نسیم کے جھونکے بھی کئی بار بدن کو چھو کر گزر گئے۔ یورپ کی خنک سرزمین پر راحت و آرام کے ایام میں بھی اپنے والد

تک وتازہ کے وہ لمحات نہ بھول سکا جو والد بزرگوار کی معیت میں گزرے آپ نے
زبان و تکلم سے نہیں بلکہ اپنے کردار واطوار سے جو توکل کا درس دیا۔ اس کے اثرات ابھی
تک دل ودماغ میں تازہ ہیں اور اُن کی دعاؤں کے پھولوں کی خوشبو ہمیشہ مشامِ
جاں کو معطر رکھتی ہے۔

ہر باپ اپنی اولاد سے محبت و شفقت سے پیش آتا ہے۔ باپ انسانی
رشتوں کی زنجیر میں ایک مرکزی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اولاد
کا باپ کی تعریف میں رطب اللسان ہونا ایک فطری عمل ہے۔ لیکن میں کسی باتوں
سے ہٹ کر والدِ گرامی کی شخصیت کے ہر پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہنے
میں ذرہ برابر بھی باک محسوس نہیں کرتا کہ میرے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ فقر
کا ایک چمکتا ہوا اور چہرہ سادات کا روشن چراغ تھے اور اُن کی کرم نوازی لطف
ہر آن دریائے بے کراں کی موجوں کی طرح تھی۔

آپ کے جذبہ ترحم کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کو پریشانی کے عالم میں دیکھ کر خود
اُن سے بھی زیادہ پریشان ہو جاتے اور جسم پر کپکپی طاری اور آنکھوں سے آنسو
جاری ہو جاتے، ان کی گفتگو کریمانہ تھی اور انداز دل نواز سے ایسا محسوس
ہوتا تھا۔ جیسے لوگوں کے دکھ درد کو اپنے سینے میں سمیٹنا چاہتے ہوں۔ آپ
کے مریدین وابستگان، متعلقین اور اہل قریہ کی زبانوں سے بار بار یہ بات سننے
میں آئی کہ آپ کی موجودگی میں کسی قسم کا غم، خوف، اور خطرہ محسوس نہ ہوتا تھا۔

وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے اور وہ دعائیہ کلمات ابھی تک
میرے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔ جو آپ نے ایک سفر کے اختتام پر فرمائے
وہ اس طرح ___ کہ ایک دفعہ اپنے قریبی شہر لالہ موسیٰ تشریف لے گئے۔ واپسی
پر میں نے آپ کو اپنے موٹر سائیکل پر سوار کیا اور اپنے گاؤں کوٹلہ سارنگ شریف

کی طرف چل پڑا۔ جب آپ گاؤں کے قریب گھوڑے سے اترے تو میرے لباس پر پڑا ہوا غبار اپنی چادر مبارک سے صاف کرنے لگے اور ساتھ ہی فرمانے لگے۔ میرے بیٹے کے لباس پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ اس شفقت بھرے انداز کو دیکھ کر میں نے عرض کیا حضرت رہنے دیں۔ دیکھیں آپ کے پاکیزہ لباس پر مجھ سے بھی زیادہ دھول پڑی ہوئی ہے کیونکہ آپ تو بطور ردیف میرے پیچھے سوار تھے فرمانے لگے۔ میری خیر ہے۔ تیرا یہ قیمتی خوبصورت لباس گرد سے اٹا ہوا مجھے گوارا نہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے اس وقت کے الطافِ کریمانہ اور شفقت بھرے انداز میں فرمانا کہ میرے بیٹے کے غبار آلود کپڑے مجھے گوارا نہیں۔ یہ اسی وقت کی دُعا کا نتیجہ ہے کہ آج میں اس ملک میں سکونت پذیر ہوں جس میں گرد و غبار اور دھول کا نام و نشان تک نہیں اور یہ بھی آپ ہی کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے کہ یورپ کی سرد فضاؤں میں مذہب حقہ کی تبلیغ و ترجمانی کی سعادت حاصل ہے اور عشق مصطفٰےؐ کی گرمی سے الحاد کی برف پگھل رہی ہے۔ اور ذکرِ رسولؐ کے مضراب سے دلوں کے ساز کی تاریں نغمہ سرا ہیں۔ نعت کے ترانوں نے سائنس کو خدائی درجہ دینے والی دُنیا میں ہل چل مچا دی ہے۔

میں اپنی اس مختصر تحریر کو جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے۔ کو اپنے برادر اکبر حضرت پیر سید غضنفر حسین چشتی دامت برکاتہم العالیہ کی ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔ جو انہوں نے حضرتؒ کی یاد میں کہی ۔

جس نے راز درد سینے میں چھپایا وہ چراغ ۔۔۔ جو سدا غم کی گھڑی میں مسکرایا وہ چراغ

جس نے بے تاریک ذہنوں کو عطا کی روشنی
جس نے رستہ دین کا مجھ کو دکھایا وہ چراغ

اظہارِ تشکر

آخر میں میں اپنے دوست اور مہربان جناب محمد عبداللہ کمانی واف مانچسٹر برطانیہ کا جو اپنے اندازِ عشقِ رسول ؐ کی ایک دُنیا بسائے ہوئے ہیں، کاروباری اور مذہبی حلقوں میں اُن کا نام محبت کی علامت ہے، کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب آلِ رسول حصہ دوم کی طباعت کے سلسلہ میں تعاون فرمایا ـــــ کمانی صاحب اپنے سینے میں ایسا دل رکھتے ہیں جس میں اہل اللہ کی محبت کی شمع روشن ہے ۔ شاہ چراغ اکیڈمی آستانہ عالیہ کوٹلہ سارنگ شریف کا ناظم ہونے کی حیثیت سے میرا فرض بنتا ہے کہ میں اُن تمام نوجوانوں کو تحسین پیش کروں جو شاہ چراغ اکیڈمی کے پلیٹ فارم پر کام کر رہے ہیں ـــ حافظ ثناءاللہ چشتی آف کوٹلہ سارنگ اور دیگر احباب کا ممنون ہوں جنہوں نے اس معاملے میں تعاون کر رہے ہیں اور اکیڈمی کو چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب پر کرم کی بارش فرمائے آمین، بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سید مزمل حسین جماعتی

ناظم علی شاہ چراغ اکیڈمی کوٹلہ سارنگ شریف

خطیب مانچسٹر، مقیم برطانیہ

خُطباتِ خضر

۵۲

تقریریں

سال کے ہر جمعہ شریف کی ایک علیحدہ تقریر

خطبائے اسلام کے لیے انمول تحفہ

دوسری کتابوں کے انداز سے ذرا ہٹ کر لکھی گئی ہے

تفسیر

انوار البیان

یہ پورے قرآن مجید کی تفسیر ہوگی زیر تحریر ہے، اردو میں لکھی
ہوئی دیگر اردو تفاسیر سے علیحدہ رنگ میں ہوگی۔ ان شاء اللہ۔